

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ



تَسْكِينُ الْأَكْبِيَاءِ فِي صَحَابَاتِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

تأليف

مولانا محمد محمود محمد عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ

تَسْكِينُ الْأَذْكَيَاءِ فِي حَيَاتِ الْأَنْبِيَاءِ

مَرْتَب:

مناظر اسلام وکیل اُمت
حضرت مولانا محمود عالم
صفدر اکاڑوی

ناشر:

اتحاد اہلسنت والجماعت

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام

مرتب مولانا محمد عالم صفدر اوکاڑوی

صفحات 616

مطبع عکاظ پرنٹرز 7574180

سرورق محمد عباس بھٹی

بار اوّل

تعداد 1100

== طے کیجے ==

◉ مکتبہ اہل سنت والجماعت:

87۔ جنوبی لاہور روڈ سرگودھا۔

◉ جامعۃ الزہرا:

نایاب کالونی، نزد K.B. کالونی، لاہور۔ 0322-4003250

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	عرض مؤلف	31
2	انتساب	35
3	مقدمہ	38
4	تمہید مسئلہ عذاب قبر	47
5	مسئلہ بتانا اور بنانا	48
6	مرزائی سے مناظرہ کا واقعہ	51
7	پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں فرق	52
8	پیر کا واقعہ	53
9	مثال	55
10	منکرین حیات کی چالاکیاں	56
11	کیا عقیدے کا قرآن میں ہونا ضروری ہے؟	57
12	اصل مسئلہ	58
13	لطیفہ	59
14	موت کا معنی	59
15	زمانہ جاہلیت میں موت کا تصور	60
16	مماٹیوں نے جاہلیت والا معنی کیوں لیا؟	61

17	ان کے معنی کے تردید	62
18	تفسیری حوالہ جات (آیت فاحیاکم) حاشیہ میں	63
19	فاحیاکم میں ماں کے پیٹ والی حیات بھی آگئی	73
20	مہمتیوں نے موت کے معنی میں قرآن کو چھوڑ دیا	74
21	یونس نعمانی کا واقعہ	74
22	مہمتی خارجیوں کے راستہ پر	75
23	واقعہ کراچی	77
24	انک میت و انہم میتون کا معنی	80
25	لطیفہ	81
26	قبر کا معنی	82
27	روحانی کا معنی	82
28	برزخ کا معنی	83
29	برزخی دنیوی یا جسمانی میں منافات نہیں	84
30	عقیدہ اہل سنت والجماعت	85
31	معزلہ اور کرامیہ کا عقیدہ	85
32	ہمارے عقیدہ کی وضاحت	85
33	عذاب قبر اور قرآن	86
34	دلیل نمبر ۱	86
35	آیت ولو قرئ کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	86

91	قبر یہی گڑھا ہے، اس پر دلیل	36
95	نیلوی اور عثمانی نے غلط معنی کیا	37
96	قبر یہی ہے دلائل از قرآن	38
97	قبر احادیث کی روشنی میں	39
97	حدیث نمبر ۱	40
97	حدیث نمبر ۲	41
98	حدیث نمبر ۳	42
98	حدیث نمبر ۴	43
99	حدیث نمبر ۵	44
99	حدیث نمبر ۶	45
99	حدیث نمبر ۷	46
100	حدیث نمبر ۸	47
100	حدیث نمبر ۹	48
100	حدیث نمبر ۱۰	49
101	حدیث نمبر ۱۱	50
101	حدیث نمبر ۱۲	51
101	حدیث نمبر ۱۳	52
102	حدیث نمبر ۱۴	53
102	حدیث نمبر ۱۵	54

102	حدیث نمبر ۱۶	55
102	حدیث نمبر ۱۷	56
103	حدیث نمبر ۱۸	57
103	حدیث نمبر ۱۹	58
103	حدیث نمبر ۲۰	59
103	حدیث نمبر ۲۱	60
104	حدیث نمبر ۲۲	61
104	حدیث نمبر ۲۳	62
105	حدیث نمبر ۲۴	63
106	کوئے کو بھی قبر کا پتا تھا	64
106	مما تئوں کی قبر کہاں ہے؟	65
107	جنہیں قبر نہیں ملی.....	66
107	اشکال اور اس کا جواب	67
108	مما تئوں کی مثال (ان الصلوۃ تنہی والی)	68
110	بخاری کا باب	69
110	قبر اور عالم قبر	70
111	مولانا کاندھلوی کا عقیدہ قبر کے بارے میں	71
112	حضرت تھانوی کا عقیدہ	72
114	اس حیات اور قبر کی حیات میں فرق	73

74	فتح الباری کی عبارت پر اشکال	114
75	مما تیوں کا طریقہ مرزائیوں والا ہے	115
76	مثال دوم	115
77	قبر یہ گڑھا نہیں ہے کا جواب	115
78	عذاب قبر پہلی آیت سے استدلال	116
79	عذاب قبر پر دوسری آیت	118
80	عذاب قبر پر تیسری آیت	119
81	النار یعرضون پر تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	120
82	اماں عائشہؓ کی حیرانگی	121
83	سوال	138
84	جواب	139
85	عذاب قبر پر چھوٹی آیت	140
86	قاعدہ	140
87	آیت یثبت اللہ کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	140
88	عذاب قبر پر پانچویں آیت	195
89	تفسیر حوالہ جات (حاشیہ میں)	195
90	ایک مماتی کا لطیفہ	200
91	اعتراض و جواب	201
92	عذاب قبر پر چھٹی آیت	202

203	اشکال اور اس کا جواب	93
203	آیت ولندیقنہم کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	94
204	حدیث	95
208	حدیث عبداللہ بن عباسؓ دو قبروں کو عذاب	96
210	اعتراض اور اس کا جواب	97
213	مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام	98
213	دعویٰ اہل سنت	99
214	واقعہ مظفر گڑھ	100
214	انک میت کا مسئلہ سے تعلق نہیں ہے	101
217	واقعہ عیسائیوں کا اشکال	102
218	واقعہ، امام اعظمؒ کے شاگرد کا	103
220	وقوع موت کا تذکرہ قرآن میں نہیں آیا	104
220	خطبہ صدیق اکبرؓ	105
222	موت پر اجماع	106
222	حیات پر اجماع	107
222	سیدنا فاروق اعظمؓ نے کیوں کہا کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہوئے	108
222	نبیؐ کی موت اور عام لوگوں کی موت میں فرق	109
222	حضرت نانوتویؒ کے کلام کا حاصل	110
223	موت ایک ذائقہ	111

223	تعلق روح کا نیند اور بیداری میں فرق	112
224	خطبہ صدیق اکبرؓ سے حیات ثابت ہے۔ (حاشیہ بخاری کا حوالہ)	113
225	تیسیر القاری کا حوالہ	114
226	تعلیم القرآن ۱۹۶۴ء میں بھی یہی ہے	115
227	عینی کا حوالہ (حاشیہ میں)	116
228	فتح الباری کا حوالہ (حاشیہ میں)	117
229	کرمانی کا حوالہ (حاشیہ میں)	118
229	قسطلانی کا حوالہ (حاشیہ میں)	119
230	مدارج النبوة کا حوالہ (حاشیہ میں)	120
231	حیات پر اجماع دوسری دلیل	121
232	تیسری، چوتھی اور پانچویں دلیل	122
233	چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور نویں دلیل	123
234	دسویں، گیارھویں اور بارھویں دلیل	124
235	اعتراض اور اس کا جواب	125
236	تلقی بالقبول، اعرابی کا واقعہ	126
236	ابن عمرؓ کا سلام کہنا	127
237	اس کی سند	128
238	واقعہ بلال بن حارث المزنیؓ	129
238	اس کی سند پر بحث (حاشیہ میں)	130

239	ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایات بخاری میں	131
240	سیدنا صدیق اکبر کا جنازہ اور روضہ اقدس ﷺ کا کھل جانا	132
240	سعید بن مسیب کا روضہ پاک سے اذان کی آواز سننا	133
242	لطیفہ	134
243	مماقی اور حیاقی میں فرق	135
243	اجماع کو مقدم کرنے کی وجہ	136
243	امام غزالی کا حوالہ	137
245	حیات انبیاء پر قرآن سے دلیل۔ آیت ولا تقولوا..... الخ	138
246	موت کا معنی	139
249	آیت ولا تحسبن..... کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	140
259	مماقی آیت کا معنی کرنے میں مرزائیوں کے طریق پر	141
261	مماقیوں کا دھوکہ	142
262	جواب اور ایک مثال	143
262	انبیاء اور شہداء کی حیات کا ہمارے شعور میں نہ آنے کی وجہ	144
264	مسئلہ بتانا اور بنانا	145
264	امام وکیع کا واقعہ	146
265	اس فتنہ کی ابتداء اور اس کا سب سے پہلے تعاقب	147
267	تفسیر ماجدی کا حوالہ	148
268	تفسیر مظہری کا حوالہ	149

268	حضرت تھانویؒ کا حوالہ	150
268	میراث کی عدم تقسیم پر حضرت نانوتویؒ کا استدلال (حاشیہ میں)	151
270	حدیث لا نورث کی تخریج (حاشیہ میں)	152
270	تفسیر روح المعانی سے مسئلہ حیات	153
276	تفسیر حقانی کا حوالہ	154
278	معارف القرآن کا حوالہ	155
279	حیات انبیاء پر دوسری آیت	156
279	امام سخاوی کا استدلال	157
280	امام نووی کے ہاں بھی انبیاء شہداء کے حکم میں ہیں	158
280	علامہ زرقانی کی عبارت	159
281	نبی اقدس ﷺ شہید ہیں	160
281	آیت سے علامہ تاج الدین سبکی کا استدلال	161
282	علامہ قرطبی کی عبارت کہ نبی علیہ السلام شہداء کی طرح ہیں	162
283	سفاردینی کی عبارت	163
283	قاضی شوکانی کا قول	164
284	ابن حجرؒ کی عبارت	165
285	عند ربہم کا معنی	166
286	عجیب بات	167
287	سبز پرندوں والی روایت کا جواب	168

292	ایک شبہ اور اس کا جواب	169
292	ابو معاویہ اور اعمش	170
294	حیات پر دلیل آیت نمبر ۳	171
295	اعتراض اور اس کا جواب (حاشیہ میں)	172
295	بلیت قومی یعلمون کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	173
301	مماتی گستاخ رسول.....؟	174
303	لطیفہ	175
303	اہل سنت کی خوبی	176
304	علامہ شعرانی کا کشف	177
306	ایک مماتی مولوی کا قصہ	178
306	عبارت النص اور دلالتہ النص کی مثال	179
308	سعید چتر وڑی کا واقعہ	180
308	دلالتہ النص کی ایک اور مثال	181
309	آیت رابعہ سے حیات پر استدلال	182
309	جلالین کا حوالہ	183
310	حاشیہ جلالین	184
311	علامہ سیوطی کا استدلال	185
311	تفسیر خازن کا حوالہ	186
312	تفسیر قرطبی کا حوالہ	187

188	تفسیر ابن کثیر کا حوالہ	313
189	تفسیر فتح القدیر کا حوالہ	313
190	تفسیر بغوی کا حوالہ	313
191	تفسیر مظہری کا حوالہ	314
192	آیت واسئل من ارسلنا کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	315
193	ملاقات اسی جسم سے ہوئی	317
194	ملا علی قاری کا فرمان	319
195	تاج الدین سبکی کا قول	319
196	تقی الدین سبکی کا حوالہ	319
197	مما تویں کا اعتراض اور اس کا جواب	320
198	حافظ ابن حجر کا حوالہ	320
199	امام بیہقی کا استدلال	321
200	پانچویں آیت سے حیات پر دلیل	322
201	علامہ علاء الدین بغدادی کا حوالہ	322
202	علامہ آلوسی کا حوالہ	322
203	علامہ ابن کثیر کا حوالہ	325
204	علامہ بغوی کا حوالہ	325
205	تقی الدین سبکی کا حوالہ	325
206	آیت ولقد آتینا کے تحت تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	326

334	حدیث مودت علی موسیٰ.....	207
334	اس حدیث کی اسناد (حاشیہ میں)	208
337	موسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں؟	209
338	مرزا قادیانی کا اعتراض اور اس کا جواب	210
338	ایک سوال اور اس کا جواب	211
339	سوال و جواب	212
340	حضرت ثابت بنائی کا اعتقاد	213
341	آیت سادہ سے حیات پر استدلال	214
342	حدیث اوس بن اوس	215
343	اس حدیث کی اسناد (حاشیہ میں)	216
345	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ (حاشیہ میں)	217
348	سوال۔ صحابی نے سوال کیوں کیا؟	218
346	اس حدیث کی تصحیح اور علماء کے استدلال (حاشیہ میں)	219
348	حدیث اوس بن اوس کے رجال (حاشیہ میں)	220
349	حدیث ابوالدرداء کے رجال (حاشیہ میں)	221
349	ملا علی قاری کا استدلال (حاشیہ میں)	222
351	شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں (حاشیہ میں)	223
352	نواب قطب الدین لکھتے ہیں (حاشیہ میں)	224
353	چھٹی آیت سے حیات پر استدلال	225

226	مناظرہ کلتر ہشہ کا واقعہ	354
227	لطیفہ	355
228	ایک غیر مقلد شیخ الحدیث کا واقعہ	356
229	احادیث حیات متواتر حدیث حیات انبیاء پر بحث روات کی ثقاہت کے اعتبار سے (حاشیہ میں)	358
230	ابوالجہم پر اعتراض کا جواب (حاشیہ میں)	359
231	ابن عساکر کا حوالہ	360
232	نیلوی صاحب کا اعتراض	361
233	حدیث الانبیاء پر اعتراضات کے جوابات (حاشیہ میں)	362
234	آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو دنیاوی کہنے کا مطلب	370
235	لو کان موسیٰ حیا کے راوی مجالد بن سعید اور جابر جعفی پر آئمہ کی جروحات (حاشیہ میں)	380
236	مہماتوں کے تشدد کی مثال	387
237	کیا انبیاء کا قبروں میں نماز پڑھنا آیت واعبد کے خلاف ہے؟	387
238	حدیث اوسؓ ان اللہ حرم سے استدلال	389
239	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	391
240	شیخ عابد سندھیؒ کی شرح حدیث	391
241	ایک واقعہ	391
242	امام بیہقیؒ کا استدلال (حاشیہ میں)	391
243	تقی الدین سبکیؒ (حاشیہ میں)	392

244	جلال الدین سیوطیؒ (حاشیہ میں)	392
245	بہاولپور کا واقعہ	396
246	علامہ سندھیؒ کا حوالہ (حاشیہ میں)	396
247	ابن تیمیہؒ کا حوالہ (حاشیہ میں)	393
248	ابن قیمؒ کا حوالہ (حاشیہ میں)	394
249	قاضی شوکانیؒ کا حوالہ (حاشیہ میں)	395
250	حدیث ابن مسعودؓ ان الله ملئکة	398
251	اس حدیث کے روایات (حاشیہ میں)	398
252	اس کی تائید میں دوسری حدیث (حاشیہ میں)	399
253	علامہ سیوطیؒ، الخصائص کا حوالہ (حاشیہ میں)	399
254	ملا علی قاریؒ کا حوالہ (حاشیہ میں)	400
255	اس حدیث کی مختلف کتب سے اسانید (حاشیہ میں)	400
256	زاذان پر اعتراض اور اس کا جواب (حاشیہ میں)	402
257	اسماء الرجال کے اعتبار سے شیعہ کی تحقیق (حاشیہ میں)	403
258	امت کے اعمال حضور ﷺ پر پیش ہوتے ہیں	410
259	مناظرہ میں احادیث پیش کرنے پر احمد سعید کا اعتراض	411
260	مما تیں کا مغالطہ	412
261	شجاء عباد کا واقعہ	413
262	عنایت اللہ شاہ کا جواب ہونا	414

415	احادیث سے استدلال کرنے کی وجہ	263
416	احمد سعید شکست کھا گیا	264
417	میرا مطالبہ	265
419	سبز پرندوں والی روایت کا جواب	266
422	امام اعظمؒ اور قبر میں اعادہ روح	267
430	آیت اللہ یتوفی اور اعادہ روح کی احادیث میں تطبیق	268
422	فقہ اکبر کے امام اعظمؒ کی کتاب ہونے پر ثبوت (حاشیہ میں)	269
429	ایک شرارتی لڑکا	270
431	نکتہ	271
431	اعتراض	272
431	جواب	273
432	ہمارا مطالبہ	274
433	ایک اور دھوکہ	275
435	حدیث نمبر ۵ تلبیہ موسیٰ علیہ السلام	276
436	علامہ نوویؒ کی شرح	277
437	حدیث نمبر ۶ صغہ	278
438	ابن حجرؒ کی شرح	279
439	امام بیہقیؒ کا استدلال	280
442	تقی الدین سبکیؒ کا استدلال	281

444	امام سیوطیؒ کا استدلال	282
445	حدیث نمبر ۸ ما من احد یسلم علی	283
445	محدث سہارنپوری کا استدلال	284
446	مولانا منظور نعمانیؒ	285
446	حافظ ابن الملقن	286
448	علامہ عزیزی، محدث کشمیری اور شاہ ولی اللہ	287
449	امام بیہقیؒ کا استدلال	288
450	امام تقی الدین سبکیؒ	289
450	حدیث نمبر ۹ من صلی علی	290
450	حدیث ما من احد کی توثیق (حاشیہ میں)	291
456	محمد بن مروان پر اعتراض	292
456	اعتراض کا جواب	293
458	حدیث نمبر ۱۰	294
458	روح المعانی کا حوالہ	295
459	جامع صغیر، مستدرک اور سیوطیؒ کا حوالہ	296
460	روضہ پاک پر آواز بلند نہ کرنا	297
461	دور عثمانی کا واقعہ	298
462	حدیث عائشہؓ حیاء امن عمر	299
464	واقعہ عزیزؒ	300

301	او کالذی کے تحت تفسیری حوالہ (حاشیہ میں)	466
302	جسم کی حیات نہ ماننا حیات کا انکار	476
303	مفتی احمد سعید کا واقعہ	474
304	علماء اسی جسم کی حیات کے قائل ہیں	476
305	الروضۃ البہیہ	477
306	امام شعرانی اور ان کے اصحاب	477
307	علامہ قشیریؒ	478
308	ابن عابدین شامیؒ	478
309	علامہ سمہودیؒ	479
310	شوکانی، عینی کا حوالہ	480
311	ملا علی قاریؒ، شوکانی کا حوالہ	481
312	علامہ شعرانیؒ اور ابن حجرؒ کا حوالہ	482
313	مولوی عبدالحق و نذیر حسین، وحید الزمان، عبدالحق عظیم آبادی	483
314	علامہ تورپشتیؒ	484
315	علامہ سخاویؒ	484
316	رفیق اعلیٰ..... کا جواب	487
317	روضہ کا درجہ عرش اعظم سے بلند	488
318	حضرت عائشہؓ اور حیات	488
319	ابن قیمؒ کا حوالہ	489

490	عقیدہ اشاعتیہ پر وضاحت طلبی	320
491	مما تیوں سے چالیس سوالات	321
494	آیت وما انت بمسمع کا جواب	322
495	چیلنج	323
496	آیت وما انت کے تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	324
497	اشکال	325
499	جواب	326
502	چیلنج	327
502	سوالات	328
503	اموات غیر احیاء کے تحت تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	329
504	واقعہ نمبر ۱	330
517	واقعہ نمبر ۲	331
520	مسئلہ تو سل	332
521	تمہید	333
521	تو سل کی حیثیت	334
522	آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل تو سل (و کانوا من قبل)	335
523	علامہ آلوسیؒ اور بغدادیؒ کے حوالے	336
523	علامہ داؤد بن سلیمانؒ لکھنویؒ	337
524	علامہ ابن قیمؒ	338

339	صاحب تفسیر حقانی	525
340	مفسر ابن کثیرؒ	526
341	آیت و کاناوا من قبل کے تحت مزید تفسیری حوالہ جات (حاشیہ میں)	526
342	آدمؑ نے بھی توسل کیا	527
343	توسل آدمؑ پر اعتراض اور اس کا جواب	535
344	ایک اور اعتراض اور اس کا جواب	537
345	آنحضرت ﷺ کا وسیلہ بذریعہ دعا	539
346	دوسری روایت	540
347	آپ ﷺ کی زندگی میں توسل لینا تو اتر سے ثابت ہے	542
348	غیر نبی کی ذات سے توسل	543
349	حدیث توسل بعباسؓ	543
350	ایک شبہ اور اس کا جواب	543
351	قاضی شوکانی کی عبارت	544
352	مرنے کے بعد توسل کا جائز نہ ہونے پر حدیث توسل بعباسؓ سے درست نہیں	543
353	توسل بالذات پر دوسری دلیل حدیث عثمان بن حنیفؓ	546
354	زندگی اور موت کی حالت کا فرق یہ یہود کا کام ہے	549
355	جواہر القرآن کی عبارتوں کا جواب	550
356	حیثم پر اعتراض	553

553	ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے	357
553	ابن تیمیہؒ کا مذہب	358
554	مجہول کا معنی	359
555	مرسل روایت کا حکم	360
558	اعتراض	361
559	ابو جعفر پر خان صاحب کی جرح	362
560	جرح کا جواب	363
560	تفسیر کے نام پر دھوکہ	364
560	اصل میں راوی کون ہے؟	365
560	اس راوی کی توثیق (حاشیہ میں)	366
562	مسند احمد اور مستدرک کی شرح	367
578	واقعہ	368
579	خان صاحب کا پانچویں حدیث پر اعتراض	369
580	اعتراض کا جواب	370
580	سیف بن ضعی کی حالت	371
581	صحابیؓ کو مجہول الاسم بتاؤ الا	372
583	ناکامی ہی ناکامی	373
584	ایک مثال	374
584	اعتراض اور اس کا جواب	375

376	حضرت علی خواصؓ سے توسل کا ثبوت	587
377	امام شافعیؒ کی والدہ کا توسل	588
378	حسن بن عماد الشریملائی	589
379	حضرت تھانویؒ کا موقف	589
380	مسئلہ توسل کی توضیح	589
381	شیخ سعدیؒ کا شعر	590
382	تفسیر ابن کثیر	592
383	حدیث معاذ کہ بندے پر اللہ کا حق ہے	592
384	حدیث ثوبانؓ اس مضمون میں	594
385	دوسری حدیث معاذ	594
386	حدیث انسؓ لعلک ترزق بہ	595
387	حدیث یسفتح بصعالیک المهاجرین	595
388	بلغۃ النحر ان کا حوالہ	596
389	مولانا حسین علیؒ	596
390	خواجہ محمد عثمانؒ	597
391	شاہ عبدالعزیزؒ	600
392	شاہ اسمعیلؒ شہید	601
393	شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ	604
394	بحرمت اور بحق فلاں	606

مقدمہ برائے اشاعت ثانی

خدائے لم یزل کا جس طرح شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ کتاب ”تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء“ کو علماء و طلباء کے حلقوں میں خاص پذیرائی نصیب فرمائی۔ اس کا پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ہی نکل گیا اور دوسرے ایڈیشن کی تیاری شروع کر دی گئی بعض مخلص احباب نے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ حق تعالیٰ شانہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے غالب مشورہ مخلصین کا یہ تھا کہ اس میں سے تراجم رجال کے حصے اور حیات انبیاء پر اجزائے ثلاثہ کو علیحدہ مستقل عنوان سے شائع کر دیا جائے۔ اس سے ایک تو ان کی مستقل حیثیت ہو جائے گی دوسرا کتاب کا حجم کچھ کم ہو جائے گا۔ چنانچہ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اشاعت ثانی میں ہم مندرجہ ذیل امور بجالائے ہیں۔

(۱)۔ اجزائے ثلاثہ اس میں شامل نہ ہوں گے۔

(۲)۔ اخبار الاتقیاء فی رجال تسکین الاذکیاء۔ مستقل کا پی اس میں شامل نہ ہوگی بلکہ

شکل میں اضافہ جات کے ساتھ شائع کریں گے۔

(۳)۔ کچھ اغلاط کی تصحیح بھی کی گئی ہے۔

(۴)۔ بعض معاصر جرائد کے تبصرے اور علماء کی آراء گرامی بھی شروع ہی میں شامل

کر دی گئی ہیں۔

(۵)۔ توسل کا مسئلہ اس کتاب کا حصہ ہی رہے گا اس لئے ٹائٹل پر اس کا نام بھی دے

دیا جائے گا۔ محمد محمود عالم صفدر اکاڑوی (۱۳۲۸/۴/۲۱ھ)

تقریظ محدث العصر صاحب التحقیق والتصنیف شیخ الحدیث

مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت پشاور

محمدہ نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد رئیس المناظرین سید المحققین پاسبان ملک علماء

دیوبند سرخیل احناف حضرت مولانا محمد امین صاحب اکاڑوی نور اللہ مرقدہ کے ابن الاخ

(برادرزادہ) خادم خاص آپ کے علوم و ہبیہ ولدنیہ کے امین حضرت مولانا محمود عالم صاحب زید

مجدہم کے گوہر افشان قلم سے مرقوم گوہر نایاب سے مرقع کتاب ہمارے سامنے ہے۔ مولانا

موصوف نے اپنے عم و استاد محترم سے حیات انبیاء علیہم السلام کی بابت جو بلا واسطہ درس پڑھا تھا یا ٹیپ ریکارڈ کی زبان سے سنا تھا ان نایاب موتی اور جواہر کو انتہائی محنت اور جانفشانی کے ساتھ اپنے ہی الفاظ میں سما کر بہترین اور عمدہ تالیف کی شکل میں مرتب فرمایا ہے۔

کتاب میں ادلہ کی ترتیب مناظرانہ ہے۔ بعض احادیث کی اسناد حاشیہ پر موجود ہیں آیات کی تفسیری حوالہ جات میں کمی کے فقدان کو زائل کرنے کیلئے چالیس تفاسیر کے قریب اور بیسوں کتب حدیث کے حوالہ جات سے اپنی کتاب تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کو مزین فرمایا ہے۔ کتاب میں جن محدثین و مفسرین کا تذکرہ آیا ہے آخر میں ان حضرات کے مختصر حالات کو ذکر کر کے اپنی کتاب کی مزید توثیق فرمائی ہے۔ کتاب میں مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر سیر حاصل بحث کے ساتھ ساتھ عذاب قبر کے مسئلہ کو بہت سی قرآنی آیات و احادیث سے واضح فرمایا ہے اور تو سل پر پھر کافی حد تک بحث فرمائی ہے۔

مولانا موصوف نے کتاب کی تالیف میں جس درجہ محنت اور جانفشانی فرمائی ہے اس کا اندازہ صرف وہی شخص لگا سکتا ہے جس نے اس کو چہ کی سیر کی ہو۔

فقیر بھی چونکہ اس کو چہ کا بھگتا راہی ہے اس لئے اگر چہ اس کتاب کو سرسری نگاہ سے بعض مقامات سے مطالعہ کیا ہے لیکن اس کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے سے فقیر کو دشواری نہیں ہوئی چنانچہ مولانا موصوف نے جس ژرف نگاری اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے وہ یقیناً ”وَللّٰہِ دَرّہ“ کے تعریفی کلمات کا صحیح محل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کا فیض برابر جاری رہے اور آپ کی تصانیف و تقاریر اور خطبات سے امت مسلمہ مستفید ہوتی رہے۔ اللہ کرے کہ یہ کتاب قاری کے لئے تسکین قلب اور راحت جان ثابت ہو۔

ویرحم اللہ تعالیٰ عبد اقل امینا

حررہ فقیر عبدالستار مروت

غفرلہ ولا یوبیہ

عکس مکتوب گرامی

رحمیں الحکیمین و الخالصین وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم العالی

بسمہ تعالیٰ

- از قہر ہی شریف مدظلہم العالی { ۲۰ سنو المظفر ۱۴۲۸ھ }
 ۱۰ مارچ ۲۰۰۷ء
- حضرت بناب مولانا محمد محمود عالم صاحب مدظلہم العالی زید جدکم
 استہم مفیکم رحمۃ اللہ علیہ لائقہ۔ مزاج گرامی !
- تجلیات مسنونہ و مزاج میری کے بعد تحریر ہے کہ:-
- آپ کی تالیف "تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء و صلعم السلام" کے بعض مقامات
 دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مسئلہ ہذا پر آفتاب نے بڑا عمدہ مواد فراہم کیا ہے۔
- حسوس نہ فرمادیں تو بندہ کے خیال میں بعض چیزیں آپ نے ضرورت سے زائد
 ذکر کی ہیں مثلاً:-
- مفسرین کے بڑے تفصیلی حالات۔ اور اسی طرح مشاہیر علماء کرام کے بہت تفصیلی حالات
 اگرچہ یہ چیزیں فی نفسہ مفید تر ہیں تاہم بحث مسئلہ ہذا سے زائد ہیں۔ اسی بنا
 پر کتاب کا فی ضمیمہ ہوئی ہے۔
- آپ سے ملاقات کے بعد ان بھی ذکر کیا گیا تھا کہ راکم البہتقی السبکی اور
 عہد السیوطی کے مشہور رسائل کو الگ مدونہ کی شکل میں شائع کیا جائے تو
 بہتر ہوگا۔
- اس ضمن میں اگر ابن قیمؒ کی تصانیف میں مسئلہ حیات انبیاء پر
 متعلقہ مواد بقدر ضرورت جمع کر کے مشہور فروعی رسائل کے ساتھ درج کر دیا جائے
 تو اور زیادہ بہتر ہوگا۔
- مشہور دلیل مقامات میں یہ مواد موجود ہے۔
- زاد السعادۃ میں ابن قیمؒ کے بعض مقامات میں صحت انبیاء کا مسئلہ درج ہے (اور آپ نے
 اس کا حوالہ بھی دیا ہے)
- اسی طرح کتاب الروح میں ابن قیمؒ میں بھی بعض ابحاث مذکور ہیں۔
- جلال الدین رستمؒ میں صلوٰۃ و سلام کے پیچھے جو صحابہ کرامؓ کے منقول پر وہ فرسٹ کلاسٹریس
 ان کو بقدر ضرورت اخذ کر لیا جائے۔
- اسی طرح ان رسائل کی یکجا تدوین کر کے الگ شائع کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔
- امید ہے مزاج گرامی غیر منحرف۔
- عقبہ و خلف کا دعا ہے کہ وہ نہ فرمادیں بڑی ہوگی۔
- درلسمہ ح الدعاء۔
 ناچیز محمد نافع صاحب مدظلہم العالی
 برہنہ سنبھلہ۔

تبصرہ ماہنامہ ”وفاق“

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی رحمہ اللہ کا نام نامی صف اول کے ان مصنفین و مناظرین میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے امت مسلمہ کو درپیش فتنوں کی سرکوبی اور سد باب کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا انہوں نے وقت کے ہر فتنے کا بڑی دلیری، بہادری، جانفشانی اور ہمت و حوصلے کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے مشن میں ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار رہے، باطل اور گمراہ کن فرقے اور امت کے اجتماعی دھارے سے ہٹ کر الگ موقف اختیار کرین والے گروہ مولانا کے روبرو آنے سے ہمیشہ خوف زدہ اور زہ بر اندام رہے مولانا محمد محمود عالم اکاڑوی، مولانا امین صفدر کے تلامذہ میں سے بھی ہیں اور ان کے برادر زادے بھی ہیں انہوں نے باطل فرقوں کی سرکوبی کے لئے مولانا صفدر صاحب ہی کے طرز و اسلوب کو اپنایا اور ان کے مشن کو جاری رکھا۔

برصغیر پاک و ہند میں دیگر نزاری مسائل کے علاوہ ایک مسئلہ ”حیات انبیاء“ کا بھی ہے علماء حق اور جمہور امت کا موقف اس مسئلے میں واضح ہے، امت کے علماء متقدمین کی تصنیفات و تالیفات اور آراء و اقوال بھی مسئلے کی وضاحت، صحیح ادراک اور طریق حق تک رسائی میں پوری پوری راہنمائی کرتی ہیں اور فی الوقت علماء حق اور جمہور امت کے حقیقی اور صحیح موقف کو بیان کرنے کے لئے اکابرین امت کی تقریظات و تصدیقات سے مزین شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کی تالیف ”تسکین الصدور“ ایک فیصلہ کن حیثیت کی حامل ہے، حیات انبیاء کے موضوع پر لکھی گئی مولانا محمود عالم صفدر کی یہ تالیف بھی اسی کڑی کی ایک کاوش ہے۔

زیر نظر کتاب کل ۹۲۸ صفحات پر مشتمل ہے، ابتدائی ستالیس صفحات میں فہرست، مقدمہ اور عرض مؤلف ہے، کتاب کے کئی حصے ہیں: ۲۵ صفحات پر مشتمل پہلا مسئلہ ”عذاب قبر“ کے عنوان سے ہے، دوسرا حصہ ۳۰۶ صفحات پر مشتمل ”مسئلہ حیات الانبیاء“ کے عنوان سے ہے، اور ”مسئلہ توسل“ کے عنوان سے تیسرا حصہ ۸۱ صفحات پر مشتمل ہے، ان تین حصوں کے علاوہ ”اخبار الاتقیاء فی حیات رجال الاذکیاء“ کے نام سے ۲۸۶ صفحات پر مشتمل کتاب میں مذکور علمی شخصیات کا سوانحی تذکرہ ہے، کتاب کے آخر میں ”حیات الانبیاء“ کے موضوع پر تیس پینتیس صفحات پر مشتمل تین رسالے ہیں۔

☆..... پہلا رسالہ ”جزء حیات الانبیاء“ کے نام سے پانچویں صدی کے جلیل القدر

امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ کا ہے اس رسالے میں حیات انبیاء کا ثبوت احادیث سے پیش کیا گیا، روایات، سند کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں اور روایت ذکر کرنے کے بعد طریقہ استدلال بھی بیان کیا گیا ہے۔

☆..... دوسرے رسالے کا نام بھی ”جزء حیات الانبیاء“ ہے۔ جو امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ کا تالیف کردہ ہے اس میں اکثر احادیث امام بیہقی کے مذکورہ رسالے سے لی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ سند حدیث پر کلام بھی کیا گیا ہے ایک ہی روایت میں متعدد طرق استدلال کو بھی بیان کیا گیا ہے رسالے کے آخر میں حیات انبیاء کو آیات قرآنی سے ثابت کیا گیا ہے۔

☆..... تیسرے رسالے کا نام ہے ”انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء“۔ یہ نویں صدی کے مشہور امام علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جس میں علامہ سیوطی نے امام بیہقی کے مذکورہ رسالے کا تذکرہ بھی کیا ہے اور اس سے روایات بھی نقل کی ہیں اس کے علاوہ دیگر کتب حدیث مثلاً مسلم، سنن ابی داؤد وغیرہ سے بھی انہوں نے مزید روایات نقل کی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے احادیث کے ساتھ ساتھ استدلال میں سلف صالحین مثلاً: امام شافعی علامہ قرطبی اور علامہ بیہقی وغیرہ کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔ رسالے میں حیات انبیاء کے اثبات پر علامہ بارزی کا فتویٰ بھی نقل کیا گیا ہے۔

یہ تینوں رسالے اپنے موضوع پر نہایت ہی مفید اور عمدہ رسالے ہیں ان رسالوں کو جدید تخریج و تحقیق کے ساتھ شائع کر دیا جاتا تو افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

تبصرہ ماہنامہ حق چار یا رٹلا ہور

زیر نظر کتاب میں مؤلف نے حسب ذیل بحث پر روشنی ڈالی ہے.....

(۱)..... عذاب قبر (۲)..... حیات انبیاء (۳)..... مسئلہ تو سل

(۴)..... اخبار الاتقیاء فی رجال تسکین الاذکیاء (اس ضمن میں پہلی صدی ہجری کے

محدثین و محققین سے لے کر قریب زمانہ کے متکلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب تک کے چیدہ چیدہ بزرگوں کے حالات و خدمات کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے)۔

(۵)..... تعارف کتب تفسیر (۶)..... اجزاء ثلاثہ فی حیات الانبیاء (عقیدہ حیات النبی

کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ، امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی

تحریر و استدلالات)۔

یوں مولانا محمود عالم اکاڑوی نے ۹۲۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مختلف مسائل پر دلائل و براہین کا حوالہ جات کے ساتھ ایک ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے جس سے اہل علم کو نفع اٹھانا ہے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ مولانا کے بقول کتاب کے مندرجات امین ملت مولانا محمد امین صاحب صفدر اکاڑی رحمہ اللہ کے افادات ہیں۔ جو ان کی تحریر دروس اور نجی مجالس میں کی گئی گفتگو سے اکٹھے کئے گئے ہیں۔ اس صورت میں کتب کے مستند ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ بہتر ہوتا کہ ان مختلف ابحاث کو علیحدہ علیحدہ شائع کیا جاتا جس سے قاری کے لئے خریدنا اور استفادہ کرنا شاید اور آسان ہو جاتا.....

تبصرہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

پیش نظر کتاب ”تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء“ مولانا محمد محمود عالم صفدر اکاڑوی کی تالیف ہے مولانا موصوف مناظر اسلام وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اکاڑوی نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ خاص و عزیز (برادر زادہ) اور خادم خاص رہے ہیں۔

پیش نظر کتاب میں موصوف نے عقیدہ حیات النبیؐ عذاب قبر اور مسئلہ توسل جیسے عنوانات پر مولانا امین صفدر اکاڑوی کے بیانات ٹیپ شدہ دروس اور تحریرات کی روشنی میں بڑی محنت اور جانفشانی سے مواد کو مرتب کر کے اس پر تحقیق و تخریج کا کام کیا ہے مزید اپنی طرف سے معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے کتاب کے آغاز میں محقق العصر حضرت مولانا منیر احمد منور کا واقع مقدمہ بھی شامل ہے جس میں انہوں نے عقیدہ حیات النبیؐ کے حوالہ سے اکابرین دیوبند کی تصریحات پر مشتمل کتب مع صفحات نمبر ایک جامع فہرست پیش کی ہے جو کہ قابل قدر کاوش ہے الغرض مولانا موصوف نے مندرجہ بالا مسائل عطا شدہ پر کتاب و سنت اکابرین امت کے حوالہ جات کی روشنی میں ٹھوس دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ ضالہ ممتا تہ کے دجل و فریب اور تلبیس و شیطنت کو عالم آشکارہ کیا ہے کتاب کی کمپوزنگ کاغذ طباعت جلد اور ٹائٹل معیاری ہیں علماء طلباء کے لئے بالخصوص اور عوام الناس کے لئے بالعموم بے مثال تحفہ ہے اردو خواں حضرات و خواتین با آسانی استفادہ کر سکتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض مؤلف

رئیس المناظرین امام المحکمین جامع العلوم والفنون حامل علوم وہیہ سرخیل احناف، پاسبان مسلک علمائے دیوبند، فاتح مذاہب باطلہ، قاطع غیر مقلدیت، ومماتیت، سید محققین رئیس المناظرین حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ و بر ذاللہ مضجعہ کے کمالات علمی و تصنیفی علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ تحریر، تقریر اور میدان مناظرہ بیک وقت ان تینوں میدانوں میں اہل حق کے لشکروں کے سالار اعظم، اور شہسوار تھے، علماء و طلباء کے لئے مرجع تھے، آپ نے میدان مناظرہ اور تقریر کے ذریعہ تو ہر باطل فتنہ کا تعاقب کیا اور اس کا حق ادا کیا، البتہ تحریری خدمات کا دائرہ حضرت کا غیر مقلدیت اور اس سے متعلقہ فتنوں تک عموماً رہا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت نے یہ محسوس کیا کہ اس موضوع پر کام کی ضرورت ہے، اس لئے زیادہ توجہ اس طرف رہی۔ عیسائیت پر بائیس جلدوں میں ایک کتاب غالباً ۱۹۶۲ء تک تصنیف ہو کر گم بھی ہو چکی تھی۔ مطاعن عائشہ پر رد و انفض کے جواب میں کتاب لکھی لیکن وہ بھی ایک بے رحم ناشر کے ہاتھوں ایسی گم ہوئی کہ پھر کبھی نہ مل سکی۔

حضرت کی زندگی میں آپ سے بارہا مسئلہ حیات النبی ﷺ پر کوئی تصنیف لکھنے کی گزارش کی گئی لیکن حضرت کو وقت نہ مل سکا۔ آپ کے زندگی کے آخری ایام تھے بندہ نے عرض کیا کہ میں اس پر کام شروع کر دیتا ہوں، آپ راہنمائی فرماتے رہیں۔ رجب میں یہ بات ہوئی اور ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ کو آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بندہ کا یہ خواب ادھورا رہ گیا۔ ایک ماہ تک تو ذہن نے ساتھ نہ دیا، پھر خدا کا نام لے کر کام شروع کیا، متن کو حضرت کے اسباق کے انداز پر ترتیب دیا مزید معلومات کے باتیں حواشی میں لکھ دی گئیں۔ بندہ قطعاً اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھانے کے قابل نہ تھا، نہ ہے، محض علیم و خیر ذات جس نے اپنی پاک کتاب میں قلم کی قسم اٹھائی ہے، پر بھروسہ

کرتے ہوئے کام شروع کیا تاکہ اس موضوع پر بھی حضرت کا فیض تشنگان علم اور متلاشیان حق و صداقت اور عاشقان رسالت تک پہنچ جائے۔

حضرت قائد اہل سنت، امام المحکمین وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا اور دعا کی درخواست کی حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا قلب حزیں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج حضرت ”بھی ہمارے اندر نہیں ہیں، آپ بھی آج سے تقریباً اٹھارہ ماہ قبل ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ کو ہندوپاک کے مسلمانوں کو بے سہارا چھوڑ کر اس خالق حقیقی، جس کی رضا کی جستجو میں زندگی کی ۹۳ بہاریں آپ نے گزار دیں اس کے پاس جا پہنچے۔ البتہ حضرت قاضی صاحبؒ کے بعد بندہ کا واحد روحانی سہارا سلسلہ مدنیہ کی عظیم شیخ قطب وقت مرجع السالکین حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مازالت فیوض شמושہ بازغہ علیہا کی ذات گرامی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کا سایہ سلسلہ مدنیہ کے سالکین پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آپ کو حضرت مدنیؒ سے بیعت ارو حضرت مدنیؒ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا سید پیر خورشید احمد صاحب ہمدانی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اعظم ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

اس علمی میدان میں یہ ناکارہ استاذ المناظرین محدث العصر استاذ المفسرین جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا احسان بھی نہیں بھلا سکتا جنہوں نے اس کتاب کو حرفا حرفا پڑھا اور بعض مقامات پر مفید مشوروں سے بھی نوازا اور اس پر ایک جامع محققانہ مقدمہ بھی عاجز کی درخواست پر تحریر فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء عن جمیع العلماء والطلباء۔

بندہ استاذ مکرسیدی حضرت اقدس مولانا نعیم احمد صاحب مدظلہم کا بھی شکر گزار ہے جو مسلسل اس کام کی جلد تکمیل کا حکم فرماتے رہے اور اپنی دعاؤں کی برکات سے نوازتے رہے۔ نیز بندہ حضرت ماسٹر منظور حسین صاحب نائب مدیر ماہنامہ ”حق چار یار“ کا بھی شکر گزار ہے کہ انہوں نے حضرت اکاڑویؒ کی مسئلہ حیات پر ایک ضخیم کاپی فراہم کی جو اس کتاب کو لکھنے میں جگہ جگہ راہنمائی کرتی رہی۔

آخر میں شیر اسلام، واقف اسرار شریعت و طریقت، حجتہ الاسلام والمسلمین، وکیل صحابہؓ

حضرت علامہ علی شیر حیدری لا زالت فیوض شمسہ بازغہ علینا کے لئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے نہ صرف اپنا وسیع کتب خانہ سے بندہ کو استفادہ کے لئے مہیا کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ادارہ جامعہ حیدریہ میں ^{للتخصص} فی الدعوة والتحقیق کے طلباء کی جوتیاں سیدھی کرنے کا موقع بھی عنایت فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ کو دارین میں بہترین اجر عطا فرمائے اور آپ کی علمی روحانی برکات سے امت مسلمہ کو عموماً اور رضا کاران صحابہ کو خصوصاً تادیر نوازتے رہیں۔ وما ذلک الا عملی اللہ بعزیز۔

چند امور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بوقت مطالعہ ان کا استحضار ضروری ہے۔

(۱) اس کتاب کا متن حضرت اوکاڑوی کے درس کے انداز پر ترتیب دیا گیا ہے۔

(۲) کتاب کے اسلوب میں ترتیب اولہ میں مناظرہ کے انداز کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

(۳) ایک حدیث یا حوالہ کو مکرر بھی بعض جگہ ذکر کیا گیا ہے لیکن تکرار بغیر فائدہ کے نہیں۔

(۴) ایک حدیث کی مختلف کتب سے اسناد بھی حاشیہ میں درج کر دی گئی ہیں تاکہ اہل

ذوق کے سامنے آجائیں۔ لیکن یہ کام تمام احادیث پر نہیں کیا گیا۔

(۵) اسماء الرجال کی ابحاث نقل نہیں کی گئیں اس لئے کہ تسکین الصدور مصنفہ محدث

اعظم، امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم اور مقام حیات مصنفہ مفکر اسلام، مناظر

اعظم حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم میں یہ ابحاث موجود ہیں۔ البتہ بعض مقامات میں

جہاں مزید ابحاث کی ضرورت محسوس ہوئی نقل کر دی گئی ہیں۔ مزید معلومات بھی آگئیں۔ یہ

حضرت اوکاڑوی کا فیض نظر شمار کیا جائے۔

(۶) آیات کے تحت تفسیری حوالہ جات جس قدر دستیاب ہو سکے، حواشی میں عربی میں ہی

نقل کر دئے گئے ہیں تاکہ اہل علم کے سامنے بیک وقت کئی تفاسیر کا مواد آجائے اس ضمن میں

تقریباً ۴۰ کے قریب تفاسیر کو دیکھنا پڑا۔ اور کتب حدیث جو کہ ہر ایک کو دستیاب نہیں ہیں، اور

میسوں کتب احادیث کو کھنگالنا پڑا ہے۔

(۷) بعض جگہ ایک آیت کی تفسیر میں کئی کئی اقوال ہوتے ہیں یہ استدلال کے منافی

نہیں، اگر ایسا کیا جائے تو اکثر نصوص سے استدلال نہیں ہو سکے گا۔

(۸) حضرات محدثین جس سے توثیقی احادیث یا جن کا نام تسکین میں آیا ہے ان کے

حالات آخر کتاب میں اخبار الاتقیاء فی رجال تسکین الاذکیاء کے نام سے دے دئے ہیں، حالات آئمہ محدثین اور مفسرین بیان کئے گئے ہیں۔

(۹) بعض جگہ محدث کے تعصب کو دامن کر دیا گیا ہے لیکن اس کا یہ نتیجہ نہ لیا جائے کہ مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید میں بھی اس کا قول قابل اعتبار نہیں، فقہی تعصب ایک علیحدہ بات ہے، اس کا اجماعی مسلک کی نقل اور اس کی تائید پر اثر نہیں پڑے گا۔

(۱۰) سماع موتی کے مسئلہ کو بیان نہیں کیا گیا، اس پر حضرت شیخ سرفراز صاحب مدظلہم کی تصنیف کافی ہے، مزید اگر مواد یا نئی ترتیب سامنے آئی تو اضافہ کیا جاسکتا ہے، اس مسئلہ کے بارے میں صرف ایک دو اعتراضات بیان کئے گئے ہیں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نافع للخلائق اور حصول رضائے رب العلمین و ذریعہ شفاعت سید المرسلین ﷺ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم۔

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

خادم التخصص فی الدعوة والتحقیق جامعہ حیدریہ

خیر پور میرس سندھ۔

نوٹ۔

اہل علم سے التماس ہے کہ اگر کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرما کر احسان عظیم فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔

چھان ڈالی کتاب تم نے تمام
پیار کی بات انتساب میں تھی

انتساب

کانپتے ہاتھوں، دھڑکتے دل، پر غم آنکھوں، لرزتے قلم سے اس تحریر کو شروع کر
رہا ہوں..... سوچتا ہوں، پھر قلم رکھ دیتا ہوں..... کیا کروں.....؟ کیا لکھوں.....؟
کس طرح لکھوں.....؟ کہاں میں کہاں وہ..... کہاں یہ ناکارہ کائنات..... کہاں وہ
باعث تخلیق کائنات..... کہاں یہ سراپا گناہ..... کہاں وہ شفیع المذنبین..... کہاں یہ
اخلاص و عشق سے خالی..... کہاں وہ محبوب کائنات و سراپا اخلاص.....

کس طرح اپنی اس حقیر کاوش کا انتساب اس ہستی کے نام کروں.....؟ اگر نہ
کروں تو کیا کروں.....؟ اس موقع پر مجھے تبلیغی احباب کا جملہ یاد آ رہا ہے کہ کرتے
کرتے مرنا ہے، مرتے مرتے کرنا ہے۔ آخر اس محبوب کے نام نہ کروں تو کس کے
نام کروں.....؟ حق تو اس کا ہی ہے..... اس لئے کہ اس کتاب میں اکثر اسی کی حیات
مبارکہ کا بیان ہے..... ہاں اس کی شفقت اور رحمت تو بے بہا ہے..... اگر لغزش ہو گئی

تب بھی وہ سینے سے چمٹالیں گے..... اگر بھول چوک ہو گئی تو ان کے اپنے کالی کملی
میں لے کر دلا سہ دینے کی امید بھی تو ہے..... اگر انت عبدی و انا ربک فرط
محبت و خوشی میں معاف ہو گیا..... اور یہ کہا گیا خطا من شدة الفرح..... تو ممکن
ہے کہ یہ کوتاہی بھی معاف ہو جائے..... ان کے نام نامی کی طرف منسوب اس لئے
کرنا ہے کہ شاعر نے سچ کہا ہے

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ

حضور خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشق تو آپ کا ہی ہوں..... اگر خطا ہو جائے تو درگزر

فرمائے..... آپ تو وہ ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ولو انهم اذ ظلموا

انفسهم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ تواباً
رحیماً.

اب میں اس کتاب کا انتساب امام المرسلین..... سید الاولین والآخرین.....

خاتم الانبیاء والمرسلین..... شفیع المذنبین..... محبوب رب العلمین..... رحمت

للعلمین..... راحت للعاشقین..... مراد المہتاقین..... سید ولد آدم..... سرتاج

کائنات..... فخر موجودات..... شافعی محشر..... ساقی کوثر..... حضرت

صلی اللہ
علیہ وسلم

حک

کے نام کرتا ہوں کہ
جن کی حیات برزخی کے تذکرہ سے
یہ کتاب منور و معطر ہے۔

از... محمد محمود عالم صفدر اودکاڑوی
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

مقدمہ

از.....

امام المناظرین، زبدۃ المحدثین والمفسرین، محقق العصر،
جامع المعقولات والمنقولات، مناظر اسلام، وکیل احناف

حضرت مولانا منیر احمد منور و امست برکاتہم (العالمیہ)

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم امام بعد

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ فرماتے ہیں غالباً ۱۹۵۸ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سبب اختلاف بنے ہوئے ہیں (ہدایۃ الخیر ان ص ۳۰) مولانا موصوف کے فرمان کے مطابق ان نزاعی مسائل میں سے ایک مسئلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے اگر اس مسئلہ میں نزاع کو سمجھنے کی لئے اصل مسئلہ کی تنقیح اور دلائل کا تجزیہ ہو جائے تو حیات النبی ﷺ کا مسئلہ سمجھنا کافی حد تک آسان ہو جاتا ہے اور مخالفین کے بہت سے شبہات بھی دور ہو جاتے ہیں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی تریسٹھ سال پہلے عاس کا مطلب یہ ہے کہ تریسٹھ سال پورے ہونے کے بعد آپ ﷺ پر عالم دنیا میں موت کا ورود ہوا۔ امت مسلمہ میں اس مسلمہ حقیقت کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگرچہ کیفیت موت میں اکابرین میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن عالم دنیا کے اندر وقوع موت کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔ اسی عالم دنیا کی موت کی وجہ سے کفن دفن ہوا، اور اس وجہ سے آگے خلافت راشدہ کا سلسلہ چلا۔ اس حقیقت کا بھی سب نے اعتراف کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ اپنے مستقر میں زندہ ہے، نیز آپ ﷺ کا دنیا والا اصلی عنصری جسد

اطہر قبر شریف میں محفوظ و معطر ہے البتہ ۱۹۵۸ء تک اہل سنت و جماعت کا اتفاق و اجماع رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے۔ (اگرچہ کیفیت تعلق ہے میں قدرے اختلاف ہے لیکن یہ مقصود میں مغل نہیں) اور اس تعلق کی وجہ سے قبر شریف میں آپ ﷺ کا جسد عنصری یعنی دنیا والا اصلی جسم زندہ ہے۔ فتح الملہم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس تعلق و حیات کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں۔ فرمایا سورج زمین سے بہت بلندی پر واقع ہے لیکن اتنے فاصلہ اور بعد کے باوجود سورج کا زمین کے ساتھ ایک تعلق ہے، اس تعلق کی وجہ سے لوہا، پانی اور زمین گرم ہو جاتے ہیں، پھل پک جاتے ہیں، اگر سورج کے زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ آثار مرتب ہو سکتے ہیں تو روح مصطفیٰ ﷺ کی طاقت تو سورج سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جسم میں بھی حیات اور آثار حیات پیدا ہو جائیں تو کیا بعید ہے۔ ٹی وی اور ریموٹ بم اور ریموٹ خلائی سیارے اور اس کے زمینی کنٹرول، انٹرنیٹ کے سلسلہ جات میں غور کیا جائے تو دو چیزوں کے درمیان ہزاروں میل کے فاصلہ کے باوجود محض ایک غیر محسوس معنوی تعلق کی وجہ سے بڑے بڑے آثار کا مرتب ہو جانا مشاہدہ سے ثابت ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذہانت اور دماغی قوت کے ذریعہ یہ کرشمے دکھا سکتا ہے تو کیا خود اللہ تعالیٰ روح و جسم کے فاصلہ کے باوجود روح و جسم کی تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا نہیں کر سکتا؟ اس سائنسی ترقی کے دور میں انسانی تخلیقات میں دو چیزوں کے درمیان معنوی اور غیر محسوس تعلق کی وجہ سے مرتب ہونے والے آثار کا اقرار اور روح و جسم کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہونے والی جسمانی حیات کا انکار تقاضائے ایمان اور یؤمنون بالغیب کی ایمانی صفت کے منافی ہے۔ پس نزاع اس میں ہے کہ قائلین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ روح اقدس اپنے مستقر میں ہے اور جسد اطہر قبر میں ہے، لیکن روح و جسم کے درمیان ایک غیر محسوس معنوی تعلق ہے جس کی وجہ سے جسم میں حیات ہے، جو دنیوی حیات سے بھی اعلیٰ اور ابوبکر صدیقؓ کے فرمان لا یدلیقک اللہ الموتین ابداً کے مطابق وہ حیات ابدی ہے۔ اس کے

بعد موت کا ورود نہیں ہوگا جبکہ منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جسد عنصری قبر میں محفوظ و معطر ہے لیکن روح کا اس جسم کے ساتھ نہ تعلق ہے اور نہ ہی اس جسم میں حیات ہے۔ پس ایک بے جان دھڑ ہے جو قبر میں محفوظ پڑا ہے۔ لیکن سوال ہوا کہ جناب جب جسد عنصری میں حیات اور کمالات حیات یعنی علم و شعور عقل و فہم نہیں ہے تو پھر اس جسد کے لئے وصف نبوت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ تو منکرین حیات کے استاذ الکمل اور وکیل اعظم جناب محمد حسین نیلوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ وصف نبوت صرف روح کے لئے ہے جو زندہ ہے اور جو آج بھی نبی ہے۔ اور روح و جسم دونوں کے لئے وصف نبوت ثابت ہی نہیں تھی۔ اس لئے اگر آج جسم بے جان ہے اور اس کے لئے وصف نبوت ثابت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے آپ ﷺ کے نبی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام ہے یا روح و جسم کے مجموعہ کا؟ ظاہر ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام نہیں روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے اگر وصف نبوت فقط روح کے لئے ہے روح و جسم کے مجموعہ کے لئے نہیں تو نیلوی صاحب اور ان کے ہموا اشاعت التوحید کے علماء کو چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی جگہ لا الہ الا اللہ روح محمد رسول اللہ کہا کریں۔ کہ محمد ﷺ تو روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا حق ان کا ہے جو روح و جسم کا تعلق مانتے ہیں۔ اور اس تعلق کی وجہ سے حیات، آثار حیات مانتے ہیں اور وصف نبوت بھی روح و جسم دونوں کے لئے مانتے ہیں۔ پس جو لوگ نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات و آثار حیات نہیں مانتے ہیں وہ حقیقت میں آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کو وصف نبوت سے خالی مانتے ہیں اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ یا تو جسد عنصری کے بارے میں انکار حیات کا عقیدہ ترک کر دیں اور اس عقیدہ کو ترک کر کے روح اور جسم کا تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے حیات اور کمالات حیات مان لیں۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والا کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں، اور وہ جسد عنصری میں حیات ماننے کی بجائے انکار حیات کے عقیدہ پر مصر ہیں تو پھر جسد عنصری حیات اور کمالات حیات کے بغیر وصف نبوت کے ساتھ متصف نہیں ہو

سکتا تو ان کو چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والا کلمہ طیبہ ترک کر دیں کہ محمد ﷺ تو روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے تو رسوا، اللہ بھی روح و جسم کا مجموعہ ہے۔

(۲) دلائل بھی تین قسم پر ہیں۔ (۱) وہ آیات و احادیث ہیں جن میں نبی کریم ﷺ پر عالم دنیا میں ورود موت کے واردات یا وقوع وعدہ کا بیان ہے، جیسے انک میت و انھم میتون، کل نفس ذائقۃ الموت، کل من علیہا فان، انما تکنوا یدرککم الموت، اموات غیر احياء، اللہ یتوفی الانفس..... الخ۔ (۲) وہ احادیث جن میں روح کی زندگی اور جنت کی نعمتوں، اس کی لذتوں، فرحت حاصل کرنے کا اور جنت میں روح کے سیر کرنے کا ذکر ہے۔ (۳) وہ آیات و احادیث جن سے روضہ پاک میں نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری کا حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہونا ثابت ہے جن کی تفصیل آپ زیر نظر کتاب تسکین الاذکیاء میں ملاحظہ کر لیں گے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء ان تینوں قسم کے دلائل کو مانتے ہیں اور ان کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں پس آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت بھی برحق اور روح کی زندگی بھی سچ، اور آپ کے دنیا والے جسم مبارک کا قبر شریف میں زندہ ہونا بھی سچ اور برحق۔ لیکن منکرین حیات جو اس زمانہ کے جدید معتزلہ ہیں وہ تیسری قسم کے دلائل کے تو کلیہ منکر ہیں اور پہلی قسم کے دلائل میں تحریف کرتے ہیں کہ وہ دلائل ہیں عالم دنیا کی موت کے، لیکن وہ ان کو چسپاں کرتے ہیں حالت قبر پر اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق بنتے ہیں۔ اور جو دوسری قسم یعنی حیات روح کے دلائل ہیں ان میں دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہیں، ان میں روح کے جسم کے ساتھ تعلق کا قطعاً انکار نہیں لیکن یہ لوگ یہی حدیثیں سنا کر لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ جب روح جنت میں اور قبر والے جسم میں نہیں تو جسم بغیر روح کے زندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ روح اگرچہ جنت میں ہو تب بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات و آثار حیات اور لذات جنت جسم کو حاصل ہیں۔ عقیدہ کے بارے میں اکابرین دیوبند کی تصریحات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسلک حضرت نانوتویؒ۔ آب حیات ص ۲، ۵، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۳۰، ۳۱، ۳۶، ۱۶۸۔ جمال

قاسمی۔ ۱۸، ۱۹، ۲۵۔ لطائف قاسمیہ۔ ۴، ۳۔ ہدیۃ الشیعہ۔ ۳۶۰ مسلک حضرت گنگوہی۔ ہدایۃ
 الشیعہ ص ۴۴، الکوکب الدرۃ ص ۴۲۳، ج ۱۔ ۱۹۴ ج ۱، ۳۱۹ ج ۱، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲، زبدۃ
 المناسک ۱۴۰، ۹۰، معارف شیخ (مولانا زکریا) ۴۰ ج ۱۔ لامع الدراری ص ۱۲۴ ج ۲، مسلک
 حضرت تھانوی، نشر الطیب ص ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۷۸، بیان القرآن ص ۴۹، پارہ ۲۔ الكشف
 ص ۴۴۶، ۴۲۷، اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۷۰، ۲۳۸، شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمتہ، ص ۱۹۷،
 الافاضات الیومیۃ ص ۲۴۴ ج ۵، ۳۱۷ ج ۳، ۴۵ ج ۵، الحور لنور الصدور ص ۲۱ تا ۲۳۔ ۲۵۔
 الظہور ص ۵۹، حیاۃ طیبہ ص ۹، المورد الفرخانی فی الموارد البرزخی ص ۵۸، امداد الفتاویٰ ص ۱۱۰ ج ۵،
 ۱۱۲ ج ۵، ۱۱۹ ج ۲، تعظیم الشعائر ص ۱۶، التبلیغ ص ۳، القول الجمیل ص ۴ ج ۱، المصالح العقلیہ
 ص ۲۱۷ ج ۳، ۲۲۶ ج ۳، ۲۲۸ ج ۳، ۲۱۲ ج ۲۔ تلح الصدور ص ۱۵۲، مسلک حضرت کشمیری فیض
 الباری ص ۱۸۳ ج ۱، ۱۸۵ ج ۱، ۱۸۶ ج ۱، ۴۹۲ ج ۲، ۱۱۵ ج ۴، ۶۵ ج ۲، ۴۷۶ ج ۲، ۴۶۷ ج ۱،
 ۶۴ ج ۲، تحمیت السلام ص ۳۶، العرف الشذی ص ۳۵۵، عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، ص ۲۱،
 مسلک حضرت شبیر احمد عثمانی۔ فتح الملہم ص ۳۲۵ ج ۱، ۴۲۱ ج ۳، ۴۱۹ ج ۳، ۴۹۸ ج ۲،
 ۳۳۰ ج ۱، ۴۷۹ ج ۲، ۵۰۸ ج ۲، ۴۱۳ ج ۱، تفسیر عثمانی، آل عمران حاشیہ نمبر ۱۲۴، الزخرف، حاشیہ
 ۴۰، السجدہ، حاشیہ ۲۷، الروم ح ۶۵، مؤمنون ح ۱۰۳، الزمر، حاشیہ ۲۷،
 حضرت خلیل احمد سہارنپوری۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶، بذل الحمود ص ۱۱۷ ج ۲،
 ۲۹۷ ج ۳، ۲۰۷ ج ۳، براہین قاطعہ ص ۱۹۹، المہند علی المہند ص ۲۲۱، جواب سوال نمبر ۵،
 حضرت شیخ الہند۔ المہند ص ۲۷۱، شاہ عبدالرحیم، المہند ص ۲۷۵، حضرت شاہ عبدالقادر
 ماہنامہ دارالعلوم دیوبند دسمبر ۱۹۵۸، ص ۴۰۔ مقام حیات ص ۲۹۸، حضرت احمد علی لاہوری ماہنامہ
 پیام مشرق لاہور، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ رحمت کائنات ص ۲۴، مقام حیات ص ۶۹۷ ج ۲، حضرت
 مولانا احمد علی سہارنپوری۔ حاشیہ بخاری ص ۵۱۷، حضرت حسین احمد مدنی۔ نقش حیات ص ۱۲۲ ج ۱،
 مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۲۲۷ ج ۱ تا ۲۳۱ ج ۱۔ ص ۱۲۰ ج ۱۔ الشہاب الثاقب ص ۴۵، ۷۶، ۶۵،

۴۹۔ مولانا حسین علی پھر ان۔ تحریرات حدیث ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۲۵۵ تا ۲۵۷، ۲۰۹۔ حضرت مفتی عزیز الرحمن مفتی اول دارالعلوم۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۶ ج ۵، ص ۳۶۲ ج ۵، ص ۳۷۱ ج ۵، حضرت مفتی مہدی حسن صاحب تسکین الصدور ص ۱۹، ۴۹، مقام حیات، ۶۹۳، ۶۹۴، حضرت مفتی کفایت اللہ، کفایت المفتی ص ۱۵۹، ج ۱ تا ۱۶۱، ۱۶۸ ج ۱۔ حضرت محمود حسن گنگوہی۔ فتاویٰ محمودیہ ص ۳۴۲ ج ۲، حضرت مفتی شفیع۔ الصدیق ملتان، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۸ء۔ معارف القرآن ۴۵۸، ج ۲۔ القول النقی مولفہ حضرت بہلوی، حضرت مفتی محمود القول النقی ص ۳۱، تسکین الصدور ص ۳۶، عقائد علماء دیوبند ص ۳۷، مؤلفہ مولانا عبدالشکور ترمذی، مفتی عبداللہ صاحب ملتان، عقائد علماء دیوبند ص ۳۷، مفتی عبدالستار صاحب ملتان، خیر الفتاویٰ ص ۱۳۶ ج ۱، عقائد علماء دیوبند، مفتی جمیل احمد تھانوی۔ تسکین الصدور ص ۲۶، ۴۰، مفتی عبدالرشید صاحب کراچی، دعویٰ الانصاف، ص ۲۰۹، مؤلفہ مولانا عبدالعزیز شجاعبادی، خیر الفتاویٰ ص ۱۲۷ ج ۱، ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۵۔ حضرت شیخ زکریا۔ اوجز المسالک ص ۳۲۳ ج ۱۵، ص ۳۲۴ ج ۱۵، ۲۹۱ ج ۴، ۲۹۲ ج ۴، ۲۹۴ ج ۴، ۳۱۴ ج ۴، فضائل درود شریف، ص ۳۷۔ معارف شیخ ص ۳۱ تا ۳۱۔ محشی ابوداؤد مولانا محمد حیات سنبھلی ابوداؤد ص ۲۷۹، ج ۱، حاشیہ نمبر ۲، باب زیارة القبور۔ قاری محمد طیب صاحب مسالک علماء دیوبند، ص ۲۰، الصدیق ملتان ربیع الاول ۱۳۷۷ھ، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ربیع الاول ۱۳۷۳ھ، تسکین الصدور، ص ۲۰، ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء، مولانا یوسف بنوی۔ تسکین الصدور ص ۲۲ تا ۲۵، مولانا شمس الحق افغانی۔ تسکین الصدور ص ۱۸، مولانا خیر محمد جالندھری تسکین الصدور ص ۲۱، القول النقی، ص ۳۰، مولانا حبیب الرحمن اعظمی تسکین الصدور ص ۲۱، مولانا ظفر احمد عثمانی اعلاء السنن ص ۲۷۲، ج ۱۔ ص ۳۳۰ تا ۳۳۹ ج ۱۰۔ تسکین الصدور ص ۲۸، مولانا ادریس کاندھلوی سیرت المصطفیٰ ص ۲۷۸ تا ۲۸۰، ۲۸۴، ج ۳۔ مولانا عبدالحق صاحب۔ تسکین الصدور ص ۲۹، مولانا عبداللہ بہلوی۔ القول النقی ص ۶، ۷، ۱۶، ۲۶، ۲۸، ۲۹۔ مولانا منظور نعمانی۔ معارف الحدیث

ص ۳۷۸ ج ۵، تا ۳۸۰ ج ۵۔ ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن
راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء جولائی و اگست، ۱۹۶۰ء۔ مولانا عبدالحق صاحب تسکین الصدور ص ۲۸،
مولانا محمد انورؒ۔ ماہنامہ دارالعلوم مارچ ۱۹۶۰ء ص ۳۶، رحمت کائنات ص ۲۶، مولانا عبدالحادی
محمد صدیقیؒ، انوار المحمود ص ۶۱۰ ج ۱، مولانا عبد اللہ درخوشتیؒ۔ تسکین الصدور ص ۲۷، خواجہ خان محمد
صاحب تسکین الصدور ص ۳۰۔

چونکہ قبر شریف میں نبی اکرم ﷺ کے دنیا والے جسم اطہر کی حیات کا عقیدہ تمام اہل سنت
کا اجماعی عقیدہ ہے مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اس لئے جو شخص اس حیات کا منکر ہے وہ اہل
سنت سے خارج ہے۔ نہ وہ سنی ہے نہ وہ دیوبندی ہے، اس مسئلہ میں شہید فی سبیل اللہ محقق العصر
سیف من سیوف اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے
ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت ﷺ درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا
جواب دیتے ہیں اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے بجالاتے ہیں آپ ﷺ کی
حیات کو حیات برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے اور اس حیات کا تعلق
روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ میرے اکابر کے
نزدیک گمراہ ہے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اس کی تقریر سننا جائز نہیں اور اس کے ساتھ
کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۱۹ ج ۱۰)

(۵) زیر مطالعہ کتاب تسکین الازکیاء استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر

اوکاڑویؒ کے تلمیذ و عزیز (برادر زادہ) اور خادم خاص اور حضرت موصوف کے علوم و ہبہ کے امین
مولانا محمد محمود عالم صفدر کی نہایت عمدہ تالیف ہے۔ اس میں مولانا موصوف نے حضرت کی خدمت
میں رہ کر مسئلہ حیات، عذاب قبر، اور مسئلہ توسل پر جو کچھ حضرت سے سنایا حضرت کی تحریر میں محفوظ
ملایا حضرت رئیس المناظرین کے ٹیپ شدہ دروس سے دستیاب ہوا اس سرائے مواد کو مرتب کیا پھر

انتہائی محنت و جانفشانی کے ساتھ اس پر تخریج کا کام کیا، اس تحقیق و تخریج کے دوران مزید معلومات جو ان کی نظروں سے گزریں ان کا اضافہ بھی فرما دیا۔ پس مسائلِ ثلاثہ مذکورہ پر استاد و شاگرد یعنی صفدر کبیر و صفدر صغیر کی تحقیقات کے پھولوں سے تیار کردہ گلدستہ تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء کے نام سے برادرانِ اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، جس سے علماء اہل سنت کے مسلکِ حقہ کی دلائل ویز خوشبو مہک رہی ہے۔ اور حویائے حق کے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے، ہاں اگر کسی کا دماغ ہی کبریلہ ہو تو پھولوں کا کیا قصور ہے؟ امید ہے کہ تسکین الاذکیاء کے مطالعہ سے پریشان قلوب تسکین پائیں گے اور باتسکین مزید تسکین محسوس کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرما کر اس کے فیض کو عام و تام فرمائیں۔

منیر احمد متو غفرلہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کھروڑپکا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال النبي ﷺ عذاب القبر حق

مسألة
عذاب القبر



مسئلہ عذاب قبر

مسئلہ عذاب قبر امت کے اجماعی اور متواتر مسائل میں سے ہے، لیکن جس طرح اسلام کے دوسرے اہم عقیدوں کو معاف نہیں کیا گیا، کسی نے ختم نبوت جیسے محکم عقیدے کا انکار کر کے ملت بیضاء کی دیوار میں دراڑیں ڈالیں، تو کسی نے حب الہ بیت کے حسین عنوان سے جانثاران مصطفیٰ کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس دین محمدی کے شجرہ طیبہ کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے عصمت انبیاء جیسے مسئلہ کا انکار کر کے کائنات کی اس پاکیزہ، منزہ و محترم جماعت کی عزت و عظمت کے خون سے ناپاک ہاتھ رنگے، تو کسی نے قافلہ نبی امی ﷺ کے سرفروشوں پر زبان دراز کر کے جہنم میں ٹھکانا بنایا۔

انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ عذاب قبر کا کھڑا ہوا، جس نے نام تو قرآن کا لیا، لیکن قرآن کی آڑ میں اس مسئلہ کا انکار کر دیا۔ کہ جس مسئلہ کی طرف قرآن کی آیات ہر تذکرہ و فکر کے خوگر کو توجہ دلاتی ہیں کہ اس ناگہانی منزل کے آنے سے قبل اس کے لئے زاد راہ تیار کر لے، اس اندھیری کوٹھڑی میں جانے سے پہلے اپنے قلب کی تہوں میں شمع ہدایت جلا لے کہ جس کی روشنی وہاں کام آسکے۔ جہاں اس دنیا کی روشنیاں ناکام ہو جائیں گی، وہاں کے گھبراہٹ زدہ منظر کے لئے کچھ تیاری کر لی جائے۔ لیکن نا عاقبت اندیش، مردہ دل جسموں نے اس حقیقت کا انکار کر ڈالا۔ گویا کہ ان کے نزدیک قرآنی نصوص اور نبوی فرامین اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں تھے، بلکہ

وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے اس وقت کے منتظر ہیں جب ان پر اس کا عمل شروع ہو چکا ہو گا تو وہ لاتوں کے بھوت جو باتوں سے نہ مانے تھے پھر اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے مگر یہ ماننا بے ثمر ہوگا، یہ تسلیم کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تو کفار بھی یہ تسلیم کریں گے جیسا کہ ذاتِ عظیم و خیر نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے

ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔

پھر وہ کہیں گے،

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

ترجمہ..... کاش ہم سن لیتے یا خود عقل رکھتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔

لیکن یہ حسرت و افسوس کا رآمد ثابت نہ ہوگا کیونکہ اب وقت گزر چکا ہوگا، اب وہ ہاتھ نہ آئے گا، بارگاہِ ایزدی سے اعلان ہو چکا ہے انہا کلمۃ ہو قائلھا وہ ایک بات ہی ہوگی جس کا وہ قائل ہے۔ اس بات پر عمل نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں یہ تسلیم کر لیا جائے اور بارگاہِ ایزدی میں سر جھکا کر کہہ دیا جائے

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

تب تو کوئی چھٹکارے کی صورت نکل سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ امیدیں باندھنا.....

خیال است و محال است و جنوں۔

ہم اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے اس طرز کو اختیار کریں گے جو محکم ہے، کج روی اور خود رائی سے پاک، صراطِ مستقیم کی طرف راہبر ہے۔ وہ طرز ہے کیا؟..... وہ ہے مسئلہ بتانا نہ کہ بنانا۔

مسئلہ بتانا اور بنانا

مسئلہ بتانا اور بنانا، ان میں واضح فرق ہے۔ مسئلہ بتانا یہ ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ جس آیت یا حدیث سے میں استدلال کر رہا ہوں میں اکیلا اس وادی تحقیق میں نہیں کھڑا بلکہ اپنے

آگے امت کے علماء و محققین کی ایک جماعت پاتا ہوں جو اس استدلال میں میری رہبر ہے۔ میں بھٹکے ہوئے کسی بیابان راستے کا راہی نہیں ہوں، میں اندھیر نگری میں کھڑا ہو کر کسی اندھے کی طرح ہاتھ پاؤں نہیں مار رہا، بلکہ میں اس وادی میں ہوں جہاں اہل تحقیق کی ایک لمبی قطار اصول شریعت کی روشنی میں استدلال کرنے میں میری راہنما ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق محبوب کائنات ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا

لن تجتمع امتی علی الضلالة (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

کہ میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ میرے آگے اس استدلال میں ان مجتہدین کی ایک پاکیزہ، مطہرہ، منزہ جماعت ہے جن کے متعلق رحمت کائنات ﷺ نے واضح کاف الفاظ میں یہ پروانہ جاری کیا

إذا حکم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا

حکم فاجتهد لم اخطأ فله اجر (بخاری ص ۱۰۹۲)

ترجمہ..... جب حاکم مجتہد اجتہاد کرے اور وہ صواب کو پہنچے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

میں مرزا قادیانی کی طرح خود استدلال نہیں کر رہا کہ جو استدلال فقہاء امت چودہ صدیوں کی طویل مدت میں نہ سمجھ سکے اور آج قادیان میں ایسے شخص کو کہ افیون کی بدبو کے بھبھوکوں نے جس کے دماغ کے پرزوں کو جام کر کے رکھ دیا ہو اور جو گڑ کی جگہ ڈھیلے کھاتا ہو اور ڈھیلے کی جگہ گڑ سے استنجنے کا مرحلہ طے کرتا ہو۔ روٹی پر اکھ کھانے کی وجہ سے اس کا ایمان بھی راکھ بن چکا ہو، ایسے شخص کو یہ استدلال سمجھ آ گیا۔ نہ میں ایسا استدلال کروں گا جو بڑے بڑے محدثین جنکی زندگیاں قال اللہ و قال الرسول پڑھتے پڑھاتے کھپ گئیں، ان کی ہڈیاں جہد مسلسل کی وجہ سے تھک کر چور ہو گئیں، جو فنا فی الرسول ﷺ تھے ان کو تو نہ سوچھا، لیکن ایک ایسے شخص کو جسے کسی مستند عالم سے اسے شرف تلمذ بھی حاصل نہ ہو سکا، اس مودودی کو وہ استدلال سوچھا کہ اس

استدلال کی بنا پر عصمت انبیاء علیہم السلام کی دھجیاں بکھیرنا ہی خدمت قرآن ٹھہرا۔ اس لئے میں جو استدلال کروں گا سلف صالحین کی شہادت اس پر پیش کروں گا کہ یہ استدلال میرا نہیں، یہ ان علماء نے کیا ہے جو رثۃ الانبیاء ہیں۔ یہ ان محدثین نے کیا ہے جو نضر اللہ امرأ سمع مقالتي فوعاها وادها کما سمع کا مصداق کامل ہیں۔ (ترو تازہ رکھے اللہ اس شخص کے چہرے کو جو میری بات یاد کرے پھر اسے آگے پہنچا دے جیسا کہ سنا) یہ ان فقہاء نے کیا ہے جن کے متعلق زبان نبوت ﷺ گویا ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقه فی الدین (اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے) اور پھر میں یہ ثابت کروں گا کہ اس استدلال کو ان اولیاء نے قبول کیا ہے جن کے بارے میں وحی الہی ناطق ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون اس جماعت نے قبول کیا ہے جس کے متعلق دربار رسالت سے یہ اعلان جاری ہوا ید اللہ علی الجماعۃ (ترمذی ج ۲ ص ۳۹) اس لئے میں مسئلہ بتاؤں گا، بناؤں گا نہیں۔

یاد رکھئے جتنے بھی نئے فتنے آئیں گے وہ مسئلہ بنائیں گے، بتائیں گے نہیں۔ پس فرق یہی ہے غیر فتنہ اور فتنہ کا، حق اور باطل کا، سفید اور سیاہ کا، دن اور رات کا، سچ اور جھوٹ کا، کہ حق والے مسئلہ بتائیں گے اور اس پر بیسیوں حوالے متکلمین امت کے پیش کریں گے۔ اہل باطل مسئلہ بتائیں گے، لیکن ایک حوالہ بھی متکلمین امت میں سے کسی کا اس پر پیش نہیں کر سکیں گے کہ وہ ہو بھی اہل سنت میں سے، اس نے اس آیت یا حدیث سے استدلال کیا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ مسئلہ مشکل نہیں ہوتا، اس میں جو لوگ الجھاؤ ڈال دیتے ہیں اس کا سلجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو جتنے بھی باطل فرتے ہیں یہ مسائل میں الجھاؤ زیادہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اچھے بھلے مسئلوں کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے سے بچنے کے لئے نفس مسئلہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور انداز تحریر ایسا ہو کہ عام پڑھنے والا آدمی نفس مسئلہ سمجھ سکے۔ اسی طرح مناظرہ اور تقاریر میں جو ان پڑھ عوام سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اس لئے ان کے

ذہن کے مطابق بات کی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور اگر علمی باتیں ہوتی رہیں تو ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اس لئے میں تمہید میں حضرت اوکاڑویؒ کے ایک مناظرہ کا قصہ ذکر کرتا ہوں۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے واقعہ سنایا کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا، رات بارہ بجے دو تین ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، جب میں باہر نکلا تو انہوں نے بتایا کہ ایک قادیانی مناظر ربوہ سے آیا ہے، اس سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ مناظرہ صبح کر لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ صبح تک تو انہوں نے چلے جاتا ہے۔ میں نے پوچھا مناظرہ کا عنوان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ختم نبوت، اجرائے نبوت پر مناظرہ ہے۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی چھوٹی سی کتاب ”ختم نبوت کی حقیقت“ ہاتھ میں لی اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مرزائی مناظر بیٹھا تھا میں نے کہا سب سے پہلے یہ دیہاتی لوگ ہیں ان کو یہ سمجھاؤ کہ ہمارا اختلاف کیا ہے؟ اس پر وہ مناظر مجھے کہنے لگا آپ ہی سمجھا دیں۔ میں نے کہا چلو میں ہی سمجھا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا اور غیر تشریفی نبی آئیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریفی نبی ہے۔ اس پر مرزائی مناظر کہنے لگا بالکل یہی بات ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جو دو لفظ بولے ہیں تشریفی، غیر تشریفی یہ عوام ان کو نہیں سمجھتی تو جب تک یہ نہ سمجھیں تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کو کیا پتا چلے گا کہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس پر مرزائی مناظر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ سمجھا دیں۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی کتاب ”ختم نبوت کی حقیقت“ اٹھائی اور کہا اس میں یہ جو حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، جن میں تین سو تیرہ رسول تھے۔ یہ حدیث لکھنے کے بعد مرزا بشیر احمد نے تشریح کی ہے کہ رسول کہتے ہیں صاحب شریعت نبی کو، جو نبی شریعت لے کر آئے۔ اور نبی کہتے ہیں جو پہلے نبی کی شریعت لوگوں کو سنائے۔ میں نے کہا خلاصہ

یہ نکلا کہ مرزا کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔ اور نبی آئیں گے۔ اور مرزا قادیانی نبی ہے، رسول نہیں ہے۔ ابھی تک مرزائی مناظر کو پتا نہیں چلا تھا کہ وہ کہاں پھنس گیا ہے۔ میں نے کہا یہ جو بات میں نے کی ہے یہ ٹھیک ہے؟ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا آپ کے دعویٰ کے تین حصے ہو گئے ہیں۔

۱..... رسول پاک ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔

۲..... نبی آئیں گے۔

۳..... مرزا قادیانی نبی ہے رسول نہیں ہے۔

پہلے حصہ پر کوئی دلیل بیان کریں۔ اب اس نے خود ہی آیت پڑھی۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله و

خاتم النبیین.

اور وہی ترجمہ کیا جو مجھے چاہئے تھا۔ کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اگر یہ آیت میں پڑھتا تو وہ آگے سے سو حجت بازیاں کرتا۔ اب اس نے وہی ترجمہ کیا تھا جو مجھے مطلوب تھا۔ میں نے کہا آپ کے دعویٰ کی شق اول تھی کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔ لہذا آپ کو دلیل میں خاتم المرسلین والی آیت پڑھنی چاہئے تھی نہ کہ خاتم النبیین والی۔ آپ نے تو نبی کا آنا ثابت کرنا ہے، اور اب آپ نے الٹ بات ثابت کر دی ہے۔ کہ نبی نہیں آئیں گے۔ اب وہ بڑا پریشان ہوا۔ کہنے لگا یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑا چکر دے دیا ہے۔ میں نے کہا اس میں کوئی چکر کی بات ہے اب وہ اٹھ اٹھ کے بھاگے۔ میں نے کہا بیٹھو تو سہی کوئی بات تو حل ہو جائے کہنے لگا نہیں آپ نے تو ایسے چکر میں ڈالا ہے کہ کلنا مشکل ہو گیا ہے۔ میں مناظرہ نہیں کرتا۔ تو ایسے لوگوں کو اس انداز میں قابو کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کو بات سمجھ آ جائے۔

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں فرق

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں ایک فرق ہو گیا ہے، پہلے کافر قرآن کا انکار

کرتے تھے۔ آج معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے۔ آج قرآن کے نام سے کفر پھیلاتے ہیں کہ ہم اہل قرآن ہیں، کہ نبی کی سنت ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابو جہل بھی تو کہتا تھا کہ حضور پاک ﷺ کی بات نہ سنو۔ حدیث نہ سنو، ابو جہل تو قرآن کا کھلا دشمن تھا۔ اور یہ چھپے دشمن ہیں۔ آج کل یہ مسئلہ ہو گیا ہے کہ الفاظ تو اسلام والے باقی رکھے جاتے ہیں، معنی اس میں کفر والا ڈال دیا جاتا ہے۔ جیسے باطنیوں کے بارے میں پہلے سے بات چلی آرہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ”اوجی دل دی نماز ہے دل دی“۔ (جناب نماز دل کی ہوتی ہے)

واقعہ

حضرتؒ نے واقعہ سنایا کہ مولانا رومؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کسی کامرید ہو گیا۔ اب وہ پیر صاحب تیس چالیس مرید ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ مرید نیا تھا۔ پیر صاحب کی خدمت کا شوق بھی اسے خوب تھا۔ چنانچہ اس نے پیر صاحب کی خوب خدمت کی۔ جب پیر صاحب تین چار دن وہاں رہے تو اس مرید کی بیوی جو کسی مولوی صاحب کی بیٹی تھی وہ پیر صاحب سے تنگ آ گئی، اس نے سوچا میں سارا دن کھانا پکاتی رہتی ہوں اور یہ پیر صاحب کھانا کھا کر ڈکار لے کر پڑے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں نہ کچھ اور دین کا کام کرتے ہیں۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو کس پیر سے بیعت ہوا ہے کہ جو نماز بھی نہیں پڑھتا۔ اس نے پیر صاحب سے کہا کہ میری بیوی یہ کہتی ہے کہ تمہارے پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے۔ اس نے کہا میں ظاہری نماز نہیں پڑھتا۔ میں نماز کے شریف جا کر پڑھتا ہوں۔ تو اس عورت نے کہا کیا مکے کا کھانا آپ کے لئے حرام ہے؟ کہ کھانا کھانے کے لئے تو یہاں آ جاتا ہے۔ جب تو مکہ شریف جاتا ہے تو کھانا بھی وہاں کھایا کر۔ تو اس پیر نے کہا کہ یہ جو دکھاوے کی نماز ہے وہ اللہ کو پسند نہیں۔ اصل نماز دل کی نماز ہوتی ہے۔ پیر نے دیکھا مریدنی کی عقیدت کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ صبح بیٹھ گیا تو دو چار مرید اپنے گھر کی طرف بھیج دیئے کہ وہاں جا کر فلاں جھونپڑی کو آگ لگا کر فلاں وقت بجھا دینا۔ ادھر وقت مقررہ پر پیر صاحب نے شور ڈالنا شروع کر دیا، اور مردوں کو کہنے لگا کہ آگ لگ

گئی ہے پانی لے کر آؤ۔ جب وہ پانی لے کر آئے تو پیر صاحب نے چھینٹے مارنا شروع کر دئے کہ آگ بجھا رہا ہوں۔ اب لوگ جب پیر صاحب کے مگر پر گئے تو واقعی آگ لگ کر بجھی ہوئی تھی۔ اب تو لوگوں کا اعتقاد مزید بڑھ گیا کہ پیر صاحب بہت کامل ہیں۔ انہیں غیب کی خبریں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب نئے مرید نے اپنی بیوی کو خوب ڈانٹا کہ آئندہ حضرت کی شان میں گستاخی نہ کرنا، دیکھ! حضرت نے بارہ میل سے آگ بجھا دی ہے۔

اس عورت نے دل ہی دل میں سوچا کہ پیر صاحب کا علاج کرنا چاہئے۔ شام کو جب پیر صاحب چاول کھانے کے لئے بیٹھے تو بار بار آدمی کو بھیجا کہ چینی لاؤ۔ اس نے کہا کہ بھیج دی ہے۔ پھر وہ آیا کہ نہیں ہے۔ اس نے کہا حضرت جی بیٹھے ہیں کھاتے کچھ بھی نہیں ہیں، چینی آئے گی تو کھائیں گے۔ جب وہ بالکل ناراض ہو گیا اور اس نے کہا آخر تو چینی کیوں نہیں دیتی، تو وہ کپڑے دھونے والا ڈنڈا لے کر آگئی اس نے کہا کہ بارہ میل سے آگ تو نظر آ جاتی ہے اور یہ چینی جو میں نے چاولوں کے نیچے رکھی ہے یہ نظر نہیں آتی؟ میں نے تو امتحان لیا تھا کہ تجھے کچھ پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اب پیر صاحب نے سوچا کہ یہاں گزارا مشکل ہے۔ یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ صبح جانے کا ارادہ ہو گیا۔ خیر جاتے وقت اس نے یہ سمجھایا کہ بیٹی دل کی نماز ہوتی ہے، دکھلاوے کی نہیں ہوتی۔ اندر سے آدمی کا باطن نمازی ہونا چاہئے ظاہر جو ہے اس کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔

اب اس نے واپس جانا تھا۔ تو اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت جی سے عرض کرنا کہ آپ بزرگ آدمی ہیں جاتے جاتے ہماری بھینس کو دم کرتے جائیں۔ پیر صاحب نے کہا جی ہاں بالکل ٹھیک۔ جب وہ باہر جانے کے لئے نکلا تو گدھا کھڑا تھا۔ اس لڑکے نے کہا حضرت جی دم کر دیں اس نے کہا کس کو؟ لڑکے نے کہا بھینس کو۔ پیر نے کہا یہ تو گدھا ہے، اس نے کہا نہیں امی جی کہتی ہیں کہ اوپر سے گدھا ہے اندر سے بھینس ہے، اس نے کہا بے وقوف جو اوپر سے گدھا ہے وہ اندر سے بھی گدھا ہے۔ تو لڑکا بول پڑا جو اوپر سے بے نمازی ہے وہ اندر سے بھی بے نمازی ہے، وہ اندر سے نمازی کیسے بن گیا؟

تو یہ ایک باطنی فرقہ ہوتا تھا، کہ جو اس قسم کے معنی نکالتا تھا، لیکن آج کل طریقہ عام نکل چکا ہے کہ لفظ تو وہی باقی رکھا جاتا ہے لیکن معنی بدل دئے جاتے ہیں۔

مثال

چناب مگر (ربوہ) میں ختم نبوت والے تین دن کانفرنس کرتے ہیں کہ مرزائی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور جب آپ مرزائیوں کے گھروں کے قریب جائیں تو ان کی دیواروں پر باہر لکھا ہوتا ہے (پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ) اب ناواقف لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ کانفرنس پر تو ساری دنیا کے علماء یہ کہہ رہے تھے کہ مرزائی حضور ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ نہیں مانتے اور انہوں نے تو اپنی دیواروں پر لکھا ہے کہ پاک محمد مصطفیٰ، نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ اب وہ مرزائی آیت خاتم النبیین ﷺ کا انکار تو نہیں کرتے لیکن وہ اس کا معنی ایسا کرتے ہیں جو اس آیت کے بالکل الٹ ہے۔ جس پاک پیغمبر ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی اس کی حدیث متواتر میں یہ مذکور ہے لا نبی بعدی (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

اب مرزا خاتم النبیین کا کیا معنی مراد لیتا ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ خاتم کہتے ہیں مہر کو۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک نبی بنائے، اب وہ مہر حضور اکرم ﷺ کو دے دی گئی ہے۔ کہ جس پر چاہیں مہر لگا کر نبی بنادیں، یعنی وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کی بجائے نبی بنانے والا کرتا ہے۔ اسی لئے مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھتا ہے ہمارا پختہ ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔ یعنی آپ نبی گھڑتے ہیں، نبی بنایا کرتے ہیں۔ اب سادہ لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ مرزائی بھی حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس لئے وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بہاولپور عدالت میں مرزائیوں نے یہی کہا کہ مسلمان جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم آیت خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا اور مسلمانوں کا جھگڑا فقط معنی میں ہے۔ جو معنی یہ مولوی کرتے ہیں وہ ہم نہیں مانتے، ہم وہ معنی کرتے ہیں جو لغت عرب کے عین مطابق

ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا تو سارے علماء جو کھڑے تھے وہ پریشان ہو گئے۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ لابی والی حدیث متواتر ہے، اور یہی خاتم النبیین کا معنی ہے۔ اس پر مرزائی کہنے لگا کہ متواتر وغیرہ مولویوں کی بنائی ہوئی قسمیں ہیں، میں ان کو نہیں مانتا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے۔ حج جس کا نام اکبر خان تھا وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ اس پر رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے انہوں نے فرمایا یہ جو آیت تو نے پڑھی ہے کیا یہ آیت حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ کیا تیرا اس پر ایمان ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حضور پاک ﷺ سے خود سنی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ یہ آیت حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھی؟ اس نے کہا تو اتر سے ثابت ہے۔ اس پر حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا جس تو اتر سے یہ آیت ثابت ہے اسی تو اتر سے وہ حدیث ثابت ہے۔ عجیب بات ہے اس آیت کو خدا کا کلام مانتا ہے اور اس حدیث کو مولوی کی بات کہہ رہا ہے۔ جو اسی قسم کے تو اتر سے ثابت ہے۔ جب حج نے یہ حضرت کا جواب سنا تو ادب سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا حضرت میں تو بڑا پریشان ہو گیا تھا کہ اس کا کیا جواب ہوگا۔ تو اب دیکھئے مرزائیوں نے خاتم النبیین کا لفظ باقی رکھا۔ لیکن اس کا معنی ایسا گھڑ لیا جو بالکل ختم نبوت کے خلاف تھا۔ تو جس طرح مرزائیوں نے معنی تبدیل کیا، اسی طرح یہ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی پانچ لفظوں کے معنی بدل لیتے ہیں۔

(۱)..... موت کا معنی

(۲)..... حیات کا معنی

(۳)..... برزخ کا معنی

(۴)..... قبر کا معنی

(۵)..... روحانی کا معنی

سارا چکران پانچ لفظوں میں پڑا ہوا ہے۔

ایک اہم بات

کیا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے؟

حضرتؑ نے واقعہ سنایا کہ منکرین حیات انبیاء عام طور پر یہ شور مچایا کرتے ہیں کہ عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی اس نے کہا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ جب وہ مجھ سے بات کر رہے تھے تو اس وقت بچوں کو تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے۔ میں نے کہا تعلیم الاسلام میں عقائد بھی درج ہیں۔ اس میں جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا اور والد کا نام عبد اللہ تھا، یہ کس آیت کا معنی ہے؟ آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، آپ ﷺ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے، یہ قرآن پاک کی کن آیات میں لکھا ہوا ہے؟ وہ آیات سنائیں اس پر وہ بہت پریشان ہوا۔

اصول

عقیدے کے لئے قرآن میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کا قطعی ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ قطعیت تو اتر سے ثابت ہو جائے۔ لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عقیدہ کا قرآن سے ہونا ضروری ہے ان کا یہ اصول غلط ہے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ جب احمد سعید چتر وڈ گڑھی سے میرا مناظرہ تھا تو اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ میں یہ شرط لگاؤں گا کہ عقیدہ قرآن سے دکھاؤ، وہ اپنی سوچ پر خوش بھی تھا۔ جب اس نے یہ لکھا تو میں نے جواب میں لکھا کہ آپ عقائد کی کون سی کتاب مانتے ہیں؟ تو اس نے کہا شرح عقائد نسفی، تو میں نے کہا آپ عقیدے کے بارے میں جو شرط لکھیں، شرح عقائد نسفی کے پہلے پانچ عقیدے اس شرط پر ثابت کر دیں۔ یا پھر ان عقیدوں کا انکار کر دیں کہ ہم ان عقیدوں کو نہیں مانتے کیونکہ یہ ہماری شرط پر پورے نہیں اترتے۔ دیدہ باید۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں ہمارے عقائد کی مکمل کتابیں موجود ہیں، اعمال کی مکمل کتابیں موجود ہیں۔ اور جو فرقے نئے وجود میں آتے ہیں ان کی بنیاد ایک دو مسئلوں کے انکار پر ہوتی ہے۔ وہ ایک دو مسئلوں کا انکار کر دیں گے۔ اور پھر اپنا سارا زور انہی ایک دو مسئلوں کی تردید میں صرف کرتے رہتے ہیں، مکمل عقائد کی کتاب نہیں لکھتے۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء اور عثمانی پارٹی وغیرہ ان کے عقائد کی مکمل کوئی کتاب نہیں، دو چار مسئلوں پر یہ لوگ شور مچاتے رہتے ہیں۔ اب یہ لوگ جہاں حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے ہیں وہاں ان میں سے اکثر عذاب قبر کے منکر ہیں۔ اس لئے جب قبر میں عذاب مانا جائے تو روح کا جسم کے ساتھ تعلق ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ بغیر تعلق روح، جسم عذاب و ثواب کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس لئے سب سے پہلے ہم عذاب قبر کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔

لطیفہ

اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آ رہا ہے کہ ایک منطقی تھا، یامن، تو کی (یعنی سب کچھ میں ہوں تو کیا ہے؟) گرمیوں کا موسم تھا، سفر کرتے کرتے کچھ دیر آموں کے درخت کے نیچے بیٹھا، ابھی آموں کا موسم شروع ہو رہا تھا، چھوٹے چھوٹے آم درختوں پر لگے ہوئے تھے، ادھر نیچے ایک حلوہ کدو کی بیل تھی (پینٹھا) اب یہ کبھی درخت کی طرف دیکھتا کہ اتنا بڑا درخت ہے، چھوٹے چھوٹے آم اس پر لگے ہوئے ہیں۔ اور کہنے لگا یا اللہ اگر خود اتنی عقل نہیں تھی (نعوذ باللہ) تو کسی سے مشورہ لے لیتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اتنے بڑے درخت پر پیٹھے لگتے، کیونکہ وہ بڑی چیز تھی اور یہ بیل جو انگلی جیسی باریک ہے کبھی ہوا سے ادھر پھینک دیتی ہے اور کبھی ادھر، تو یہ چھوٹے چھوٹے آم وہاں لگتے تو اس طرح گویا کہ نعوذ باللہ، اللہ کو سمجھا رہا تھا۔

اب نبوت تو ختم ہو چکی تھی تو آنی نہیں، اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کو ابھیجا کہ جا کر اس کا دماغ ٹھیک کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبر کی جگہ بتانے کے لئے کوئے کو بھیجا فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض۔ اسی طرح اس منطقی کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے کوئے کو بھیج دیا۔

چنانچہ کوا آیا، اس نے چھوٹی سی ٹہنی کو جو منطقی کے اوپر تھی اس کو کاٹا آم جو سر پر گرا تو منطقی چکرا گیا اب اوپر بھی دیکھ رہا ہے اور نیچے گرتا جا رہا ہے اور ہاتھ باندھتا جا رہا ہے، کہہ رہا ہے یا اللہ تیرا شکر ہے کہ اوپر بیٹھا لگا ہوا نہیں تھا، وگرنہ دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولنا نصیب نہ ہوتی۔ یا اللہ آئندہ بے شک اس سے بھی چھوٹے آم لگانا۔ اگر وہاں آم کی بجائے خدا نخواستہ بیٹھے لگے ہوتے تو ساری دنیا دھوپ میں جل جاتی، کوئی ڈرتا کبھی سائے میں آکر نہ بیٹھتا، کہ پتہ نہیں کس وقت اوپر سے اسٹیم بم (بیٹھا) گر جائے۔ تو یا اللہ تیری قدرت برحق ہے اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔

اسی طرح کا مسئلہ عذاب و ثواب قبر کا ہے کہ کچھ لوگ تو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کہنے سے مان لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو قبر میں گر ز پڑنا شروع ہوں گے تو ان کو اس وقت عذاب قبر کی حقانیت کا یقین ہوگا۔

جس طرح مرزائی حیات مسیح علیہ السلام کی مسئلے میں معافی بگاڑ لیتے ہیں، اسی طرح منکرین حیات انبیاء نے بھی پانچ الفاظ کے معافی بگاڑے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ ان کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں نام قرآن کا لیتے ہیں اور بگاڑتے الفاظ کے معافی ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے موت کا معنی بگاڑا ہے۔

موت کا معنی

جاہلیت میں موت صرف نام تھا عدم کا۔ اسلام نے آکر بتایا موت ایک وجودی چیز ہے۔ قرآن پاک میں ارشادِ باری ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاتِ۔ پیدا کیا موت اور حیات کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیات مخلوق ہے، موت بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے۔

تو جس طرح نیند کے بارے میں آتا ہے لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ۔ اور بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ نیند بھی ایسی چیز ہے جو ہمیں دبا رہی ہے، آکر پکڑ رہی ہے، ہماری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہے۔ تو جس طرح نیند ایک وجودی چیز ہے، اسی طرح موت بھی ایک وجودی چیز

ہے نہ کہ عدمی۔

زمانہ جاہلیت میں موت کا تصور

جاہلیت میں موت کا تصور اتنا ہی تھا کہ بس روح نکل گئی، مٹی مٹی میں مل گئی، ہوا ہوا میں مل گئی، آگ آگ میں مل گئی، گرمی گرمی میں چلی گئی، اور روح پتا نہیں کہاں چلی گئی۔ اس کے بعد کوئی چیز باقی نہ رہی۔

سب سے پہلی دفعہ وفات اور متوفی کا لفظ موت کے لئے قرآن پاک نے استعمال کیا ہے۔ اسلام نے آکر موت کے بارے میں جاہلیت کے ذہن کی نفی کی اور یہ بتایا کہ موت کے بعد کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں رہتا ہے۔ اس لئے یہ جو تصور ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو ختم ہو جاتا ہے، یہ تصور اسلام نے آکر ختم کر دیا۔

معتزلہ بھی موت کے عدمی ہونے کے قائل ہیں۔ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام نے موت کا ابھی تک وہی معنی یاد رکھا ہوا ہے جو جاہلیت کے زمانے میں تھا۔ جو کہ موت کا آدھا معنی ہے۔ جب بھی ان سے پوچھا جاتا ہے کہ موت کسے کہتے ہیں؟ تو کہتے ہیں ابانۃ الروح عن الجسد کہ جسم میں سے روح کا نکل جانا اس کو موت کہتے ہیں۔ ان کو بس اتنا ہی معنی یاد ہے حالانکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ روح نیند میں نکل جاتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی

منامھا۔

اسی طرح لیلة التعریس کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روہیں قبض کر

رکھی تھیں۔ جب اللہ کا ارادہ ہوا تو بھیج دیں۔

چنانچہ بخاری شریف ج ۱ ص ۸۲ پر ہے

حدثنا عمران بن میسرۃ قال حدثنا محمد بن فضیل

قال حدثنا فضیل عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه قال سرنا مع النبی ﷺ لیلۃ فقال بعد القوم لو عرست بنا یا رسول الله ﷺ قال اخاف ان تناموا عن الصلوة قال بلال انا اوقظکم فاضطجعوا واسند بلال ظهراً الى راحلته فغلبته عیناه فنام فاستيقظ النبی ﷺ وقد طلع حاجب الشمس فقال یا بلال این ما قلت قال ما القیت علی نومة مثلها قط قال ان الله قبض ارواحکم حین شاء وردها علیکم حین شاء یا بلال قم فاذن بالناس بالصلوة فتوضاً فلما ارتفعت الشمس وابياضت قام فصلى

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ نے ہماری روحمیں قبض کر رکھی تھیں، جب اللہ کا ارادہ ہوا پھر بھیج دیں تو ہم جاگ اٹھے۔ حضور پاک ﷺ دعاؤں میں بھی دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ سونے میں تو اگر میری روح قبض کرے، اگر اسی پر میری موت آجائے تو میری حفاظت کرنا۔ اگر واپس بھیجے تو ایمان کے ساتھ بھیجنا۔

تو قرآن و حدیث میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔ اگر موت کا اتنا ہی معنی ہو جتنا ممتیوں نے یاد رکھا ہوا ہے یعنی اہانة الروح عن الجسد تو پھر ان کے ہاں موت اور نیند ایک ہی چیز ہونی چاہئے۔

ممتیوں کا جاہلیت والا معنی لینا اور اسلام والا معنی نہ لینے کی وجہ

اس کی جاہلیت والا معنی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا ایک معنی ہے کہ روح جسم میں آئے ہی نہ، جیسے قرآن پاک میں ہے

کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا۔

اب رو میں تو ہزاروں سال پہلے سے پیدا ہو چکی ہیں، لیکن ابھی اگر آپ میں سے کسی کی عمر پچیس سال کی ہے تو آپ پچیس سال کو زندگی کہتے ہیں اور اس سے پہلی حالت کو موت کہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ رو میں تو ہزاروں سال پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن پھر بھی کنتم امواتا کہا گیا کہ تم مردہ تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق نہیں تھا، پس معلوم ہوا کہ موت کہتے ہیں کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو، جس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱).....روح سرے سے جسم میں آئی ہی نہ ہو۔

(۲).....جسم سے روح نکل جائے اور جسم سے تعلق نہ رہے۔

تو پس اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس کو حیات نہیں کہتے بلکہ موت کہتے ہیں۔ اس لئے قرآن پاک نے اس کو موت کہا ہے۔

کیف تکفرون بالله و کنتم امواتا۔

حالانکہ وہاں سرے سے روح آئی ہی نہیں۔ اب اگر موت کا "فی فقط اتنا ہی لیا جائے جو مماتی حضرات لیتے ہیں، یعنی اہانۃ الروح عن الجسد کہ روح جسم سے نکل جائے، تو ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے پہلی حالت جو ہے یعنی جب روح جسم میں نہیں آئی تھی۔ تو اس پر موت کی یہ تعریف یعنی اہانۃ الروح عن الجسد والی صادق نہیں آتی کیونکہ اس وقت روح سرے سے اس جسم میں آئی ہی نہیں تھی تو نکلی کیسے؟ تو لہذا یہ جو معنی مراد لیتے ہیں وہ معنی اس حالت پر صادق نہیں آتا، حالانکہ حق جل شانہ نے اس کو موت فرمایا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے کی حالت موت تھی۔ فاحیا کم پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حیات عطا فرمائی۔ اب اس مقام میں احیاء کا لفظ ایک مرتبہ آیا ہے۔ لیکن اس میں دو حیاتوں کا ذکر سمٹا ہوا ہے۔ اس میں سے ایک تو وہ چھپی ہوئی حیات تھی، لیکن تھی یقیناً حیات۔ پھر جب ہم پیدا ہوئے، اب جو یہ ہماری حیات ہے یہ کھلی حیات ہے۔ تو دو حیاتیں ہوئیں۔ ایک ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات اور

ایک یہ کھلی ہوئی حیات۔ لیکن قرآن پاک میں دونوں کو ایک ہی لفظ میں بند کر دیا۔ اور ایک ہی مرتبہ فرمایا فاحیاکم۔ اس لئے وہ حیات جو ماں کے پیٹ میں تھی وہ اس کھلی حیات کا دیا چہ اور مقدمہ تھی، اس لئے انہیں الگ الگ بیان نہیں کیا گیا۔ وہ ایک ہی حیات ہے، اس کا کچھ حصہ چھپی حیات کا جو ماں کے پیٹ میں تھا اور کچھ حصہ کھلی حیات کا ہے سب کے سامنے کھلی حیات ہے۔ جب جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوا اسی کو قرآن پاک نے فاحیاکم کہا آگے قرآن پاک میں ہے ثم یمیتکم کہ اللہ تعالیٰ پھر موت دے دیں گے، پھر اس کے بعد ہے ثم یحییٰکم اس یحییٰکم کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو حضرت ابن عباسؓ، حضرت قتادہؓ، اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کہ یہاں یحییٰکم سے مراد قبر کی حیات ہے، (ح ۱) کہ قبر میں سوال و

(ح ۱) ﴿فاحیاکم ثم یمیتکم﴾ . هذا وقف التمام،

كذا قال ابو حاتم. ثم قال. ﴿ثم یحییٰکم﴾ . واختلف اهل

التأویل فی ترتیب هاتین الموتین والحیاتین، وکم من مونة

وحيلة للانسان؟ فقال ابن عباس وابن مسعود . ای کتم امواتا

معدومین قبل ان تخلقوا فاحیاکم ای خلقکم، ثم یمیتکم عند

انقضاء آجالکم، ثم یحییٰکم يوم القيامة، قال ابن عطية، وهذا

القول هو المراد بالآية، وهو الذي لا محيد للكفار عنه

لاقرارهم بهما، واذا اذعنت نفوس الکفار لكونهم امواتا

معدومین، ثم للاحیاء فی الدنيا، ثم للاماتة فیها قوی علیهم لزوم

الاحیاء الآخر و جاء جحدهم له دعوی لا حجة علیها. قال

غیره. والحيلة التي تكون فی القبر علی هذا التأویل فی حکم

حيلة الدنيا، وقيل. لم يعتد بها کما لم يعتد بموت من اماته فی

جواب کے وقت روح لوٹادی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے

الدنیا ثم احیاء فی الدنیا. وقیل. کنتم امواتا ای نطفاً فی ظہر آدم، ثم اخرجکم من ظہرہ کالدرة، ثم یمیتکم موت الدنیا، ثم یبعثکم. وقیل. کنتم امواتا ای نطفاً فی اصلاب الرجال و ارحام النساء، ثم نقلکم من الارحام فاحیاکم، ثم یمیتکم بعد هذه الحیاة، ثم یحییکم فی القبر للمسئلة، ثم یمیتکم فی القبر، ثم یحییکم حیاة النشور الی الحشر، وهی الحیاة التی لیس بعدها موت.

قلت. فعلى هذا التاویل هی ثلاث موتات، وثلاث احیاء ات، و کونهم موتی فی ظہر آدم، و اخراجهم من ظہرہ والشهادة علیهم، غیر کونهم نطفاً فی اصلاب الرجال و ارحام النساء، فعلى هذا یجىء اربع موتات، و اربع احیاء ات. وقد قیل ان الله تعالى اوجدہم قبل خلق آدم علیہ السلام کالہباء، ثم اماتہم، فیکون على هذا خمس موتات، و خمس احیاء ات، و موة سادسة للعصاة من امة محمد ﷺ اذا دخلوا النار، لحديث ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ. ” اما اهل النار الذین هم اهلها فانہم لا یموتون فیہا ولا یحیون ولكن ناس اصابتهم النار بذنوبہم. او قال. بخطایاہم فاماتہم الله اماتة حتى اذا كانوا فحماً اذن فی الشفاعة فجىء بهم ضبائر ضبائر فبشوا على انہار الجنة ثم قیل یا اهل الجنة فیضوا علیہم فینبتون نبات الحبة تکون فی حمیل السیل“ فقال رجل من القوم کأن رسول

یہ تفسیر مروی ہے۔ دوسرا کوئی اختلافی قول ان سے مروی نہیں ہے۔ لیکن زمخشری چونکہ بہت بڑا عالم

اللہ ﷺ قد کان یرعی بالبادیة. اخرجه مسلم.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد

الانصارى القرطبی)

قوله ﴿كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم﴾ آية

۲۸.

حدثنا احمد بن سنان ثنا عبد الرحمن يعنى ابن مهدى.

عن سفيان عن ابى اسحاق عن ابى الاحوص عن عبد الله . قالوا.

ربنا امتنا اثنتين و احيتنا اثنتين. قال. هي التى فى البقرة. ﴿كنتم

امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم﴾

وروى عن الضحاك و عطاء و نحو ذلك.

(تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبد الرحمن

بن محمد ابن ادريس الرازى ابن ابى حاتم المتوفى سنة

(۵۳۲۷)

والثانى أن قوله. (و كنتم امواتا) يعنى فى القبور

(فاحياكم) للمسألة، (ثم يميتكم) فى قبوركم بعد مسالتكم، ثم

يحييكم عند نفخ الصور للنشور، لان حقيقة الموت ما كان عن

حياة، وهذا قول ابى صالح.

(النكت والعيون تفسير الماوردى تصنيف ابى

الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى)

گنہگار ہے لیکن وہ عقیدتا معتزلی تھا اور عذاب و ثواب قبر کا قائل نہیں تھا۔ اس لئے سب سے پہلے

قال ابن عطیہ . وهذا القول هو المراد بالآية ، وهو الذي لا محيد للكفار عنه لا قرارهم بهما ، واذا اذعنت نفوس الكفار لكونهم امواتا معدومين ، ثم الاحياء في الدنيا ، ثم الاماتة فيها قوی علیهم لزوم الاحياء الآخر ، وجاء جحدہم له دعوی لا حجة علیها ، والحياة التي تكون في القبر على هذا التاويل في حکم حیاة الدنيا .

(اللباب فی علوم الکتاب تألیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجرية)

قال ابن الخطيب . احتج قوم بهذه الآية على بطلان عذاب القبر ، قالوا . لانه تعالى . بين أنه يحييهم مرة في الدنيا ، وأخرى في الآخرة ، ولم يذكر حياة القبر ، ويؤيده قوله . ﴿ثم انكم بعد ذلك لميتون ثم انكم يوم القيمة تبعثون﴾ (المؤمنون ۱۵، ۱۶) ولم يذكر حياة فيما بين هاتين الحالتين ، قالوا . ولا يجوز الاستدلال بقوله تعالى . ﴿قالوا ربنا امتنا اثنتين وأحييتنا اثنتين﴾ (غافر ۱۱) لانه قول الكفار ، ولان كثيرا من الناس البتوا حيلة الذر في صلب آدم حين استخرجهم وقال لهم . ﴿الست بربكم﴾ (الاعراف ۳۲) وعلى هذا التقدير حصل حياتان و موتتان من غير حاجة الى البات حیاة فی القبر ،

زمحشری نے یحییٰ کم سے آخرت کی حیات مراد لی ہے۔ اب چونکہ وہ بڑا آدمی ہے ہمارے علماء کا

فالجواب لم يلزم من عدم الذكر في هذه الآية الا تكون حاصلة ، و ايضا فللقائل أن يقول . ان الله تعالى ذكر حياة القبر في هذا الآية ، لأن قوله ، "ثم يحييكم" ليس هو الحياة الدائمة ، والا لما صح أن يقول . "ثم اليه ترجعون" . لأن كلمة "ثم" تقتضي التراخي ، والرجوع الى الله تعالى . حاصل عقب الحياة الدائمة من غير تراخ ، فلوجعلنا الآية من هذا الوجه دليلا على حياة القبر كان قريبا .

(اللباب في علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابي حفص عمر بن علي ابن عادل الدمشقي الحنبلي المتوفى بعد ٨٨٠ هجرية)

و اخرج وكيع وابن جرير عن ابي صالح في الآية قال . ﴿يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يَحْيِيكُمْ﴾ في القبر ثم يَمِيتُكُمْ .
(الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله (ت ٩١١ هـ))

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يَحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تَرْجَعُونَ﴾

كيف مبنية على الفتح لخفته وهي في موضع نصب بتكفرون، ويسأل بها عن الحال، وهذا الاستفهام هو للانكار عليهم والتعجب من حالهم وهي متضمنة لهمة الاستفهام، والواو في ﴿وَكُنْتُمْ﴾ للحال وقد مقدرة كما قال الزجاج

یہ ضابطہ ہوتا ہے کہ اس کی بات کی ایسی تاویل کر لی جائے کہ ہمارے موافق ہو جائے۔ اس لئے

والفراء، وانما صح جعل هذا الماضي حالا لان الحال ليس هو مجرد قوله ﴿كنتم امواتا﴾ بل هو وما بعده الى قوله ﴿ترجعون﴾ كما جزم به صاحب الكشاف كانه قال. كيف تكفرون؟ وقصتكم هذه. اى وانتم عالمون بهذه القصة وباولها وآخرها. والاموات جمع ميت، واختلف المفسرون فى ترتيب هاتين الموتين والحيتين. ف قيل ان المراد ﴿كنتم امواتا﴾ قبل ان تخلقوا. اى معدومين، لانه يجوز اطلاق اسم الموت على المعدوم لاجتماعهما فى عدم الاحساس ﴿فاحياكم﴾ اى خلقكم ﴿ثم يميتكم﴾ عند انقضاء اجالكم ﴿ثم يحييكم﴾ يوم القيامة. وقد ذهب الى هذا جماعة من الصحابة فمن بعدهم. قال ابن عطية. وهذا القول هو المراد بالآية. وهو الذى لا محيد للكفار عنه، واذا اذعنت نفوس الكفار بكونهم كانوا معدومين ثم احياء فى الدنيا ثم امواتا فيها لزمهم الاقرار بالحياة الاخرى. قال غيره. والحيلة التى تكون فى القبر على هذا التأويل فى حكم حياة الدنيا، وقيل. ان المراد كنتم امواتا فى ظهر آدم ثم اخرجكم من ظهره كالذر، ثم يميتكم موت الدنيا ثم يعثكم. وقيل ﴿كنتم امواتا﴾ اى نطفة فى اصاب الرجال ﴿ثم يحييكم﴾ حياة الدنيا. ﴿ثم يميتكم﴾ بعد هذه الحياة ﴿ثم يحييكم﴾ فى القبور ﴿ثم يميتكم﴾ فى القبر ﴿ثم يحييكم﴾ الحياة التى ليس بعدها موت. قال القرطبي. فعلى هذا التأويل

پھر انہوں نے اس کے قول کو نقل کرنا شروع کر دیا اور ساتھ تاویل یہ کی کہ اگر اس سے آخرت کی

ہی ثلاث موتات و ثلاث احیاءات و کونہم موتی فی ظہر آدم و اخراجہم من ظہرہ والشہادة علیہم غیر کونہم نطقا فی اصلاب الرجال، فعلى هذا یجىء اربع موتات و اربع احیاءات . وقد قیل . ان اللہ اوجدہم قبل خلق آدم کالبہائم و اماتہم فیكون علی هذا خمس موتات و خمس احیاءات ، و موة سادسة للعصلة من امة محمد ﷺ كما ورد فی الحدیث ”ولكن لاس اصابتهم النار بذنوبہم فاماتہم اللہ اماتة، حتی اذا كانوا فحما اذن فی الشفاعة فجىء بہم ، الی ان قال . فینبتون نبات الحبة فی حمیل السیل“ وهو فی الصحیح من حدیث ابی سعید . وقوله ﴿ثم الیہ ترجعون﴾ ای الی اللہ سبحانہ فیجازیکم بأعمالکم . وقد قرأ یحی بن یعمر و ابن ابی اسحاق و مجاہد و سلام و یعقوب یفتح حرف المضارعة ، وقرأ الجماعة بضمہ . قال فی الکشاف . عطف الاول بالفاء وما بعده بثم، لان الاحیاء الاول قد تعقب الموت بغير تراخ، واما الموت فقد تراخی عن الاحیاء ، والاحیاء الثانی كذلك متراخ عن الموت ان ارید بہ النشور تراخیا ظاهرا وان ارید بہ احیاء القبر فمنہ یکتسب العلم بتراخیه والرجوع الی الجزاء ایضا متراخ عن النشور انتہی . ولا یخفاک انه ان اراد بقوله ان الاحیاء الاول قد تعقب الموت انه وقع علی ما هو متصف بالموت . فالموت الآخر وقع علی ما

حیات مراد لی جائے تو ساتھ قبر کی حیات بھی ضمن میں سٹ جاتی ہے۔ کیونکہ قبر کی حیثیت آخرت

هو متصف بالحياة، وان اراد انه وقع الاحياء الاول عند اول
اتصافه بالموت بخلاف الثاني لغير مسلم، فانه وقع عند آخر
اوقات موته كما وقع الثاني عند آخر اوقات حياته، فتأمل هذاط
وقد اخرج ابن جرير عن ابن مسعود و ناس من الصحابة في
قوله تعالى ﴿وكنتم امواتا﴾ الآية. قال. لم تكونوا شيئا فخلقكم
﴿ثم يمتكم ثم يحييكم﴾ يوم القيامة. و اخرج ابن جرير وابن
المنذر و ابن ابي حاتم عن ابن عباس نحوه. و اخرج عبد بن
حميد وابن جرير عن قتادة نحوه ايضا. و اخرج ابن جرير عن
ابى صالح قال. يمتكم ثم يحييكم في القبر ثم يمتكم. و
اخرج ابن جرير عن ابى العالية في قوله ﴿وكنتم امواتا﴾ قال.
حين لم تكونوا شيئا، ثم اماتهم ثم احياهم يوم القيامة، ثم
يرجعون اليه بعد الحياة. و اخرج ابن جرير عن عبد الرحمن بن
زيد بن اسلم قال. خلقهم من ظهر آدم فاخذ عليهم الميثاق ثم
اماتهم. ثم خلقهم في الارحام، ثم اماتهم، ثم احياهم يوم القيامة
. والصحيح الاول.

(فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني

المتوفى ١٢٥٠ هـ)

قوله تعالى. (كيف تكفرون بالله) قاله تعجبا، كيف

تكفرون بالله بعد نصب الدلائل ووضوح البراهين؟ ثم ذكر

کے ساتھ وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات کی حیثیت اس حیات کے ساتھ ہے۔ تو

الدلیل فقال . (وکنتم امواتا) هذا دلیل ، ای . کنتم نطفا فی
اصلاب الآباء .

(فاحیاکم) ای . خلقکم (ثم یمیتکم) عند انتهاء الاجل .
(ثم یحییکم) للبعث . (ثم الیه ترجعون) الی اللہ مصیرکم . وقیل
 . اراد بالموت الاول . الموت المعهود (وکنتم امواتا) ای .
تصیرون امواتا . فاحیاکم ای . یحییکم فی القبر للسؤال ، ثم
 یمیتکم بعده فی القبر ثم یحییکم للبعث . ثم الیه ترجعون .

(تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل
 السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن
 عبد الجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی)

قال ابن عطیة وهذا القول هو المراد بالآیة وهو الذی لا
 محید للكفار عنه ، واذا اذعنت نفوس الکفار بکونهم كانوا
 معدومین ثم احیاء فی الدنیا ثم امواتا فیها لزمهم الاقرار بالحیاة
 الاخری ، قال غیره والحیاة التی تكون فی القبر علی هذا التاویل
 فی حکم حیاة الدنیا ، وقیل ان المراد کنتم امواتا فی ظهر آدم
 علیه السلام ثم اخرجکم من ظهره کالدبر ثم یمیتکم موت الدنیا
 ثم یبعثکم ، وقیل کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب الرجال ثم
 یحییکم حیاة الدنیا ، ثم یمیتکم بعد هذا الحیاة ثم یحییکم فی
 القبور ثم یمیتکم فیها ثم یحییکم الحیاة التی لیس بعدها موت ،
 قال القرطبی فعلى هذا التاویل هی ثلاث موتات و ثلاث احیاء

جیسے اس حیات سے پہلے ماں کے پیٹ میں ایک چھپی ہوئی حیات ہے، اس کے لئے الگ لفظ

ات، و کونہم موتی فی ظهر آدم و اخراجہم من ظہرہ والشہادة
علیہم غیر کونہم نطفہ فی اصلاب الرجال، فعلى هذا یجىء
اربع موتات واربعة احياء ات.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن
علی الحسین القنوجی البخاری)

و کیف ہنا بمعنی التہدید قوله تعالى و کنتم امواتا
فاحیاکم اے فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنيا ثم یحیکم فی القبر
ثم الیہ ترجعون فی القيامة. (تفسیر زاہدی ص ۳۰)

﴿کیف تکفرون بالله و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم
ثم یحیکم﴾ و ہکذا روی عن السدی بسندہ عن ابی مالک
وعن ابی صالح عن ابن عباس و عن مرة عن ابن مسعود وعن
ناس من الصحابة وعن ابی العالیة والحسن و مجاهد و قتادة و
ابی صالح والضحاک و عطاء الخراسانی نحو ذلك و قال
الثوری عن السدی عن ابی صالح ﴿کیف تکفرون بالله و کنتم
امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحیکم ثم الیہ ترجعون﴾ قال
یحیکم فی القبر ثم یمیتکم و قال ابن جریر یونس عن ابن وهب
عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم قال خلقہم فی ظهر آدم ثم
اخذ علیہم الميثاق ثم اماتہم ثم خلقہم فی الارحام ثم اماتہم ثم
احیاہم یوم القيامة و ذلك کقوله تعالى ﴿قالوا ربنا امتنا اثنتین

ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بلکہ اس حیات کے تحت ہی اس کا ذکر آگیا۔ اسی طرح آخرت کی کھلی حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہے، جو قبر میں ہے تو اگر یہ حییکم سے مراد زحشری کے قول کے مطابق آخرت کی حیات بھی مراد لے لی جائے، تو اس سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا رد نہیں ہوتا کیونکہ اس میں بھی چھپی حیات ہے اور آخرت کی حیات کھلی حیات ہے۔ تو جس طرح احیاءکم میں دونوں حیاتیں کٹی ہوئی ہیں، ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ

و احييتنا النتين ﴿﴾ و هذا غريب والذى قبله والصحيح ما تقدم
عن ابن مسعود و ابن عباس و اولئك الجماعة من التابعين .
(تفسير ابن كثير ج ١ ص ١٠٢-١٠٣)

وان اريد به الاحياء فى القبر للسؤال كما روى ذلك
عن السدى فيكون استعمال كلمة ثم فى هذا الموضع دليلا
على ان احياء القبر متراخ عن الموت وان لم يكن متراخ عن
الدفن كما روى عن البراء بن عازب انه قال قال رسول الله
ﷺ " ان الميت يسمع خفق نعالهم اذا ولو مدبرين حين يقال
له من ربك وما دينك ومن نبيك " الحديث . ((حاشية محي
الدين شيخ زاده على تفسير البيضاوى مصنف محمد بن مصلح
الدين مصطفى القوجوى الحنفى المعروف شيخ زاده المتوفى
(٥٩٥١) (ص ٢٤٢ ج ١)

و كيف هنا بمعنى التهديد قوله تعالى و كنتم امواتا
فاحياءكم اى فى الرحم ثم يميتكم فى الدنيا ثم يحييكم فى
القبر ثم اليه ترجعون فى القيامة . (تفسير زاهدی ص ٣٠)

کلی حیات بھی۔ اسی طرح ہم بحیثیکم میں دونوں حیاتیں کٹی ہوئی ہیں۔ ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کلی حیات بھی۔ اسی طرح ہم بحیثیکم میں دو حیاتیں کٹی ہوئی ہیں۔

اب یہ جو معنی کرتے ہیں موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔ حالانکہ یہ موت کا ادھورا معنی ہے۔ اس لئے کہ موت دو معنوں میں آتا ہے، روح سرے سے آئے ہی نہ، اس کو بھی موت کہتے ہیں، اور روح آ کر نکل جائے اور جسم سے بے تعلق ہو، اس کو بھی موت کہتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں نے آدھا معنی کیوں کیا اور آدھا معنی کیوں بھلا دیا؟ اس لئے موت کا پہلا معنی جو ہے کہ روح سرے سے آئے ہی نہ۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن نے بتوں کو بھی مردہ کہا ہے، کیونکہ ان میں روح کبھی آتی ہی نہیں۔ اب ان لوگوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ اپنے طالب علموں کو موت کا آدھا معنی یاد کراتے ہیں۔ کہ موت کہتے ہیں جان نکلنے کو اور پھر شور مچاتے ہیں کہ جتنے مفسرین نے اموات کا معنی بت کیا ہے وہ لغت سے واقف نہیں تھے، اس لئے کہ یہ آیات بتوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء کے لئے ہیں جن میں پہلے روح تھی پھر نکلی۔ اب انہوں نے آدھا معنی چھوڑ کر قرآن پاک کی آیت کنتم امواتا کا انکار کر دیا، کیونکہ امواتا کا یہی معنی امواتا میں موت کا ہے۔ کہ روح کا جسم سے تعلق قائم ہی نہ ہو۔ اب یہ لوگ شور تو یہ مچاتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا پہلا قدم ہی قرآن پاک کے انکار سے شروع ہوتا ہے۔

یونس نعمانی کا واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا ایک مناظرہ میں جب میں نے یونس نعمانی سے پوچھا کہ آپ ذرا موت کا معنی واضح فرمائیں، تو اس نے کہا روح جسم سے نکل جائے اور اس کا تعلق جسم سے نہ ہو۔ پھر میں نے کہا ذرا حیات کا معنی ارشاد فرمائیں، تو وہ اس پر تین دفعہ کانپا کیونکہ اس نے حیات کا معنی یہ بتانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہے یا علین میں ہے اور جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔ تو اب وہ دو تین دفع یوں لرزا، جب میں نے بار بار

اصرار کیا کہ اب حیات کا معنی بھی سمجھا دیں، کیونکہ شہداء اور انبیاء میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے، تو لہذا اسکا بھی معنی معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو اس نے کہا حیات کا ایک معنی وہی ہوتا ہے جو موت والا ہے، اس پر میں نے کہا کہ اس کا مطلب صاف نکل آیا کہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتا ہے اللہ نے فرمایا تھا کہ انکو مردہ نہ کہو، اب اگرچہ اس نے لفظ مردہ تو نہیں بولا لیکن معنی وہی کیا کہ جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو اس آیت کا انکار کر گیا۔ اب جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ پھنس چکا ہے تو انہوں نے شور ڈالا کہ اندھیرا ہو رہا ہے باقی مناظرہ صبح ہوگا۔

ہم موت کے دونوں معنی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے موت کا آدھا معنی یاد کر رکھا ہے اور آدھا چھوڑ دیا ہے۔ اور جو آدھا یاد رکھا ہے وہ بھی جاہلیت والا، یعنی موت عدلی چیز ہے۔ اس میں وجودیت کا ذکر کرتے ہی نہیں۔ کہ موت کسی وجودی چیز کا نام ہے۔ اور یہ ساری کاروائی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔

صحیح بخاری شریف ج ۲ کتاب الخوارج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ساری دنیا میں سب سے بدترین لوگ خارجی ہیں، اس لئے کہ یہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں، اسی لئے یہ لوگ بدترین ہیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زمانے میں یہ مماتی لوگ نہیں تھے، ورنہ وہ فرماتے کہ خوارج سے بھی بدتر یہ مماتی ہیں کہ وہ تو کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے، یہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ یہ ان سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

مماتیوں اور خارجیوں کا مزاج ایک ہے۔

ابوداؤد شریف کی کتاب السنہ میں خارجیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی قرآن پاک ہی پڑھتے تھے۔ لیکن قرآن پاک کا مطلب ایسا بیان کرتے تھے جو صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم

اجمعین نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ وہ حضرت علیؑ کے سامنے بولتے تھے کہ قرآن سے بات کرو۔ آج قرآن سے فیصلہ ہوگا۔ حضرت علیؑ تو باب مدیۃ العلم تھے۔ حق جل شانہ نے ان کو بہت زیادہ علم سے نوازا تھا۔ بات سمجھانے کا بہت عمدہ سلیقہ تھا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حاضر ہوا اس نے پوچھا انسان مجبور ہے یا مختار؟ تو فرمایا حق جل شانہ نے انسان کو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ لیکن وہ محدود ہیں نہ کہ لامحدود۔ جس طرح انسان ایک دائرہ تک ہاتھ چلا سکتا ہے اس سے زائد نہیں، اسی طرح اسکے اختیار کی قوت بھی محدود ہے۔ انسان کچھ مجبور ہوتا ہے کچھ مختار۔ اس نے پوچھا کتنا مجبور ہے کتنا مختار؟ آپؑ نے فرمایا دائیں ٹانگ اوپر کرلو، اس نے دائیں ٹانگ اوپر کر لی۔ فرمایا اب یہ اوپر رہنے دو اور دوسری بھی اوپر کرلو۔ اس نے کہا یہ تو نہیں اوپر اٹھتی فرمایا بس اتنے تم مجبور ہوا تھے تم مختار۔ تو جب خارجیوں نے شور مچایا کہ فیصلہ قرآن سے کرو۔ تو حضرت علیؑ نے قرآن پاک منگوایا اور سامنے رکھ لیا۔ اور رکھ کر تین دفعہ فرمایا۔ اے خدا کے قرآن فیصلہ سنا دے کہ میں سچا ہوں یا خارجی۔ دوسری اور تیسری دفعہ پھر فرمایا۔ اس پر خارجی خود ہی بول اٹھے کہ یہ تو بولتا نہیں یہ کیا فیصلہ سنائے گا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب قرآن خود نہیں بولتا تو اسے کوئی عالم ہی بلوائے گا۔ اور وہ اس کا مطلب سمجھائے گا اور فرمایا ہم نے قرآن پاک اس پیغمبر ﷺ سے پڑھا ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور تم کہتے ہو کہ تمہیں قرآن نہیں آتا۔ حالانکہ ہم قرآن پاک کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی پاک ﷺ سے سمجھا ہوا ہے اور تم کہتے ہو قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ مطلب ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کا جو مطلب تم بیان کرتے ہو وہ اس مطلب کے خلاف ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ نے بیان فرمایا۔

تو جو عادت خارجیوں کی تھی وہی آج کل ممتیوں کی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم جو قرآن کا معنی اور مطلب بیان کرتے ہیں وہی صحیح ہے۔ اگرچہ وہ نبی علیہ السلام، صحابہ کرام، جمہور مفسرین کے بیان کردہ معنی اور مطلب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر حضرت کا ایک واقعہ یاد آیا۔

واقعہ

حضرت اذکار دہائیؒ نے فرمایا کہ جب میں شعبان میں کراچی پڑھانے کے لئے جاتا ہوں، تین جگہ پڑھاتا ہوں ان میں سے ایک لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے۔ مجھے ایک دن وہاں کے مہتمم صاحب نے کہا میری بیوی نے چٹ لکھی ہے کہ نئی لڑکی آج پڑھنے کے لئے آئی ہے اور وہ وفاق المدارس میں اول آئی ہے لیکن ہے وہ مماتی۔ وہ کہتی ہے، میں مسئلہ حیات النبی ﷺ سمجھنا چاہتی ہوں آپ ذرا آج اس مسئلہ کو بیان فرمادیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جلالین شریف کھول کر سامنے رکھ لیں اور آیت النکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم نکال لیں۔ پھر جب میں نے کہا کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک کافر عبداللہ زبیری آٹھ دس آدمیوں کا وفد لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہا یہ آیت جو نازل ہوئی اس کا صاف مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوزخی ہیں، چونکہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا ہے، عزیر علیہ السلام بھی دوزخی ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔

اور فرشتے سارے دوزخی ہیں، کیونکہ عرب کا ایک قبیلہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اسی وجہ سے پردے میں رہتی ہیں نظر نہیں آتیں۔ تو جب عزیرؑ، عیسیٰؑ اور سارے فرشتے دوزخ میں چلے جائیں گے، تو اگر ہمارے سارے پتھر کے معبود دوزخ میں چلے جائیں تو یہ سودا بھی ہمیں مہنگا نظر نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے بڑا مذاق اڑایا، تالیاں بھی بجانیں۔ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جواب خود ارشاد فرمانے سے پہلے وحی کا انتظار فرماتے کہ شاید من جانب اللہ کوئی جواب آجائے۔ اس لئے آپ ﷺ خاموش رہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لا جواب ہو گئے ہیں۔ اس پر وہ شور مچانا شروع ہو گئے تو ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الدین سبقت لہم منا الحسنی کہ یہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں۔ پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنے کا کام عبداللہ زبیری

نے کیا۔ اگرچہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام جمیعت اشاعت التوحید والسنہ یا کمیٹی عثمانی کی طرح حزب اللہ نہیں رکھا۔ لیکن یہ اصول جمیعت اشاعت التوحید والسنہ اور کمیٹی عثمانی کو وہی دے کر گیا ہے کہ جنوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔

اب وہ لڑکی پر دے میں بیٹھی تھی ایک مرتبہ اس کی چیخ نکل گئی۔ کہنے لگی آپ نے بہت سخت بات فرمائی ہے، میں نے کہا بات اگرچہ سخت ہے لیکن ہے سچی۔ چنانچہ وہ سارا درس ریکارڈ کر کے لے گئی، اگلے دن وہ واپس آئی تو اس نے ایک بہت بڑی چٹھی لکھ کر دیدی کہ میں آپ کا ٹیپ کیا ہوا سبق وہاں لے کر گئی تھی انہوں نے اسے سنا اور کہا ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ امین بالکل ان پڑھا آدمی ہے، اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ ماغیر ذوی العقول کے لئے اور من ذوی العقول کے لئے آتا ہے، جب عبد اللہ زبیری نے یہ اعتراض کیا تو حضرت پاک ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اپنی زبان عربی نہیں آتی۔ تجھے یہ پتا نہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ ما ہے۔ جو غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے نہ کہ من جو کہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ آیت کریمہ انکم وما تعبدون ہے نہ کہ انکم ومن تعبدون۔ چنانچہ وہ لکھوا کر لائی۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ جو بات ہے کہ ماغیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے، لا آثر له عند المحدثین اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں۔ (ح ۲) میں نے کہا اسے جا کر بتا دینا اور تمہارے علماء کو اور تمہیں یہ بات نہیں آتی ایک ان پڑھ کو آتی ہے۔ پھر میں نے کہا التوضیح والتلویح اور نور الانوار کھولیں ان میں یہی ہے کہ من ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور ما عام ہے، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال

(ح ۲). وللمحدثین فی هذا الحدیث کلام حتی قالوا انه

موضوع کذا قال بحر العلوم وفی التیسیر انه شیء لا یعرف ولا

اصل له وقال العسقلانی لا اصل له من طریق ثابتة ولا واهية کذا

قال علی القاری.

(حاشیہ نور الانوار ص ۲۰۸)

ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے یسبح لله ما فی السموت وما فی الارض اب یہاں لفظ نما ہے حالانکہ سب لکھتے ہیں کہ ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں اور ارواح بھی شامل ہیں۔ اور وہ سارے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں حالانکہ ملائکہ ذوی العقول ہیں اور نما ان کو شامل ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ انہوں نے جو لکھا ہے کہ من ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور خاص ہے۔ تو یہ جو تم دن رات پڑھتے ہو وما انت بمسمع من فی القبور تو اس میں من آیا ہے۔ تو قبروں والے سارے عقل مند ثابت ہو گئے۔ اب جب اس نے یہ درس بھی ان کو سنایا تو انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی اور وہاں سے نکال دیا اور کہا کہ آئندہ یہاں نہ آتا۔

تو بہر حال ان لوگوں نے اس طرح کی باتیں بچوں کے ذہن میں بٹھائی ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے علامۃ الدھر ہو گئے ہیں، باقی ساری دنیا ان پڑھ ہے۔ صحابہؓ نے جو تفسیریں کی ہیں ان کو بھی عربی نہیں آتی تھی، تابعین جو تفسیریں کرتے تھے انہیں بھی عربی نہیں آتی تھی۔ عربی صرف ہم مہماتوں کو آتی ہے اور کسی کو نہیں آتی۔ تو ایک تو انہوں نے موت کا معنی بگاڑ دیا ہے۔ اور بگاڑنے سے مقصود وہی تھا کہ انہوں نے بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔ اس لئے کہ موت کا آدھا معنی یعنی روح جسم سے نکل جائے اور جسم کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو اس کو بیان کرتے ہیں اور آدھا یعنی روح جسم میں آئے ہی نہ۔ اس کو بیان نہیں کرتے۔

اب جب مسئلہ ایک طرف سے شروع کیا جائیگا عام فہم ہوگا۔ دیکھیے پہلے موت تھی۔ قرآن پاک میں آیا ہے

کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیا کم

پھر اللہ نے حیات عطا فرمادی۔ اب جو پچیس سال قبل پیدا ہوا اسکی یہ حیات پچیس سال ہے۔ اور جو پندرہ سال قبل پیدا ہوا اسکی حیات پندرہ سال ہے۔ حالانکہ اس سے قبل ہزاروں سال موت پر گذر گئے۔ لیکن اب میری اور آپکی حیات کی بات ہونی چاہیے نہ کہ موت کی جو کہ ہزاروں سال گذر چکی۔ اب اس وقت ہم اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ کوئی مماتی بھی اپنے آپ کو مردہ

نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر میں کہوں کہ قرآن پاک سے ثابت کرتا ہوں کہ تم مردہ ہو

کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا

قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو۔ اس پر آپ کہیں گے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آیت برحق ہے، لیکن اس میں پہلی حالت کا ذکر ہے جب ہم مردہ تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں حیات عطاء فرمادی ہے۔ تو جس طرح اس موت کے بعد حیات ہے، اسی طرح اگلی موت کے بعد بھی حیات ہے۔ اور آیت کریمہ

انک میت و انہم میتون

کا اس حیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جب موت آگئی، خواہ ایک لمحہ کے لئے آئی تو کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اسی طرح انک میت و انہم میتون والا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ لیکن جس طرح اس پہلی موت کے بعد (جو کنتم امواتا میں مذکور ہے) یہ حیات مل گئی تھی، اسی طرح اس موت کے بعد امام الانبیاء علیہ السلام کی حیات چودہ سو سال سے آرہی ہے۔ قرآن پاک میں کل نفس ذائقۃ الموت اور ذائقۃ چکھنے کو کہتے ہیں اور کسی چیز کو کئی سال تک نہیں چکھا جاتا، بلکہ ایک یا دو لمحہ میں چیز چکھ لی جاتی ہے۔ اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے جو چکھنا ہے۔ اس کے بعد حالت بدل جاتی ہے، نیز موت ایک آنی چیز ہے جیسے آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تھے تو آپ کا کمرے میں آنے کا فعل پایا گیا، اب آپ بیٹھے سبق پڑھ رہے ہیں اور وہ آنے کا فعل ختم ہو چکا ہے۔ اور اگلا فعل یعنی بیٹھنا اور سبق پڑھنا یہ شروع ہو گیا ہے۔ تو اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے کوئی لمبی چیز نہیں۔ اب جب اس کے بعد حیات مل چکی ہے۔ اب اس جگہ انک میت و انہم میتون پڑھنا یہ ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے میں آپ پر پڑھوں کنتم امواتا، کنتم امواتا، کنتم امواتا۔ آپ اس پر کہیں گے کہ آیت کریمہ بالکل برحق ہے، لیکن اس کا تعلق اس زمانے سے ہے جب ہمیں حیات نہیں ملی تھی، اس زمانے سے تعلق نہیں۔ اب ان منکرین حیات انبیاء کو یہی ایک آیت مبارکہ یاد ہے۔ اور موقع خواہ ہو یا نہ ہو اسی کو پڑھ دیتے

ہیں۔ حالانکہ اس کا اصل بحث سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ہم موت کے بعد حیات کو ماننے ہیں۔ حضرت اس مقام پر ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔

لطیفہ

ایک دن ایک باباجی استنجا خانے میں بیٹھے اونچی اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہے تھے، طالب علم باہر انتظار میں کھڑے ہیں کہ باباجی کب نکلتے ہیں، لیکر باباجی نکلنے کا نام ہی نہ لیں، اور پڑھ کیا رہے تھے؟

اللهم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار

اب جب طلباء نے یہ آواز سنی تو بڑے حیران ہوئے کہ باباجی شاید اندر ہی وضو کرنا شروع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں پتا تھا کہ یہ دعا تو ناک میں پانی ڈالنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جب باباجی فارغ ہو کر باہر تشریف لائے، تو طلباء نے پوچھا باباجی آپ نے وضو بھی کر لیا ہے؟ باباجی غصے سے بولے وضو کہاں کیا میں نے تو استنجا کیا ہے۔ طلباء نے پوچھا کہ باباجی آپ نے بڑا استنجا کیا ہے یا چھوٹا۔ اس نے کہا بڑا، پوچھا کہ دعا کونسی پڑھی ہے؟ باباجی نے پھر دعا سنادی

اللهم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار

طلباء نے کہا باباجی آپ کو دعا تو یاد ہو گئی ہے، لیکن سوراخ بھول گیا ہے کہ کس سوراخ پر پڑھنی تھی۔ جس سوراخ پر دل کرتا ہے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، اب یہی حال ان مما تیوں کا ہے ان کو ایک آیت تو یاد ہو گئی ہے۔ انک میت وانهم میتون۔ لیکن اس آیت کا موقع محل بھول گیا ہے کہ کس موقع پر اس آیت کو پڑھنا ہے، جہاں ان کا دل کرتا ہے خواہ محل ہو یا نہ ہو باباجی کی طرح اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کو ایک آیت تو یاد ہو چکی ہے، اس کا معنی بھی ان بے چاروں کو آجائے تاکہ اس آیت کو بے موقع محل استعمال نہ کریں۔

قبر کا معنی

قبر کا معنی بھی ان حضرات نے تبدیل کر لیا کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں، اس پر دلائل آگے آرہے ہیں کہ قبر اسی گڑھے کو کہتے ہیں کہ جو زمین میں ہے۔

روحانی

روحانی کا معنی بھی انہوں نے بگاڑا ہے، روحانی کا معنی یہ ہے کہ وہاں روح مقدم ہے جیسے اس حیات میں جسم مقدم ہے۔ یہاں کی حیات کو جسمانی کہنے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ جسم سے روح کا تعلق نہیں ہے بلکہ صرف اتنا سمجھا جاتا ہے کہ یہاں جسم مقدم ہے۔ اس طرح وہاں کی حیات کے روحانی ہونے کا یہ مطلب لینا کہ جسم بے جان ہے یہ غلط ہے بلکہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ البتہ تقدم چونکہ روح کو حاصل ہے عموماً حالات پہلے روح پر وارد ہوتے ہیں پھر روح کے واسطے سے جسم پر، اس لئے اس کو روحانی کہہ دیتے ہیں۔

برزخ

﴿حتى اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون

لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها

ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون﴾

(المؤمنون ع ۶..... ۲۳)

ترجمہ..... یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا

ہے اے رب میرے مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں نیک عمل کروں ان چیزوں میں جو

میں چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں یہ ایک بات ہوگی جس کو وہ کہنے والا ہوگا اور اس کے پیچھے

پردہ ہے اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے۔

برزخ کا معنی

برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ۔ انہی معنوں میں قرآن پاک میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے،

(۱) ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا

يَبْغِيَانِ﴾

ترجمہ..... ملا دیا دو دریاؤں کو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور ان کے درمیان پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔

(۲) ﴿هُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذَبٌ فَرَاتٍ

وَهَذَا مَلْحٌ اجاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَحْجُورًا﴾

ترجمہ..... اور وہ ذات جس نے دو دریاؤں کو ملایا یہ میٹھا ہے پیاس کو بجھانے والا اور یہ کھاری ہے جو اور پیاس کو بڑھاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ کر دیا اور بند بندھا ہوا ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں

البرزخ على ثلاثة اقسام، مكان و زمان و حال.

فالمكان من القبر الى عليين ومن القبر الى مسجين

اما الزمان فهو مدة بقاء الخلق فيه من اول من مات او

يموت من الجن والانس الى يوم يبعثون، واما الحال فاما

منعمة واما معذبة.

(الحاوی للفتاویٰ)

ترجمہ..... برزخ تین قسم پر ہے مکان، زمان اور حال۔ مکان قبر سے علیین

تک ہے، (نیک لوگوں کے لئے) اور قبر سے بحین تک ہے (برے لوگوں کے لئے)

اور زمان یہ وہ مدت ہے جتنی مدت مخلوق جنوں انسانوں میں سے جو مر چکی ہے اور مرے گی قیامت تک اس میں رہے گی۔ تو یہ زمانہ ان میں سے ہر ایک کے لئے زمانہ برزخ ہے۔ اور حال یاد رکھ میں ہوں گے یا سکھ میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ برزخ غیر محسوس پردے کو کہتے ہیں کہ وہ حالت ہمیں نظر بھی نہیں آتی وہاں کی حیات کو برزخی کہنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہم سے پردہ میں ہے۔ پھر یہ کہ یہ پردہ ہمارے اعتبار سے ہے، ﴿وَمِنْهُمْ بَرَزَخٌ﴾ فرمایا ہے ان کے لئے کوئی پردہ نہیں، جیسے پردہ والی عورت کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ سب کو دیکھ سکتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ کہ تمہیں شعور نہیں، یہ نہیں فرمایا لا شعرون کہ انہیں بھی اپنی حیات کا شعور نہیں۔ بلکہ انہیں پورا پورا شعور حاصل ہے۔ یہ تو تھا برزخ کا وہ معنی جو چودہ سو سال سے چلا آ رہا تھا، ایک برزخ کا معنی گجرات میں بیٹھ کر گھڑا گیا ہے کہ برزخی حیات کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں روح اور جسم کے درمیان پردہ حائل ہے۔ اب جہاں پہلی کتب میں برزخی کا لفظ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی ہے یا شہداء کی یا عام مردوں کی حیات برزخی ہے تو یہ اس کو لے کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی ہمارا عقیدہ مل گیا ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ ہے اور کچھ نہیں برزخ کا صرف اتنا مطلب ہے کہ ہم سے پوشیدہ ہے۔ بہت سارے حضرات جہاں برزخی کا ذکر کرتے ہیں وہیں جسمانی اور دنیوی کا بھی ذکر کرتے ہیں تو کیا وہ نا سمجھ تھے؟ کہ دوائی حالتوں کو جمع کر رہے ہیں جن میں آپس میں ٹکراؤ ہے۔ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اپنی بمثال شہرہ آفاق کتاب سیرت المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ

”تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں

مشغول ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں

ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔“

دو صفحے آگے لکھتے ہیں

”اسی طرح اس حیات برزخیہ میں بھی عبادت میں مشغول ہیں۔“

دیکھئے حضرت ”اس حیات کو برزخی بھی فرما رہے ہیں اور جسمانی بھی معلوم ہوا کہ ان

دونوں میں منافات نہیں ہے۔

مسئلہ عذاب و ثواب قبر میں یہ بات پہلے سمجھ لیں کہ اس میں ہمارا اہل سنت والجماعت کا

عقیدہ کیا ہے؟

عقیدہ اہل سنت والجماعت

میت اپنی قبر میں پھر زندہ ہوتی ہے اور عذاب قبر برحق ہے وہ اس جسم کو ہوتا ہے۔

معزلہ کا عقیدہ

میت قبر میں بے جان ہے اسے عذاب و ثواب قبر نہیں ہوتا۔

کرامیہ کا عقیدہ

میت قبر میں ہوتی تو بے جان ہے، لیکن عذاب و ثواب قبر ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت

میت قبر میں جب رکھی جاتی ہے تو روح کا جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے

اس جسم کو عذاب و ثواب ہوتا ہے خواہ یہ ریزہ ریزہ ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔

ہمیں اس عقیدے کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل مضامین سے بحث کرنی پڑے گی۔

نمبر ۱..... عذاب قبر ثابت ہے۔

نمبر ۲..... قبر کس کو کہتے ہیں۔

نمبر ۳..... روح کا اسی جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

نمبر ۴..... اس جسم کو ایک قسم کی حیات قبر میں حاصل ہو جاتی ہے۔

نمبر ۵..... عذاب قبر اسی بدن کو ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۱

عذاب قبر اور قرآن۔

قال الله تعالى: ولو ترى اذ الظلمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون.

ترجمہ۔

اور اگر تو دیکھ لے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف پھیلانے والے ہوں گے اور ان کو کہا جائے گا نکالو اپنی جانوں کو آج کے دن تم دردناک عذاب چکھو گے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں اس آیت پر باب باندھا ہے باب ما جاء في عذاب القبر وقول الله ولو ترى اذ الظلمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون. (ح ۳)

(ح ۳). و اخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس قال. آيتان

يُشَرُّهُمَا الْكَافِرُ عِنْدَ مَوْتِهِ ﴿وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُونَ﴾ اِلَى قَوْلِهِ ﴿تَسْتَكْبِرُونَ﴾

و اخرج ابن مردويه بسند ضعيف عن ابن عباس قال بينا

رسول الله ﷺ ذات يوم قاعدا، وتلا هذه الآية ﴿وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ

الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا اَيْدِيَهُمْ اَخْرِجُوا

اَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تَجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر کس کو کہتے ہیں۔ موت کے بارے میں تو بات آگئی

غیر الحق و کنتم عن آیاتہ تستکبرون ﴿ثم قال. والذی نفس محمد بیدہ ما من نفس تفارق الدنیا حتی تری مقعدها من الجنة والنار، ثم قال. اذا کان عند ذلک صف سماطان من الملائکة نظموا ما بین الخافقین کان وجوہہم الشمس فینظر الیہم ما یرى غیرہم، وان کنتم ترون أنه ینظر الیکم مع کل ملک منهم اکفان وحنوط، فاذا کان مؤمنا بشروہ بالجنة، وقالوا. اخرجی أیتہا النفس الطیبة الی رضوان اللہ و جنتہ فقد أعد اللہ لک من الکرامة ما هو خیر لک من الدنیا وما فیہا، فما یزالون یشرونہ و یحفون بہ فہم الطف و أراف من الوالدة بولدها، و یسلون روحہ من تحت کل ظفر و مفصل، و یموت الاول فالاول، و یرد کل عضو الاول فالاول، و یموت علیہ وان کنتم ترونہ شدیداً حتی تبلغ ذقنہ، فلہو أشد کرامة للخروج حینئذ من الولد حین ینخرج من الرحم، فیتدرہا کل ملک منهم ایہم یقبضہا، فیتولی قبضہا ملک الموت ثم تلا رسول اللہ ﷺ ﴿قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون﴾ (السجدة الآیة ۱۱) قال. فیتلقاها بأکفان بیض ثم یحتضنہا الیہ فہو أشد لها لزوماً من المرأة لو لدها، ثم ینفوح لها فیہم ریح أطیب من المسک، یتباشرون بہا و یقولون. مرحبا بالریح الطیبة والروح الطیب، اللہم صل علیہ روحاً و صل علیہ

ہے، انہوں نے قبر کا معنی بھی بگاڑ دیا ہے۔ اب قرآن پاک نے قبر کے معنی کو واضح کر دیا ہے۔

جسدا خرجت منه فيصعدون بها، والله خلق في الهواء لا يعلم
عدتهم الا هو، فيفوح لها فيهم ريح اطيب من المسك،
فيصلون عليها ويتباشرون بها ويفتح لها ابواب السماء،
ويصلى عليها كل ملك في كل سماء تمر به حتى توقف بين
يدي الملك الجبار، فيقول الجبار عز وجل، مرحبا بالنفس
الطيبة و بجسد خرجت منه، و اذا قال الرب عز وجل للشيء،
مرحبا. رحب له كل شيء و ذهب عنه كل ضيق، ثم يقول .
اذهبوا بهذه الى النفس الطيبة فادخلوها الجنة، و اروها مقعدها،
و اعرضوا عليها ما اعد لها من النعيم والكرامة، ثم اهبطوا بها
الى الارض فاني قضيت انى منها خلقتهم وفيها اعيدهم ومنها
اخرجهم تارة اخرى، فوالذي نفس محمد بيده هي اشد كراهة
للخروج منها حين كانت تخرج من الجسد، وتقول . اين
تذهبون بي الى ذلك الجسد الذي كنت فيه؟ فيقولون. انا
مامورون بهذا فلا بد لك منه. فيهبطون به على قدر فراغهم من
غسله و اكفائه، فيدخلون ذلك الروح بين الجسد و اكفائه،
فما خلق الله تعالى كلمة تكلم بها حميم ولا غير حميم الا وهو
يسمعها، الا أنه لا يؤذن له في المراجعة، فلو سمع اشد الناس له
حبا و من اعزهم كان عليه يقول. على رسلكم ما يعجلكم و اذن
له في الكلام للعه، وانه يسمع خفق نعالهم ونفض ايديهم اذا

کیونکہ امام بخاریؒ کے زمانے میں عذاب قبر کا انکار کرنے والے تو تھے، لیکن قبر کا انکار کرنے

ولوا عنه.

ثم يأتيه عند ذلك ملكان فظان غليظان بسميان منكرا
ونكيرا ومعهما عصا من حديد لو اجتمع عليها الجن والانس ما
اقلوها وهي عليهما يسير، فيقولان له . اعد باذن الله ، فاذا هو
مستوقاعد فينظر عند ذلك الى خلق كرية فظيع ينسبه ما كان
راى عند موته فيقولان له من ربك؟ فيقول . الله فيقولان .
فما دينك؟ فيقول . الاسلام . ثم ينتهرانه عند ذلك انتهارة
شديدة ، ثم يقولان . فمن نبيك؟ فيقول . محمد ﷺ و يعرق
عند ذلك عرقا يتل ما تحته من التراب، و يصير ذلك العرق
أطيب من ريح المسك، و ينادى عند ذلك من السماء نداء
خفيا صدق عبدي فلينفعه صدقه، ثم يفسح له في قبره مد
بصره، و يتبدله فيه الزبحان، و يستر بالحرير ، فان كان معه من
القرآن شيء كفاه نوره، وان لم يكن معه جعل له نور مثل
الشمس في قبره، و يفتح له أبواب و كرى الى الجنة فينظر الى
مقعده منها مما كان عاين حين صعد به، ثم يقال . ثم قرير العين
، فما نومه ذلك الى يوم يقوم الا كنومة ينامها أحدكم شهية لم
يرو منها، يقوم وهم يمسح عينه، فكذلك نومه فيه الى يوم
القيامة.

وان كان غير ذلك اذا نزل به ملك الموت صف له

والے نہیں تھے۔ اس لئے انہیں (امام بخاریؒ کو) وہ آیات جو قبر کے بارے میں ہیں لکھنے کی

سماطان من الملائكة نظموا ما بين الخافقين ، فيخطف بصره اليهم ما يرى غيرهم ، وان كنتم ترون أنه ينظر اليكم ويشدد عليه ، وان كنتم ترون أنه يهون عليه فيلعنونه ، ويقولون . اخرجي أيتها النفس النجيسة فقد أعد الله لك من النكال و النقمة والعذاب كذا و كذا ساء ما قدمت لنفسك ، ولا يزالون يستلونها في غضب و تعب و غلظ و شدة من كل ظفر و عضو ، ويموت الأول فالأول ، و تنشط نفسه كما يصنع السفود ذو الشعب بالصوف حتى تقع الروح في ذقنه ، فلهي أشد كراهية للخروج من الولد حين يخرج من الرحم مع ما يبشرونه بأنواع النكال والعذاب حتى تبلغ ذقنه ، فليس منهم ملك الا وهو يتحائم كراهية له ، فيتولى قبضها ملك الموت الذي وكل بها فيلقاها ، أحسبه قال . بقطعة من بجاد انتن ما خلق الله و أخشنه ، فيلقى فيها و يفروح لها ربح أنتن ما خلق الله و يسد ملك الموت منخريه و يسدون آنافهم و يقولون . اللهم عنها من روح والعنه جسدا خرجت منه ، فاذا صعد بها غلقت أبواب السماء دونها ، فيرسلها ملك الموت في الهواء حتى اذا دنت من الارض انحدر مسرعا في الرها ، فيقبضها بحديدة معه يفعل بها ذلك ثلاث مرات ، ثم تلا رسول الله ﷺ و من يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير أو تهوى به الريح في مكان سحيق ﴿ (الحج الآية ٣١) والسحيق البعيد . ثم ينتهي

ضرورت نہیں تھی۔ وہ کچھ میں عرض کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کتنا واضح کر دیا ہے، فرمایا قتل

بہا فتوقف بین یدی الملک الجبار ليقول . لا مرحبا بالنفس
الخبیثة ولا بجسد خرجت منه ، ثم يقول . انطلقوا بها الى جهنم
فاروها مقعدها منها واعرضوا عليها ما اعددت لها من العذاب
والنقمة والنكال.

ثم يقول الرب . اهبطوا بها الى الارض فالى قضيت انى
منها خلقتهم وفيها اعيدهم ومنها اخرجهم تارة اخرى . فيهبطون
بها على قدر فراغهم منها ، فيدخلون ذلك الروح بين جسده و
أكفانه ، فما خلق الله حميما ولا غير حميم من كلمة يتكلم بها
الا وهو يسمعها الا انه لا يؤذن له فى المراجعة ، فلو سمع اعز
الناس عليه واحبهم اليه يقول . اخرجوا به وعجلوا وأذن له فى
المراجعة للعنه . وود أنه ترك كما هو لا يبلغ به حفرة الى يوم
القيامة.

فاذا دخل قبره جائه ملكان اسودان ازرقان لظان غليظان
، ومعهما مرزبة من حديد وسلاسل و أغلال و مقامع الحديد ،
فيقولان له اقع باذن الله . فاذا هو مستوقا عدا سقطت عنه
أكفانه ، ويرى عند ذلك خلقا فظيما ينسى به ما رأى قبل
ذلك ، فيقولان له ، من ربك ؟ فيقول . أنت . فيفزعان عند
ذلك فزعة ، و يقبضان و يضربانه ضربة بمطرقة الحديد فلا
يبقى منه عضو الا وقع على حدة ، فيصبح عند ذلك صيحة فما

الانسان ما كفره ماراجائے انسان کتنا شکر ہے۔ یہ انسان اسی جسم والا ہے یا خواب و خیال

خلق الله من شيء ملك أو غيره الا يسمعها الا الجن والانس ،
 فيلعنونه عند ذلك لعنة واحدة وهو قوله ﴿اولئك يلعنهم الله و
 يلعنهم اللاعنون﴾ (البقرة الآية ١٥٩) والذي نفس محمد بيده
 لو اجتمع على مطرقتهما الجن والانس ما أقلوها وهي عليهما
 يسير، ثم يقولان عد باذن الله ، فاذا هو مستوقاعد فيقولان . من
 ربك ؟ فيقول . لا أدري . فيقولان . فمن نبيك ؟ فيقول .
 سمعت الناس يقولون محمدا . فيقولان . فما تقول أنت ؟ فيقول
 . لا ادري . فيقولان . لا دريت . ويعرق عند ذلك عرقا يتل ما
 تحته من التراب، فلهو اتن من الجيفة فيكم، ويضيق عليه قبره
 حتى تختلف أضلاعه فيقولان له . نم نومة المسهر . فلا يزال
 حيات و عقارب أمثال أنياب البخت من النار ينهشنه، ثم يفتح له
 بابه فيرى مقعده من النار، و تهب عليه ارواحها و مومها، و
 تلفح وجهه النار غدوا و عشيا الى يوم القيامة“.

(الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال

الدين السيوطي رحمه الله (ت ٥٩١ هـ)

(وانملائكة باسطوا ايديهم) في محل نصب . اي

والحال ان الملائكة باسطوا ايديهم لقبض ارواح الكفار، وقيل

للعذاب وفي ايديهم مطارق الحديد ، ومثله قوله تعالى . ولو

تري اذ يتوفى الدين كفروا الملائكة يضربون وجوههم و

کے جسم والا؟ اسی جسم والا ہے اور ناشکریاں بھی اسی جسم سے کرتا ہے۔ من ای شی خلقه۔ اللہ

ادبارہم۔ قوله (أخرجوا انفسکم) ای قائلین لهم
أخرجوا انفسکم من هذه الغمرات التي وقعتم فیها، أو أخرجوا
انفسکم من ایدینا وخلصوها من العذاب، أو أخرجوا انفسکم
من اجسادکم وسلموها الینا لنقبضها (اليوم تجزون عذاب
الهون) ای اليوم الذی نقبض فیہ ارواحکم، أو ارادوا بالیوم
الوقت الذی یعذبون فیہ الذی مبدؤه عذاب القبر۔

(فتح القدير تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی

المتوفی ۱۲۵۰ھج)

قال البخاری۔ باب ما جاء فی عذاب القبر، وقوله
تعالی۔ (اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائكة باسطوا
ایديهم أخرجوا انفسکم اليوم تجزون عذاب الهون)

الموضع السابق نفسه۔ ومراد البخاری اثبات عذاب
القبر، وأنه حق خلافا للخوارج وبعض المعتزلة كضرار بن
عمرو وبشر المريسی ومن والفهما۔ وخالفهم فی ذلك اکثر
المعتزلة وجميع اهل السنة وغيرهم، وأكثروا من الاحتجاج
له۔ والبخاری یبین بذلك أن عذاب القبر ثابت فی القرآن،
خلافا لمن رده وزعم أنه لم یرد ذكره الا فی اخبار الاحاد۔

وقد روى الطبری وابن ابی حاتم من طریق علی بن ابی
طلحة، عن ابن عباس فی قوله تعالی۔ (ولو ترى اذ الظالمون فی

نے کس شے سے پیدا کیا؟ من نطفة تو بوند سے یہ جسم بنا ہے یا خواب خیال والا جسم بنا ہے؟ یہی بنا ہے۔ خلقہ فقدرہ ماں کے پیٹ میں اسے بنایا اور اسے اندازے سے بنایا۔ دیکھو دونوں آنکھیں ایک جتنی ہیں یہ نہیں کہ ایک دس من کی آنکھ ہو اور ایک ڈیڑھ ماشہ کی، دونوں ہاتھ ایک جیسے بنائے پورے اندازے سے، دونوں ٹانگیں ایک جیسی بنائیں۔ تو ماں کے پیٹ میں اللہ نے جو جسم تیار فرمایا وہ یہ جسم ہے یا خواب و خیال والا؟ لہم السبیل یسرہ پھر ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا تو ماں کے پیٹ سے جو جسم پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے یا خواب و خیال والا؟

غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم قال. هذا عند الموت، والباط. الضرب، يضربون وجوههم وادبارهم. ويشهد له قوله تعالى في سورة الانفال. (فكيف اذا توفتهم الملائكة يضربون وجوههم وادبارهم) وهذا ان كان قبل الدفن فهو من جملة العذاب الواقع قبل يوم القيامة، وانما اضيف العذاب الى القبر لكون معظمه يقع فيه، ولكون الغالب على الموتى ان يقبروا، والا فالكافر ومن شاء الله تعذيبه من العصاة يعذبون بعد موتهم ولو لم يدفنوا (راجع الفتح ۳/۲۷۵) (جامع التفسير من كتب الاحاديث لخالد بن عبد القادر آل عقدة)

(اليوم) اي اليوم الذي تقبض فيه ارواحكم او ارادوا باليوم الوقت الذي يعذبون فيه الذي مبدؤه عذاب القبر. (فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن علي الحسين القنوجي البخاري)

ثم امانه فاقبره پھر موت دی۔ تو موت اس جسم کو آتی ہے یا خواب و خیال والے جسم کو؟ فاقبرہ پھر اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا ثم اذا شاء انشره پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو قبر سے اٹھالیں گے قیامت میں۔

اب دیکھو قرآن کی اس آیت میں ذرہ بھی شک نہیں کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں وہ جسم رکھا جائے گا جو ناشکریاں کرتا تھا، وہ جسم رکھا جائے گا جو بوند سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ میں بنایا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جس پر موت آئی، وہ جسم رکھا جائے گا جو قیامت کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ اب یہ سارا اسی جسم کا قصہ ہے یا نہیں؟ لیکن کیپٹن عثمانی تو خیر پڑھا ہوا نہیں تھا، اگرچہ اس نے پرائیویٹ وفاق کا امتحان دے دیا تھا، لیکن نیلوی صاحب سرگودھے والے وہ تو شیخ الحدیث، شیخ القرآن کہلاتے ہیں۔ عثمانی نے جب اس کا ترجمہ غلط کیا (فاقبرہ کا) اور اس کو قبر میں رکھا، حالانکہ سب ترجموں میں فاقبرہ کا ترجمہ ”اور اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا“ کیا ہے۔ چلو عثمانی تو ان پڑھ ہے کیا نیلوی بھی ان پڑھ ہے؟ دیکھیں نزل کا اور معنی ہے انزل کا اور معنی ہے اسی طرح فاقبرہ کا معنی ہے قبر میں رکھنے کا حکم دینا۔ اب جب اس نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ”اللہ نے قبر دی“ تو کہتے ہیں کہ اللہ نے تو یہ قبر نہیں کھودی وہ قبر اور ہے جو اللہ دیتا ہے۔ اور جو اللہ دیتا ہے وہ قبر ہے جسم مثالی۔ اب دیکھو اس نے قبر کا مطلب بگاڑ دیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں جہاں بھی قبر کا لفظ آتا ہے وہ اس قبر کے لئے آتا ہے جہاں میت رکھی جاتی ہے، لا نقم علی قبرہ کوئی بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کرنا کہ حضور ﷺ منافق کا جنازہ پڑھنے ساتوں زمینوں کے نیچے بحین میں پہنچ گئے تھے۔ معاذ اللہ کوئی یہ نہیں کہتا۔

حضرت ﷺ نے فرمایا قبروں کو پختہ نہ بناؤ، تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ حضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تھی کہ پندرہ بیس ترک بحری کے علیین بحین میں پہنچ گئے ہیں اس کو پختہ کیا جا رہا ہے اور حضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اس کو پختہ نہ کرنا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کو سجدہ نہ کرو تو کوئی یہ

نہیں کہتا کہ لوگ علیین میں جا کر علیین کو سجدے کرتے تھے۔ اسی قبر کو کرتے تھے۔

نمبر ۲..... حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تقم علی قبرہ ۸۴/۹ منافق کی قبر پر کھڑا نہ

ہوتا۔

نبی اقدس ﷺ عبداللہ بن ابی کی اس قبر پر کھڑے ہوئے تھے یا کھڑا ہونے کے لئے علیین یا بحین گئے تھے۔

نمبر ۳..... وما انت بمسمع من فی القبور ۲۲/۳۵ میں یہی قبر مراد ہے یا علیین یا بحین۔ اگر علیین یا بحین مراد ہے تو ان قبروں پر کیوں فٹ کرتے ہیں۔

نمبر ۴..... افلا یعلم اذا بعث ما فی القبور ۹۹/۱۰۰ کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

نمبر ۵..... وان اللہ یبعث من فی القبور ۷/۲۲ اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

نمبر ۶..... کما ینس الکفار من اصحاب القبور ۱۳/۶۰ جیسا کہ کفار یعنی قبروں والوں سے مایوس ہیں (دنیا کی طرف لوٹنے سے)۔

نمبر ۷..... واذا القبور بعثت ۸۲/۱۴ اور جب قبریں اکھٹری جائیں گی۔

نمبر ۸..... حتی زدتم المقابر ۱۰۲/۲ حتی کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔

اب یہ لوگ کونسی قبریں گننے گئے تھے؟ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ دو قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا، ایک کہتا تھا ہمارے بہادر زیادہ ہیں، دوسرا کہتا تھا ہمارے زیادہ ہیں۔ تو کسی نے کہا لڑنے کی کیا بات ہے گن کر دیکھ لو۔ اب جب گننے گئے تو ایک قبیلے کے کم نکلے دوسرے کے زیادہ نکلے۔ لیکن جس کے کم نکلے وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھا، اس نے کہا نہیں فلاں لڑائی میں ہمارے آدمی زیادہ مرے تھے قبریں بھی جا کر گنو، تو وہ یہی قبریں گننے گئے تھے یا بحین میں گئے تھے؟ یقیناً یہی قبریں گننے گئے تھے۔

قبر احادیث کی روشنی میں

نمبر ۱.....

عن انس بن مالک قال مر النبی ﷺ بامرأة تبکی عند قبر فقال اتقی الله واصبری.

(بخاری ص ۱۷۱ ج ۱)

ترجمہ..... حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ کیا نبی اقدس ﷺ نے اس عورت کو علیین یا بحین میں روتے دیکھا تھا؟ وہ عورت علیین یا بحین میں رو رہی تھی یا اس زمین پر؟ یقیناً اس زمین پر رو رہی تھی۔ تو اس گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جو زمین میں ہوتا ہے۔

نمبر ۲.....

عن انس بن مالک قال شہدنا بنتا لرسول الله ﷺ قال ورسول الله ﷺ جالس على القبر قال فرأيت عينيه تدمعان قال فقال هل منكم رجل لم يقارف الليلة فقال ابو طلحة انا قال فانزل قال فنزل في قبرها.

(بخاری ص ۱۷۳ ج ۱)

ترجمہ..... حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وفات پر حاضر ہوئے در آنحالیکہ رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے تھے پس میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ رہی تھیں فرماتے ہیں کہ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو رات عورت کے پاس نہ گیا ہو پس ابو طلحہ نے عرض

کیا میں ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اتر جا پس ابو طلحہؓ کی قبر میں اتر گئے۔

کیا حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ کو علیین میں قبر پر دیکھا تھا؟

کیا ابو طلحہؓ علیین پہنچے ہوئے تھے۔

کیا حضرت انسؓ بھی علیین پہنچے ہوئے تھے؟

اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ قبر وہی گڑھا ہے جو اس زمین پر ہے اور جہاں میت دفن کی جاتی

ہے۔

پھر جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ قبر کیا

آپ ﷺ نے اعلیٰ علیین میں پائی تھی یا اسی زمین کے ایک سرخ ٹیلے کے پاس آپ نے اس کا

مشاہدہ کیا تھا؟

مررت علی موسیٰ لیلة اسریٰ ہی عند الکثیر

الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره.

(سنن کبریٰ جلد ۳ ص ۲۴۸)

ترجمہ..... جس رات مجھے معراج کی سیر کرائی گئی میرا قبر موسیٰ پر گذر ہوا وہ

سرخ ٹیلے کے پاس تھی میں نے آپ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے پایا۔

ہم یہ کیسے مان لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسد اصلی تو قبر میں صرف محفوظ پڑا تھا اور

اس پر ایک مثالی جسد کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ ہمیں ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو اس قسم کا عقیدہ رکھ کر

خود بھی بھٹکے اور اوروں کو بھی بھٹکارہے ہیں اللہ ان پر رحم کرے۔

آپ ﷺ نے ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا ہے

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور و المتخلین

علیہا المساجد و السرج. (رواہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

ترجمہ..... رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر گھومنے والی عورتوں اور وہاں جائے

عبادت بنائو اے مردوں اور ان پر دیئے جلائوالوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے

ثم قام علی قبری فقال یا محمد لا جینہ۔

(مجمع الزوائد ص ۲۱۱ ج ۱، الخصال الکبریٰ ص ۴۹۰ باب حیاتہ فی قبرہ وصلوۃ فیہ)

ترجمہ..... حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر (سلام

کے لئے) ٹھہرے اور سلام کیا تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا۔

حضور ﷺ جب یہ حدیث فرما رہے تھے تو آپ قبر کے کہہ رہے تھے؟

اللهم لا تجعل قبری وثنا یصلی الیہ فانه اشتد

غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجدا۔

(المصنف لعبد الرزاق ج ۱ ص ۴۰۶ و نحوه فی جلد ۸

ص ۴۶۴)

ترجمہ..... اے اللہ میری قبر کو معبود نہ بننے دینا جس کی طرف لوگ سجدے

کریں، اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑکا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت

بنالیا۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا تو آپ ﷺ کے ذہن میں قبر کے کیا معنی تھے؟

الارض کلها مسجد الا القبر والحمام۔ (المصنف

ج ۱ ص ۴۵)

ترجمہ..... کل صفحہ زمین (میرے دین میں) مسجد ہے سوائے قبر اور حمام

(جائے غسل) کے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا

اذا وضعت موتا کم فی قبورهم فقولوا بسم الله وعلى

ملة رسول الله. (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۶۶)

ترجمہ..... جب تم اپنی میتوں کو قبروں میں رکھو تو یہ کہہ کر رکھو بسم الله

وعلى ملة رسول الله.

بھلا کیا اس کا مطلب یہ لیا جاسکتا کہ تم اپنی میتوں کو لے کر اعلیٰ علیین پہنچا کرو کیونکہ قبر تو

اس جگہ میں ہے۔ یہاں کے ان گڑھوں کو تو قبر نہیں کہا جاتا؟۔ استغفر الله.

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں قبریں کن جگہوں کو کہا

جاتا تھا؟ انہیں قبروں کو جو سامنے نظر آتی ہیں یہی گڑھے ہیں

لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها (جامع

ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵)

ترجمہ..... تم نہ قبروں پر بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کرو۔

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے

قاتل اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد. (صحیح

بخاری ج ۱ ص ۶۲ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ترجمہ..... اللہ یہود کو برباد کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ

گاہیں بنالیا۔

ایک شخص کو آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھے دیکھا تو ارشاد فرمایا

لا تؤذ صاحب القبر ولا يؤذیک. (رواہ الطحاوی

ج ۱ ص ۲۹۶)

ترجمہ..... تم اس قبر والے کو اذیت نہ دو نہ وہ تجھے نقصان دے۔

اب آپ ہی کہیں یہاں قبر سے مراد اگر یہ ظاہری قبر نہیں جسے مخالفین بار بار گڑھا کہہ

رہے ہیں تو اور اس سے کیا مراد ہے؟ کیا کوئی شخص اعلیٰ علیین میں کسی قبر کی بے ادبی یا ایذا رسانی

کے لئے جاسکتا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان هذه الامة تبلى في قبورها فلو لا ان لا تدافنوا
للعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر. (صحیح مسلم
ج ۲ ص ۳۸۶)

ترجمہ..... یہ امت اپنی قبروں میں آزمائش سے گزرتی ہے، مجھے یہ ڈرنہ ہوتا
کہ تم اپنی مینوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر
کی یہ آوازیں سنا دے۔

جب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۶ کا باب ما بین
قبرہ ﷺ و منبرہ الفاظ حدیث جامع صغیر کے ایک نسخہ میں اس طرح ہیں
ما بین قبری و منبری روضة من ریاض الجنة
(بخاری ۱۰۹۰، ۹۷۵، ۲۵۳، ۱۵۹ متفق علیہ)

متواتر (السراج المنیر ج ۳ ص ۱۹۶)

ترجمہ..... جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے مابین ہے وہ جنت کے باغوں
میں سے ایک باغ ہے۔

تو اس میں قبر کس جگہ کو کہا گیا ہے؟ کیا یہ جگہ اعلیٰ علیین میں ہے یا یہیں مدینہ منورہ میں؟
پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے

یا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم وانتم سلفنا ونحن

بالآثر. (رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ ص ۱۵۲)

آپ نے قبرستان جا کر یہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔ کیا وہاں قبریں نہ تھیں؟ سوائے قبروں
کے پاس ہمیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا۔

آپ ﷺ نے اذخر گھاس کو کاٹنے کی اجازت دی تو فرمایا اس کی ضرورت ہے مگر کس

لئے؟

لقبورنا۔ ہماری قبروں کے لئے۔

(صحیح بخاری ص ۱۸۰ ج ۱)

یہاں قبور انہیں جگہوں کو کہا گیا جن میں میت اتاری جاتی ہے اور اسے اس میں دفن کیا

جاتا ہے نہ کسی پردے کے جہان کو۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها.

(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۳ کما فی مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

ترجمہ..... میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا، اب کے بعد

اجازت ہے تم انہیں دیکھنے جایا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

ان الميت اذا وضع فی قبره.

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

تو قبر سے یہاں کون سی جگہ مراد ہے؟ یہی جو نظر آتی ہے یا یہ کوئی اعلیٰ علیین کی جگہ کے

لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا

یہود تعذب فی قبورہا.

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

یہاں قبور کیا انہیں گڑھوں کو نہیں کہا گیا؟ کیا یہ کوئی عالم غیب کی جگہ تھی؟

ایک اور جگہ ارشاد ہے

عن ابن عمر مرفوعاً من حج فزار قبری بعد موتی

کان کمن زارنی فی حیاتی.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی مشکوٰۃ ص ۲۳۹)

ترجمہ..... جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی

ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔

یہ تشبیہ کے طور پر فرمایا گیا ہے جس پر ہر بات میں مشابہت ضروری نہیں۔ اور یہ اسی روضہ اطہر کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مدینہ منورہ میں واقع ہے، جہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے

من زار قبری کنت له شفیعاً (شفاء السقام ص ۲۸)

ترجمہ..... جو میری قبر کی زیارت کرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

آپ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا تو آپ نے قبر سے کون سی جگہ مراد لی؟

ان اولئک اذا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنوا

علی قبرہ مسجداً.

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ترجمہ..... ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا تو وہ اس کی قبر پر جائے

مہادت بنا دیتے۔

عن ابی ہریرۃ قال زار النبی ﷺ قبر امہ فبکی و

ابکی من حولہ فقال ﷺ استاذنت ربی فی ان استغفر لہا

فلم یؤذن لی واستاذنتہ فی ان ازور قبرہا فاذن لی فزوروا

القبور فانها تذکرکم الموت.

(مسلم ص ۳۱۴ ج ۲)

ترجمہ.....

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی پس آپ ﷺ رو پڑے اور اپنے ارد گرد والوں کو بھی رلا دیا پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت چاہی تھی پس مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اجازت چاہی کہ ان کی قبر کی زیارت کر لوں پس مجھے میرے رب نے اجازت دے دی پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ تم کو یہ موت یاد دلاتی ہے۔

اب نبی اقدس ﷺ کس قبر کی زیارت کے لئے گئے کیا علیین گئے تھے اور جو صحابہ ارد گرد کھڑے تھے وہ بھی کیا علیین پہنچے ہوئے تھے؟ یقیناً اسی زمین پر کھڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہی زمین والی قبر قبر ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق لیاہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر.

(مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی آگ کے شعلے پر بیٹھے اور وہ شعلہ اس کے کپڑوں کو جلا دے اور اس کے جسم تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس کے لئے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

اب یہ بیٹھنا اس زمین والی قبر پر ہوگا جس پر لوگ بیٹھتے ہیں یا علیین سجدین میں ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے

سمعت رسول اللہ ﷺ تسویتھا.

(مسلم ص ۳۱۲ ج ۲)

کہ نبی اقدس ﷺ نے قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا۔

کیا علیین میں جا کر یہ کام بجالایا جاتا ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ ان امرأۃ سوداء کانت تقم المسجد
او شابا فقدھا رسول اللہ ﷺ فسأل عنها او عنه فقالوا مات
قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانہم صغروا امرھا او امره
فقال دلونی علی قبره فاتوہ فصلی علیہا ثم قال ان ہذہ
القبور مملوۃ ظلمۃ علی اہلہا وان اللہ ینورھا لہم بصلاتی
علیہم.

(مسلم ص ۳۱۰ ج ۲)

ترجمہ.....

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت سیاہ رنگ والی یا ایک
نوجوان مسجد میں ٹھہرتا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے اسے نہ پایا تو اس کے بارے میں
صحابہ سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے
خبر کیوں نہ دی فرماتے ہیں کہ شاید لوگوں نے اس عورت یا نوجوان کے معاملہ کو معمولی
سمجھ کر اطلاع نہ دی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ پس آپ ﷺ
نے اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ
ان پر میری نماز کی وجہ سے ان قبروں کو نور فرمادیتے ہیں۔

کیا صحابہ رسول اللہ ﷺ کو علیین لے گئے تھے یا اس زمین والی قبر پر؟

تو قرآن پاک نے جہاں بھی قبر کا ذکر کیا ہے اسی قبر کا ذکر کیا ہے۔ احادیث آپ کے
سامنے ہیں محدثین نے جتنے بھی باب باندھے ہیں قبر کے بارے میں وہ مثلاً باب الصلوۃ علی

القبر۔ باب الدعاء علی القبر، باب الاستغفار علی القبر۔ باب الدفن فی القبر۔ وہ سارے اسی قبر کے بارے میں باندھے گئے ہیں۔ خود امام بخاریؒ نے تیرہ باب قبر پر باندھے ہیں۔ اسی قبر پر باندھے ہیں۔ فقہاء نے جتنے بھی مسائل قبر کے بارے میں لکھے ہیں وہ سارے اسی قبر کے لئے لکھے ہیں۔ وہ مسائل اسی قبر کے ہیں۔ سارے مسلمان اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔ حتیٰ کہ کافر بھی اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔

حتیٰ زرم المقابر کافروا کا قہ۔ ہے اور انہوں نے ان قبروں کو گنا تھا۔ کافر پھر بھی انسان ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ نجاست خور جانور کو، اسے بھی قبر کا پتہ ہے کیونکہ سب سے پہلے قبر کھودنے کا طریقہ اسی نے بتایا تھا۔ قرآن میں یبحث فی علیین آیا ہے یا یبحث فی سبعین؟۔ یبحث فی الارض آیا ہے۔ تو کوئے کو بھی پتہ ہے کہ قبر زمین میں ہوتی ہے۔ حضرت اقدس ﷺ کا پھر علیین میں جا کر بدکا تھا یا سبعین میں جا کر بدکا تھا یا نہیں؟ اس لئے جو اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے اولئک کمالا نعم بل ہم اصل وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اب قبر کے بارے میں قرآن کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ دعویٰ ہوتا ہے ہم قرآن کو مانتے ہیں، قبر کے مسئلے میں یہ بالکل قرآن کے منکر ہیں۔ احادیث متواترہ کے منکر ہیں، اجماع فقہاء کے منکر ہیں۔

ان کی قبر کہاں ہے؟

حضرت ادکارڈوئیؒ نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ ممتیوں کی قبر کہاں ہے؟ نہ تو ان کی قبر کا معاذ اللہ کو پتہ ہے، کیونکہ قرآن میں کہیں ان کی قبر کا ذکر نہیں۔ نہ اللہ کے نبی ﷺ کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے، کیونکہ احادیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ نہ فقہاء کو پتہ ہے، نہ پہلے کسی انسان کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ اب نہ یہ قرآن کو مانیں، نہ احادیث متواترہ کو مانیں، نہ اجماع فقہاء کو مانیں۔

حضرت ادکارڈوئیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آخر میں تنگ آمد بجنگ آمد ہو کر میں یہی کہتا ہوں کہ

میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں، کہ اے اللہ جو لوگ اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کو یہ قبر کبھی نصیب نہ کرنا۔ لیکن یہاں آمین صرف حیاتی کہتے ہیں مماتی کبھی بھی اس دعا پر آمین نہیں کہہ سکتے۔ مماتی بجائے آمین کہنے کے حیاتی کو کہتا ہے کہ تو ہمارے لئے بد دعا کرتا ہے۔ بھی بد دعا کوئی؟ تیری قبر تو یہ ہے ہی نہیں۔ اب دیکھئے قبر کے مسئلے میں یہ صاف طور پر قرآن کے منکر ہیں۔ اب آخری بات کیا ہوتی ہے کہ جی جن کو قبر نہیں ملی ان کو کہاں عذاب ہوگا؟ ہم کہتے ہیں جتنی بات طے ہوگئی اتنی تو لکھ دو۔ کہ جن کو ملی ہے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب یہ اگلی بات ہے کہ کس کو نہیں ملی قبر؟ تو کوئی ہمیں نظر نہیں آتا جس کو قبر نہ ملی ہو۔ ہر شخص کو قبر ملتی ہے جلدی طے یا دیر سے طے۔ کہتے ہیں جسے شیر کھا گیا؟ تو شیر کھا کر عرش پر تو نہیں چڑھ گیا، وہ بھی تو مر کر مٹی میں ہی گیا۔ جن کو کوڑے کھا گئے وہ بھی مر کر یہیں گئے۔ دیکھو قرآن پاک نے بات بالکل واضح کر دی ہے ان الله یبعث من فی القبور اور دوسری آیت میں صاف کر دیا منہا خلقنکم ولیہا نعیدکم و منہا نخرجکم صارة اخری کہ قبور سے مراد یہی زمین ہے، کسی آیت میں یہ نہیں آ رہا کہ قیامت کے دن کوئی ہوائی جہاز سے اتر کر آ رہا ہوگا (ضیاء الحق)، کوئی کوڑے کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا، کوئی چیل کے پیٹ سے نکل کر آ رہا ہوگا۔ قرآن نے ایک ہی بات بتائی ہے کہ سارے زمین سے نکل کر آ رہے ہوں گے۔ تو چونکہ عذاب و ثواب کا اکثر حصہ ہر شخص کو اسی زمین میں ہو رہا ہے، ورنہ عذاب و ثواب تو اسی وقت شروع ہو جاتا ہے قبر میں رکھنے کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ (اس عذاب و ثواب کا نام عذاب قبر اس لئے رکھتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ چونکہ قبر میں ہوتا ہے) جیسے نام شربت بنفشہ رکھتے ہیں حالانکہ اس میں اور چیزیں بھی ہوتی ہیں لیکن چونکہ اجزاء اس میں اور بھی ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ اجزاء میں سے غالب بنفشہ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام شربت بنفشہ رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ اس عذاب کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا۔ تو کون ہے جس کو قبر نہیں ملتی؟ آخر سارے پھر پھر اے اسی زمین میں چلے جاتے ہیں اور قرآن نے یہاں بتا دیا ہے کہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اور وضاحت کر دی کہ اس زمین سے

سارے اٹھائے جائیں گے۔ تو یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو قبر نہیں ملتی۔ قبر سب کو ملتی ہے دیر یا سوری تو ہو جاتی ہے لیکن ملتی سب کو ہے۔ دیکھو قبر کے مسئلے میں یہ قطعاً قرآن کے منکر ہیں۔ اب آگے پیچھے کہتے ہیں کہ ہم رحمۃ اللہ کو نہیں مانتے۔ اکابر کا نام انہوں نے رحمۃ اللہ رکھا ہوا ہے۔ یہ قسمت کی بات ہے ہماری قسمت میں رحمۃ اللہ ہیں، تمہاری قسمت میں لعنۃ اللہ ہیں۔ نہیں مانتے تو نہ مانو۔ یہ لوگ قرآن پاک کا غلط مطلب کریں گے۔ اب ہم ترجمہ پیش کریں گے، کہیں گے نہیں غلط ہے، قرآن، قرآن۔ اس کی حضرت اوکاڑویؒ عام فہم مثال دیا کرتے تھے۔

مہمتیوں کی مثال

ایک جگہ جماعت ہو رہی تھی سارے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، ایک آدمی اکیلا پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے ادھر جماعت والوں نے سلام پھیرا ادھر اس نے بھی سلام پھیر دیا۔ پہلے تو لوگوں نے آپس میں باتیں کیں کہ یہ اللہ کا بندہ مسجد میں آیا بھی اور جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔ جب جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے پڑھ لیتا۔ آخر ایک نے پوچھ ہی لیا کہ جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے کیوں نہ پڑھی؟ وہ کہنے لگا میں آپکی طرح قرآن کا منکر نہیں ہوں قرآن مانتا ہوں۔ قرآن..... قرآن..... پوچھنے لگا کہاں قرآن میں آیا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھو؟ اب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ تو کوئی قرآن والا آگیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے وار کھو مع الراکعین اس سے علماء امت ثابت کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ یہاں تو رکوع ہے جماعت کا لفظ ہی نہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ رکوع زکوٰۃ میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ مولوی کہتا ہے رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ حج میں ہوتا ہے؟ جواب ملتا ہے نہیں۔ وہ کہنے لگا رکوع ہوتا تو نماز میں ہی ہے، لیکن میں نے رکوع کا لفظ نہیں دیکھا۔ نماز کا لفظ دکھاؤ۔ اب مولوی صاحب نے کہا کہ اچھا تو دکھا تجھے کون سا لفظ مل گیا ہے جس میں اکیلے نماز پڑھنے کا حکم ہو اور یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی۔ اس نے کہا میں تمہاری طرح رکوع کا لفظ نہیں صلوة

(نماز) کا لفظ دکھاؤں گا۔ کہتا ہے ان الصلوٰۃ نہیٰ بے شک نماز اکیلے پڑھو تنہا پڑھو۔ لوگ حیران ہیں کہ کم بخت کو قرآن کا ترجمہ بھی صحیح نہیں آتا۔ اب لوگ اندر گئے مولوی صاحب نے مشکوٰۃ نکالی اور باجماعت نماز کی حدیثیں سنانے لگے۔ وہ کہنے لگا یہ ساری حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ جب قرآن نے کہہ دیا کہ نماز تنہا پڑھو، اب یہ ساری حدیثیں جن میں باجماعت نماز کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔

اب یہی طریقہ مماتوں کا ہے کہ ترجمہ خود گزلیں گے جب تم حدیثیں پڑھو گے تو کہیں گے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ اور یہی طریقہ قادیانیوں کا ہوتا ہے۔ آخر لوگوں نے سوچا کہ چلو اس کو ترجمہ ہی دکھائیں تو شاید مان جائے۔ اب کوئی شیخ الہند کا ترجمہ لے آیا، کوئی شاہ رفیع الدین کا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ عربی تو جانتے نہیں تھے، اب اردو ترجمہ آگیا ہے یہ لوگ پڑھ لیں گے اور مجھے جھوٹا کہیں گے، اب اس نے کہا اور شور مچایا کہ رکھ دو میں نے کتاب اللہ سے پڑھا ہے اور تم رحمت اللہ (یعنی اکابر جنکو رحمت اللہ علیہ کہا جاتا ہے) لے کر آ گئے ہو۔ اب لوگوں نے کہا یہ ”رحمۃ اللہ“ ”کلام اللہ“ کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ غلام اللہ کے خلاف ہیں، عنایت اللہ کے خلاف ہیں۔

اب دیکھیں یہ کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ نہیں مانتے، ہم کہتے ہیں کہ پھر لعنت اللہ مان لو۔ ہم تو فخر سے کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ کو مانتے ہیں۔ عسراط الذین النعمت علیہم جن کو اللہ نے سیدھے راستے پر چلایا ہے، جن پر رحمت اور انعام کیا ہے ہم ان لوگوں کو مانتے ہیں۔ ہم کو اس پر فخر ہے۔ تم نہیں مانتے تمہاری مرضی، تمہاری قسمت میں لعنت اللہ ہی ہوں گے۔ تو بات چل رہی تھی کہ قبر اس گڑھے کو ہی کہتے ہیں، دیکھئے رسول پاک ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر عبادت گاہیں بنانے والے مردوں اور دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے اب یہ عورتیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، کیا علین سحین میں زیارت کے لئے گئی تھیں یا دنیا کے قبرستان میں؟ اور ان میں مردوں سے مراد وہ مرد ہیں جو علین میں جا کر دیئے جلاتے ہیں یا

وہ مراد ہیں جو دنیا کی قبروں پر دیئے جلاتے ہیں؟ معلوم ہوا اس حدیث میں بھی قبر سے مراد وہی قبر ہے جن پر عورتیں جاسکتی ہیں، لوگ ان پر عبادت گاہیں بنا سکتے ہوں اور دیئے جلا سکتے ہوں۔ اور وہ یہی دنیا والی قبر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث اسی قبر کو قبر کہتے ہیں جس کو حیاتی قبر کہتے ہیں۔ مہماتوں کی قبر کا ذکر نہ قرآن میں کہیں ہے نہ حدیث میں۔

اب چونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اس لئے چونکہ اس قبر کو قبر کہنے میں جسم کو عذاب نہیں ہوتا، کیونکہ جسم کو عذاب ماننے میں ایک قسم کی حیات مانتی پڑتی ہے اس لئے یہ قبر کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا ہے باب ما جاء فی عذاب القبر تو امام بخاریؒ نے قبر کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی کیونکہ اس زمانے میں قبر کا انکار کرنے والے موجود نہیں تھے کہ انہیں وضاحت کرنی پڑتی۔ ہاں یہاں ایک اور بات یاد آئی کہ یہ لوگ آگے پیچھے (دوسرے اوقات میں) قرآن قرآن کرتے ہیں، لیکن جب ہم قبر والی ساری آیات قرآن سے پیش کرتے ہیں، حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے اشرف الجواب میں کہ یہ گڑھا قبر نہیں اور ایک مرتبہ دو آدمی آئے مولانا کا مدحی کی عقائد اسلام لے کر کہ یہ لکھا ہے کہ گڑھا قبر نہیں ہے۔ تو اس بات کو ذرا سمجھ لیں۔

قبر اور عالم قبر

ایک ہے قبر، ایک ہے عالم قبر۔ جس طرح ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب جو عرش تک ہے۔ تو یہ دونوں لفظ یعنی قبر اور عالم قبر علماء ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے میں استعمال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جس طرح جوں جوں گمراہ لوگ انکار کرتے ہیں تو علماء کو احتیاط کرنی پڑتی ہے، اس سے پہلے اجمال ہی چلتا رہتا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر آپ پہلے کی کوئی کتاب اٹھائیں آپ کو معراج کا ذکر مل جائے گا، کیونکہ اس وقت جسمانی معراج کا کوئی منکر نہیں تھا۔ سارے کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوئی ہے اس لئے علماء معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، آج لوگ جسمانی معراج کا انکار کرنے لگے اب اگر کوئی صرف اتنا

کہے کہ میں معراج مادی ہوں جسمانی کا لفظ نہ بولے ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ معراج کا قائل ہے تو جسمانی کا لفظ لگانے کی اب ضرورت پڑی کیونکہ جسمانی کے منکر دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور جس وقت تک یہ منکر نہیں تھے اس وقت تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں جسمانی کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب قید تو ہم نے لگائی ان کو مسئلہ سمجھانے کے لئے اب یہ کہتے ہیں کہ جسمانی کا لفظ قرآن میں دکھاؤ۔ حالانکہ اگرچہ جسمانی کا لفظ قرآن میں نہیں لیکن سیاق و سباق اور احادیث اور اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معراج جسمانی ہوا۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا کاندھلویؒ کے زمانے میں عالم قبر کا انکار کرنے والے تو تھے لیکن اس گڑھے کا انکار کرنے والے نہیں تھے، یہ لوگ تو اب پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے عالم قبر پر قبر کا لفظ استعمال کر دیا ہے۔ یہ دونوں عبارتیں یہاں نقل کر دی جاتی ہیں۔

مولانا کاندھلویؒ کا عقیدہ عین حق ہے جو سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ عقائد

اسلام کے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں

”مرنے کے بعد زمانہ صحت تک انسان عالم برزخ میں رہتا ہے، کما قال اللہ تعالیٰ ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون اور اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ (یعنی برزخ کو) اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے۔

عقیدہ اول۔ قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ (کیونکہ اس زمانے میں عالم برزخ کا انکار کرتے تھے) جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے مشابہ ہے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کے ذاتی اعمال تو منقطع ہو جائیں گے لیکن زندوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں سے اس کے گناہ

سحاف ہوں گے تو جب قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو پاک اور صاف اٹھے گا۔

اب یہاں یہ کہا ہے کہ گڑھا قبر نہیں عالم برزخ ہے۔

خود اگلے صفحے پر لکھتے ہیں

عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو بات پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال و جواب ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جس وقت خویش و اقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں تو کس قبر میں رکھتے ہیں وہ؟ اسی قبر میں رکھتے ہیں۔ اور اسی میں سوال ہوتے ہیں۔ مولانا لکھ رہے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس مرد یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ شخص محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس کی تصدیق کی۔ اب اسی کو حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں یثبت اللہ الدین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا۔ اب دیکھیں ان میں اور مولانا کا نہ حلوی میں کتنا فرق ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ قبر دنیا میں ہے اور حیات دنیوی نہیں، اگر دنیوی کہیں تو اس قبر میں حیات ماننی پڑے گی۔ اور مولانا قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ یہ سوال و جواب اور حیات اسی دنیا میں ہے یعنی اس دنیا والی قبر میں ہے۔ تو جب یہ قبر دنیا میں ہے تو عالم برزخ میں جسم دنیا میں اور روح کا تعلق علیین سبحین کے ساتھ بھی اور جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ تو دیکھو حضرت جسم کے عذاب و ثواب دونوں کو مان رہے ہیں اس کا انکار نہیں کر رہے۔

حضرت تھانویؒ کی کتاب ہے ”احکام اسلام عقل کی روشنی میں“ اس کے ص ۲۵۶ اور ۲۶۵

پر عذاب و ثواب قبر کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ

”قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھ یا سکھ میں ہوتا روح کے تابع ہوتا ہے اس

جگہ بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ۔ اور عالم قبر برزخ میں روح غالب اور ظاہر ہوگی

اور بدن پوشیدہ۔ اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے یعنی دکھ اور سکھ جب

روح کو پہنچے گا تو صاحب روح کے بدن پر بھی سرایت کرے گا۔“

مولانا بالکل واضح فرما رہے ہیں کہ سرایت کرتا ہے، عذاب کا جسم پر ظاہر ہونا ضروری نہیں۔ آگے لکھتے ہیں

”عالم برزخ میں بھی جسم اور روح کے لئے دکھ اور سکھ سونے والے کو پہنچتا ہے۔ روح اور جسم دونوں کو۔ وہ اس کی روح پر جاری ہوتا ہے اور اس میں بدن اس کے تابع ہوتا ہے، ایسے ہی عالم برزخ میں جسم اور روح کو دکھ سکھ کا طریق جاری ہے بلکہ اس خواب سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ اس عالم برزخ میں روح کا تعلق ظاہر ہونا بہت کامل ہے، اور روح کا تعلق بدن سے گوام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معلوم وجہ یہ بھی رہتا ہے۔ بدن سے اس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔“

یہ ساری بحث عذاب کی چل رہی ہے۔

تو ۲۰۵ پر کہتے ہیں

”اس طرح بلاشبہ مرنے کے بعد بھی اجزاء بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گونیکوں کی روحیں علیین میں اور بدوں کی سحین میں ہوتی ہیں، لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلادیں خواہ ڈوب جائے، ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالائے اذہم رہتا ہے۔ جس کی نظیر ایک تار برقی کی کافی ہے تار برقی کا تعلق کہاں سے کہاں تک رہتا ہے۔“

اب پاور ہاؤس کہاں ہے اور کہاں سے اس کا تعلق پہنچا ہے اور اس پچھے کے ساتھ بھی ہے اور اس پچھے کے ساتھ بھی ہے۔ یہ مثال دی ہے حضرت نے۔ مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کر سکتیں۔ ایسے ہی روح علیین سحین میں ہو تو بھی بدن کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔ حضرت تھانویؒ اور حضرت کاندھلویؒ بالکل جسم اور روح دونوں کے عذاب کے قائل ہیں البتہ فرق یہ کہ

رہے ہیں اور یہ فرق ہم بھی کرتے ہیں کہ یہاں جسم کو اولیت حاصل ہے اس لئے جسم کے ذریعے سے روح کو دکھ پہنچتا ہے۔ کسی کی روح کو ستانا ہو تو جسم پر لاٹھی ماریں گے۔ جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالیں گے۔ روح بھی ٹھنڈی ہو جائے گی۔ لیکن خواب میں روح پر پہلے حالات آتے ہیں جسم پر بعد میں مرتب ہوتے ہیں۔

ساری کاروائی روح کرتی رہی، آخر میں جسم ناپاک ہوتا ہے۔ پہلے ساری کاروائی روح نے کی اور جسم اس میں شریک نہیں تھا، لیکن روح کی طرف سے جسم پر احکام آئے ہیں۔ بیداری میں جسم سے روح کی طرف جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم برزخ میں عذاب و ثواب پہلے روح پر آتا ہے، پھر روح سے جسم پر۔ اس لئے اس کو حیات جسمانی کہہ دیتے ہیں اس کو حیات روحانی۔ تو جیسے اس کو جسمانی کہنے کا کسی نے آج تک یہ مطلب نہیں سمجھا کہ جسم کے دکھ سکھ میں روح شریک نہیں، اسی طرح اس کو روحانی کہنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ روح کے عذاب و ثواب میں جسم شریک نہیں۔ لیکن یہاں اس کو جسمانی کہتے ہیں، اولیت کی وجہ سے۔ کہ پہلے احکام جسم پر آتے ہیں اس کے واسطے سے روح پر پہنچتے ہیں اور اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں پہلے روح پر آتے ہیں، پھر اس کے واسطے سے جسم پر۔ جس طرح یہاں دکھ سکھ دونوں کو ہے۔ لیکن اگر بالفرض کوئی لکھ بھی دے کہ وہ حیات جسمانی نہیں، پھر بھی مطلب ہوگا کہ یہ کھلی جسمانی نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہوگا کہ جسم عذاب و ثواب میں شریک نہیں۔ تو جس زمانے میں ایسے لوگ شرارتیں نہیں کرتے تھے اس زمانے میں اگر کوئی اجمالاً لکھ جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ کھلی حیات جسمانی نہیں، یہ مطلب نہیں ہوگا کہ بالکل جسم کو حیات نہیں۔

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ ابھی میں کراچی میں گیا تو مولانا زرولی صاحب نے مجھے فتح الباری دکھائی کہ لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ روضہ میں حیات ہیں لیکن یہ حیات دنیوی نہیں ہے، پھر میں نے دو تین جگہ سے دکھایا کہ اس جسم میں وہ حیات مانتے ہیں، تو یہ جو لکھا ہے کہ دنیوی نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا جیسی کھلی حیات نہیں کہ سب کو نظر آئے۔ یہ مراد نہیں کہ حیات

میں جسم شریک نہیں۔ میں نے کہا فتح الباری کے زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے اجمال لکھ دیا ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ جب تک فتنہ نہیں ہوتا علماء اجمال لکھ جاتے ہیں، اب دیکھیں ختم نبوت کے بارے میں بھی پہلوں کی ایسی عبارتیں مل جاتی ہیں۔ کہ بھی چونکہ عیسیٰ نے آنا ہے اس لئے نبی آئے گا لیکن وہ اپنی شریعت پر عمل نہیں کرے گا حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کرے گا۔ اب ان کے عقیدہ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن مرزے نے ان کی مجمل عبارتیں اٹھالیں کہ دیکھو جی مطلب یہ نکلا کہ حضرت ﷺ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا غیر تشریفی نبی آ سکتا ہے۔ ان بیچاروں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں کہ ہماری عبارتوں کا انہوں نے یہ مطلب نکالنا ہے، لیکن چونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ ان کے سامنے نہیں تھا اسلئے وہ کسی جگہ بات مفصل لکھ گئے، جہاں ضمناً آئی مجمل لکھ گئے۔ تو ایسی باتوں کو مفصل باتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا صرف مجمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ اسی طرح یہ قبر کا لفظ اس قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عالم قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ اس کو قبر کہتے تھے عالم قبر کو اس میں شریک نہیں مانتے تھے۔ اور آج اس قبر کا انکار کرنے والے آگئے ہیں۔ اگر اس فتنہ کے شروع ہونے سے پہلے اگر کسی نے یہ بات لکھی ہے اجمالاً اور دوسری جگہ صراحت کر دی ہے کہ عذاب و ثواب روح اور جسم دونوں کو ہے۔ اب ان کی اس صراحت کے بعد ان کی اجمالی عبارت کا وہ مطلب لینا جو یہ (مماقی) لیتے ہیں صحیح نہیں ہے کہ نہ سوال ہے، نہ عذاب ہے، نہ کچھ اور ہے۔ یہ ایک دھوکا ہے اور فریب ہے۔ تو ایسے اجمالات پہلے ہوتے ہیں، جوں جوں لکراؤ پیدا ہوتا ہے، لڑائی ہوتی ہے، پھر صراحت شروع کر دی جاتی ہے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے دوسری مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم جب ختم نبوت پر تقریر کرتے ہیں تو میں ختم نبوت کا معنی کرتا ہوں کہ حضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، تاکہ اگر پہلے زندہ ہوں تو ختم نبوت کے خلاف نہ سمجھا جائے، اب یہ لفظ کوئی قرآن و حدیث میں نہیں۔ لیکن بات کو سمجھانے کے لئے آج کل یہ تعبیر ہم نے بنالی تاکہ کوئی دھوکہ لوگوں کو باقی نہ رہے۔ تو

قبر کے بارے میں یہ لوگ جو دھوکا دیتے ہیں تو بعض اوقات عالم قبر کے لئے لفظ قبر استعمال کر دیتے ہیں، لیکن دوسری جگہ وضاحت فرما رہے ہیں کہ اس قبر میں عذاب و ثواب ہے اور جسم اور روح دونوں عذاب و ثواب میں شریک ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا میں پہلے جسم کو عذاب ہوتا ہے اس کے واسطے روح کو پہنچتا ہے اور خواب میں اور قبر میں پہلے روح کو عذاب و ثواب ہوتا ہے پھر اس کے واسطے سے جسم کو پہنچتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ بات کہے کہ یہ حیات روحانی نہیں جسمانی ہے، جس طرح یہ بات غلط ہے اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ وہ حیات قبر والی روحانی ہے جسمانی نہیں۔ اب اس حیات کو جسمانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ روح کو تکلیف نہیں پہنچتی یہ غلط ہے۔ اسی طرح قبر والی حیات کو روحانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ جسم کو عذاب و ثواب نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے۔ اسی طرح اگر پہلے کسی نے لکھ دیا ہو کہ وہ حیات (قبر والی) روحانی ہے، جسمانی نہیں، تو اس جسمانی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں احکام پہلے روح پر آتے ہیں پھر اس کے واسطے سے جسم پر آتے ہیں۔ اس کو حیات جسمانی کہو تو بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے اور اگر حیات روحانی کہو تو تب بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے۔ لیکن یہاں اولیت جسم کو حاصل ہے وہاں اولیت روح کو حاصل ہے صرف اتنا فرق ہے۔ اور اتنے فرق سے یہ لوگ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ اب امام بخاری قبر عذاب و ثواب ثابت فرماتے ہیں قرآن پاک سے۔

پہلی آیت

امام بخاری پہلی آیت نقل فرماتے ہیں

وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ

بِاسْطُوْا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوا الْفُسْكَمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ

بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ غَيْرِ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ آيٰتِهِ

تُسْتَكْبِرُوْنَ۔

اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں، یہ جو ظالم ہیں جن کو موت آرہی ہے، یہ موت اسی جسم کو آرہی

ہے یا خواب خیال والے جسم کو؟ اسی جسم کا ذکر ہے۔ اور ظلم انہوں نے اسی جسم کے ساتھ کیا ہے یا خواب و خیال والے جسم کے ساتھ؟ اسی جسم کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔ والمملئکة باسطوا یدہم۔ اب ملائکہ اسی جسم کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں یا خواب و خیال والے جسم کی طرف؟ اسی جسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اخرجوا النفسکم اس جسم سے روح نکالتے ہیں یا خواب خیال والے جسم سے؟ اسی جسم سے نکالتے ہیں۔ آگے ہے الیوم تجزون عذاب الہون اسی جسم اور روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ آج ہی تم کو عذاب شروع ہو جائے گا تو معلوم ہوا کہ عذاب تو اس وقت شروع ہو رہا ہے الیوم ایک عذاب ہے دوزخ کا، وہ تو دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہوگا، الیوم سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے، عذاب کا لفظ تو آگیا (عذاب الہون) لیکن اس عذاب کا نام کیا ہے؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس عذاب کے دو نام رکھے ہیں۔ ایک عذاب قبر دوسرا عذاب میت۔

فرمایا عذاب القبر حق۔ (بخاری)

اور فرمایا ان المیت لیعذب فی قبرہ۔

تاکہ جسم کو بھی عذاب میں شریک مانا جائے کیونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں۔ قرآن میں لفظ عذاب کے ساتھ عذاب قبر کا ذکر یقیناً موجود ہے۔ البتہ اس عذاب کا نام ”عذاب قبر“ اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ نام اس لئے رکھا کہ جب عذاب دو تین قسم کے ہو گئے تو امتیاز کے لئے نام رکھنا پڑا۔ اب یہ لوگ بھی اس عذاب کا نام عذاب برزخ رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نام رکھنے کا حق ہے تو اللہ کے نبی ﷺ کو کیوں نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام رکھا عذاب القبر، عذاب المیت۔

تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عذاب و ثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

اور مماتی اس آیت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے۔

عذاب قبر پر دوسری آیت

﴿سنعذبهم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم﴾

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے دو عذاب مرتین میں آگئے، تیسرا عذاب عظیم میں اور تین ہی قسم کی سزاؤں کا شریعت میں ذکر ہے ایک دنیا میں، ایک قبر میں، ایک آخرت میں۔ دنیا میں سزائیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو، زانی شادی شدہ کو سنگسار کر دو، مرتد کو قتل کر دو۔ اب یہ دنیا کی سزائیں جسم اور روح دونوں پر آتی ہیں یا صرف ایک چیز پر آتی ہیں؟ دونوں پر آتی ہیں۔ یہ جو پہلا عذاب سنعدبہم کا یہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ یہ بھی دونوں پر ہے۔ اور جو تیسرا عذاب ہے آخرت والا وہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ وہ بھی دونوں پر ہے۔ کافروں کو یہی تو شبہ رہتا تھا کہ یہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی کیسے اٹھیں گی؟ ان کا حشر ہوگا؟ کیسے عذاب و ثواب ہوگا؟ تو اگر عذاب و ثواب صرف روح کو ہوتا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ عذاب و ثواب تو روح کو ہوتا ہے اور وہ نہیں گلتی سڑتی۔ ان ہڈیوں کو عذاب ہونا ہی نہیں، اس جسم کو عذاب ہونا ہی نہیں۔ جیسا کہ مماتی کہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ صاف فرماتے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور وہ گلتی سڑتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل یحییٰہا الذی انشا ہا اول مرة۔ انہی ہڈیوں کو اللہ نے زندہ کرنا ہے۔ پہلی مرتبہ شی بنانا مشکل ہوتی ہے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتی۔ تو جس خدا نے پہلے ان کو بنالیا وہ دوبارہ بھی کھڑا کرے گا۔ تو پتہ چلا ان ہڈیوں نے ہی دوبارہ کھڑا ہونا ہے اور ان کو عذاب و ثواب ہونا ہے۔ تو جب دنیا کے عذاب و ثواب میں جسم اور روح دونوں شریک، آخرت کے عذاب و ثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام ہی عذاب قبر رکھا کیونکہ قبر میں ہم جسم ہی رکھ کر آئے ہیں اس کا نام ہی عذاب میت رکھا۔ کیونکہ میت اس جسم کو کہتے ہیں امام بخاریؒ نے تیرہ باب میت پر باندھے ہیں سب جگہ میت سے یہی جسم مراد ہے۔ مثلاً باب غسل المیت، باب کلام المیت،

باب سماع المیت، باب الدخول علی المیت بعد الموت، باب یدابمیا من المیت، باب مواضع الوضوء من المیت، باب کیف الاشعار من المیت، باب الحنوط للمیت، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ علیہ، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت، باب المیت یسمع خفق النعال، باب هل ینخرج المیت من القبر واللحد لعلہ الحد والشق فی القبر، باب ثناء الناس علی المیت۔ اب میت کا لفظ روح پر تو استعمال نہیں ہوتا اس لئے اس عذاب کا نام ہی عذاب میت رکھ دیا تاکہ پتہ چل جائے کہ جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں یہ جھوٹ ہے قرآن میں یقیناً عذاب کا ذکر موجود ہے اور اس عذاب کا نام عذاب قبر نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ عذاب میت نبی ﷺ نے رکھ دیا۔ اب اس آیت میں (سنعذبہم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم) تین عذابوں کا ذکر آگیا، پہلا دنیا میں، آخری آخرت میں اور درمیانہ عذاب اس کے بارے میں امام بخاری سمجھا رہے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے۔ تو جس طرح پہلا اور تیسرا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہے اسی طرح درمیانہ عذاب (عذاب قبر) یہ بھی جسم اور روح دونوں پر ہے۔

عذاب قبر پر تیسری آیت

وحاق بال فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیہا

غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد

العذاب.

اب اس آیت مبارکہ میں بھی ایک عذاب کا ذکر ہے جو غرق ہونے کے بعد فوراً ہے اس کو سوء العذاب کہا گیا ہے وہ کس طرح ہے؟ النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا۔ اگلا عذاب ہے ادخلوا ال فرعون اشد العذاب یہ تو قیامت کے دن ہوگا کہ فرعون آگ میں داخل کئے جائیں گے۔ اب جو عذاب ہے وہ عرض نار ہے، عرض نار سے ان کو آگ پر بھونا جا رہا

ہے، نہ کہ دخول نار سے۔

اب دیکھیں آیت مبارکہ میں مرنے کے بعد دو عذابوں کا ذکر آیا، ایک عرض نار سے عذاب ہے، اور ایک دخول نار سے عذاب ہے۔ جو دخول نار سے عذاب ہے اس کو عذاب دوزخ اور عذاب قیامت کہا جاتا ہے اور یہ جو عرض نار والا عذاب ہے اس کا نام عذاب قبر ہے۔ جس طرح دوزخ کے عذاب میں آل فرعون کا جو لفظ ہے یہ جسم اور روح دونوں پر صادق آتا ہے یا صرف روح پر؟ جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو روح اور جسم دونوں داخل ہوں گے یا صرف روح؟ تو جن کو دوزخ میں عذاب دیا جاتا ہے انہیں کو عرض نار سے عذاب دیا جا رہا ہے۔ البتہ یہاں ان کے عذاب کو دائمی قرار دیا گیا ہے اور دوسروں کو صبح و شام ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ، اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ لیکن آل فرعون کے لئے صبح و شام کی قید نہیں ان کو ہر وقت آگ پر بھونا جا رہا ہے۔ (ح ۴)

(ح ۴)۔ قوله تعالى ﴿فوقاه الله سيئات ما مكروا﴾ ای من

الحاق النواع العذاب به فطلبوه لما وجدوه ، لانه فوض امره الى الله .
قال قتادة . كان قبطيا فنجاه الله مع بني اسرائيل . فالهاء على هذا
لمؤمن آل فرعون . وقيل . انها لموسى على ما تقدم من الخلاف .
﴿وحاق بآل فرعون سوء العذاب﴾ قال الكسائي . يقال حاق بحقيق
حقيقا وحبوقا اذا نزل و لزم . ثم بين العذاب فقال . ﴿النار يعرضون
عليها﴾ وفيه ستة اوجه . يكون رفعا على البدل من "سوء" . و يجوز
ان يكون بمعنى هو النار ، و يجوز ان يكون مرفوعا بالابتداء . وقال
الفراء . يكون مرفوعا بالعائد على معنى النار عليها يعرضون ، فهذه
اربعة اوجه في الرفع ، و اجاز الفراء النصب ، لان بعدها عائدا و قبلها
ما يتصل به ، و اجاز الاخفش الخفض على البدل من "العذاب"

ایک بات، اماں عائشہ کی حیرانگی

یہ آیات جن میں عذاب و ثواب قبر کا ذکر ہے یہ کی ہیں اور سیدہ عائشہ کی حدیث بخاری

والجمهور علی ان هذا العرض فی البرزخ. و احتج بعض اهل العلم
فی تثبیت عذاب القبر بقوله ﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشیا﴾
ما دامت الدنيا. كذلك قال مجاهد و عكرمة. مقاتل و محمد بن
كعب كلهم قال. هذه الآية تدل علی عذاب القبر فی الدنيا، الا تراه
يقول عن عذاب الآخرة. ﴿و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون
اشد العذاب﴾

(الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد
الانصارى القرطبى الجزء الاول)

قوله. عز وجل. (النار يعرضون عليها غدوا و عشیا) فیہ
ثلاثة اقوال.

احدها. انه يعرض عليهم مقاعلهم من النار غدوة و عشية،
لیقال. لآل فرعون هذه منازلکم، تو بیخا، قاله قتادة.
الثانی. ان ارواحهم فی اجواف طیر سود تغدو علی جهنم و
تروح فذلک عرضها، قاله ابن مسعود.

الثالث. انهم یعلبون بالنار فی قبرهم غدوا و عشیا، وهذا
لآل فرعون خصوصاً. قاتل مجاهد. ما كانت الدنيا.

(النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی

الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری)

(المسألة الاولى) احتج اصحابنا بهذه الآية علی البات

عذاب القبر قالوا الآية تقضى عرض النار علیهم غدوا و عشیا،

شریف (ص ۱۸۳ ج ۱) میں ہے

ولیس المراد منه يوم القيامة لانه قال (و يوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون أشد العذاب) ، و لیس المراد منه ایضا الدنيا لان عرض النار علیهم غدوا و عشا ما کان حاصلًا فی الدنيا ، فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت و قبل يوم القيامة ، و ذلك يدل علی البات عذاب القبر فی حق هؤلاء ، و اذا ثبت فی حقهم ثبت فی حق غیرهم لانه لا قائل بالفرق ، فان قيل لم لا يجوز ان يكون المراد من عرض النار علیهم غدوا و عشا عرض النصائح علیهم فی الدنيا ؟ لان اهل الدین اذا ذکروا لهم الترغیب و الترهیب و خوفوهم بعذاب الله فقد عرضوا علیهم النار ، ثم نقول فی الآیة ما يمنع من حمله علی عذاب القبر و بیانه من وجهین ، (الاول) ان ذلك العذاب يجب ان يكون دائما غیر منقطع ، و قوله (يعرضون علیها غدوا و عشا) يقتضی ان لا يحصل ذالك العذاب الا فی هذین الوقتین ، فثبت ان هذا لا يمكن حمله علی عذاب القبر (الثانی) ان الغدوة و العشة انما يحصلان فی الدنيا ، اما فی القبر فلا وجود لهما ، فثبت بهذین الوجهین انه لا يمكن حمل هذه الآية علی عذاب القبر (والجواب) عن السؤال الاول ان فی الدنيا عرض علیهم کلمات تذکرهم امر النار ، لا انه يعرض علیهم نفس النار ، فعلى قولهم يصير معنى الآية الکلمات المذکرة لامر النار كانت تعرض علیهم ، و ذلك یفرض الی ترک ظاهر اللفظ و العدول الی المجاز ، اما قوله الآية تدل علی حصول هذا العذاب فی هذین الوقتین و ذلك لا يجوز ، قلنا لم لا يجوز ان یکتفی فی القبر بإیصال العذاب الیه فی هذین الوقتین ، ثم عند قیام

عن عائشة أن يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب

القيامة يلقي في النار فيدوم عذابه بعد ذلك ، وايضا لا يمتنع ان يكون ذكره غدوة والعشية كناية عن الدوام كقوله (ولهم رزقهم فيها بكرة وعشيا) أما قوله انه ليس في القبر والقيامة غدوة وعشية، قلنا لم لا يجوز أن يقال ان عند حصول هذين الوقتين لاهل الدنيا يعرض عليهم العذاب؟ والله أعلم.

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازي)

وقال في مصيرهم في البرزخ ﴿النار يعرضون عليها غدوا و

عشيا﴾

وقال في عذابهم في الآخرة . ﴿ويوم تقوم الساعة ادخلوا

آل فرعون اشد العذاب﴾

(اضواء البيان في ايضاح القرآن بالقرآن محمد الأمين بن

محمد المختار الجكني الشنقيطي)

﴿النار يعرضون عليها غدوا وعشيا﴾ جملة مستأنفة او

النار خبر محذوف و يعرضون استئناف للبيان، او بدل و يعرضون

حال منها، او من الآل و قرئت منصوبة على الاختصاص او باضمار

فعل يفسره يعرضون مثل يصلون، فان عرضهم على النار احراقهم بها

من قولهم. عرض الاسارى على السيف اذا قتلوا به، و ذلك

لارواحهم كما روى ابن مسعود ان ارواحهم في اجواف طيور سود

تعرض على النار بكرة وعشيا الى يوم القيامة، و ذكر الوقتين

تحمل التخصيص والتأيد، وفيه دليل على بقاء النفس وعذاب

القبر.

القبر فقالت لها اعاذك الله من عذاب القبر فسألت عائشة

(تفسير البيضاوي لامام ناصر الدين ابى سعيد عبد الله بن

عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي)

واخرج ابن ابى الدنيا في كتاب من عاش بعد الموت وابن

جرير عن الازاعي رضى الله عنه انه سأل رجل فقال . يا ابا عمرو انا

نرى طيرا أسود تخرج من البحر فوجا فوجا لا يعلم عددها الا الله

تعالى فاذا كان العشاء عاد مثلها بيضا؟ قال . ولظنتم لذلك؟ قالوا

. نعم . قال . ذلك في حواصلها ارواح آل فرعون (يعرضون على

النار غدا وعشيا) فترجع وكورها وقد احترقت رباشها وصارت

سوداء ، فینبت عليها ريش ابيض وتتأثر السود، ثم تعرض على

النار، ثم ترجع الى وكورها، فذلك دأبهم في الدنيا، فاذا كان يوم

القيامة قال الله ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾

واخرج ابن ابى شيبة والبخاري ومسلم وابن مردويه عن ابن

عمر رضى الله عنهما قال . قال رسول الله ﷺ . ان احدكم اذا مات

عرض عليه مقعده من الغداة والعشي . ان كان من اهل الجنة فمن

اهل الجنة ، وان كان من اهل النار فمن اهل النار . يقال هذا مقعدك

حتى يبعثك الله يوم القيامة . زاد ابن مردويه ﴿النار يعرضون عليها

غدا وعشيا﴾

واخرج البزار وابن ابى حاتم وصححه وابن مردويه

والبيهقي في شعب الايمان عن ابن مسعود رضى الله عنه عن

النبي ﷺ قال . ما احسن محسن مسلم او كافر الا اثابه الله . قلنا يا

رسول الله ﷺ ما اثابه الكافر؟ قال . المال، والولد، والصحة،

رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق

واشبهه ذلك. قلنا. وما الابهة في الآخرة؟ قال. عذابا دون العذاب. وقرأ رسول الله ﷺ ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ قراءة مقطوعة الألف.

(الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله (ت ٩١١هـ))

(النار يعرضون عليها غدوا وعشيا) فارتفاع النار على انها يدل من سوء العذاب، وقيل على انها خير مبتدا محذوف، او مبتدا وخبره يعرضون، والاول اولى ورجحه الزجاج وعلى الوجهين الاخيرين تكون الجملة مستأنفة جواب سوال مقدر. وقرى بالنصب على تقدير فعل يفسره يعرضون من حيث المعنى، اى يصلون النار يعرضون عليها، او على الاختصاص. و أجاز القراء الخفض على البذل من العذاب. و ذهب الجمهور ان هذا العرض هو في البرزخ، وقيل هو في الآخرة، قال القراء. ويكون في الآية تقديم و تاخير. اى ادخلوا آل فرعون اشد العذاب النار يعرضون عليها غدوا وعشيا، ولا ملجى الى هذا التكلف فان قوله (ويقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب) يدل دلالة واضحة على ان ذلك العرض هو في البرزخ.

(فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني

المعوفى ١٢٥٠ هـ)

﴿وحاق بال فرعون سوء العذاب﴾ اى ونزل بفرعون و

جماعته اسوأ العذاب، وهو الفرق في الدنيا، والحرق في الآخرة، ثم

قالت عائشة فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلوة الا

فسره بقوله، ﴿النار يعرضون عليها غدوا وعشيا﴾ أي النار يحرقون بها صباحا ومساء قال المفسرون. المراد بالنار هنا نار القبر وعذابهم في القبور بدليل قوله بعده، ﴿ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ أي ويوم القيامة يقال للملائكة. ادخلوا فرعون وقومه نار جهنم التي هي اشد من عذاب الدنيا.
(صفوة التفاسير للعلامة محمد علي الصابوني)

قوله تعالى. (النار يعرضون عليها غدوا وعشيا) اكثر المفسرين أن هذا في القبر. ومن المعروف عن ابن مسعود انه قال. ارواح آل فرعون في حواصل طير سود يردون النار غدوا وعشيا. وقد ثبت برواية مالك عن نافع، عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال. "ان احدكم اذا مات يعرض عليه معقده بالغداة والعشي، ان كان من اهل الجنة فالجنة، وان كان من اهل النار النار، ويقال. هذا مقعدك يوم القيامة" قال. رضى الله عنه. اخبرنا بذلك المكي بن عبدالرزاق الكشميهني، اخبرنا ابو الهيثم جدي، اخبرنا القبري، اخبرنا البخاري، اخبرنا اسماعيل بن ابي اويس، عن مالك . . . الحديث وفي الآية قول آخر. وهو انه العرض على النار يوم القيامة.

قال الفراء. وفي الآية تقديم وتأخير، وكأنه قال. ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب، النار يعرضون عليها غدوا وعشيا، وهذا قول فاسد، والصحيح هو الاول.

وقوله. (ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب) قرئ. "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" على الأمر لآل فرعون

تعوذ من عذاب القبر.

بالدخول.

وقرى . (ادخلوا آل فرعون اشد العذاب) على الأمر لحرقه

النار.

والدليل على ان الصحيح هو القول الاول قال . (يعرضون عليها غدوا وعشيا) اذا كان يوم القيامة ، فهو الادخال حقيقة لا العرض ، وانما العرض في القبر على ما ورد في الحديث .

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار التميمي المروزي الشافعي السلفي)

قوله تعالى . (النار يعرضون عليها) (النار) رفع على البدل من (سوء) وقالت فرقة . (النار) رفع بالابتداء ، وخبره (يعرضون) وقالت فرقة . هذا الغدو والعشى هو في الدنيا ، اى في كل غدو وعشى من ايام الدنيا يعرض آل فرعون على النار ، وروى في ذلك عن الهليل بن شرحبيل ، والسدى أن ارواحهم في اجواف طير سود تروح بهم وتغدو الى النار ، وقاله الاوزاعي حين قال له رجل . انى رأيت طيورا بيضا تغدو من البحر ثم ترجع بالعشى سودا مثلها ، قال الاوزاعي . تلك هي التى فى حواصلها ارواح آل فرعون ، يحترق ريشها و يسود بالعرض على النار ، وقال كعب بن محمد القرظي وغيره . اراد تعالى انهم يعرضون فى الآخرة على النار على تقدير ما بين الغدو والعشى ، اذ لا غدو ولا عشى فى الآخرة ، وانما ذلك على التقدير بايام الدنيا .

ترجمہ..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابن محمد
عبدالحق بن عطیہ الاندلسی)

(النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا) جملة مستأنفة مبینة
لکيفية نزول العذاب بهم. علی ان (النار) مبتداء و جملة (یعرضون)
خبره. وعلى الثانی، فالنار خبر لمحلوف وهو خبر العذاب السیء.
أو هی بدل من (سوء العذاب) والمراد عرض ارواحهم علیہا دائما.
واكتفى بالطرفین المحيطین. الغدو والعشی. عن الجميع. وبه
يستدل علی عذاب القبر والبرزخ.

(تفسیر القاسمی المسمى محاسن التاویل تألیف علامة
الشام محمد جمال الدین القاسمی)

(قوله فوقاه الله سيئات ما مكروا) ای شدائد مكرهم وما
هموا به من الحاق انواع العذاب بمن خالفهم ونجا ذلك الرجل
مع موسى عليه السلام من الفرقاه أبو السعود (قوله قومه معه) و
عدم التصريح به للاستغناء بذكرهم عن ذكره ضرورة أنه أولى منهم
بذلك اه أبو السعود (قوله النار) مبتداء و جملة یعرضون علیہا خبره
والجملة مستأنفة هذا هو المناسب لصنيعه حيث فسرسوء العذاب
بالفرق و قدر ثم فی الدخول علی ما بعدها ليشير الى أنه مستأنف و
قوله یعرضون علیہا ای تعرض ارواحهم من حين موتهم الى قيام
الساعة هذا ما رواه ابن مسعود ليغایر قوله و يوم تقوم الساعة الخ اه
شيخنا وفي القرطبي والجمهور علی أن هذا العرض فی البرزخ
واحتج بعض أهل العلم علی البات عذاب القبر بقوله النار یعرضون

یہودیہ نے آکر عذاب قبر کا ذکر کیا چنانچہ اس نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو

علیہا غدوا و عشیما ما دامت الدنیا کذلک قال مجاہد و عکرمہ و مقاتل و محمد بن کعب کلہم قال ہذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر فی الدنیا ألا تراه یقول عن عذاب الآخرة و یوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب و فی الحایت عن ابن مسعود أن ارواح آل فرعون و من کان مثلہم من الکفار تعرض علی النار بالغداة و العشی فیقال ہذہ دارکم و عنہ ایضا أن ارواحہم فی جوف طیر سود تغدو علی جہنم و تروح کل یوم مرتین۔

(الفتوحات الالہیۃ سلیمان بن عمر العجلی الشافعی

الشہیر بالجمل المتوفی سنۃ ۱۲۰۴)

﴿فوقاه الله مینات ما مکروا﴾ ما ارادوا بہ من الشر، ﴿و حاق﴾ احاط و نزل بہم ﴿سوء العذاب﴾ قال الکلبی۔ غرقوا فی البحر و دخلوا النار۔ و ذلک قوله ﴿النار یعرضون علیہا غدوا و عشیما﴾

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان ارواح آل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین، فقال۔ یا آل فرعون ہذہ دارکم و قال مقاتل۔ تعرض روح کل کافر علی النار غدوا و عشیما ما دامت الدنیا، و ہو قول قتادۃ و السدی و الکلبی۔

اور عشی کہتے ہیں

قال ابن کثیر فی تفسیرہ۔ و ہذہ الآیۃ اصل کبیر فی استدلال

عذاب قبر سے پناہ دیں تو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے

اہل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور ، وهو قوله تعالى ،
﴿النار یعرضون علیها غدوا وعشیا﴾ قال . ولكن هنا سؤال ،
وهو انه لا شك ان هذه الآية مكية ، وقد استدلوا بها علی
عذاب القبر فی البرزخ ، وقد قال الامام احمد . ثنا هاشم . هو
ابن القاسم ابو النضر . ثنا اسحاق بن سعيد . هو ابن عمرو بن
سعيد بن العاص . ثنا سعيد یعنی اباه . عن عائشة . رضی الله
عنها . ان يهودية كانت تخدمها ، فلا تصنع عائشة رضی الله عنها
اليها شيئا من المعروف الا قالت لها اليهودية . وفاك الله عذاب
القبر ، قالت عائشة رضی الله عنها . فدخل رسول الله ﷺ علی
فقلت يا رسول الله ﷺ هل للقبر عذاب قبل يوم القيامة ؟
قال ﷺ لا ، من زعم ذلك ؟ قالت هذه اليهودية لا اصنع معها
شيئا من المعروف الا قالت . وفاك الله عذاب القبر ، قال ﷺ
وكذبت اليهودية وهی علی الله اكذب ، لا عذاب دون يوم
القيامة ثم مكث بعد ذلك ما شاء الله ان يمكث ، فخرج ذات
يوم نصف النهار مشتملا بثوبه ، محمرة عیناه وهو ينادی باعلی
صوته ، ”القبر كقطع الليل المظلم ، ايها الناس . لو تعلمون ما
اعلم بكم كثر اوضحكم قليلا . ايها الناس . استعيذوا بالله
من عذاب القبر ، فان عذاب القبر حق ، وهذا اسناد صحيح .
الظر مسند الامام احمد ۸۱ / ۲ . علی شرط البخاری و مسلم ،
ولم يخرجاه ، قال . وروی احمد و مسلم . ثنا يزيد ، ثنا سفيان ،

میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے، حضرت عائشہؓ: فرمایا کہ

عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها قالت .
سألتها امرأة يهودية فاعطتها، فقالت لها . وراك الله من عذاب
القبر، فانكرت عائشة رضي الله عنها ذلك، فلما رأت
النبي ﷺ . قالت له، فقال ﷺ "لا" قالت عائشة رضي الله
عنها. ثم قال لنا رسول الله ﷺ بعد ذلك . "انه اوحى الى
الكم تفتنون في قبوركم" . انظر مسند الامام احمد ٢/٢٣٨ .
وهذا ايضا على شرطهما قال . فيقال . فما الجمع بين هذا وبين
كون الآية مكية وفيها الدلالة على عذاب البرزخ ؟ قال .
الجواب أن الآية دلت على عرض الارواح على النار غدا و
عشيا في البرزخ وليس فيها دلالة على اتصال تالمها باجسادها
في القبور . اذ يكون ذالك مختصا بالروح ، فاما حصول ذالك
للجسد في البرزخ وتالمه بسببه، فلم يدل عليه الا السنة في
الاحاديث المرضية الاتي ذكرها قال . وقد يقال . ان هذه الآية
انما نزلت للدلالة على عذاب الكفار في البرزخ ، ولا يلزم من
ذالك ان يعذب المؤمن في قبره بذنب ، قال . ومما يدل على
ذالك ما رواه الامام احمد . ثنا عثمان بن عمر ، ثنا يونس عن
الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله ﷺ
دخل عليها وعندها امرأة من اليهود وهي تقول . اشعرت الكم
تفتنون في قبوركم ؟ فارتاع رسول الله ﷺ وقال . "انما يفتن
اليهود" . قالت عائشة رضي الله عنها . فلبثنا ليالي، ثم قال

اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی نماز نہیں پڑھتے دیکھا مگر آپ ﷺ عذاب

رسول اللہ ﷺ ”اشعرت انه اوحى الى انكم تفتنون في القبور“
 وقالت عائشة رضي الله عنها فكان رسول الله ﷺ بعد يستعيد
 من عذاب القبر. النظر مسند الامام احمد ۲/۲۴۸. وهكذا
 رواه مسلم عن هارون بن سعيد، وحرمله كلاهما عن ابن
 وهب عن يونس بن يزيد الايلي عن الزهري به. انظر صحيح
 مسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب التعوذ
 من عذاب القبر. قال. وقد يقال. ان هذه الآية دلت على عذاب
 الارواح في البرزخ، قال. ولا يلزم من ذلك ان يتصل
 بالاجساد في قبورها، فلما اوحى الى النبي ﷺ في ذلك
 بخصوصه استعاذ منه، والله سبحانه وتعالى اعلم. قال. وقد
 روى البخاري من حديث شعبة، عن اشعث، عن ابن الشعثاء
 عن ابيه، عن مسروق، عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية
 دخلت عليها فقالت. تعوذ بالله من عذاب القبر، فسالت عائشة
 رضي الله عنها رسول الله ﷺ عن عذاب القبر، فقال ﷺ ”نعم
 عذاب القبر حق“. قالت عائشة رضي الله عنها. فما رايت
 رسول الله ﷺ بعد صلى صلاة الا تعوذ من عذاب القبر. قال
 ابن كثير. فهذا يدل على انه باذر ﷺ الى تصديق اليهودية في
 هذا الخبر، وقرر عليه، قال. وفي الاخبار المتقدمة انه الكر
 ذلك حتى جاءه الوحي، وقال. فلعلهما قضيتان، والله سبحانه
 اعلم قال. واحاديث عذاب القبر كثيرة جدا. انظر تفسير

قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

القرآن العظیم لابن کثیر ۸۲، ۸۱/۳.

(الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد

الواحدی النیسابوری (المتوفی ۵۲۶ھ))

﴿النار یعرضون علیها غدواً و عشیاً﴾ آتش عرضه می کند
بر جان ابن ال فرعون بمدت بامداد و شبانکا و این دلیلست که
عذاب گور حقست بدان دلیل که گفت..... ﴿ادخلوا آل فرعون
اشد العذاب﴾ الدر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر
بقیامت اضافت کرد دانستیم که آن عذاب اول عذاب گورست.
(تفسیر زاهدی ص ۳۵۱)

واستدل مجاهد و محمد بن کعب و عکرمه و مقاتل بقوله
النار یعرضون علیها غدواً و عشیاً ای عند موتهم علی عذاب القبر
فی الدنيا. ((تفسیر البحر المحیط ص ۲۶۸))

﴿فوقاه الله سیئات ما مکروا﴾ ای فی الدنيا والآخرة واما
فی الدنيا فنجاه الله تعالیٰ مع موسىٰ علیه الصلوة والسلام واما فی
الآخرة فبالجنة ﴿و حاق بآل فرعون سوء العذاب﴾ وهو الفرق فی
الیم ثم النقلة منه الی الجحیم فان ارواحهم تعرض علی النار صباحاً
و مساءً الی يوم قیام الساعة فاذا کان يوم القیامة اجتمعت ارواحهم و
اجسادهم فی النار و لهذا قال (و يوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون
اشد العذاب) ای اشده المأ و اعظمه نکالاً و هذه الآية اصل کبیر
فی استدلال اهل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور و هی قوله
تعالیٰ ﴿النار یعرضون علیها غدواً و عشیاً﴾ و لکن هنا سوال و هو انه

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ میرے پاس آئی، اس نے میرے پاس عذاب

لا شک ان هذه الآية مكية وقد استدل بها على عذاب القبر في
البرزخ وقال الامام احمد حدثنا هاشم وهو ابن القاسم ابو النضر
حدثنا اسحق بن سعيد هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص حدثنا سعيد
يعني اباه عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية كانت تخدمها فلا
تصنع عائشة رضي الله عنها اليها شيئاً من المعروف الا قالت لها
اليهودية وياك الله عذاب القبر قالت رضي الله عنها فدخل رسول
الله ﷺ علي فقلت يا رسول الله ﷺ هل للقبر عذاب قبل يوم
القيامة؟ قال ﷺ لا من زعم ذلك؟ قالت هذه اليهودية لا اصنع
اليها شيئاً من المعروف الا قالت وياك الله عذاب القبر قال ﷺ و
كذبت يهود وهم على اكذب لا عذاب دون يوم القيامة ثم مكث بعد
ذلك ما شاء الله ان يمكث فخرج ذات يوم نصف النهار مشتملاً
بشوبه محمرة عيناه وهو ينادى باعلى صوته "القبر كقطع الليل
المظلم، ايها الناس لو تعلمون ما اعلم بكم كثير او ضحكتم قليلاً
ايها الناس استعملوا بالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق" وهذا
اسناد صحيح على شرط البخاري ومسلم ولم يخرجاه وروى
احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان عن الزهري عن عروة عن عائشة
رضي الله عنها قالت سألتها امرأة يهودية فاعطتها فقال لها وياك
الله من عذاب القبر فانكرت عائشة رضي الله عنها ذلك فلما رأت
النبي ﷺ قالت له فقال ﷺ "لا قالت عائشة رضي الله عنها ثم قال
لنا رسول الله ﷺ بعد ذلك "والله اوحى اليكم تفتنون في
قبوركم" وهذا ايضاً على شرطهما . فيقال فما الجمع بين هذا وبين

قبر کا ذکر کیا تو میں حیران ہو گئی، اس نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، پھر

کون الآیة مکیة و فیہا دلالة علی عذاب البرزخ ؟ والجواب أن الآیة دلت علی عرض الارواح علی النار غدوا و عشیا فی البرزخ و لیس فیہا دلالة علی اتصال تألمہا بأجسادہا فی القبور اذ قد یكون ذلک مختصاً بالروح فأما حصول ذلک للجسد فی البرزخ و تألمہ بسببہ فلم یدل علیہ الا السنة فی الاحادیث المرضیة الآتی ذکرہا . وقد یقال ان هذه الآیة انما دلت علی عذاب الکفار فی البرزخ ولا یلزم من ذلک ان یعذب المؤمن فی قبرہ بذب ، و مما یدل علی ذلک ما رواہ الامام احمد حدثنا عثمان بن عمر حدثنا یونس عن الزہری عن عروبة عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ دخل علیہا و عندها امرأة من اليهود و هی تقول اشعرت انکم تفتنون فی قبورکم فارتاع رسول اللہ ﷺ وقال ”انما یفتن یهود“ قالت عائشة رضی اللہ عنہا فلبثنا لیلالی ثم قال رسول اللہ ﷺ ”الا انکم تفتنون فی القبور“ و قالت عائشة رضی اللہ عنہا لکان رسول اللہ ﷺ بعد یستعید من عذاب القبر و هكذا رواہ مسلم عن ہارون بن سعید بن حرملہ کلاهما عن ابن وہب عن یونس بن یزید الایلی عن الزہری بہ وقد یقال ان هذه الآیة دلت علی عذاب الارواح فی البرزخ ولا یلزم من ذلک ان یعصل فی الاجساد فی القبور ہا فلما اوحی الی النبی ﷺ فی ذلک بخصوصہ استعاذ منه واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم . وقد روى البخاری من حدیث شعبہ عن اصف بن ابی الشعثاء عن ابیہ عن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا ان یهودیة دخلت علیہا فقالت نعوذ باللہ من عذاب القبر فسالَت عائشة رضی اللہ عنہا رسول اللہ

میں نے (حضرت عائشہؓ) نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہمیں بھی قبر میں عذاب ہوگا؟ آپ

ﷺ عن عذاب القبر فقال رسول الله ﷺ "نعم عذاب القبر حق" قالت عائشة رضي الله عنها فما رايت رسول الله ﷺ بعد صلى صلوة الا تعوذ من عذاب القبر. فهذا يدل على انه باذر الى تصديق اليهودية في هذا الخبر وقرر عليه وفي الاخبار المتقدمة انه الكر ذلك حتى جاءه الوحي فلعلمهما قضيتان والله سبحانه اعلم، و احاديث عذاب القبر كثيرة جداً و قال قتادة في قوله تعالى ﴿و غلوا و عشيا﴾ صباحا و مساءً أما بقية الدنيا يقال لهم يا آل فرعون هذه منازلكم توبيخاً و نعمة و صفاراً لهم و قال ابن زيد هم فيها اليوم يغدي بهم و يراح الى ان تقوم الساعة و قال ابن ابي حاتم حدثنا ابو سعيد حدثنا المحاربى حدثنا ليث عن عبد الرحمن بن مروان عن هزيل عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال ان ارواح الشهداء في اجواف طيور خضر تسرح بهم في الجنة حيث شاؤوا و ان ارواح ولدان المؤمنين في اجواف عصافير تسرح في الجنة حيث شاءت فتاوى الى قناديل معلقة في العرش و ان ارواح آل فرعون في اجواف طيور سود تغدوا على جهنم و تروح عليها لذلك عرضها، و قد رواه الثوري عن ابي قيس عن الهذيل بن شرحبيل من كلامه في ارواح آل فرعون و كذلك قال السدي و في حديث الاسراء من رواية ابي هارون العبدى عن ابي سعيد الخدرى رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال فيه "ثم انطلق به الى خلق كثير من خلق الله رجال كل رجل منهم بطنه مثل البيت الضخم مصفدون على سابلة آل فرعون و آل فرعون يعرضون على النار غلوا و عشيا و يوم

اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ گناہگاروں کو ہوگا۔ اس کے بعد حضرت اقدس ﷺ عذاب قبر کے

تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ﴿ و آل فرعون كالابل
المسومة يخبطون الحجارة والشجر ولا يأكلون وقال ابن ابی حاتم
حدثنا علی بن الحسین حدثنا زید بن اخرم حدثنا عامر بن مدرک
الحارثی حدثنا عتبة یعنی ابن یقظان عن قیس بن مسلم عن طارق عن
شهاب عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال "ما أحسن
محسن من مسلم او کافر الا اثابه الله تعالى" قال قلنا یا رسول الله
ﷺ ما الابهة الله الکافر؟ فقال "ان کان قد وصل رحماً او تصدق
بصدقة او عمل حسنة الابهة الله تبارک و تعالیٰ المال والولد والصحة
و اشباه ذلك". قلنا فما الابهة فی الآخرة؟ قال ﷺ "عذاباً دون
العذاب" وقرأ ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ ورواه البزار فی
مسنده عن زید بن اخرم ثم قال لا نعلم له اسناداً غیر هذا وقال ابن
جریر حدثنا عبدالکریم بن ابی عمیر حدثنا حماد بن محمد الفزاری
البلخی قال سمعت الازاعی و سألہ رجلاً فقال رحمک الله رأینا
طیوراً تخرج من بحر تأخذ ناحية الغرب بیضاً فوجاً فوجاً لا يعلم
عددها الا الله عز و جل فاذا کان العشی رجع مثلها سوداً قال و لظنم
الی ذلك؟ قال نعم، قال ان ذلك الطیر فی حواصلها ارواح آل
فرعون معرضون علی النار غدوا و عشياً فترجع الی و کورها و قد
اختراقت ارباشها و صارت سوداً فینبت علیها من اللیل ریش ابيض
و یعنثر الاسود، ثم تغدو علی النار غدوا و عشياً ثم ترجع الی
و کورها فذلک دأبهم فی الدنیا فاذا کان یوم القيامة قال الله تعالیٰ
﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ قال و كانوا یقولون انهم ستمائة

بارے میں دعا بھی اونچی مانگا کرتے تھے۔

سوال

کیا یہ آیات اماں عائشہؓ کو نہیں آتی تھیں کہ وہ عذاب قبر کا ذکر سن کر حیران ہو رہی ہیں؟

الف مقاتل ، وقال الامام احمد حدثنا اسحق حدثنا مالک النافع عن ابن عمر قال ، قال رسول الله ﷺ "ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال هذا مقعدك حتى يبعثك الله عز وجل اليه يوم القيامة اخرجاه في الصحيحين من حديث مالک به. (تفسير ابن كثير ص ۱۰۵-۱۰۶ ج ۳)

﴿النار يعرضون عليها﴾ قال ابن عباس يعني تعرض ارواحهم على النار ﴿غدوا وعشيا﴾ هكذا قال قتادة ومجاهد ، وقال مقاتل ، تعرض روح كل كافر على منازلهم من النار كل يوم مرتين ، وقال ابن مسعود "ارواحهم في جوف طير سود يرون منازلهم غدوة وعشية" وقال هذيل بن شرحبيل "ارواح الشهداء في جوف طير نحضر تأوي الى قناديل معلقة بالعرش" وان ارواح آل فرعون في جوف طير سود تغلو وتروح على النار لذلك عرضها ، والآية تدل على اثبات عذاب القبر لانه ذكر دخولهم النار يوم القيامة وذكر انه تعرض عليهم النار قبل ذلك غدوا وعشيا. (تفسير مسمر قندي ص ۱۶۹ ج ۳)

﴿النار يعرضون عليها﴾ واستدل بهذه الآية على ثبوت عذاب القبر اذ ليس المراد بها الهم يعرضون عليها في الدنيا بان المذكور فيها ما

جواب

یقیناً حضرت عائشہؓ گویہ آیات آتی تھیں لیکن قرآن کی آیات میں کافروں کے عذاب کا

کان حاصل فی الدنیا فثبت ان هذا العرض اما حصل بعد الموت وقبل يوم القيامة . ((حاشیہ معی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ المتوفی ۵۹۵۱ھ) (ص ۳۳۱ ج ۷)

(۷) ﴿النار یعرضون علیہا غلوا و عشیا﴾ آتش عرضہ می کند ہر جان این ال فرعون ہمدت ہامداد و شبانکا و این دلیست کہ عذاب گور حقست بدان دلیل کہ گفت ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ اندر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر بقیامت اضافت کرد دانستیم کہ آن عذاب اول عذاب گورست . (تفسیر زاہدی ص ۳۵۱)

(۷) قال . وقد یقال . ان هذه الآية دلت على عذاب الارواح في البرزخ ، قال ولا يلزم من ذلك أن يتصل في الاجساد في قبورها ، فلما أروحي الى النبي ﷺ في ذلك بخصوصة ، استاذ منه ، والله سبحانه وتعالى اعلم ، قال . وقد روى البخاري من حديث شعبة عن اشعث عن ابي الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية دخلت عليها فقالت ، نعوذ بالله من عذاب القبر ، فسألت عائشة رضي الله عنها أن يهودية دخلت عليها فقالت ، نعوذ بالله من عذاب القبر ، فسألت عائشة رضي الله عنها . فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلاة الا نعوذ من عذاب القبر .

(حاشیہ زاد المسیر ص ۲۲۸ ج ۷)

ذکر ہے، اس لئے لتاں جی نے یہی سمجھا کہ عذاب قبر صرف کافروں کے لئے ہے، مثال کے طور پر حیات عیسیٰ کے باب میں دفع کا لفظ قرآن میں آگیا، نزول کا حدیثوں میں آگیا۔ اب قرآن و حدیث دونوں کے ماننے کے بعد پتہ چلا کہ کافروں کو بھی عذاب ہے اور گناہگار مومنوں کو بھی ہے۔ لیکن گناہگار مومنین کا عذاب تطہیر کے لئے ہے کہ اتنے سے پاک ہو جائے اور پھر دوزخ سے بچ جائے۔ ان کا عذاب بند بھی ہو جائے گا، جب ان کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

عذاب قبر پر چوتھی آیت مبارکہ

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا.﴾

نبی ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ یہ عذاب و ثواب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا حیات مسیح کا مسئلہ ہو اسی طرح جو مسائل چودھویں صدی میں چھیڑے گئے ہیں ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں ضمنی طور پر جہاں ذکر ہوا اجمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض تفاسیر میں بعض جگہ اجمال ہوتا ہے تو ایک قاعدہ یہ یاد رکھ لیں۔

قاعدہ

جب بھی وہ (مماتی) عذاب و ثواب کے بارے میں کسی تفسیر کا حوالہ پیش کریں، آپ فوراً وہی تفسیر لے کر آیت یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت دکھادیں کیونکہ یہ اصل بنیاد ہے عذاب و ثواب قبر کے بارے میں لہذا اس آیت کے تحت تمام تفاسیر میں پوری وضاحت ہوگی۔ (ح ۵)

(ح ۵). الباء عبد الرحمن، نا ابراہیم، نا آدم، لنا حماد بن

سلمة عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمة، عن ابی هريرة، قال. تلا

و جواب ہو رہا ہے۔ سارا مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا
وفی الآخرة ﴿ (الآیة ۲۷) فقال . ذاک اذا قیل له فی القبر . من ربک
؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول . اللہ ربی ، والاسلام دینی ، ونبی
محمد جاءنا بالبینات من عند اللہ ، فأمنت به وصدقت . فیقال .
صدقت علی هذا عشت ، وعلیه مت ، وعلیه تبعث .

(تفسیر مجاہد للامام المحدث المقرئ المفسر اللغوی
ابو الحجاج مجاہد بن جبر التابعی المکی المنخزمی ۱۰۳ھ یا
۱۰۱ھ)

﴿ قوله تعالى . یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی
الحیوة الدنیا وفی الآخرة و یضل اللہ الظلمین و یفعل اللہ ما یشاء ﴾
قوله تعالى ﴿ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت ﴾ قال ابن
عباس . هو لا اله الا اللہ . وروی النسائی عن البراء قال قال . ” یثبت
اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة “ نزلت
فی عذاب القبر ، یقال . من ربک ؟ فیقول . ربی اللہ و دینی دین
محمد ، فذلک قوله . ” یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة
الدنیا وفی الآخرة “

قلت . وقد جاء هكذا موقوفا فی بعض طرق مسلم عن البراء
(انہ) قوله ، والصحیح فیہ الرفع کما فی صحیح مسلم و کتاب
النسائی وأبی داؤد وابن ماجہ وغيرهم عن البراء عن النبی ﷺ ، و
ذكر البخاری ، حدثنا جعفر بن عمر ، قال حدثنا شعبة عن علقمة بن
مرثد عن سعد بن عبیدة عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ قال . ” اذا

یہ وہ آیت ہے جہاں مفسرین وضاحت سے یہ مسئلہ لکھتے ہیں، اگر کسی دوسری جگہ مفسرین

اقعد المؤمن فی قبره اتاه آت ثم یشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فذلک قوله ”یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیلة الدنیا و فی الآخرة“۔ وقد بینا هذا الباب فی کتاب ”التذکرة“ و بینا هناك من یفتن فی قبره و یسال ، فمن اراد الوقوف علیه تأمله هناك، وقال سهل بن عمار . رأیت یزید بن هرون فی المنام بعد موته، فقلت له . ما فعل الله بک؟ فقال . اتلنی فی قبری ملک ان لظان غلیظان ، فقالا . ما دینک ومن ربک ومن نبیک؟ فاخذت بلحیتی البیضاء وقلت . امثلی یقال هذا وقد علمت الناس جوابکم اثنین سنة؟ فذهبا وقالوا . اکتبت عن حریر بن عثمان؟ قلت نعم . فقالا . انه کان یغض (علیاً) فابغضه الله . وقیل . معنی . ”یثبت الله“ یدیمهم الله علی القول الثابت، ومنه قول عبد الله بن رواحة . ”یثبت الله ما اتاک من حسن . تثبتت موسی ونصراً کالذی نصراً“ وقیل . یشتهم فی الدارین جزاء لهم علی القول الثابت . وقال القفال و جماعة . ”فی الحیاة الدنیا“ ای فی القبر، لان الموتی فی الدنیا الی ان یموتوا ”وفی الآخرة“ ای عند الحساب، وحکاه الماوردی عن البراء قال . المراد بالحیاة الدنیا المسائلة فی القبر، وبالأخرة المسائلة فی القيامة . ﴿ویضل الله الظالمین﴾ ای عن حجتهم فی قبورهم کما ضلوا فی الدنیا بکفرهم فلا یلقنهم کلمة الحق، فاذا سئلوا فی قبورهم قالوا . لا ندری ، فبقول . لا دریت ولا تلیت ، وعند ذلک یضرب بالمقامع علی ما ثبت فی الاخبار، وقد ذکرنا ذلک فی کتاب ”التذکرة“ وقیل . یمهلهم حتی یزدادوا

عذاب کا ذکر کریں گے تو وہاں بعض اوقات اجمال کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تفصیل کے

ضلالاً فی الدنیا۔ ﴿ویفعل اللہ ما یشاء﴾ من عذاب قوم و اضلال قوم۔
وقیل . ان سبب نزول هذه الآية ما روى عن النبی ﷺ لما وصف
مسألة منکر و نکیر وما یکون من جواب المیت قال عمر . یا رسول
اللہ ایكون معی عقلی؟ قال . ”نعم“ قال . کفیت اذا ، فانزل اللہ عزوجل
هذه الآية.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد
الانصارى القرطبی)

وفی قوله تعالى (فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة) وجہان .
احدهما . أن المراد بالحياة الدنيا زمان حیاته فیها ، وبالآخرة
المسألة فی القبر ، قاله طاؤس و قتادة .
الثانی . ان المراد بالحياة الدنيا المسألة فی القبر أن یأتیه
منکر و نکیر فیقولان له . من ربک و ما دینک؟ و من نبیک؟
فیقول . ان اهتدی . ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد ﷺ .
(ویضل اللہ الظالمین) فیہ وجہان .

احدهما . عن حجتهم فی قبورهم ، كما ضلوا فی الحیاة
الدنیا بکفرهم .

الثانی . یمهلهم حتی یزدادوا ضلالاً فی الدنیا .

(ویفعل اللہ ما یشاء) فیہ وجہان .

احدهما . من امہال و انتقام .

الثانی . من ضغطة القبر و مسألة منکر و نکیر .

وروی ابن اسحاق أن النبی ﷺ قال . ”لو نجا احد من ضمة

ساتھ اس آیت مبارکہ کے تحت ذکر کر چکے ہوتے ہیں تو کوئی بھی حوالہ کسی تفسیر کا کوئی مماقی آپ کے

القبر لنجا منه سعد بن معاذ ، ولقد ضم ضمة .

وقال قتادة . ذکر لنا ان عذاب القبر من ثلاثة . ثلث من

البول . وثلث من الغيبة ، وثلث من النمیمۃ .

وسبب نزول هذه الآية ما روى عن النبي ﷺ لما وصف

مسألة منكرو نكرو وما يكون من جواب الميت قال عمر . يا رسول

الله ﷺ أیكون معی عقلی ؟ قال . "نعم" . قال كفیت اذن ، فانزل الله

تعالی هذه الآية .

(النكت والعيون تفسیر الماوردی تصنیف ابی

الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری)

﴿ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾ وهو قول لا اله الا

الله ﴿فى الحياة الدنيا﴾ على الحق ﴿وفى الآخرة﴾ يعنى . فى القبر

يلقنهم كلمة الحق عند سؤال الملكين .

(الوجيز فى تفسیر الكتاب العزيز لابى الحسن بن علی

الواحدى المتوفى ۵۳۶۸هـ)

﴿ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى

الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء﴾

﴿بالقول الثابت﴾ الذى ثبت بالحجة والبرهان فى قلب

صاحبه و تمکن فیہ ، فاعتقده و اطمأنت الیه نفسه ، و تثبتهم به فى

الدنيا . اھم اذا فتنوا فى دینهم لم یزلوا ، كما ثبت الذين فتنهم

اصحاب الاخدود ، والذين نشروا بالمناشیر و مشطت لحومهم

بأمشاط الحديد ، و كما ثبت جرجیس و شمسون و غیرهما ، و

سامنے پیش کرے تو آپ وہی تفسیر اٹھا کر اس آیت مبارکہ کو دیکھیں، کیونکہ اس آیت کے نیچے

تثبتہم فی الآخرة. الہم اذا سئلوا عند توافد الاشهاد عن معتقدہم و دینہم، لم یلعنوا ولم یبہتوا، ولم تحیرہم احوال الحشر، وقیل معناه الثبات عند سؤال القبر. وعن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ ذکر قبض روح المؤمن فقال ”ثم یعاد روحہ فی جسدہ فیأتیہ ملکان فیجلسانہ فی قبرہ ویقولان لہ. من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول. ربی اللہ و دینی الاسلام، ونبی محمد. فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذلک قولہ. ”ثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت“.

(الكشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمحرى
الخوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ)

وفی الآیة قول آخر وهو القول المشہور ان هذه الآیة وردت فی سؤال الملکین فی القبر، وتلقین اللہ المؤمن کلمة الحق فی القبر عند السؤال و تثبیتہ ایاہ علی الحق. وعن النبی ﷺ انه قال فی قولہ (ثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدلیا و فی الآخرة) قال ”حين یقال لہ فی القبر من ربک وما دینک ومن نبیک فیقول ربی اللہ و دینی الاسلام و نبی محمد ﷺ“ والمراد من الباء فی قولہ (بالقول الثابت) هو ان اللہ تعالیٰ الماثبتہم فی القبر بسبب موظبتہم فی الحیاة الدلیا علی هذا القول، ولهذا الکلام تقریر عقلی وهو أنه كلما كانت المراقبة علی الفعل اکثر کان رسوخ تلك الحالة فی العقل والقلب أقوى، فكلما كانت مراقبة العبد علی ذکر لا اله الا اللہ و علی التأمل فی حقائقها و دقائقها أكمل و اتم

سارے مفسرین پوری وضاحت سے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ تو اس لئے اگر وہاں اجمال ہوگا، تو

كان رسوخ هذه المعرفة في عقله وقلبه بعد الموت أقوى و أكمل .
قال ابن عباس . من داوم على الشهادة في الحياة الدنيا يشته الله عليها
في قبره و يلقنه اياها و انما فسر الآخرة ههنا بالقبر ، لان الميت انقطع
بالموت عن احكام الدنيا و دخل في احكام الآخرة و قوله (ويضل الله
الظالمين) يعني ان الكفار اذا سئلوا في قبورهم قالوا . لا ندري و انما
قال ذلك لان الله اضله و قوله (ويفعل ما يشاء) يعني ان شاء هدى
وان شاء اضل ولا اعتراض عليه في فعله البتة .

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازي)

(يثبت الله الذين آمنوا بالقول) اي بقول الاسلام (الثابت)
بالحجج (في الحياة الدنيا) فلا يفلتون بحجة و يحفظون انفسهم و
اولادهم و ازواجهم و اموالهم (وفي الآخرة) فلا يتلعمثون اذا سئلوا
عن معتقدتهم في القبر ولا في الموقف ولا تدهشهم احوال القيامة .
(تفسير القرآن المسمى تبصير الرحمن و تيسير المنان

العلامة علي بن احمد بن ابراهيم المهايمي

(المتوفى ٥٨٣٥هـ)

قوله تعالى . ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾ كلمة
العوحيد ، وهي قوله . لا اله الا الله ﴿في الحياة الدنيا﴾ يعني قبل
الموت ، ﴿وفي الآخرة﴾ يعني في القبر هذا قول اكثر المفسرين .
وقيل . ﴿في الحياة الدنيا﴾ في القبر عند السؤال ﴿وفي
الآخرة﴾ عند البعث ، والاول اصح ، لما روى البراء بن عازب ان
رسول الله ﷺ ، قال . ” المسلم اذا سئل في القبر يشهد ان لا اله الا

اس تفصیل کو سامنے رکھ کے اس مفسر کا عقیدہ بیان ہوگا۔ اور ہم ان آیات (جن کے تحت متقدمین

اللہ، وان محمدا رسول اللہ، لذلك قوله سبحانه ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ قال حين يقال له. من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول. الله ربي، وديني الاسلام، ونبيي محمد. والمشهور ان هذه الآية وردت في سؤال الملكين في القبر، فيلقن الله المؤمن كلمة الحق في القبر عند السؤال، ويثبته على الحق.

ومعنى "الثابت" هو ان الله تعالى لما يثبتهم في القبر لمواظبتهم في الحياة الدنيا على هذا القول.

(الباب في علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابي حفص عمر بن علي ابن عادل الدمشقي الحنبلي المتوفى بعد ٨٨٠ هجرية)

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ الذي ثبت بالحجة عندهم وتمكن في قلوبهم ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ فلا يزالون اذا فتوا في دينهم كزكريا ويحيى عليهما السلام وجرجيس وشمعون والذين فتنهم اصحاب الاخلود. ﴿وَفِي الْآخِرَةِ﴾ فلا يتلثمون اذا سئلوا عن معتقدهم في الموقف، ولا تلهشهم احوال يوم القيامة. وروى انه عليه السلام ذكر قبض روح المؤمن فقال. ثم تعاد روحه في جسد فيأتيه ملكان فيجلسانه في قبره يقولان له. من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول. ربي الله، وديني الاسلام، ونبيي محمد عليه السلام، فينادى مناد من السماء ان صدق عبدي لذلك قوله. ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ﴿وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ﴾

اجمالاً لکھ گئے ہیں) پر بھی تفصیل سے مسئلہ بیان کریں گے، کیونکہ ہمارے سامنے ایسے لوگ آگئے

الذین ظلموا انفسهم بالاعتصار علی التقليد فلا يهتدوا الى الحق ولا
يبتغون في مواقف الفتن. ﴿ويفعل الله ما يشاء﴾ من تثبت بعض و
اضلال آخرين من غير اعتراض عليه.

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن
عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

﴿يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي
الآخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء﴾

أخرج الطيالسي والبخاري ومسلم وأبو داود والترمذي
والنسائي وابن ماجه وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم وابن
مردويه، عن البراء بن عازب رضي الله عنه. أن رسول الله ﷺ قال.
المسلم اذا سئل في القبر، يشهد أن لا اله الا الله وأن محمد رسول
الله. فذلك قوله سبحانه. ﴿يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في
الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ وأخرج ابن مردويه عن البراء بن عازب
رضي الله عنه في قول الله. ﴿يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في
الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ قال. ذاك في القبر، ان كان صالحا
وفق، وان كان لا خير فيه وجد أثلة.

وأخرج الطيالسي وابن أبي شيبة في المصنف وأحمد بن
حنبل وهناد بن السري في الزهد، وعبد بن حميد وأبو داود وابن
جرير وابن أبي حاتم وابن مردويه والحاكم صحيحه والبيهقي في
كتاب عذاب القبر، عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال. خرجنا مع
رسول الله ﷺ في جنازة رجل من الانصار فالتھينا الى القبر ولما

ہیں جو ان آیات کا غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ اور جب یہ فتنے نہیں تھے تو اس زمانے میں کچھ

یلسجد فجلس رسول ﷺ وجلسنا حوله. وکان علی رؤسنا الطیر.
وفي يده عودا ينكت به الأرض، فرفع رأسه فقال. استعيذوا بالله من
عذاب القبر. مرتين أو ثلاثا.

ثم قال. ان العبد المؤمن اذا كان في القطاع من الدنيا والقبال
من الآخرة، نزل إليه ملائكة من السماء بيض الوجوه، كان وجوههم
الشمس، معهم كفن من اكفان الجنة وحنوط من حنوط الجنة. حتى
يجلسوا منه مد البصر. ثم يجيء ملك الموت، ثم يجلس عند رأسه
فيقول. ايها النفس المطمئنة، اخرجي الى مغفرة من الله ورضوان.
قال. فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من في السقاء، وان
كنتم ترون غير ذلك، فياخذوها، فاذا اخذوها لم يدعوها في يده
طرفة عين، حتى ياخذوها فيجعلوها في ذلك الكفن وفي ذلك
الحنوط، ويخرج منها أطيب نفحة مسك وجدت على وجه
الأرض، فيصلدون بها فلا يمرون على ملأ من الملائكة الا قالوا. ما
هذا الروح الطيب؟ فيقولون. فلان بن فلان. بأحسن اسمائه التي
كانوا يسمونها في الدنيا وحتى ينتهوا بها الى السماء الدنيا،
فيستفتحون له فيفتح لهم، فيشيعه من كل سماء مقربوها الى السماء
التي تليها، حتى تنتهي به الى السماء السابعة، فيقول الله، اكتبوا
كتاب عبدي في عليين وأعيدوه الى الأرض، فاني منها خلقتهم وفيها
أعيدهم ومنها أخرجهم تارة أخرى. فتعاد روحه في جسده، فيأتيه
ملكه فيجلسانه، فيقولان له. من ربك؟ فيقول. ربي الله. فيقولان
له. ما دينك؟ فيقول. ديني الاسلام. فيقولان له. ما هذا الرجل الذي

لوگ متعلقہ آیت کے سامنے تو پوری وضاحت کر جاتے تھے اور کہیں ضمناً آیا تو وہاں ضمنی بات لکھ کر

بعث فیکم؟ فیقول . ہو رسول اللہ فیقولان له، وما علمک؟ فیقول .
 قرأت کتاب اللہ فأمنت به وصدقت. فینادی مناد من السماء ان
 صدق عبدي، فافرشوه من الجنة وألبسوه من الجنة وافتحوا له بابا
 الی الجنة، فیاتیہ من روحها وطیبها ویفسح له فی قبره مد بصره، و
 یاتیہ رجل حسن الوجه حسن الثیاب طیب الريح، فیقول. ابشر
 بالذی یسرک هذا یومک الذی کنت توعده. فیقول له. من
 أنت فوجهک الوجه یجیء بالخیر . فیقول له. أنا عملک الصالح.
 فیقول. رب اقم الساعة رب اقم الساعة حتی أرجع الی اهلی
 ومالی.

قال . وان العبد الکافر اذا کان فی انقطاع من الدنیا والقبال
 من الآخرة، نزل الیه من السماء ملائکة سوء الوجوه، معهم
 المسوح. فیجلسون منه مد البصر، ثم یجیء ملک الموت حتی
 یجلس عند رأسه فیقول. ابتها النفس الخبیثة، اخرجی الی مسخط من
 اللہ وغضب. فتفرق فی جسده، فینتزعها کما ینتزع السفود من
 الصوف المبلول، فیاخذها. فاذا أخذها لم یدعوها فی یده طرفة عین
 حتی یجعلوها فی تلك المسوح. ویخرج منها کانتن ریح جیفة
 وجدت علی وجه الأرض. فیصعدون بها فلا یمرون بها علی ملائکة
 من الملائکة. الا قالوا. ما هذا الروح الخبیث؟ فیقولون فلان بن
 فلان بأقبح اسمائه الی کان یسمى بها فی الدنیا. حتی ینتهی بها الی
 السماء الدنیا، فیستفتح فلا یفتح له.

ثم قرأ رسول اللہ ﷺ لا تفتح لهم ابواب السماء (الحج

گزر جاتے ہیں۔ اب حق پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں وضاحت ہو اس کو لیا جائے اور

آیة ۳۱) ليقول الله عز وجل اكتبوا كتابه في سجين في الارض السفلى. فتطرح روحه طرحا.

ثم قرا رسول الله ﷺ ومن يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير أو تهوي به الريح في مكان سحيق (الحج آیة ۳۱) فتعاد روحه في جسده ويأتيه ملكان، فيجلسانه فيقولان له. من ربك؟ فيقول. هاہ..... هاہ؟ لا أدري. فيقولان له. ما دينك؟ فيقول. هاہ..... هاہ؟ لا أدري. فيقولان له. ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول. هاہ..... هاہ؟ لا أدري فينادي مناد من السماء، أن كذب عبادي، فأفرشوه من النار والتحوا له بابا إلى النار فيأتيه من حرها وسمومها. ويضيق عليه قبره حتى تختلف فيه أضلعه، ويأتيه رجل قبيح الوجه، قبيح الثياب، منتن الريح، فيقول ابشر بالذي يسوئك..... هذا يومك الذي كنت توعده فيقول، من انت؟..... فوجهك الوجه يجيء بالشر، فيقول. أنا عمك الخبيث. فيقول رب لا تقم الساعة.

وأخرج ابن أبي شيبة عن البراء بن عازب رضي الله عنه ﴿ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا﴾ قال. التثبيت في الحيلة الدنيا، إذا جاء الملكان إلى الرجل والقبر فقالا له. من ربك؟ قال. ربي الله. قال. وما دينك؟ قال. ديني الاسلام. قال. ومن نبيك؟ قال. نبي محمد فذلك التثبيت في الحياة الدنيا.

وأخرج الطبرانی في الأوسط وابن مردويه، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه. سمعت رسول الله ﷺ يقول في هذه الآية

باطل پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں اجمال ہوگا اسے لیں گے، کیونکہ وہاں اپنی ٹانگ

﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا﴾ قال . ﴿فی
الآخرۃ﴾ القبر .

وأخرج ابن المنذر والطبرانی وابن مردويه، عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ
الدنیا و فی الآخرۃ﴾ قال . المخاطبة فی القبر . من ربک؟ وما
دینک؟ و من نبیک؟

. وأخرج ابن مردويه عن عائشة قالت . قال النبی ﷺ فی قول
اللہ ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی
الآخرۃ﴾ قال . هذا فی القبر .

وأخرج البيهقي في عذاب القبر عن عائشة رضي الله عنها
قالت . قال رسول الله ﷺ لی یفتن اهل القبور وفيه نزلت ﴿یثبت
اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت﴾

وأخرج البزار عن عائشة قالت . قلت یا رسول الله ﷺ تبلى
هذه الأمة فی قبورها، فكيف بی وأنا امرأة ضعيفة؟ قال . ﴿یثبت اللہ
الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ﴾

و أخرج ابن جریر وابن مردويه، عن البراء بن عازب عن
النبی ﷺ قال، و ذکر قبض روح المؤمن . فیأتیه آت فیقول . من
ربک؟ فیقول . اللہ . فیقول . وما دینک؟ فیقول . الاسلام . فیقول .
و من نبیک؟ فیقول محمد . ثم یسأل الثانیة فیقول مثل ذلك، ثم
یسأل الثالثة و یؤخر أخدا شديدا فیقول مثل ذلك . فذلك قول الله
تعالیٰ . ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت﴾

اڑانے کا موقع مل جاتا ہے اس لئے وہ اجمال کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس اجمال کی تفسیر ہم یوں

وأخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والبیہقی فی عذاب القبر،
عن ابن عباس قال. ان المؤمن اذا حضر الموت، شهدته الملائكة
فسلموا عليه وبشروه بالجنة، فاذا مات، مشوا معه فی جنازته ثم
صلوا عليه مع الناس، فاذا دفن، اجلس فی قبره فيقال له. من ربك؟
فيقول. ربي الله. فيقال له. من رسولك؟ فيقول. محمد. فيقال له.
ما شهادتك؟ فيقول. أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمد رسول
الله. فذلك قوله. ﴿يثبت الله الدين آمنوا﴾ الآية. فيوسع له
فی قبره مند بصره. وأما الكافر، فتزل الملائكة فيسقطون ايديهم.
والبسط هو الضرب. يضربون وجوههم و أذبارهم عند الموت، فاذا
دخل قبره أقعد فقیل له من ربك فلم يرجع اليهم شيئا فذلك قوله.
﴿ويضل الله الظالمين﴾

وأخرج ابن جریر والطبرانی والبیہقی فی عذاب القبر، عن
ابن مسعود قال. ان المؤمن اذا مات اجلس فی قبره، فيقال له. من
ربك، ما دينك ومن نبيك؟ فيقول. ربي الله و ديني الاسلام،
ونبيي محمد. فيوسع له فی قبره ويفرج له فيه. ثم قرأ ﴿يثبت الله
الدين آمنوا بالقول الثابت﴾ الآية. وان الكافر اذا دخل قبره،
اجلس فقیل له. من ربك، ما دينك، ومن نبيك؟ فيقول لا أدري.
فيضيق عليه قبره و يعذب فيه. ثم قرأ ابن مسعود ﴿ومن اعرض
عن ذكرى فان له معيشة ضنكا﴾ (طه، آية ١٢٣)

وأخرج ابن ابی حاتم وابن منده والطبرانی فی الاوسط، عن
ابي قتادة الأنصاري قال. ان المؤمن اذا مات اجلس فی قبره، فيقال

کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں۔ اس لئے باطل والے ہمیشہ اجمالی حوالے

لہ۔ من ربک؟ فیقول۔ اللہ۔ فیقال لہ من لیبک؟ فیقول۔ محمد بن عبد اللہ۔ فیقال لہ ذلک ثلاث مرات، ثم یفتح لہ باب الی النار فیقال لہ۔ انظر الی منزلتک لو زغت۔ ثم یفتح لہ باب الی الجنة فیقال لہ انظر الی منزلک فی الجنة ان ثبت۔ واذا مات الکافر، اجلس فی قبرہ فیقال۔ من ربک؟ من لیبک؟.... فیقول۔ لا ادری.... کنت اسمع الناس یقولون۔ فیقال لہ۔ لا دریت۔ ثم یفتح لہ باب الی الجنة فیقال لہ انظر الی منزلک لو ثبت، ثم یفتح لہ باب الی النار فیقال لہ۔ انظر الی منزلک اذ زغت۔ فذلک قولہ۔ ۞ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا ۞ قال۔ لا الہ الا اللہ۔ ۞ وفی الآخرة ۞ قال۔ المسألة فی القبر۔

وأخرج أحمد وابن أبی الدنیا فی ذکر الموت، وابن أبی عاصم فی السنة، والہزار وابن جریر وابن مردوہ والبیہقی فی عذاب القبر بسند صحیح، عن ابی سعید الخدری قال۔ شهدت مع رسول اللہ ﷺ جنازة فقال۔ یا ایہا الناس، أن هذه الأمة تبعلی فی قبورها فاذا الانسان دفن لتفرق عنه اصحابہ، جاءہ ملک فی یدہ مطراق فأقعدہ قال ما تقول فی هذا الرجل؟ فان کان مؤمنا قال۔ اشہد أن لا الہ الا اللہ وأن محمد عبده ورسوله فیقول لہ۔ صدقت۔ ثم یفتح لہ باب الی النار فیقول لہ۔ هذا کان منزلک لو کفرت برہک، فأما اذا امننت فهذا منزلک۔ فیفتح لہ باب الی الجنة، فیرید أن ینہض الیہ فیقول لہ۔ اسکن۔ ویفتح لہ فی قبرہ۔

و ان کان کافرا او منافقا، قیل لہ۔ ما تقول فی هذا الرجل؟

نکالتے رہتے ہیں۔ تو یہ قاعدہ یاد رکھیں کسی بھی تفسیر کا حوالہ ہو اور وہ آپ کو مجمل نظر آ رہا ہو اور نظر

فیقول . لا ادری سمعت الناس يقولون شيئا . فيقول لا دريت ولا
تليت ولا اهديت . ثم يفتح له باب الى الجنة فيقول . هذا منزلك
لو آمنت بربك . فاما اذ كفرت به ، فان الله اهدلك منه هذا ، و يفتح
له باب الى النار ، ثم يقمعه مقمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلها
غير الثقلين . فقال بعض القوم . يا رسول الله ﷺ ما أحد يقوم عليه
ملك في يده مطراق الا هبل عند ذلك . فقال رسول الله ﷺ
﴿ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾

وأخرج الطبراني في الأوسط و ابن مردويه ، عن ابي هريرة
قال . شهدنا جنازة مع رسول الله ﷺ فلما فرغ من دفنها وانصرف
الناس قال . انه الآن يسمع خفق لعالكم ، اناه منكرو نكير ...
عيناهما مثل قلدور النحاس ، اتيابهما مثل صياصي البقر ، و
اصواتهما مثل الرعد ، فيجلسانه فيسالانه ما كان يعبد ، ومن لبيه ، فان
كان ممن يعبد الله ، قال . كنت أعبد الله ، ونبي محمد ﷺ ... جاءنا
بالبينات والهدى فآمننا به واتبعناه فلذلك قوله . ﴿ثبت الله الذين
آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ فيقال له . على
البقين حييت و عليه مت و عليه تبعث . ثم يفتح له باب الى الجنة و
يوسع له في حفرته . وان كان من اهل الشك ، قال لا ادرى ...
سمعت الناس يقولون شيئا فقلته . فيقال له . على الشك حييت
و عليه مت و عليه تبعث . ثم يفتح له باب الى النار و يسلط عليه
عقارب و تنانين ، لو نفخ أحدهم في الدنيا ما أنبت شيئا تنهته ، و تؤمر
الأرض فتضم عليه حتى تختلف أضلاعه .

آرہا ہو کہ اس میں کوئی مماتی اپنی ٹانگ اڑا رہا ہے، آپ وہی تفسیر اٹھا کر یہ آیت نکال دیں۔ اس

و أخرج ابن أبي شيبة و هناد في الزهد ، وابن جرير و ابن المنذر و ابن حبان والطبراني في الاوسط ، والحاكم و ابن مردويه والبيهقي ، عن ابي هريرة قال . قال رسول الله ﷺ . والذي نفسي بيده ، ان الميت اذا وضع في قبره ، انه ليسمع خفق نعالهم حين يولون عنه فاذا كان مؤمنا ، كانت الصلاة عند رأسه والزكاة عن يمينه والصوم عن شماله . وفعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس من قبل رجله . فيؤتى من قبل رأسه ، فيقول الصلاة . ليس قبلي مدخل . فيؤتى عن يمينه ، فتقول الزكاة . ليس قبلي مدخل . ويؤتى من قبل شماله ، فيقول الصوم . ليس قبلي مدخل . ثم يؤتى من قبل رجله ، فيقول فعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس . ليس قبلي مدخل . فيقال له . اجلس . فيجلس وقد مثلت له الشمس قد قربت للغروب ، فيقال . أخبرنا عما نسألك ، فيقول دعني حتى أصلي .

فيقال . انك متفعل ، فأخبرنا عما نسألك ، فيقول . عم تسألوني؟ فيقال في هذا الرجل الذي كان فيكم؟ يعني النبي ﷺ . فيقول اشهد انه رسول الله جاءنا بالبينات من عند ربنا فصديقنا واتباعنا . فيقال له . صدقت . على هذا حييت وعلى هذا مت وعليه تبعث ان شاء الله ويفسح له في قبره مد بصره . لذلك قول الله . ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ ويقال . افتحوا له بابا الى النار ، فيقال . هذا كان منزلک لو عصيت الله . فيزداد غبطة و سرور ، فيعاد الجسد الى ما بدا منه من التراب و

کے سارے دوسو سو کا جواب اس میں آجائے گا، وہاں اعادہ روح کا ذکر بھی ہوگا، قبر میں سوال و

یجعل روحه فی النسیم الطیب ، وهي طیر خضر تعلق فی شجر فی الجنة.

و أما الکافر، فیؤتی فی قبره من قبل رأسه ، فلا یوجد شیء .
فیؤتی من قبل رجله ، فلا یوجد شیء . فیجلس خائفا مرعوبا . فیقال له . ما تقول فی هذا الرجل الذی کان فیکم و ما تشهد به ؟ فلا یمتدی لاسمه . فیقال . محمد ﷺ . فیقول سمعت الناس یقولون شیئا فقلت کما قالوا . فیقال له . صدقت . علی هذا حییت و علیہ مت و علیہ تبعث ان شاء الله و یضیق علیہ قبره حتی تختلف أضلاعه .
فذلک قوله تعالیٰ ﴿ ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکاک ﴾
(طہ . ۱۲۴) فیقال . افتحوا له بابا الی الجنة . فیفتح له باب الی الجنة .
فیقال هذا منزلک و ما اعد الله لک لو کنت أطعته ، فیزداد حسرة و ثبورا . ثم یقال . افتحوا له بابا الی النار فیفتح له باب الیها فیقال له .
هذا منزلک و ما اعد الله لک . فیزداد حسرة و ثبورا .

وأخرج ابن جریر وابن مردویه، عن ابی هريرة رضی الله عنه قال . تلا رسول الله ﷺ ﴿ یتبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة ﴾ قال . ذاک اذا قیل فی القبر . من ربک ، و ما دینک ؟ فیقول ربی الله ، و دینی الاسلام ، و نبی محمد ﷺ جاءنا بالبینات والهدی من الله فآمنت به و صدقت . فیقال له . صدقت ، علی هذا عشت و علیہ مت و علیہ تبعث .

وأخرج ابن جریر عن طاؤس فی قوله ﴿ یتبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة ﴾ الآية . هی فتنه

جواب کا ذکر بھی ہوگا۔ اس جگہ مفسرین تفسیر میں تفصیل سے یہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں، دوسری جگہوں

القبر.

و أخرج ابن أبي شيبة و ابن جرير عن المسيب بن رافع
رضي الله عنه في قوله. ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ الآية. قال. نزلت في صاحب القبر.

و أخرج ابن جرير عن ابن زيد رضي الله عنه في الآية قال.
نزلت في الميت الذي يسأل في قبره عن النبي ﷺ.

و أخرج ابن جرير عن مجاهد ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا.....﴾ الآية. قال هذا في القبر و مخاطبته.

و أخرج ابن جرير و عبدالرزاق و ابن المنذر و ابن أبي
حاتم، عن طاوس رضي الله عنه ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ قال. لا اله الا الله ﴿و فِي الْآخِرَةِ﴾ قال المسألة في
القبر.

و أخرج عبد بن حميد و ابن المنذر و ابن أبي حاتم، عن
قتادة. رضي الله عنه في قوله. ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا و فِي الْآخِرَةِ﴾ قال. أما الحياة الدنيا، فيثبتهم بالخير
و العمل الصالح. و أما قوله. ﴿و فِي الْآخِرَةِ﴾ ففي القبر و أخرج ابن
مردويه عن أنس رضي الله عنه، عن النبي ﷺ في قوله تعالى. ﴿يُثَبِّتُ
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ قال. هو المؤمن في قبره، عند محنته يأتيه ممتحنه
فيقولان. من ربك و ما دينك و من نبيك؟؟؟.... فيقول. الله
ربي و ديني الاسلام. فيقولان. ثبتك الله لما يحب و يرضى. و
يفسحان له في قبره مد البصر، و يفتحان له بابا الى الجنة و يقولان.

ثم قرير العين نومة الشاب النائم الآمن في خير مقيل . وفيه نزلت ﴿ أصحاب الجنة يومئذ خير مستقرا وأحسن مقيلا ﴾ (الفرقان . ٢٣) و ﴿ الكافر ، فأنهما يقولان . من ربك ، وما دينك ، ومن نبيك ، فيقول . لا أدري فيقولان . لا دريت ولا اهتديت ، فيضربانه بسوط من النار يذعر لها كل دابة ما خلا الجن والإنس . ثم يفتحان له بابا إلى النار ويضيق عليه قبره حتى يخرج دماغه من بين اظفاره ولحمه .

وأخرج ابن مردويه عن أنس رضي الله عنه قال . رسول الله ﷺ . إذا وضع الميت في قبره ، جاءه ملكان فسأله فقالا . كيف تقول في هذا الرجل الذي كان بين أظهركم الذي يقال له محمد ؟ فلقنه الله الثبات ، وثبات القبر خمس . أن يقول العبد . ربى الله ودينى الاسلام ونبي محمد ، أشهد أن لا اله الا الله ، وأشهد أن محمد عبده ورسوله ثم قال له . اسكت ، فإنك عشت مؤمنا وميت مؤمنا وبعث مؤمنا ، ثم أرياه منزله من الجنة يتلأأ بنور عرش الرحمن ، وأخرج البخارى ومسلم وأبو داود والنسائى وابن مردويه من طريق قتادة رضى الله عنه عن أنس رضي الله عنه قال . قال رسول الله ﷺ . ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه . انه ليسمع قرع نعالهم ، يأتيه ملكان فيقعدانه فيقولان له . ما كنت تقول في هذا الرجل ؟ زاد ابن مردويه . الذى كان بين أظهركم الذى يقال له محمد ﷺ ؟ قال فأما المؤمن فيقول . أشهد أنه عبد الله ورسوله . فيقال له . انظر الى مقعدك من النار ، قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة ، فان النبي ﷺ . فيراهما جميعا قال قتادة رضي الله عنه . و

ذكر لنا أنه يفسح له في قبره سبعون ذراعاً ويملاً عليه خضراً. وأما المنافق والكافر، فيقال له ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول. لا أدري كنت أقول كما يقول الناس، فيقال له لا دريت ولا تليت. ويضرب بمطراق من حديد ضربة، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين

وأخرج أحمد وأبو داود وابن مردويه والبيهقي في عذاب القبر، عن أنس رضي الله عنه قال. قال رسول الله ﷺ. إن هذه الأمة تبتلى في قبورها، وإن المؤمن إذا وضع في قبره أتاه الملك فساله. ما كنت تعبد؟ فإن الله هداه قال. كنت أعبد الله. فيقال له. ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول هو عبد الله ورسوله. فما يسأل عن شيء بعدها، فينطلق إلى بيت كان له في النار فيقال له. هذا بيتك كان لك في النار، ولكن الله عصمك ورحمك فأبدلك بيتاً في الجنة، فيقول. دعوني حتى أذهب فأبشر أهلي..... فيقال له. اسكن. وأن الكافر إذا وضع في قبره، أتاه ملك لينتهره فيقول له. ما كنت تعبد؟ فيقول. لا أدري. فيقول له. ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول. كنت أقول ما يقول الناس. فيضربونه بمطراق من حديد بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها الخلق إلا الثقلين.

وأخرج أحمد وابن أبي الدنيا والطبراني في الأوسط، والبيهقي من طريق ابن الزبير رضي الله عنه، أنه سأل جابر بن عبد الله رضي الله عنه عن فتاني القبر، فقال. سمعت رسول الله ﷺ يقول. أن هذه الأمة تبتلى في قبورها، فإذا أدخل المؤمن قبره وتولى عنه أصحابه، جاءه ملك شديد الانتهاز فيقول له. ما كنت تقول في هذا

الرجل؟ فيقول المؤمن . أقول انه رسول الله و عبده ، فيقول له الملك . انظر الى مقعدك الذي كان من النار ، قد أنجاك الله منه وأبدلك بمقعدك الذي ترى من النار مقعدك الذي ترى من الجنة ليراهما كليهما ، فيقول المؤمن . دعوني ابشر أهلي . فيقال له . اسكن . و أما المنافق . فيقعد اذا تولى عنه أهله ، فيقال له . ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول لا ادرى أقول ما يقول الناس . فيقال له . لا دريت هذا مقعدك الذي كان لك من الجنة ، قد أبدلك الله مكانه مقعدك من النار . قال جابر رضي الله عنه . سمعت رسول الله ﷺ يقول . يبعث كل عبد في القبر على ما مات ، المؤمن على ايمانه ، والمنافق على نفاقه .

وأخرج ابن ابي عاصم في السنة وابن مردويه والبيهقي من طريق أبي سفيان ، عن جابر رضي الله عنه قال . قال رسول الله ﷺ اذا وضع المؤمن في قبره ، أتاه ملكان فالتفها فقام يهب كما يهب النائم ، فيقال له . من ربك ؟ فيقول . الله ربي والاسلام ديني و محمد ﷺ نبيي فينادي مناد ، ان صدق عبدي فأفرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فيقول . دعوني اخبر أهلي . فيقال له . اسكن .

و أخرج البيهقي في كتاب عذاب القبر ، عن ابن عباس قال . قال رسول الله ﷺ كيف أنت يا عمر اذا انتهى بك الى الأرض ، فحفر لك ثلاثة اذرع و شبر في ذراع و شبر ، ثم اتاك منكرو نكير أسودان يجران شعرهما ، كان أصواتهما الرعد القاصف ، و كان أعينهما البرق الخاطف ، يحفران الأرض يأتيان بهما فاجلساك فزعاً قتللاك و تو هلاك؟؟؟ فقال . يا رسول الله ﷺ و أنا

يومئذ على ما أنا عليه؟ قال . نعم . قال . اكفيكما باذن الله يا رسول الله.

و أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبي ﷺ قال . ان الميت ليسمع خفق نعالهم حين يولون ، ثم يجلس فيقال له . من ربك؟ فيقول الله ربي . ثم يقال له . ما دينك؟ فيقول . الاسلام . ثم يقال له من نبيك؟ فيقول . محمد . فيقال وما علمك؟ فيقول . عرفته و آمنت به و صدقت بما جاء به من الكتاب . ثم يفسح له في قبره مد البصر، و يجعل روحه مع أرواح المؤمنين . و أخرج الطبراني في الأوسط عن ابن عباس رضي الله عنهما قال . اسم الملكين اللذين يأتيان في القبر، منكر و نكير.

و أخرج أحمد و ابن أبي الدنيا و الطبراني و الأجرى في الشريعة و ابن عدي ، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما . أن رسول الله ﷺ ذكر فتاني القبر، فقال عمر رضي الله عنه . أترد إلينا عقولنا يا رسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ . نعم، كهيتكم اليوم فقال عمر بفيه الحجر.

و أخرج ابن أبي داود في البعث و الحاكم في التاريخ و البيهقي في عذاب القبر، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال . قال لي رسول الله ﷺ . كيف أنت اذا كنت في أربعة أذرع في ذراعين، و رأيت منكر و نكير؟ قلت . يا رسول الله ﷺ ، وما منكر و نكير؟ قال . فتانا القبر، يبحثان الأرض يأنيا بهما، و يطان في أشعارهما أصواتهما كالرعد القاصف، و أبصارهما كالبرق الخاطف معهما مرزبة لو أجمع عليهما أهل منى لم يطبقوا

رفعها، هي أيسر عليهما من عصاي هذه، فامتحناك، فان تعاييت أو
تلويت، ضرباك ضربة تصير بها رمادا. قلت يا رسول ، و أنا على
حالي هذه؟ قال. نعم. قلت . اذا أكفيكما.

و أخرج الترمذي وحسنه و ابن أبي الدنيا و ابن أبي عاصم
والأجري والبيهقي ؟ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال. قال رسول الله
ﷺ. اذا قبر الميت ، أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما
منكر، والآخر نكير. فيقولان . ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول
ما كان يقول . هو عبد الله و رسوله . أشهد أن لا اله الا الله و أن
محمدًا عبده و رسوله . فيقولان . قد كنا نعلم أنك تقول هذا . ثم
يفسح له في قبره سبعون ذراعاً في سبعين، ثم ينور له فيه، فيقال له.
نم. فيقول . أرجع الى أهلي فأخبرهم. فيقولون. نم كنومة العروس
الذي لا يوقظه الا أحب أهله اليه، حتى يبعثه الله من مضجعه ذاك
فان كان منافقاً قال. سمعت الناس يقولون فقالت مثله، لا أدري .
فيقولون . قد كنا نعلم، أنك كنت تقول ذلك . فيقال للأرض.
العتمي عليه، فتختلف أضلاعه فلا يزال فيها معلباً حتى يبعثه الله من
مضجعه ذلك.

و أخرج ابن أبي الدنيا عن أبي هريرة رضي الله عنه قال. قال
رسول الله ﷺ لعمر رضي الله عنه . كيف أنت اذا رأيت منكراً و
نكيراً؟ قال. وما منكر ونكير؟ قال. فتأنا القبر، أصواتهما كالرعد
القاصف، و أبصارهما كالبرق الخاطف، يطأفئ أشعارهما و يحفران
بأنيابهما --- معهما عصا من حديد، لو اجتمع عليها أهل منى لم
يقلوها.

وأخرج البخاري عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنها، أنها سمعت رسول الله ﷺ يقول. أنه قد أوحى إلى أنكم تفتنون في القبور. فيقال ما علمكم بهذا الرجل؟ فأما المؤمن أو الموقن، فيقول. هو محمد رسول الله، جئنا بالبينات والهدى فأجبنا واتبعنا. فيقال له. قد علمنا أن كنت لمؤمناً، ثم صالحاً. وأما المنافق أو المرتاب، فيقول لا أدري.... سمعت الناس يقولون شيئاً فقلت.

وأخرج أحمد عن أسماء رضي الله عنها، عن النبي ﷺ قال. إذا أدخل الإنسان قبره، فإن كان مؤمناً أحف به عمله، الصلاة والصيام. فيأتيه الملك من نحو الصلاة فترده، ومن نحو الصيام فيرده فيناديه. اجلس. فيجلس، فيقول له. ما تقول في هذا الرجل؟ يعني النبي ﷺ. قال من؟ قال محمد، قال أشهد أنه رسول الله. فيقول. وما يدريك أدركته؟ قال. أشهد أنه رسول الله. فيقول. على ذلك عشت وعليه مت وعليه تبعث. وإن كان فاجراً أو كافراً، جاءه الملك وليس بينه وبينه شيء يرده. فأجلسه وقال. ما تقول في هذا الرجل؟ قال. أي رجل؟ قال. محمد فيقول. والله ما أدري.... سمعت الناس يقولون شيئاً فقلته. فيقول له الملك. على ذلك عشت وعليه مت وعليه تبعث. ويسلط عليه دابة في قبره معها سوط لمرته جمرة مثل عرف البعير، يضربه ما شاء الله... لا تسمع صوته فترحمه.

وأخرج أحمد والبيهقي عن عائشة رضي الله عنها قال. جاءت يهودية فاستطعمت على بابي. فقالت. أطعموني أعاذكم الله من فتنة الدجال ومن فتنة عذاب القبر، فلم أزل أحبسها حتى أتى رسول

الله ﷺ . فقلت . يا رسول الله ، ما تقول هذه اليهودية ؟ قال .
وما تقول ؟ قلت . تقول أعاذكم الله من فتنة الدجال ، ومن فتنة عذاب
القبر . فقام رسول الله ﷺ فرفع يديه مدا يستعيد بالله من فتنة
الدجال ومن فتنة عذاب القبر ، ثم قال . أما فتنة الدجال ، فإنه لم يكن
نبي الا قد حذر أمته ، وسأحذر كموه بحديث لم يحدثه نبي أمته ، انه
أعور والله ليس بأعور ، مكتوب بين عينيه كافر ، يقرؤه كل مؤمن .

و أما فتنة القبر ، فبى تفتنون و عني تسألون . فإذا كان الرجل
الصالح أجلس فى قبره غير فزع ولا مشغوف ، ثم يقال له . فيم
كنت ؟ فيقول . فى الاسلام ، فيقال . ما هذا الرجل الذى كان فيكم ؟
فيقول . محمد رسول الله . جاءنا بالبينات من عند الله فصدقناه ،
فيفرج له فرجة قبل النار فينظر اليها يحطم بعضها بعضا ، فيقال له .
انظر الى ما وراك الله . ثم يفرج له فرجة الى الجنة فينظر الى زهرتها
وما فيها ، فيقال . هذا مقعدك منها . ويقال . على اليقين كنت وعليه
مت وعليه تبعث ان شاء الله . واذا كان الرجل السوء ، جلس فى قبره
فزعاً مشغولاً ، فيقال له . فيم كنت ؟ فيقول . لا أدري . فيقال . ما هذا
الرجل الذى كان فيكم ؟ فيقول . سمعت الناس يقولون قولا فقلت
كما قالوا ، فيفرج له فرجة قبل الجنة ، فينظر الى زهرتها وما فيها ،
فيقال . انظر الى ما صرف الله عنك ، ثم يفرج له فرجة قبل النار
فينظر اليها يحطم بعضها بعضا ، ويقال . هذا مقعدك منها على
الشك كنت وعليه مت وعليه تبعث ان شاء الله .

وأخرج أحمد فى الزهد وأبو نعيم فى الحلية ، عن طاوس
رضى الله عنه قال . ان الموتى يفتنون فى قبورهم سبعا ، فكانوا

يستحبون أن يطعم عنهم تلك الأيام.

و أخرج ابن جرير في مصنفه ، عن الحارث بن أبي الحرث ،
عن عبيد بن عمير قال يفتن رجلا ن . مؤمن و منافق ، فأما المؤمن ،
فيفتن سبعا . و أما المنافق ، فيفتن أربعين صباحا .

و أخرج ابن شاهين في السنة ، عن راشد بن سعد رضي الله
عنه قال . كان النبي ﷺ يقول . تعلموا حجتكم فانكم مسؤولون ، حتى
انه كان أهل البيت من الأنصار يحضر الرجل منهم الموت فيصونه ،
والغلام اذا عقل فيقولون له . اذا سألوك . من ربك ؟ فقل . الله ربي
و ما دينك ؟ فقل الاسلام ديني . و من نبيك ؟ فقل محمد رسول
الله ﷺ .

و أخرج أبو نعيم عن أنس رضي الله عنه . أن رسول الله ﷺ ،
وقف على قبر رجل من أصحابه حين فرغ منه فقال له . انا لله و انا اليه
راجعون اللهم نزل بك و أنت خير منزل به ، جاف الأرض عن
جنبه ، و افتح أبواب السماء لروحه ، و اقبله منك بقبول حسن ، و
ثبت عند المسائل منطقته .

و أخرج أبو داود و الحاكم و البيهقي ، عن عثمان بن عفان
رضي الله عنه قال . مر رسول الله ﷺ بجنازة عند قبره ، و صاحبه
يلعن فقال . استغفروا لأخيكم و اسألوا له التثبيت ، فإنه الآن يسأل .

و أخرج سعيد بن منصور ، عن ابن مسعود رضي الله عنه قال
كان رسول الله ﷺ يقوم على القبر بعدما يسوى عليه ، فيقول اللهم
نزل بك صاحبنا و خلف الدنيا خلف ظهره ، اللهم ثبت عند
المسألة منطقته و لا تبثله في قبره بما لا طاقة به .

و أخرج الطبراني وابن منده، عن أبي أمامة رضي الله عنه ،
عن رسول الله ﷺ قال . إذا مات أحد من اخوانكم فسويتم التراب
عليه ، فليقم أحدكم على رأس قبره ثم ليقل . يا فلان بن فلانة ، فانه
يسمعه ولا يجيب ، ثم يقول ، يا فلان بن فلانة فانه يستوي قاعدا ، ثم
يقول . يا فلان بن فلانة ، فانه يقول ، ارشدنا رحمك الله ، ولكن لا
يشعرون ، فليقل . اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة أن لا اله الا
الله و أن محمدا عبده ورسوله ، رضيت بالله ربا و بالاسلام ديننا و
بمحمد ﷺ نبيا ، وبالقرآن اماما . فان منكرا و نكيرا يأخذ كل واحد
منهما بيد صاحبه و يقول . انطلق بنا ما يقعدنا عند من لقن حجته ،
فيكون حجيجه دونهما . قال رجل . يا رسول الله ، فان لم يعرف أمه
قال . ينسبه الى حواء ، يا فلان ابن حواء .

و أخرج ابن منده عن أبي أمامة رضي الله عنه قال . إذا مات
فدفنتموني ، فليقم انسان عند رأسي فليقل . يا صدي بن عجلان ،
اذكر ما كنت عليه في الدنيا ، شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا
رسول الله .

و أخرج سعيد بن منصور عن راشد بن سعد و ضمرة بن
حبيب و حكيم بن عمير ، قالوا . اذا سوى على الميت قبره و انصرف
الناس عنه . كان يستحب أن يقال للميت عند قبره . يا فلان ، قل لا اله
الا الله ثلاث مرات يا فلان ، قل ربي الله و ديني الاسلام ونبي
محمد ﷺ ، ثم ينصرف .

و أخرج الحكيم الترمذي في نوادر الاصول ، عن عمرو بن
مرة رضي الله عنه قال . كانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد أن

يقال . اللهم أعذه من الشيطان الرجيم .

و أخرج الحكيم الترمذي ، عن سفيان الثوري رضي الله عنه قال . اذا سئل الميت من ربك ، ترايا له الشيطان في صورة ، فيشير الى نفسه اني أنا ربك .

و أخرج النسائي عن راشد بن سعد رضي الله عنه ، أن رجلا قال . يا رسول الله ، ما بال المؤمنین يفتنون في قبورهم الا الشهيد فقال . كفى ببارقة السيوف على رأسه فتنة .

و أخرج ابن مردويه ، عن أنس رضي الله عنه قال . خدم رسول الله ﷺ رجل من الاشعرين سبع حجج ، فقال . ان لهذا علينا حقا ، ادعوه فليرفع الينا حاجته ، فدعوه فقال له رسول الله ﷺ . ارفع الينا حاجتك ، فقال . يا رسول الله ، دعني حتى أصبح فاستخير الله . فلما أصبح ، دعاه فقال . يا رسول الله ، أسالك الشفاعة يوم القيامة . فقال رسول الله ﷺ ﷻ ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة قال . فاعني على نفسك بكثرة السجود .

و أخرج ابن أبي شيبة و ابن منذر ، عن ميمون بن أبي شبيب رضي الله عنه قال . أردت الجمعة في زمان الحجاج ، فتهيأت للذهاب و قلت . أين أذهب أصلي ؟ خلف هذا ؟ فقلت مرة أذهب و مرة لا أذهب ، فناداني مناد من جهة البيت ﷻ يا أيها الذين آمنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله ﷻ (الجمعة ، آية ٩) قال . و جلست مرة أكتب كتابا ، فعرض لي شيء ان أنا كتبت زين كتابي و كنت قد كذبت ، وان أنا تركته كان في كتابي بعض القبح و كنت قد صدقت . فقلت . مرة اكتبه ، و قلت . مرة لا اكتبه . فاجمع رأيي

على تركه فتركته، فناداني مناد من جانب البيت ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ الآية.

(الدر المنثور في التفسير بالمأثور للإمام الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله (ت ٩١١هـ))

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء﴾ يخبر تعالى انه يثبت عباده المؤمنين، أي. الذين قاموا بما عليهم من إيمان القلب التام، الذي يستلزم أعمال الجوارح ويثمرها، فيثبتهم الله في الحياة الدنيا، عند ورود الشبهات بالهداية إلى اليقين، وعند عروض الشهوات بالارادة الجازمة، على تقديم ما يحبه الله على هوى النفس ومراداتها وفي الآخرة عند الموت بالثبات على الدين الاسلامي، والخاتمة الحسنة، وفي القبر عند سؤال الملكين، للجواب الصحيح، اذا قيل للميت "من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟" هداهم للجواب الصحيح، بان يقول المؤمن: "الله ربي، والاسلام ديني، ومحمد نبي".

﴿ويضل الله الظالمين﴾ عن الصواب في الدنيا والآخرة، وما ظلمهم الله ولكنهم ظلموا انفسهم، وفي هذه الآية دلالة على فتنة القبر وعذابه، ونعيمه، كما تواترت بذلك النصوص عن النبي ﷺ في الفتنة وصفتها، ونعيم القبر وعذابه.

(تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للعلامة الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي ١٣٠٤. ١٣٤٦هـ رحمه الله).
واذا سمعت حديث البخاري ومسلم "ان العبد اذا وضع

في قبره وتولى عنه أصحابه وأنه يسمع قرع لعالمهم إذا انصرفوا عنه ملكان فيقعدانه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل (يعني محمداً ﷺ) فاما المؤمن فيقول . أشهد أنه عبد الله ورسوله ، فيقال له انظر الى مقعدك من النار ابدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي ﷺ فيراهما جميعا . واما المنافق او الكافر فيقول لا ادرى كنت اقول ما يقول الناس فيقال له لا دريت الحديث . ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصبح صيحة يسمعا من يليه الا الثقلين“ لفظ البخاري . وهناك روايات اخرى تزيد على هذا المسلم و ابي داؤد و الترمذي فاذا سمعتها فاعلم ان ذلك العذاب على الجاهل المطلق لانه اذا لم يصدق اصل الدين فكيف يدرس عوالم الارض والسماء التي امر بها الدين ، و تأمل في الحديث كيف عبر بان الضربة بين اذنيه كانه يقول له هلا سمعت سماع تفهم وهلا عقلت اما السماع فبالاذنين، واما الفهم فبالعقل الذي هو بين الاذنين، واعلم ان هذه الضربة التي تصيب الجاهل في قبره يحس بعضها في حياته، فان الامم الجاهلة المتفرقة الكلمة يصيبها العذاب في الدنيا باغتصاب بلادهم و ذهاب مجدهم و ضياع شرفهم.

(الجواهر في تفسير القرآن الكريم للشيخ طنطاوي)

(جوهري)

﴿يُؤْتِي اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ اى يثبتهم على كلمة التوحيد ”لا اله الا الله“ وعلى الايمان في هذه الحياة فلا يزيغون ولا يفتنون ﴿وَفِي الْآخِرَةِ﴾ اى عند سؤال الملكين في القبر كما في الحديث الشريف. ”المسلم اذا سئل في القبر شهد

ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله لذلك قوله تعالى ﴿يثبت الله
الذين آمنوا...﴾ الآية. ﴿ويضل الله الظالمين﴾ اي لا يهديهم في
الحياة ولا عند سؤال الملكين وقت الممات.

(صفوة التفسير للعلامة محمد علي الصابوني)

وقوله. (في الحياة الدنيا) يعنى . قبل الموت. وقوله (وفي
الآخرة) اي . في القبر، وعليه اكثر اهل التفسير ، وقد ثبت ذلك
عن النبي ﷺ برواية البراء بن عازب، وهو قول عبدالله بن مسعود،
وعبدالله بن عباس، وجماعة من الصحابة.

واعلم ان سوال القبر ثابت في السنة، والايمان به واجب ،
وقد وردت فيه الاخبار الكثيرة ، روى ابو سعيد الخدرى . "ان
النبي ﷺ كان في جنازة ، فذكر لاصحابه انه يدخل على الرجل في
قبره ملكان ويسألانه ، فيقولان. من ربك؟ وما دينك؟ ومن
بيك؟ قال. فاما المؤمن فيقول. ربى الله ، وديتى الاسلام، ونبي
محمد ﷺ . فيفتح له باب الى النار، فيقال له . هذا كان مكانك لو
قلت غير هذا، ثم يفتح له باب الى الجنة، ويفسح له في قبره مد
البصر. واما الكافر فيقول الملكان له. من ربك؟ وما دينك؟ ومن
بيك؟ فيقول. لا ادري، فيقولان. لا دريت ولا تليت، ثم يفتح له
باب الى الجنة، فيقولان. هذا مكانك لو اجبت ، ثم يفتح له باب
الى النار، ويضيق عليه القبر حتى تختلف اضلاعه، ويضربانه
بمطرقة من نار فيصبح صيحة يسمعها كل الخلاق الا الثقلين .

وفي بعض الاخبار . " أن النبي ﷺ قال. لو نجا احد من
عذاب القبر لنجا سعد بن معاذ، ولقد ضمه القبر ضمة أو ضمتين". و

روى أن النبي ﷺ قال لعمر. "كيف بك إذا اتاك ملكان"
الخبر. فقال. يا رسول الله ﷺ، ومعى عقلى؟ قال. نعم. قال.
اكفيهما إذا".

وقيل . ان عذاب القبر ثلاثة ثلاث. ثلث من ترك الاستنزاء
من البول، وثلث من الغيبة، وثلث من المشى بالنميمة . والله اعلم .
وفى الآية قول آخر. أن الحياة الدنيا هي القبر ، وفى الآخرة
هي القيامة، والقول الاول اصح.

(تفسير القرآن للإمام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة
والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار
التميمي المروزي الشافعي السلفي)

القول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة كلمة الاخلاص
والنجاة من النار "لا اله الا الله" والاقرار بالنبوة، وهذه الآية تعم
العالم من لدن آدم عليه السلام الى يوم القيامة. وقال طاؤس، وقتاده،
وجمهور من العلماء. (فى الحياة الدنيا) هي مدة حياة الانسان،
(وفى الآخرة) هي وقت سؤاله فى القبر، وقال البراء بن عازب و
جماعة. (فى الحياة الدنيا) هي وقت سؤاله فى قبره، ورواه البراء عن
النبي ﷺ فى لفظ متاؤل ، لان ذلك فى مدة وجود الدنيا، وقوله.
(وفى الآخرة) هو يوم القيامة عند العرض. والاول احسن، ورجحه
الطبرى.

و "الظالمون" فى هذه الآية. الكافرون، بدليل أنه عادل بهم
المؤمنين، وعادل الثبوت بالاضلال، وقوله. (ويفعل الله ما يشاء)
تقرير لهذا التقسيم المتقدم، وكان امرء رأى التقسيم فطلب فى

نفسه علته فقيل له . (و يفعل الله ما يشاء) بحق الملك ، وفى هذه الآية رد على القدرية . وذكر الطبرى فى صفة مساءلة العبد فى قبره احاديث منها ما وقع فى الصحيح ، وهى من عقائد الدين ، وانكرت ذلك المعتزلة ، ولم تقل بأن العبد يسأل فى قبره ، و جماعة السنة تقول . ان الله يخلق له فى قبره ادراكات وتحصيلات ، اما بحياة كالمتعارفة واما بحضور النفس وان لم تتلبس بالجسد كالعرف ، كل هذا جائز فى قدرة الله تعالى ، غير ان فى الاحاديث أنه يسمع خفق النعال ، ومنها أنه يرى الضوء كالشمس دنت للغروب ، وفيها . أنه يراجع ، وفيها . فتعاد روحه الى جسده ، وهذا كله يتضمن الحياة . (المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابي محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسى)

اخرج البخارى . عن البراء ، أن رسول الله ﷺ قال . "المسلم اذا سئل فى القبر يشهد أن لا اله الا الله وان محمداً رسول الله . فذلك قوله . (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة)

المناسبة المتعلقة بالآية .

اخرج احمد . عن أبى سعيد الخدرى قال . شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة ، فقال رسول الله ﷺ . "ان هذه الامة تبغى فى قبورها ، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه جاءه ملك فى يده مطراق ، فاقعده . قال . ما تقول فى هذا الرجل ؟ فان كان مؤمناً قال . اشهد أن لا اله الا الله وأن محمداً عبده ورسوله ، فيقول . صدقت وان كان كافراً أو منافقاً يقول له . ما تقول فى هذا الرجل ؟

فيقول . لا ادري .

سمعت الناس يقولون شيئا ، فيقول . لا دريت ولا تليت . ولا
اعتديت ثم يقمعه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلهم غير
الثقلين . فقال بعض القوم . يا رسول الله ﷺ ، ما أحد يقول عليه
ملك في يده مطراق الا هبل عند ذلك فقال رسول الله ﷺ :
(يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت) .“

(جامع التفسير من كتب الاحاديث لخالد بن عبد القادر آل

عقدة)

وقيل . معناه الثبات عند سؤال القبر . فمن البراء بن عازب
رضي الله عنه . أن رسول الله ﷺ قال . (المسلم اذا سئل في القبر
شهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) قال . فذلك قوله تعالى .
(يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت . . .) الآية ، رواه الشيخان
واهل السنن .

وعليه ، فتفسير الآخرة بالقبر ، لكون الميت القطع بالموت
عن احكام الدنيا .

(تفسير القاسمي المسمى محاسن التاويل تاليف علامة

الشام محمد جمال الدين القاسمي)

(يثبت الله) راجع للمثل الاول (الذين آمنوا بالقول الثابت)

اي بالحجة الواضحة عندهم وهي الكلمة الطيبة المتقدم ذكرها ،
وقد ثبت في الصحيح انها كلمة الشهادة يقولها المؤمن اذا قعد في
قبره قال النبي ﷺ . ”فذلك قوله تعالى يثبت الله“ الآية وقيل معنى
تثبت الله لهم هو ان يدوموا عليه (في الحياة الدنيا) ويستمروا حتى

إذا فتنوا في دينهم لم يزالوا كما ثبت الدين فتنهم أصحاب الأخدود وغير ذلك.

(وفي الآخرة) أي في القبر بتلقيين الجواب وتمكين الصواب، قاله الجمهور وقيل يوم القيامة عند البعث والحساب، وقيل المراد بالحياة الدنيا وقت المسألة في القبر وفي الآخرة وقت المسألة يوم القيامة والمراد أنهم إذا سئلوا عن معتقدتهم ودينهم أوضحوا ذلك بالقول الثابت من دون تلثم ولا تردد ولا جهل، كما يقول من لم يوفق لا أدري فيقال له لا دريت ولا تليت.

وأخرج البخاري ومسلم وأهل السنن وغيرهم عن البراء بن عازب أن رسول الله ﷺ قال "المسلم إذا سئل في القبر يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله" فذلك قوله (يثبت الله الذين آمنوا) الآية. وعن البراء قال "إذا جاء الملكان إلى الرجل في القبر فقالا من ربك فقال ربي الله، وقالوا وما دينك قال ديني الإسلام، وقالوا من نبيك قال نبي محمد ﷺ.

(فتح البيان في مقاصد القرآن تأليف صديق بن حسن بن علي الحسين القنوجي البخاري)

(قوله بالقول الثابت) أي الذي ثبت بالحجة عندهم وتمكن في قلوبهم في الحياة الدنيا فلا يزلون إذا فتنوا في دينهم كزكريا ويحيى وجرجيس وشمعون وكالذين فتنهم أصحاب الأخدود وفي الآخرة فلا يلعنهمون إذا سئلوا عن معتقدتهم في الموقف ولا تلهتهم أهوال القيامة أه بيضاوي (قوله في الحياة الدنيا) أي فلا يزلون عن دينهم إذا فتنوا ويأمنون فيها من الأسر والقتل

وغير ذلك بما يعصمه الاسلام اه (قوله لما يسألهم الملكان الخ) فيقولان في السؤال من ربك وما دينك وما كنت تقول في هذا الرجل المبعوث فيقول في الجواب ربى الله و دينى الاسلام و أشهد أن هذا الرجل عبد الله و رسوله اه .

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٢)

﴿ يثبت الله الذين آمنوا ﴾ الذين صدقوا محمدا ﴿ بالقول الثابت ﴾ وهو لا اله الا الله ﴿ فى الحياة الدنيا ﴾ يشتهم بها على الحق ﴿ وفى الآخرة ﴾ يعنى فى القبر ، قال المفسرون . هذه الآية وردت فى فتنة القبر ، و سؤال الملكين ، و تلقين الله المؤمن كلمة الحق فى القبر عند السؤال ، و تثبته اياه بها على الحق ، اخبرنا ابو الحسن على بن محمد بن محمد البغدادى نا محمد بن يعقوب نا يحيى بن ابى طالب نا وهب بن جرير نا شعبة عن ابى اسحاق عن البراء بن عازب قال . ذكر رسول الله ﷺ المؤمن والكافر ، فقال . ان المؤمن اذا سئل فى قبره ، قال . ربى الله ، لذلك قوله ﴿ يثبت الله الذين آمنوا ﴾ بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة ﴿

اخبرنا محمد بن موسى بن شاذان نا محمد بن عبد الله الصفار نا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثنى ابى ، نا ابو عامر ، نا عباد بن راشد ، عن داؤد بن ابى هند ، عن ابى نضرة ، عن ابى سعيد الخدرى قال . شهدنا مع رسول الله ﷺ جنازة ، فقال . ايها

الناس ان هذه الامة تبلى فى قبورها ، فاذا الانسان دفن ، فتفرق عنه اصحابه ، جاته ملك فى يده مطراق ، فاقعده ، فقال . ما تقول فى هذا الرجل فان كان مؤمنا قال . اشهد أن لا اله الا الله ، وان محمد عبده ورسوله ، فيقول له . صدقت ثم يفتح له باب الى النار فيقول . هذا كان منزلك لو كفرت بربك ، فاما اذا آمنت ، فهذا منزلك و يفتح له باب الى الجنة ، فيريد ان ينهض اليه فيقال له اسكن و يفسع له فى قبره وان كان كافرا او منافقا يقول له ما تقول فى هذا الرجل لا ادرى سمعت الناس يقولون شيئا فقلت فيقال لا دريت ولا تليت ولا اهتديت ثم يفتح له باب الى الجنة فيقال هذا لك لو آمنت ، فاما اذا كفرت ، فان الله عز وجل ابدلك به هذا ، و يفتح له باب الى النار ثم يقمعه بالمطراق قمعة ، يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين ، فقال بعض القوم . يا رسول الله ، ما احد يقوم عليه ملك فى يده مطرقة ، الا هيل عند ذلك ، فقال رسول الله ﷺ يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة وقوله . ﴿ ويضل الله الظالمين ﴾ يعنى . لا يلحق الله المشركين والكافرين ، حتى اذا سئلوا فى قبورهم قالوا . لا ندرى قال الفراء . يضلهم عن هذه الكلمة ﴿ ويفعل الله ما يشاء ﴾ من تثبيت المؤمن وتلقينه الصواب ، و اضلال الكافر ، قال الفراء . اى لا تكون له قدرة ، ولا يسأل عما يفعل .

(الوسيط فى تفسير القرآن المجيد تاليف ابى الحسن على بن احمد

الواحدى النيسابورى (المتوفى ٢٨٥٢هـ))

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ وقيل في الحياة الدنيا يعنى عند الموت وفي الآخرة يعنى في القبر حتى يجيب سؤال الملكين . (تفسير زاهدى ص ٢٢٢)

وقال طاؤس وعبادة وجمهور من العلماء أن تثبيتهم في الدنيا فهو مدة حياة الانسان وفي الآخرة هو وقت سؤاله في قبره ورجح هذا القول الطبرى. وقال البراء بن العازب وجماعة في الحياة الدنيا هي وقت سؤاله في قبره ورواه البراء عن النبي ﷺ وفي الآخرة هو يوم القيامة عند العرض وقيل هي تثبته في الحياة الدنيا وفي الآخرة هو حاله على الايمان وحشره عليه وقيل التثبيت في الدنيا الفتح والنصر وفي الآخرة الجنة والثواب وما صح عن الرسول ﷺ في حديث البراء من تلاوته عند اعداء المؤمنين في قبره. ومثل و شهد شهادة الاخلاص قوله تعالى يثبت الله الذين آمنوا آية لا يظهر منه يعنى ان الحياة الدنيا هي حياة الانسان وان الآخرة في القبر ولان الحياة الدنيا هي في القبر وان الآخرة هي يوم القيامة وقيل يتعلق بآمنوا وسؤال العبد في قبره عند اهل السنة. ((تفسير البحر المحيط ص ٣٢٣))

وقال عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن ابيه ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا﴾ قال لا اله الا الله ﴿وفي الآخرة﴾ المسئلة في القبر وقال قتادة اما الحياة الدنيا فيثبتهم بالخير والعمل الصالح ﴿وفي الآخرة﴾ في القبر وكذا روى عن

هير واحد من السلف. وقال ابو عبد الله الحكيم الترمذي في كتابه
 نوادر الاصول حدثنا ابي حدثنا عبد الله بن نافع عن ابي فديك عن
 عبد الرحمن بن عبد الله عن سعيد بن المسيب عن عبد الرحمن بن
 سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ ذات يوم ونحن في مسجد
 المدينة فقال " اني رأيت البارحة عجب رأيت رجلاً من امتي جاءه
 ملك الموت ليقبض روحه فجاءه به هو الذي فرد عنه ورأيت رجلاً
 من امتي قد بسط عليه عذاب القبر فجاءه وضوءه فستفذه من ذلك
 ورأيت رجلاً من امتي قد احتبسته الشيطان فجاءه ذكر الله فخلصه
 مم بينهم ورجلاً من امتي قد اهتوشته ملائكة العذاب فجاءته صلاته
 فاستنقذته من ايديهم ورأيت رجلاً من امتي يلهث عطشاً كما ورد
 حوضاً مع منعه فجاءه صيامه فسقاه ورواه ورأيت رجلاً من امتي
 والنبيون قعود حلقاً حلقاً كلما دنا لحلقة طردوه فجاءه اغتساله من
 الجنابة فاخذ بيده فعقده الى جنبه. ورأيت رجلاً من امتي بين يديه
 ظلمة وخلفه ظلمة وعن يمينه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن فوقه
 ظلمة ومن تحته ظلمة وهو معجبر فيها فجاءته حجته وعمرته
 فاستخرجاه من الظلمة وادخلاه النور، ورأيت رجلاً من امتي يكلم
 المؤمنين فلا يكلمونه فجاءته صلة الرحم فقالت يا معشر المؤمنين
 كلموه فكلموه ورأيت رجلاً من امتي يتقى وهج النار وشررها بيده
 عن وجهه فجاءته صدقته فصارت له سقراً على وجهه وظلاً على رأسه
 ورأيت رجلاً من امتي قد اخذته الزبانية من كل مكان فجاءه امره
 بالمعروف والنهي عن المنكر فاستنقذه من ايديهم وادخلاه مع
 ملائكة الرحمة ورأيت رجلاً من امتي جاثياً على رقبته بينه وبين الله

حجاب فجاءه حسن خلقه فاخذ بيده فادخله على الله عز وجل و
 رايت رجلا من امتى قد هوت صحيفته من قبل شماله فجاءه خوفه
 من الله فاخذ صحيفته فجعلها فى يمينه و رايت رجلا من امتى قد
 خف ميزانه فجاءته افراطه فثقلوا ميزانه و رايت رجلا من امتى قائم
 على سفير جهنم فجاءه وجله من الله فستقده من ذلك ومضى و
 رايت رجلاً من امتى هواى فى النار فجاءته دموعه التى بقى من خشية
 الله فى الدنيا فاستخرجته من النار و رايت رجلا من امتى قائما على
 الصراط يزحف احيانا و يحبوا احيانا فجاءته صلوته على فاخذت
 بيده فاقامته ومضى على الصراط و رايت رجلا من امتى انتهى الى
 باب الجنة فغلقت الابواب دونه فجاءته شهادته ان لا اله الا الله
 فتحت له الابواب و ادخلته الجنة. قال القرطبي بعض ايراده هذا
 الحديث من هذا الوجه هذا حديث عظيم ذكر فيه اعمالا خاصة
 تنجى من احوال خاصة واورده هكذا فى كتابه التذكرة .

(تفسير ابن كثير ص ٤٠٦ ج ٢)

ثم قال تعالى ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ بلا اله
 الا الله ﴿فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ يعنى يشتهم على ذلك القول عند النزاع
 ﴿فِى الْآخِرَةِ﴾ يعنى فى القبر وقال البراء بن عازب نزلت الآية فى
 عذاب القبر يسأل من ربك ومن نبيك وما دينك ؟ يعنى اذا
 اجاب فقد ثبت الله تعالى وقال الضحاك اذا وضع المؤمن فى قبره
 انصرف عنه الناس دخل عليه ملكان فيجلسانه ويسألانه من ربك
 ومن نبيك وما دينك وما كتابك وما قبلتك ؟ فيثبته الله فى القبر
 كما يشته فى الحياة الدنيا بالاقرار بالله تعالى و كتبه و رسله و رواه

ابن طاؤس عن ابيه أنه قال فى الحىاة الدنيا يعنى قوله لا اله الا الله
يشتهم عليها فى الدنيا وفى الآخرة عند المسئلة فى القبر وهكذا قال
قتادة وقال الربيع بن انس فى الحىاة الدنيا يعنى فى القبر وفى الآخرة
يعنى يوم الحساب و يقال فى الحىاة الدنيا وفى الآخرة يعنى يموت
على الايمان ويبعث يوم القيامة مع الايمان . (تفسير سمرقندى
ص ٢٠٦ ج ٢)

﴿ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحىوة الدنيا وفى
الآخرة﴾ وقيل فى الحىوة الدنيا يعنى عند الموت وفى الآخرة
يعنى فى القبر حتى يجيب سؤال الملكين . (تفسير زاهدى
ص ٢٢٢)

﴿ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحىوة الدنيا وفى
الآخرة و يضل الله الظالمين و يفعل الله ما يشاء﴾ قوله تعالى ﴿ثبت
الله الذين آمنوا﴾ أى ، يشتهم على الحق بالقول الثابت ، وهو شهادة
أن لا اله الا الله

قوله تعالى ﴿فى الحىاة الدنيا وفى الآخرة﴾ فيه قولان .

احدهما . أن الحىاة الدنيا ، زمان الحىاة على وجه الارض ،
والآخرة ، زمان المسئلة فى القبر ، وإلى هذا المعنى ذهب البراء بن
عازب ، وفيه احاديث تعضده ، والثالى ، أن الحىاة الدنيا ، زمن
السؤال فى القبر ، والآخرة ، السؤال فى القيامة ، وإلى هذا المعنى
ذهب طاووس ، و قتادة ، قال المفسرون . هذه الآية وردت فى فتنة
القبر ، و سؤال الملكين و تلقين الله تعالى للمؤمنين كلمة الحق عند
السؤال ، و تثبته اياه على الحق . (زاد المسير فى علم التفسير

(ص ٣٦١ ج ٢)

عن ابي سعيد الخدري قال شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة فقال رسول الله ﷺ يا ايها الناس ان هذه الامة تبئلى فى قبورها فاذا الناس دفن فترق عنه اصحابه، جاءه ملك فى يده مطراق فاقعده قال ما تقول فى هذا الرجل، فان كان مؤمنا قال اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله، فيقول صدقت ثم يفتح له بابا الى النار فيقول هذا كان منزلك لو كفرت بربك فاما اذ آمنت بربك فهذا منزلك فيفتح له باباً الى الجنة فيريد ان ينهض اليه فيقول له اسكن ويفسح له فى قبره وان كان كافرا او منافقا يقول له ما تقول فى هذا الرجل فيقول لا ادرى، سمعت الناس يقولون شيئا فيقول لا دريت ولا تليت ولا اهديت ثم يفتح له باباً الى الجنة فيقول هذا منزلك لو آمنت بربك فاما اذا كفرت بربك فان الله عز وجل ابدلك به هذا ويفتح له باباً الى النار ثم يغممه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلها، غير الثقلين، وقال بعض القوم يا رسول الله ﷺ ما احد يقوم عليه ملك فى يده مطراق الا هبل عن ذلك فقال رسول الله ﷺ هو يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ﴿ رواه احمد والبخاري، وزاد،

﴿في الحياة الدنيا وفي الآخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء﴾ (ابراهيم ٢٤) ورجاله رجال الصحيح.

(مجمع الزوائد ج ٣ ص ١٢٩)

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده انه ليسمع خفق نعالهم حين يولون عنه، فاذا كان مؤمناً كانت الصلاة عند رأسه و الزكاة عن يمينه، والصوم عن شماله، وفعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس من قبل رجله، فيؤتى من قبل رأسه، فتقول الصلاة ليس قبلي مدخل، فيؤتى عن يمينه فتقول الزكاة ليس قبلي مدخل، ويؤتى من قبل شماله، فيقول الصوم، ليس قبلي مدخل، ثم يؤتى من قبل رجله، فيقول فعل الخيرات الى الناس، ليس من قبلي مدخل فيقال له اجلس، فيجلس وقد مثلت له الشمس للغروب فيقال له ما تقول في هذا الرجل الذي كان قبلكم يعنى النبي ﷺ فقال. اشهد انه رسول الله ﷺ جاءنا بالبينات من عند ربنا فصديقنا واتبعنا، فيقال له صدقت، وعلى هذا حييت، وعلى هذا مت، وعليه تبعث ان شاء الله، ويفسح له قبره مد بصره فذلك قول الله عز وجل ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ (ابراهيم ٢٤) ويقال افتح له باباً الى النار

فيقال هذا كان منزلک لو عصیت الله عز و جل فیزداد غبطة و سروراً و یقال افتحوا له باباً الى الجنة فيفتح له، فيقال هذا منزلک وما أعده الله لک، فیزداد غبطة و سروراً، فيعاد الجلد الى ما بدا منه، و یجعل روحه فی نسم طیر یعلق فی شجر الجنة، و أما الکافر فیؤتى من قبل رأسه، فلا یوجد شیئاً، فیؤتى من قبل رجل فلا یوجد شیء، فيجلس خائفاً مرعوباً، فيقال له ما تقول فی هذا الرجل کان فيکم، وما تشهد به؟ فلا یهتدى لاسمه، فيقال محمد ﷺ. فيقول . سمعت الناس یقولون شیئاً فقلت کما قالوا، فيقال له صدقت علی هذا حیيت، وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله، و یضيق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه، فذلک قول الله عز و جل ﴿و من اعرض عن ذکرى فان له معیشة ضنکاً﴾ (طه ١٢٣) فيقال افتحوا له باباً الى الجنة فيقال له هذا کان منزلک وما أعد الله لک لو اطعته، فیزداد حسرة و ثبوراً، ثم یقال افتحوا له باباً الى النار فيفتح له اليها، فيقال هذا منزلک وما أعد الله لک فیزداد حسرة و ثبوراً، قال ابو عمر، یعنی الضریر . قلت لحماة بن سلیمان کان هذا من اهل القبلة قال نعم. قال ابو عمر كأنه يشهد بهذه الشهادة علی غیر یقین یرجع الى قلبه، کان یسمع الناس

يقولون شيئاً فيقول له . (رواه الطبرانى فى الأوسط و اسناده

حسن)

(مجمع الزوائد ج ٣ ص ١٣٢)

وعن عائشةؓ، قالت، قلت، يا رسول الله، تبلى هذه الأمة فى قبورها، فكيف بى و أنا امرأة ضعيفة؟ قال . ﷺ
الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة ﴿ (ابراهيم ٢٤) قلت . لها حديث غير هذا فى الصحيح . رواه البزار، و رجاله ثقات .

(مجمع الزوائد ج ٣ ص ١٣٥)

وعن أبى هريرة، رضى الله عنه، قال . شهدنا جنازة مع نبي الله ﷺ، فلما فرغ من دفنها وانصرف الناس، قال نبي الله ﷺ، انه الآن يسمع خفق نعالكم، أتاه نكير و منكر أعينهما مثل قدور النحاس، و أنيا بهما مثل صياصى البقر، و أصواتهما مثل الرعد، فيجلسانه فيسألانه . ما كان يعبد؟ و من كان نبيه؟ فان كان ممن يعبد الله، قال . كنت اعبد الله، و نبيى محمد ﷺ، جاءنا بالبينات فأمنأ به و اتبعناه، فذلك قول الله . ﷺ الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة ﴿ (ابراهيم ٢٤) فيقال له . على اليقين حييت، و عليه مت، و عليه تبعث، ثم يفتح له باب الى

الجنة، ويوسع له فى حفرة، وان كان من أهل الشك، قال. لا أدري، سمعت الناس يقولون شيئاً فقلته، فيقال له. على الشك حيت ، وعليه مت، وعليه تبعث، ثم يفتح له باب الى النار، ويسلط عليه عقارب وتنانين، لو نفخ أحدهم فى الدنيا ما ببت شيئاً تنهشه، وتؤمر الأرض فتضمه حتى تختلف أضلاعه.

رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه ابن لهيعة. قلت وفيه كلام.

(مجمع الزوائد ج ٣ ص ١٣٦)

وعن عبدالله، قال. اذا حدثتكم بحديث أنبئكم بتصديق ذلك، ان المؤمن اذا مات جلس فى قبره، فيقال. من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيقول. ربى الله، ودينى الاسلام، ونبى محمد ﷺ، فيوسع له فى قبره، ويفرج له فيه، ثم قرأ عبدالله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة ويضل الله الظالمين﴾ (ابراهيم ٢٤)

رواه الطبرانى فى الكبير، واسناده حسن.

(مجمع الزوائد ج ٣ ص ١٣٤)

حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن سعد بن عبيدة عن

البراء بن عازب رضي الله عنه ثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا ﴿﴾ قال التثيت في الحياة الدنيا إذا جاء الملكان إلى الرجل في القبر فقالا له من ربك؟ فقال ربي الله قالوا وما دينك؟ قال ديني الاسلام قالوا ومن نبيك؟ قال نبي محمد ﷺ فذلك التثيت في الحياة الدنيا.

(مصنف ابن أبي شيبة ج ٣ ص ٢٥٢)

حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا محمد بن اسحاق الصفاني، ثنا سعيد بن عامر، ثنا محمد بن عمرو بن علقمة، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال. ان الميت يسمع خفق نعالهم اذا ولو مدبرين فان كان مؤمنا كانت الصلاة عند رأسه وكان الصوم عن يمينه وكانت الزكاة عن يساره وكان فعل الخيرات من الصدقة والصلاة والصلة والمعروف والاحسان إلى الناس عند رجله فيؤتى من قبل رأسه فتقول الصلاة ما قبلي مدخل ويؤتى من عن يمينه فيقول الصوم. ما قبلي مدخل ويؤتى من عن يساره فتقول الزكاة. ما قبلي مدخل ويؤتى من قبل رجله فيقول فعل الخيرات. ما قبلي مدخل فيقال له. أقعد فيقعد وتمثل له الشمس قد دنت للغروب فيقال له. ما تقول في هذا الرجل الذي كان فيكم وما تشهد به فيقول. دعوني أصلي

فيقولون . انك ستفعل ولكن أخبرنا عما نسألك عنه
 قال . وعم تسألوني عنه فيقولون . أخبرنا عما نسألك عنه
 فيقول . دعوني أصلي فيقولون . انك ستفعل ولكن أخبرنا
 عما نسألك عنه قال . وعم تسألوني فيقولون . أخبرنا ما
 تقول في هذا الرجل الذي كان فيكم وما تشهد به عليه
 فيقول . محمداً أشهد أنه عبد الله و أنه جاء بالحق من عند الله
 فيقال له . على ذلك حيت و على ذلك مت و على ذلك
 تبعث ان شاء الله ثم يفتح له باب من قبل النار فيقال له . أنظر
 الى منزلك و الى ما أعد الله لك لو عصيت فيزداد غبطة و
 سروراً ثم يفتح له باب من قبل الجنة فيقال له . أنظر الى
 منزلك و الى ما أعد الله لك فيزداد غبطة و سروراً و
 ذلك قول الله تبارك و تعالى . ﴿يثبت الله الذي آمنوا
 بالقول الثابت في الحياة الدنيا و في الآخرة و يضل الله
 الظالمين و يفعل الله ما يشاء﴾ (ابراهيم ٢٤) قال و قال أبو
 الحكم عن أبي هريرة . فيقال له . أرقد رقدة العروس الذي
 ما يوقظه الا اعز أهله اليه . ثم رجع الى حديث أبي سلمة عن
 أبي هريرة قال . وان كان كافراً أتى من قبل رأسه فلا يوجد
 شيء و يؤتى عن يمينه فلا يوجد شيء ثم يؤتى عن يساره فلا
 يوجد شيء ثم يؤتى من قبل رجله فلا يوجد شيء فيقال له .

أقعد فيقعد خائفاً مرعوباً فيقال له. ما تقول في هذا الرجل الذي كان فيكم وما ذا تشهد به عليه فيقول. أي رجل؟ فيقولون. الرجل الذي كان فيكم قال. فلا يهتدي له قال فيقولون. محمد فيقول. أي رجل؟ فيقولون. الرجل الذي كان فيكم قال. فلا يهتدي له قال فيقولون. محمد فيقول. سمعت الناس قالوا فقلت كما قالوا فيقولون. على ذلك حييت وعلى ذلك مت وعلى ذلك تبعث إن شاء الله ثم يفتح له باب من قبل الجنة فيقال له. أنظر إلى منزلك وإلى ما أعد الله لك لو كنت أطعته فيزداد حسرة و ثبوراً قال. ثم يضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه قال. وذلك قوله تبارك وتعالى. ﴿وإن له معيشة ضنكاً ونحشره يوم القيامة أعمى﴾ (طه ١٢٢)

قال في التلخيص تابعه حماد بن سلمة عن محمد بنحوه. على شرط مسلم.

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم

ج ٣ ص ٥٣٤)

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا أبو عامر ثنا عباد يعني

ابن راشد عن داود بن أبي هند عن أبي نضرة عن أبي سعيد

الخدري قال. شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة، فقال

رسول الله ﷺ "يا ايها الناس ان هذه الأمة تبلى في قبورها، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاءه ملك في يده مطراق فاقعده، قال، ما تقول في هذا الرجل؟ فان كان مؤمناً قال. أشهد أن لا اله الا الله وأن محمدا عبده ورسوله، فيقول. صدقت، ثم يفتح له باب الى النار، فيقول هذا كان منزلك لو كفرت بربك، فأما اذ آمنت فهذا منزلك، فيفتح له باب الى الجنة فيريد أن ينهض إليه، فيقول له اسكن، ويفسح له في قبره. وان كان كافراً أو منافقاً يقول له ما تقول في هذا الرجل؟ فيقول لا ادرى، سمعت الناس يقولون شيئا، فيقول. لا دريت ولا تليت ولا اهتديت، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيقول. هذا منزلك لو آمنت بربك، فأما اذ كفرت به، فان الله عز وجل أبدلك به هذا، ويفتح له باب الى النار، ثم يقمعه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين"، فقال بعض القوم. يا رسول الله ما أحد يقوم عليه ملك في يده مطراق الا هبل عند ذلك، فقال رسول الله ﷺ. يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ﴿

(مسند احمد ج ٣ ص ٥)

وقد جاء هذا مبيناً في احاديث صحاح، فمنها ما في

المسند من حديث داؤد بن أبى هند عن أبى نضرة عن أبى سعيد قال. كنا مع النبى ﷺ فى جنازة ، فقال "يا أيها الناس ان هذه الامة تبلى فى قبورها، فاذا الانسان دفن و تفرق عنه أصحابه جاءه ملك بيده مطراق فاقعده فقال. ما تقول فى هذا الرجل؟ فان كان مؤمنا قال. أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله ، فيقول له. صدقت ، فيفتح له باب الى النار فيقال له. هذا منزلك لو كفرت بربك، فأما اذا آمنت فان الله أبدلك به هذا، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيريد أن ينهض له، فيقال له. اسكن، ثم يفسح له فى قبره، و أما الكافر والمنافق فيقال له. ما تقول فى هذا الرجل؟ فيقول. لا أدري، فيقال له. لا دريت ولا اهتمديت، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيقال له. هذا منزلك لو آمنت بربك، فأما اذ كفرت فان الله أبدلك به هذا، ثم يفتح له باب الى النار، ثم يقمعه الملك بالمطراق قمعة يسمعه خلق الله كلهم الا الثقلين". قال بعض اصحابه. يا رسول الله، ما منا من احد يقول على رأسه ملك بيده مطراق الا هيل عند ذلك، فقال رسول الله ﷺ **يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة، ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء**

(ابراهيم ٢٤)

(اعلام الموقعين ج ١ ص ١٣٦)

وهذا كما أنه مقتضى السنة الصحيحة، فهو متفق عليه بين أهل السنة. قال المروزي . قال أبو عبدالله . عذاب القبر حق لا ينكره الا ضال مضل . قال حنبل . قلت لأبى عبدالله فى عذاب القبر، فقال . هذه أحاديث صحاح تؤمن بها، و نقر بها . كلما جاء عن النبى ﷺ اسناد جيد أقررنا به . اذ لم نقر بما جاء به رسول الله ﷺ و دفعناه و ردناه ردنا على الله أمره، قال الله تعالى . ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه﴾ قلت له وعذاب القبر حق؟ قال . حق، يعذبون فى القبور . قال . و سمعت أبا عبدالله يقول . تؤمن بعذاب القبر، و بمنكر و نكير، وأن العبد يسأل فى قبره . ﴿فيثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة﴾ فى القبر .

(الروح لابن قيم الجوزية ص ٤١)

فقال . وأما سؤال السائل هل يتكلم الميت فى قبره فجوابه أنه يتكلم، وقد يسمع أيضا من كلمه، كما ثبت فى

الصحيح عن النبي ﷺ أنه قال. "أنهم يسمعون قرع
 نعالهم" وثبت عنه في الصحيح أن الميت يسأل في قبره.
 فيقال له. من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فيثبت الله
 الذين آمنوا بالقول الثابت، فيقول. الله ربي، والاسلام
 ديني، ومحمد نبيي. ويقال له. ما تقول في هذا الرجل الذي
 بعث فيكم؟ فيقول المؤمن. هو عبد الله ورسوله، جاءنا
 بالبينات والهدى فأمنّا به واتبعناه، وهذا تأويل قوله تعالى.
 ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي
 الْآخِرَةِ﴾

(فتاوى ابن تيمية ج ٢ ص ٢٤٣)

آيت ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ.....الخ﴾ معناه الثبات عند سوال
 القبر وعن البراء بن عازب انه عليه السلام ذكر قبض روح
 المؤمن فقال ثم يعاد روحه في جسده فيأتيه ملكان
 فيجلسانه في قبره ويقولان له من ربك؟ وما دينك؟ ومن
 نبيك؟ فيقول ربي الله، و ديني الاسلام، ونبيي محمد عليه
 السلام، فينادى مناد من السماء ان صدق عبدي فذلك

قوله ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ الخ و
ظني ان عذاب القبر ههنا بمعنى عام يتناول لجميع الاحوال
التي في القبر كما هو رأي البعض وان هذه الآية جامعة
لسؤال القبر وعذابه و تنعيمه.

(تفسيرات الاحمدية في بيان آيات الشرعية)

پر بعض اوقات اجمال کر جاتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا۔

عذاب قبر پر آیت نمبر پانچ

سورۃ نوح میں آتا ہے اغرقوا فادخلوا ناراً۔ اب یہ فاتعقیب بلامہلۃ کے لئے آتی ہے ادھر غرق ہوتے گئے ادھر عذاب میں مبتلا کر دئے گئے۔ اب دیکھئے کہ جب غرق ہوئے تو غرق سے جو عذاب آیا وہ جسم اور روح دونوں کو آیا یا صرف روح کو؟ روح اور جسم دونوں کو آیا۔ جب یہ عذاب دونوں کو آیا تو فادخلوا ناراً یہ عذاب بھی جسم اور روح دونوں کو آیا اور یہی عذاب قبر ہے۔ مفسرین نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ تفسیری حوالہ جات حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (۶ح)

(ح ۶)۔ ﴿فادخلوا ناراً﴾ ای بعد اغراقہم۔ قال القشیری۔

وهذا يدل على عذاب القبر۔

(الجامع لاحکام القرآن لابن عبد اللہ محمد بن احمد

الانصارى القرطبي الجزء الاول)

﴿فادخلوا ناراً﴾ جعل دخولهم النار في الآخرة كانه متعقب

لأغراقهم، لا قترابه، ولانه كائن لامحالة، فكأنه قد كان۔ او ارید

عذاب القبر۔ ومن مات في ماء او في نار او اكلته السباع والطيور۔

اصابه ما يصيب المقبور من العذاب۔

(الكشاف لابن القاسم محمود بن عمر الزمخشري

الخوارزمي (۴۶۷-۵۳۸ھ)

(المسألة الثالثة) تمسك اصحابنا في البات عذاب القبر

بقوله (اغرقوا فادخلوا ناراً) وذلك من وجهين (الاول) ان الفاء في

قوله "فادخلوا ناراً" تدل على انه حصلت تلك الحالة عقيب

ایک بات

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ یہاں دخول ناکا ذکر ہے اور دوسری میں عرض ناکا ذکر ہے۔

الاغراق فلا يمكن حملها على عذاب الآخرة ، والا بطلت دلالة هذه الفاء (الثاني) أنه قال فادخلوا على سبيل الاخبار عن الماضي . وهذا لما يصدق لو وقع ذلك .

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازي)

فصل فی صحة "عذاب القبر"

قال ابن الخطيب . دل قوله . ﴿اغرقوا فادخلوا نارا﴾ على ان عذاب القبر لانه يدل على انه حصلت تلك الحالة عقيب الاغراق ، ولا يمكن حمل الآية على عذاب الآخرة والا بطلت دلالة هذه الفاء ، وايضا فقوله " فادخلوا " يدل على الاخبار عن الماضي ، وهذا لما يصدق لو وقع ذلك ، وقال مقاتل ، والكلبي . معناه انهم سيدخلون في الآخرة نارا ، ثم عبر عن المستقبل بلفظ الماضي ، لصدق وقوع وعده كقوله . ﴿ونادى اصحاب الجنة﴾ (الاعراف . ٣٣)

قال ابن الخطيب . وهذا ترك للظاهر من غير دليل ، فان قيل . انما تركنا الظاهر للدليل ، وهو ان من مات في الماء ، لمّا نشاهده هناك ، فكيف يمكن ان يقال . انهم في تلك الساعة ادخلوا نارا ؟ فالجواب . ان هذا الاشكال ، انما جاء لاعتقاد ان الانسان هو مجموع هذا الهيكل ، وهذا خطأ لان الانسان هو الذي كان موجودا من اول عمره ، مع انه كان صغير الجثة في اول عمره ، ثم ان اجزاءه دائما في التحلل واللبان ، و معلوم ان الباقي غير المتبدل . فهذا

وہاں عرض نار کے بعد دخول نار ہے، اس سے پتہ چلا کہ کبھی عرض نار کو بھی مجازاً دخول نار کہہ دیتے

الانسان عبارة عن ذلك الشيء الذي هو باق ، من اول عمره الى الآن ، فلم لا يجوز ان يقال . نقل الاجزاء الباقية الاصلية التي في الانسان عبارة عنها الى النار والى العذاب .

ونقل القرطبي عن القشيري انه قال . هذه الآية تدل على عذاب القبر ، ومنكرو يقولون . صاروا مستحقين دخول النار ، او عرض عليهم اما كنهم من النار ، كقوله تعالى ﴿النار يعرضون عليها غدوا وعشيا﴾

(اللباب في علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابي حفص عمر بن علي ابن عادل الدمشقي الحنبلي المتوفى بعد سنة ٨٨٠ هجرية)

﴿مما خطيئاتهم﴾ من اجل خطيئاتهم ، وما مزيدة للتاكيد والتفخيم ، وقرأ ابو عمرو مما خطاياهم . ﴿اغرقوا﴾ بالطوفان . ﴿فادخلوا نارا﴾ المراد عذاب القبر او عذاب الآخرة ،

(تفسير البيضاوي لامام ناصر الدين ابي سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي)

مما خطيئاتهم اغرقوا) ما مزيدة للتاكيد ، والمعنى . من خطيئاتهم . اي من اجلها و بسببها اغرقوا بالطوفان (فادخلوا نارا) عقب ذلك ، وهي نار الآخرة ، وقيل عذاب القبر .

(فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني المتوفى ١٢٥٠ هج)

فائدة . استدل العلماء على عذاب القبر بقوله تعالى ﴿مما

ہیں۔ حقیقت مجاز کے طور پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ جیسے نیک آدمی کی قبر میں

خطبتہم اغرقوا فادخلوا ناراً قالوا المراد بها نار القبر وعذابه،
لأنه تعالى عطف بالفاء، والفاء تفيد الترتيب مع التعقيب، ونار
الآخرة لم يذوقوها بعد، فدل على أن المراد عذاب القبر، وهو
استدلال لطيف.

(صفوة التفاسير للعلامة محمد علي الصابوني)

(فادخلوا) عقب الاغراق (نارا) وهي نار الآخرة، وهذا من
التعبير عن المستقبل بالماضي لتحقيق وقوعه نحو (اتى امر الله) وقيل
عذاب القبر، وعلى هذا هو على بابہ كقوله في آل فرعون (النار
يعرضون عليها غدوا وعشيا)

(فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن
علي الحسين القنوجي البخاري)

(قوله فادخلوا ناراً) أي في الدنيا عقب الاغراق فكانوا
يفرقون من جانب و يحترقون في الماء من جانب بقدرة الله تعالى اه
خطيب وفي السمين قوله فادخلوا ناراً ويجوز أن يكون من التعبير
عن المستقبل بالماضي لتحقيق وقوعه نحو اتى امر الله وأن يكون
على بابہ والمراد عرضهم على النار في قبورهم كقوله في آل فرعون
النار يعرضون عليها غدوا وعشيا اه.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي)

الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٢)

قال الزمخشري أو أريد عذاب القبر انتهى. (تفسير البحر

المحيط ص ٣٢٣)

چونکہ اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اس لئے اس کو جنت کا باغ فرمادیا۔ بدکار آدمی کی قبر میں

﴿اغرقوا فادخلوا النار﴾ قوله (المراد عذاب القبر)
 تمسک اصحابنا فی البات عذاب القبر بقوله تعالى ﴿اغرقوا
 فادخلوا النار﴾ و ذلك من وجهين الاول ان الفاء فی قوله تعالى
 ﴿اغرقوا فادخلوا النار﴾ تدل علی ان الادخال حصل عقب الاغراق
 فلا يمكن حمل الادخال علی عذاب الآخرة لان لا يلزم اخلاء اللفظ
 عن مدلوله الوضعی من غیر دلیل والوجه الثاني ان قوله تعالى
 ﴿فادخلوا﴾ اخبار عن الماضي وهو انما يصدق بوقوع المتخبر به
 قبل نزول الآية وقال مقاتل والكلبي معنى الآية انه سيدخلون فی
 الآخرة نارا و عبر عن المستقبل بلفظ الماضي لانه كائن لا محالة
 فكانه قد كان كقوله تعالى ﴿ونادى اصحاب النار﴾ (الاعراف ٥٠)
 و ﴿ونادى اصحاب الجنة﴾ (الاعراف ٣٢) ولانه لما تحقق سبب
 الادخال و من حق المسبب ان يتحقق عقب السبب جعل
 كالمتحقق و عبر عنه بلفظ الماضي ولا يخفى ان ما ذكر انما يصح
 التعبير عن المستقبل بلفظ الماضي ولا يكون دليلا علی ترك
 الظاهر و من المعلوم ان العدول عن الظاهر من غیر دلیل لا وجه له
 فالوجه ان يراد به عذاب القبر و من مات فی ماء او نار او اكلته
 السباع والطيور اصابه ما يصيب المقبور من العذاب كقوله تعالى فی
 آل فرعون ﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشيا و يوم تقوم الساعة
 ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ (غافر ٣٦) و عن الضحاك انهم
 كانوا يفرقون من جانب و يحرقون من جانب و هو يؤيد كون المراد
 به عذاب القبر ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی

اس کو جہنم دکھائی جاتی ہے اس لئے رسول اقدس ﷺ نے اسے حفرة من النيران فرمادیا۔ اسی طرح کبھی عرض ناری کی جگہ دخول نار کا لفظ مجازاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔

ایک مماتی کا لطیفہ

حضرت اوکاڑوٹیؒ نے فرمایا کہ ایک مماتی کہنے لگا کہ قبل ادخل الجنة کا مطلب ہے کہ وہ جنت میں جا چکا ہے، پہلے تو میں نے اسے کہا کہ ہاں جا چکے ہیں، کیونکہ و نفع فی الصور، صور بھی پھونکا جا چکا ہے جب صور پھونکا جا چکا ہے تو جنت میں بھی جا چکا ہے (حضرتؒ نے و نفع فی الصور کا ترجمہ اس طرح کیا تا کہ وہ تاویل کرے اور خود بھنس جائے چنانچہ ایسے ہی ہوا) اب وہ یہاں تاویل کرنے بیٹھا کہ یہاں ماضی اس لئے لائی گئی ہے کہ بسا اوقات جو بات آئندہ زمانے میں ہونی ہو اور یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کر لیتے ہیں کہ گویا ہو چکی ہے۔ حضرتؒ نے کہا پھر وہاں بھی یہ معنی لے لو۔ حضرتؒ نے کہا جلالین ہی کم از کم اٹھا کر دیکھ لو کوئی اور تفسیر تو تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا اسے شہید کیا بھی گیا تھا یا نہیں؟ قرآن میں اس کے شہید کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ اسے شہید کر دیا گیا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اسے زندہ اٹھالیا گیا تھا، سرے سے شہید ہوا ہی نہیں وہ۔ اور دوسرا یہ کہ اگر یہ شہید ہوا بھی تو قبل ادخل الجنة کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں کہ جنت سے مراد اس کی قبر بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا یہ بات قیامت کے دن اس کو کہی جائے گی۔ مفسرین نے یہ قول بھی لکھا ہے، نیز شہید ہے تو حیات بھی تو ثابت ہو رہی ہے کہ کلام کر رہا ہے پچھلوں کو خبر دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اس طرح کے اجمالات اٹھا اٹھا کر تفصیلی باتوں کی مخالفت

مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف

شیخ زادہ المتوفی ۱۰۹۵ھ

ص ۳۵۱-۳۵۲ ج ۸

کرتے رہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے قرآن پاک کی تین چار آیتیں لکھی ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ دس سے زائد آیات قرآن میں ایسی ہیں جس سے علماء نے عذاب و ثواب قبر کے باب میں ثابت کیا ہے۔ ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا نور محمد قادری تونسوی مدظلہ نے اپنی کتاب الحیات بعد الممات المعروف قبر کی زندگی لکھی ہے اس میں تقریباً ساٹھ آیتیں نقل کی ہیں، جن کے نیچے کسی نہ کسی مفسر نے عذاب و ثواب قبر کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال قرآن پاک اور احادیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ عذاب و ثواب قبر میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

اعتراض

قبر کی حیات تسلیم کرنا ﴿ربنا امتنا النّٰتین و احيیتنا النّٰتین﴾ کے خلاف ہے، اس لئے کہ دو زندگیوں کا ذکر ہے۔ (۱) دنیا والی (۲) حشر والی۔
اگر قبر میں زندگی مانیں تو تین زندگیاں ثابت ہو جائیں گی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں

لم يفهم الصحابة الذين نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبهم عليه السلام غير ذالك و كذا لك التابعون بعدهم.

(شفاء القام ص ۲۰۲)

کیا صحابہؓ نے یہ بات نہیں سمجھی نبی اقدس ﷺ سے جن کی زبان اور لغت میں قرآن نازل ہوا۔ نہ تابعین نے یہ سمجھا۔

اس یہ ہے کہ چونکہ قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے اس لئے اس کے ضمن میں آگئی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿کیف تکفرون بالله وکنتم امواتاً فاحیاءکم﴾ تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پھر اللہ نے تمہیں حیات دی۔ اب بچہ اس دنیا میں آنے سے قبل چند ماہ ماں کے پیٹ میں بھی تو زندہ رہتا ہے، اگر اس آیت میں ماں کے پیٹ والی حیات کا ذکر ہے تو دنیا والی کا ذکر کہاں ہے اور اگر دنیا والی کا ذکر ہے تو ماں کے پیٹ والی کا کہاں ہے؟ اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ ماں کے پیٹ والی حیات چونکہ اس زندگی کا دیباچہ اور مقدمہ ہے اس لئے فاحیاءکم کے تحت ہی آگئی۔ اسی طرح قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے وہ آخرت کی حیات کے تحت ہی داخل ہے۔

عذاب قبر پر آیت نمبر چھ

﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر

لعلهم يرجعون﴾

ترجمہ..... اور ہم چکھائیں گے عذاب اکبر سے قبل عذاب ادنیٰ تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

حضرات مفسرین نے عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیا ہے۔

ابن قیم الجوزیہؒ لکھتے ہیں

وقد احتج بهذه الآية جماعة منهم عبدالله بن عباسؓ

علی عذاب القبر.

(کتاب الروح لابن قیم)

ترجمہ..... اور اس آیت سے ایک جماعت نے جن میں سے عبداللہ بن

عباسؓ بھی ہیں عذاب قبر کے اثبات پر دلیل پکڑی ہے۔

اشکال

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے تو یہاں تو ہے کہ عذاب ادنیٰ اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ کفر سے لوٹ آئیں حالانکہ قبر میں جا کر کفر سے تو نہیں لوٹا جاسکتا، اگر عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیں تو جو غرض ہے یعنی ان کا کفر سے لوٹنا وہ فوت ہو جائے گی۔

جواب

ابن قیمؒ اسی اشکال کو نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں فرماتے ہیں ”یہ بات حرم الامۃ ترجمان قرآن حضرت ابن عباسؓ سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے، انہوں نے یہ قول کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے یہ اپنی دقت نظر کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لئے دو عذاب ہیں۔ ادنیٰ اور اکبر۔ اور پھر یہ فرمایا کہ ادنیٰ کا بعض حصہ چکھایا جائے گا تاکہ وہ کفر سے رجوع کر لیں اس لئے کہ من تبعیضہ ہے بعض ادنیٰ تو یہاں چکھا دیا باقی ادنیٰ جو ہے وہ اس عذاب دنیا کہ بعد چکھایا جائے گا اور وہ قبر میں چکھایا جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے من الادنیٰ فرمایا العذاب الادنیٰ نہیں فرمایا۔ اس پر تفسیری حوالہ جات جن مفسرین عذاب قبر پر استدلال کیا ہے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ح ۷)

(ح ۷). قوله تعالى. ﴿وَلَنذِيقَنَّهُمُ مِنَ الْعَذَابِ

الادنى﴾ قال الحسن و ابو العالية و الضحاك و ابی بن

كعب و ابراهيم النخعي. العذاب الادنى مصائب الدنيا

واسقامها مما يتلى به العبد حتى يتوبوا، وقاله ابن عباس.

وعنه ايضا انه الحدود. وقال ابن مسعود والحسين بن علي

حضرت انسؓ فرماتے ہیں

قال قال رسول الله ﷺ ان العبد اذا وضع في قبره و

وعبد الله بن الحارث. هو القتل بالسيف يوم بدر. وقال مقاتل. الجوع سبع سنين بمكة حتى اكلوا الجيف، وقاله مجاهد، وعنه ايضا. العذاب الادنى عذاب القبر، وقاله البراء ابن عازب. قالوا. والا كبر عذاب يوم القيامة. قال القشيري. وقيل عذاب القبر.

(الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن

احمد الانصارى القرطبي)

قوله تعالى. (ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر) اما العذاب الادنى ففي الدنيا وفيه سبعة اقاويل.

احدها. أنها مصائب الدنيا في النفس والاموال قاله

ابى.

الثانى. القتل بالسيف، قاله ابن مسعود.

الثالث. أنه الحدود، قاله ابن عباس.

الرابع. القحط والجذب، قاله ابراهيم.

الخامس. عذاب القبر، قاله البراء بن عازب و

مجاهد.

تولى عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقعدانه

السادس . انه عذاب الدنيا كلها ، قاله ابن زيد .

السابع . انه غلاء السعر والاكر خروج المهدي ،

قاله جعفر الصادق .

ويحتمل لثامناً . أن العذاب الادنى فى المال ،

والاكر فى النفس .

والعذاب الاكر عذاب جهنم فى الآخرة .

(النكت والعيون تفسير الماوردى تصنيف ابى

الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى)

واخرج الفريابى وابن جرير وابن ابى حاتم عن

مجاهد ﴿ولنذيقنهم من العذاب الادنى﴾ قال . عذاب الدنيا

وعذاب القبر .

واخرج الفريابى وابن جرير عن مجاهد فى قوله

﴿ولنذيقنهم من العذاب الادنى﴾ قال . القتل والجوع

لقريش فى الدنيا ، والعذاب الاكر يوم القيامة فى الآخرة .

واخرج هناد عن ابى عبيدة فى قوله ﴿ولنذيقنهم من

العذاب الادنى﴾ قال . عذاب القبر .

(الدر المنثور فى التفسير بالمأثور للامام الحافظ

جلال الدين السيوطى رحمه الله (ت ٥٩١ هـ)

فيقولان واما المنافق والكافر فيقال له لا دريت

وقال مجاهد. عنى بذلك عذاب القبر.

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي

محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسي)

(ولنديقنهم من العذاب الادنى) وهو عذاب الدنيا ،

قال الحسن ، وابو العالية، والضحاك، والنخعي . هو

مصائب الدنيا واسقامها ، وقيل . الحدود ، وقيل . القتل

بالسيف يوم بدر، وقيل سنى الجوع بمكة سبع سنين، حتى

اكلوا فيها الجيف والعظام ، والكلاب. وقيل عذاب القبر .

ولا مانع من الحمل على الجميع، والذوق حسى ومعنوى.

(فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن

حسن بن على الحسين القنوجي البخارى)

وقوله تعالى ﴿ولنديقنهم من العذاب الادنى دون

العذاب الاكبر﴾ قال ابن عباس يعنى بالعذاب الادنى و

مصائب الدنيا واسقامها وآفاتهما وما يحل باهلها مما يتلى

الله به عباده ليتوبوا اليه وروى مثله عن ابي بن كعب و ابي

العالية والحسن و ابراهيم النخعي والضحاك و علقمة و

عطية، و مجاهد و قتادة و عبدالكريم الجزرى و خصيف

وقال ابن عباس فى رواية عنه يعنى به اقامة الحدود عليهم

ولا تلیت و یضرب بمطارق من حدید ضربة فیصبح
صیحة یسمعها من یدیه غیر الثقلین.

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۲۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۶۵۴، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۸)

ترجمہ..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو

وقال البراء بن عازب و مجاهد و ابو عبیدة یعنی بہ عذاب
القبر. (تفسیر ابن کثیر ص ۶۱۰ ج ۳)

﴿ولندیقنہم من العذاب الادنی﴾ و هو المصیبات
والقتل والجوع ﴿دون العذاب الاکبر﴾ و هو عذاب النار
یعنی . ان لم یتوبوا و یقال العذاب الادنی هو السحر
للفاسقین والعذاب الاکبر النار ان لم یتوبوا و یقال . العذاب
الادنی عذاب القبر. (تفسیر سمرقندی ص ۳۲ ج ۳)

فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں جو منافق اور کافر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں نہ تو نے بات خود سمجھی نہ کسی دوسرے سمجھنے والے کے پیچھے چلا، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں اور وہ چیختا ہے ایسی چیخ کہ اسے سب پاس والے سنتے ہیں انسانوں اور جنات کے علاوہ۔

اس حدیث میں ان امور پر نظر رہے۔

۱..... یہ واقعہ کس قبر میں پیش آتا ہے جس میں میت کو اتارا جاتا ہے اور جس سے اس کے ساتھی رخصت ہوتے ہیں اور ان کے جانے کی آواز سنتا ہے۔

۲..... فرشتے اس کے پاس کس قبر میں آتے ہیں؟ جس میں اسے پکارا گیا اور جہاں اسے چھوڑ کر اس کے ساتھی چل دیئے۔ اگر یہ فرشتے صحیحین میں اس کے پاس آئے ہوں تو اسے اس طرح بیان کیا جاتا۔

۳..... وہ فرشتے اسے بٹھاتے ہیں، یہ اس کا بیٹھنا عالم دنیا کا نہیں، نہ یہاں کے حواس سے اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے، جو اسی قبر میں اسی بدن سے پیش آرہا ہے۔ گو یہاں سے جھانکنے والے کو وہاں کچھ بھی ہوتا دکھائی نہ دے۔

۴..... کافر اور منافق کی سزا کو وہی سن سکتے ہیں جو اس قبر کے زیادہ قریب ہوں یسمعہا من یلیہ..... سو عذاب اسی قبر میں ہو رہا ہے۔ گو یہ اتنی تنگ ہو رہی ہو کہ اس کی پسلیاں اس میں گھس جائیں اور دیکھنے والے کو وہ ویسی ہی دکھائی دے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں

مر النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعدبان و ما یعدبان

فی کبیر اما احدہما فکان لا یستر من البول و اما الآخر

فکان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ جریدۃ رطب فشقھا نصیفن

لفرز فی کل قبر واحد قالوا یا رسول اللہ لم فعلت هذا قال

لعله یخفف عنهما ما لم ییبسا.

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱)

ترجمہ۔ آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے بتایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بڑے گناہ پر نہیں، ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھانے کا رسیا تھا۔

پھر آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی لی اور اس کو دو حصوں میں کاٹا اور دونوں ٹکڑے ایک ایک قبر میں گاڑ دیئے۔ صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں ان سے عذاب ہلکا رہے۔

اس حدیث میں یہ امور پیش نظر رہیں۔

۱..... یہ حدیث کسی نادر کتاب کی نہیں، حدیث کی اول درجے کی کتابوں میں ہے۔

۲..... آنحضرت ﷺ نے ان دو شخصوں کو انہی گڑھوں میں عذاب ہوتے پایا جنہیں ظاہری قبریں کہا جاتا تھا، کسی اور عالم غیب کی خبر نہیں دی، جو ان قبروں سے بالکل لا تعلق ہو اور وہاں ان کو عذاب ہو رہا ہو۔

۳..... پھر آپ ﷺ نے کھجور کی شاخیں بھی انہی قبروں پر رکھیں جنہیں عرف عام میں قبر کہا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ شاخیں مقام بحین پر رکھ رہے تھے؟..... یہ اسی نشان قبر کی بات ہے۔

۴..... یہ عذاب جو انہیں ہو رہا تھا حشر کے بعد نہیں، جسے عذاب آخرت کہتے ہیں، یہ عالم برزخ کی واردات ہے اور اسے ہی عذاب قبر کہتے ہیں۔ یہ عذاب اکبر سے پہلے ایک چھوٹا عذاب ہے۔

اس سے ہم دو استدلال کرتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت ﷺ نے کشف میں انہی قبروں میں عذاب و ثواب دیکھا اور انہی قبروں پر ٹہنیاں رکھیں نہ کہ بحین جا کر معلوم ہوا کہ اس قبر میں عذاب ہے، دوسرا استدلال ہم یہ کرتے ہیں حضرت ﷺ نے سبز ٹہنی رکھی، کہ اس کے ذکر سے

میت کو فائدہ پہنچے گا۔ جب ثنی کے ذکر سے فائدہ پہنچتا ہے تو دوسروں سے ایصالِ ثواب سے کیوں فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس حدیث مبارکہ سے ایصالِ ثواب کا مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ اب جتنی احادیث بخاری شریف میں عذاب و ثواب قبر کے بارے میں آرہی ہیں قرآن میں ہے ان سب میں اسی قبر میں عذاب و ثواب کا ذکر ہے۔

اعتراض

یہ تو حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔

جواب

قرآن پاک میں آتا ہے و ان من شیء الا یسبح بحمدہ کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

لیکن بعض اوقات بطور خرق عادت ہم اس کو ن بھی لیتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف (۸ح) میں ہے، کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے، جیسے یہاں کرامت کھانے کا تسبیح پڑھنا نہیں بلکہ اس کو سنتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی عذاب و ثواب قبر کا سنتا معجزہ ہے اس کا ہونا معجزہ نہیں کہ یہ تو امر واقع ہے۔

ہم نے جن پانچ امور کو ثابت کرنا تھا وہ بحمد اللہ ثابت ہو گئے۔

(۱)..... یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عذاب قبر ہے۔

(۲)..... یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قبر یہی قبر ہے۔

(۸ح). عن عبد اللہ بن مسعود و لقد کنا نسمع تسبیح الطعام

و هو یؤکل.

(بخاری ص ۵۰۵ ج ۱)

(۳)..... یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جسم سے روح کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

(۴)..... جسم کو ایک قسم کی قبر میں حیات حاصل ہو جاتی ہے۔

(۵)..... یہ بھی ثابت ہوا کہ عذاب قبر اسی جسم کو ہوتا ہے جس پر موت طاری ہوئی۔

ان امور کو ثابت کرنے کے بعد مسئلہ عذاب قبر مکمل ہو چکا ہے۔ آگے مسئلہ حیات انبیاء

علیہم السلام کو بیان کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الانبياء احياء فى قبورهم يصلون

مسألة

عليهم السلام

حياة انبياء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد

جیسا کہ پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ زبدۃ المحدثین، سلطان المحققین، رئیس المناظرین، فاتح مذاہب باطلہ، حامل علوم و ہبیہ، مناظر اسلام، وکیل احناف، حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ فی کل آن و اطلال اللہ فیوضہ فی کل مکان و ابقى اللہ ذکرہ بالخیر فی کل زمان و اعاذ اللہ تلامیذہ و احباءہ من کل شیطان۔ کی رائے گرامی تھی کہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اس طرز پر تصنیف ہو، چنانچہ مسئلہ عذاب قبر بتوفیق اللہ تعالیٰ تمام ہو گیا ہے، اب مسئلہ حیات شروع کیا جا رہا ہے۔ ذات علیم وخبیر کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوئے ملتجی ہوں کہ اس کو خیر و عافیت سے تمام کرنے کی توفیق شامل حال فرمائے اور اپنے علوم کے لامحدود خزانوں سے عاجز کو بھی تھوڑا سا حصہ نصیب فرمادے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

دعویٰ

سب سے پہلے ہم اپنا دعویٰ ذکر کرتے ہیں کہ تاکہ پتا چلے کہ آنے والے دلائل دعوے کے مطابق ہیں یا نہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ

”نبی اقدس ﷺ پر قرآنی وعدہ کے مطابق موت طاری ہوئی اس کے بعد

آپ کو حیات عطا کی گئی، اور اب آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء

علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔“

ہمارے دعوے کا پہلا جزء یعنی موت کا وقوع فریق مخالف کے ہاں بھی مسلم ہے، دوسرا جزء یعنی موت کے بعد حالت کیا ہے؟ یہ اختلافی ہے اسی سے بحث ہوگی۔

اس موضوع کو ہم ایک واقعہ سے شروع کرتے ہیں تاکہ آنے والی بات اچھی طرح ذہن نشین ہوتی چلی جائے۔

واقعہ

ریس المناظرین حضرت اوکاڑویؒ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ مظفر گڑھ بس شاپ پر بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر دو تین آدمی آئے، اور آکر کہنے لگے امین آپ ہی کا نام ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ہم چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ لگانے گئے تھے، تو ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ تبلیغی نصاب ساری شرک سے بھری پڑی ہے، اس میں نبی پاک ﷺ کو قبر میں زندہ لکھا ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، انک میت والہم مبعون، اس نے یہ آیت ہمیں دکھائی تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کو قرآن کیوں نہیں آتا تھا؟ تو اس پر مولوی صاحب کہنے لگے کہ شیخ الحدیث صاحب ضد میں یہ بات لکھ گئے ہیں، چنانچہ ہم اس وقت سے پریشان تھے کہ اب آپ اچانک نظر آ گئے ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ مسئلہ سمجھ لیں۔

اس پر میں نے کہا انک میت والہم مبعون کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ ہم موت کا انکار نہیں کرتے بلکہ موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ اس وقت زندہ بیٹھے ہیں؟ وہ کہنے لگے جی ہاں۔ میں نے کہا اس سے پہلی حالت کو اللہ تعالیٰ نے موت کہا ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطا فرمائی۔ اب اگر اس بعد والی حیات پر میں کنتم امواتا پڑھتا رہوں اور کہوں کہ قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو، تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ وہ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا میں کہوں گا کہ تم

قرآن کے منکر ہو، قرآن کہتا ہے کنتم امواتا اور تم کہتے ہو ہم زندہ ہیں۔ وہ کہنے لگے وہ اور زمانہ ہے یہ اور زمانہ ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ وہاں بھی یہی مسئلہ ہے۔ ہم موت کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کو موت آئی، پھر موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ تو موت کا اور زمانہ ہے اور بعد میں حیات کا اور زمانہ ہے۔ جھگڑا موت کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے بارے میں ہے جبکہ انک میت وانہم میتون کا تعلق موت کے ساتھ ہے۔ اس کو ہم بھی مانتے ہیں۔ نہ کہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے ساتھ، جبکہ جھگڑا اس حالت میں ہے، اور میں نے یہ بھی کہا ہے انک میت وانہم میتون یہ وعدہ موت ہے، وقوع موت نہیں۔ جس طرح حضور پاک ﷺ کا وعدہ موت قرآن پاک میں موجود ہے، ہمارا بھی وعدہ موت موجود ہے کل نفس ذائقۃ الموت لیکن اس وعدہ موت سے کیا ہمارا وقوع موت بھی ہو چکا ہے یا نہیں؟ یقیناً ابھی تک وقوع موت نہیں ہوا۔ وعدہ موت کے ذکر سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا۔ جس طرح ہمارے وعدہ موت سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا۔ تو قرآن پاک میں کوئی بھی آیت مبارکہ ایسی نہیں ہے کہ جس میں نبی اکرم ﷺ کے وقوع موت کا ذکر ہو کہ اللہ پاک نے فرمایا ہو کہ ہمارے نبی پاک ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید میں ہم یہی پیش کرتے ہیں کہ موجودہ تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعلی تورات ہے، چنانچہ آج کل جو ہمیں تورات ملتی ہے اس کے پانچ حصے ہیں پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثناء۔ تو اس کا آخری باب یہاں سے شروع ہوتا ہے

”پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس کو موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا گیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اسکی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی۔ اور

بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے..... اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند کے روبرو باتیں کی ہوں کہیں نہیں اٹھا۔“ (ملخصاً) (استثناء باب ۳۴)

میں نے کہا دیکھئے یہ فقرے صاف بتا رہے ہیں کہ اس تورات کو موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا، یہ اس وقت لکھی گئی ہے جب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بھی لوگوں کو یاد نہیں رہا تھا۔ تو قرآن کی کتنی واضح صداقت ہے کہ قرآن پاک فرماتا ہے

يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِاَيِّدِهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

کہ یہ لوگ کتابیں خود لکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ تو اب ان کی تورات کے جملے صاف بتا رہے ہیں کہ یہ تورات وہ تورات نہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہے۔ اور دوسری حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس لکھنے والے کا پتہ ہی نہیں کہ وہ ہندو ہے، عیسائی ہے یا سکھ، کس مذہب کا ہے؟ کہاں رہتا تھا؟ البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ شام کا رہنے والا کوئی شخص ہے۔ ۶ ربیع الاول قاسم بیلہ ملتان میں بندہ کا جو مناظرہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ہوا اس میں ممانتی مناظر نے انہیں آیات کو پڑھ کر غلط ترجمہ کیا جب میں نے اس کے غلط ترجمہ کو پکڑا اور میں نے بائبل کا یہ حوالہ پیش کیا تو وہ گھبرا گیا اور پھر اس نے اگلی تقریر میں اس کا ترجمہ تبدیل کر لیا۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا ایک جگہ جب میں گیا تو مجھے انہوں نے بتایا کہ کالج کے تین لڑکے عیسائی ہو گئے ہیں، ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ ایک لڑکی انگلش پڑھاتی ہے تم بھی اس سے پڑھ لیا کرو انگلش اچھی ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ گرجا میں جانا شروع ہو گئے۔ جب جاتے وہاں ان کی کتابیں وغیرہ بھی پڑھتے۔ اب انہوں نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ انجیل پر آپ لوگ ایمان رکھتے ہیں، ہم بھی ایمان رکھتے ہیں، عیسیٰ کو تم بھی نبی مانتے ہو، ہم بھی نبی مانتے ہیں۔ قرآن نے عیسیٰ کو نبی کہا ہے اور انجیل کی تصدیق ہے۔ اس کے بعد ان کے ذہن میں یہ ڈالا کہ انجیل میں

لکھا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، تو تمہیں بھی مان لینا چاہئے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔

اب ان طلباء نے مولوی صاحب سے آکر پوچھا تو انہوں نے فرمایا موجودہ انجیل اصلی انجیل نہیں ہے بلکہ جعلی ہے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ انجیل پر ایمان رکھتے ہیں؟ فرمایا جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا اصلی انجیل دو کہاں ہے۔ اب مولوی صاحب اصلی انجیل کہاں سے دیتے۔ کیونکہ وہ کسی کے پاس تھی ہی نہیں۔ چنانچہ اسی دھوکے میں وہ تینوں لڑکے عیسائی ہو گئے کہ نہ یہ مولوی اصلی انجیل دیتے ہیں اور نہ اس کو مانتے ہیں۔ اب جب میں وہاں گیا تو کالج کے پرنسپل صاحب نے مجھے کہا کہ آپ عیسائیت کے بارے میں بول لیتے ہیں، ہمارے کالج میں یہ فتنہ بہت پھیل رہا ہے، آپ لڑکوں کو سمجھانے کے لئے میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ لڑکوں کو ملنے چلا گیا۔ ان میں وہ لڑکے بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو پادری کی طرف بھیج دیا۔ اور ان کے ساتھ دو تین بوڑھوں کے کان پر دم کر کے بھیج دیا۔ وہ چلے گئے، اب وہ پادری پھر اپنے گمراہانے شروع ہوا۔ کہ آپ کا انجیل پر ایمان ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ پادری نے کہا یہ انجیل ہے، بابا جی نے کہا یہ تو غلط اور جعلی انجیل ہے۔ پادری نے کہا اصل انجیل لا دو کہاں ہے؟ اس پر شور مچ گیا۔ چنانچہ ایک بابا جی آگے بڑھے جن کے کان پر میں نے دم کیا ہوا تھا اس نے کہا پادری صاحب کیا آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں بابا جی نے کہا ابراہیم علیہ السلام میں ہی ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے ابراہیم۔ بابا جی نے کہا جہاں سے تمہاری انجیل آئی ہے۔ پادری نے کہا تو جعلی ابراہیم ہے۔ بابا نے کہا پھر اصلی ابراہیم لا دو۔ کیونکہ امین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اصلی ابراہیم کو کہ جن پر عیسائیوں کا ایمان ہے دیکھا ہے۔ اس کے بعد دوسرے بابا جی آگے بڑھے اور پادری سے پوچھا آپ کا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہے؟ پادری نے کہا جی ہاں۔ بابا نے کہا میں ہی موسیٰ ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے موسیٰ؟ بابا نے کہا جہاں سے تمہاری تورات آئی ہے۔ مگر میں جعلی ہوں تو اصلی موسیٰ تم لا دو۔ کیونکہ سارے لوگ کالج میں اصلی موسیٰ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر ایمان کے لئے چیز کا ہاتھ

میں ہونا ضروری ہے، پھر تم نبیوں پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں؟ تو جس طرح تم ان نبیوں پر ایمان رکھ سکتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اصلی تورات پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ وہ اس وقت اپنی اصلی حالت پر دنیا میں موجود نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرتؑ نے دوسرا واقعہ بھی سنایا کہ سیدنا امام اعظمؒ کے زمانے میں ایک یہودی کوفہ میں آگیا۔ اب قادیانیوں اور ان دوسرے باطل مذاہب والوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ غریب دکانداروں کو کچھ پیسہ دیتے ہیں تاکہ وہ اپنا کاروبار بڑھالیں اور پھر وہاں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی اس کی دکان پر رسالہ رکھ لیا، کبھی بیٹھے بیٹھے اس کے دل میں کوئی دسوسہ ڈال دیا، چنانچہ اس یہودی نے بھی اسی طریقے کو اختیار کیا۔ چنانچہ اس سے پوچھتا ہے کہ اتفاق اچھی چیز ہے یا اختلاف؟ اس نے کہا اتفاق اچھی چیز ہے۔ اس نے کہا موسیٰؑ کو جانتے ہو؟ مسلمان نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا موسیٰؑ علیہ السلام پر سب کا اتفاق ہے کہ یہودی عیسائی اور مسلمان یہ سب موسیٰؑ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور محمد ﷺ کے بارے میں اختلاف ہے۔ نہ یہودی مانتے ہیں نہ عیسائی مانتے ہیں، اور اس وقت اتحاد کی بڑی ضرورت ہے۔ اور اتفاق و اتحاد بھی قائم ہو سکتا ہے کہ سب لوگ یہودی ہو جائیں۔ اب اس پر کہنے لگا کہ میں تم کو اتحاد کی دعوت دیتا ہوں۔ اور تم بھاگ رہے ہو۔ ایسے موقع پر لوگوں کو علماء اور مدارس یاد آتے ہیں۔ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے تھے ایک چھوٹا سا طالب علم کھڑا ہو گیا۔ اس نے مناظرہ کا چیلنج قبول کر لیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ بڑا کھاگ مناظرہ ہے، تم اس سے کس طرح مناظرہ کرو گے؟ کیا تیرے پاس اس کے سوال کا جواب بھی ہے؟ اس نے کہا ہے لیکن دوں گا وہیں جا کر۔ چنانچہ وہ پہنچ گیا۔

یہودی بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے کہ مسلمانوں کے پاس اس سے چھوٹا کوئی مناظرہ نہ تھا۔ بچے نے کہا میں اگرچہ چھوٹا ہوں لیکن میرا استاد بہت بڑا ہے۔ اور وہ وقت کا امام اعظمؒ ہے، اب یہودی نے کہا کیا تم میرے سوالوں کا جواب دے سکو گے؟ بچے نے کہا اگر جواب

آگیا تو ٹھیک وگرنہ کسی اور کو لے آئیں گے۔ آپ بات تو شروع کریں۔ چنانچہ یہودی نے اپنا داؤد آزمانا شروع کیا کہ اتفاق اچھی چیز ہے، بچے نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا اس پر پکے رہو گے۔ بچے نے کہا بالکل پکار ہوں گا، یہودی نے کہا تم بھاگ جاؤ گے۔ بچے نے کہا بالکل نہیں بھاگوں گا۔ یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہو؟ بچے نے کہا کن کو؟ یہودی نے کہا موسیٰ کو، بچے نے کہا، کہاں رہتے تھے وہ؟ یہودی نے کہا تو موسیٰ کو نہیں جانتا؟ بچے نے کہا وہ کون تھے؟ کہاں رہتے تھے؟ پتہ تو چلے پھر میں بتاؤں گا۔ یہودی نے اس پر حیران ہو کر کہا کیا تو مسلمان نہیں؟ بچے نے کہا میں مسلمان ہوں۔ یہودی نے کہا قرآن پاک میں موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ اور تو کہتا ہے میں جانتا نہیں۔ اس پر بچے نے کہا اچھا!۔ وہ موسیٰ جن کا ذکر قرآن میں ہے؟ جنہوں نے فرمایا میرے بعد نبی امی آئیں تو ان پر ایمان لے آتا۔ تو اس موسیٰ علیہ السلام کو تو میں بھی مانتا ہوں۔ اور ان کے فرمان پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ بھی پڑھ لیا ہوا ہے۔ تو بھی اگر ان کو مانتا ہے تو جلدی کر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لے۔ اگر نہیں پڑھتا تو پھر تو موسیٰ علیہ السلام کا نافرمان ہے۔ ہاں اگر اس کے علاوہ کسی اور موسیٰ کے بارے میں پوچھ رہے ہو جس نے ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی، تو اس کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اسی موسیٰ پر ایمان رکھتا ہوں جنہوں نے ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔

تو بسا اوقات سمجھانے کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے کہ عام لوگ بھی سمجھ جائیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرتؑ نے ان کو سمجھایا کہ ہمارا اور ان کا جھگڑا جو ہے موت کا نہیں، کیونکہ موت تو ایک قطعی چیز ہے کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں، نہ پیغمبر، نہ شہید اور نہ کوئی اور۔ اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام پر یہ گھڑی آ کر رہی، بجز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ابھی تک آسمان میں زندہ ہیں۔ اور قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار پر صبح کے وقت نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد

مدینہ طیبہ میں ان کی وفات ہوگی۔ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن کئے جائیں گے۔ اور اسی طرح دوسرے مقام پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان

مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (پ ۲ آل عمران ۱۵)

لیکن ان آیات میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا تذکرہ ان میں موجود نہیں۔ اسی طرح کسی حدیث مبارکہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا تذکرہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں اور اسی طرح قرآن پاک میں یہ بھی نہیں ہے کہ محمد ﷺ فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن پاک میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا ذکر بالکل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا ذکر خطبہ صدیق اکبر میں ہے۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدثنا اسمعيل بن عبد الله ثني سليمان بن بلال عن

هشام بن عروة قال اخبرني عروة بن الزبير عن عائشة زوج

النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ مات و ابوبكر بالسخ قال

اسمعيل يعني بالعالية فقام عمر يقول والله ما مات رسول

الله ﷺ قالت وقال حمير والله ما كان يقع في نفسي الا

ذاك ليعثنه الله فليقطعن ايدي رجال وارجلهم فجاء ابو

بكر فكشف عن رسول الله ﷺ فقبله فقال بابي انت وامی

طبت حيا و ميتا والذي نفسي بيده لا يذيقك الله الموتين

ابدا ثم خرج فقال ايها الحالف على رسلک فلما تكلم ابو

بکر جلس عمر فحمد الله ابوبکر و انی علیہ وقال الا من
 کان یعبد محمدا فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد مات و من کان یعبد
 الله فان الله حی لا یموت وقال انک میت و انهم میتون وقال
 وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او
 قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر
 الله شیئا و سيجزى الله الشاکرین.

(بخاری شریف ص ۵۱۷)

ترجمہ..... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ سچ مقام میں تھے، اسماعیل کہتے ہیں یعنی عالیہ میں تھے، پس حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے، اللہ کی قسم نہیں فوت ہوئے رسول اللہ ﷺ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اور کہا حضرت عمرؓ نے کہ میرے دل میں یہی بات تھی کہ اللہ دوبارہ نبی کریم ﷺ کو لوٹائیں گے اور وہ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے۔ (یعنی جو حضور ﷺ کی موت کا کہہ رہے ہیں) پس ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور آپ کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی زندگی بھی پاکیزہ ہے اور موت بھی پاکیزہ، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نکلے اور فرمایا کہ اے قسم کھانے والے بیٹھ جا، پس جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ فرمایا تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے، پس ابوبکر صدیقؓ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا جان لو کہ جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے پس بے شک اللہ زندہ ہیں اور نہیں مریں گے، اور یہ آیت پڑھی ﴿انک میت و انهم میتون﴾ اور یہ آیت پڑھی ﴿وما محمد الا رسول..... الخ﴾ یعنی آپ بھی فوت ہو جائیں گے اور وہ بھی فوت ہو جائیں گے..... اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر رسول تحقیق ان سے پہلے بھی بہت سارے رسول گزرے

ہیں پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم کیا پیچھے لوٹ جاؤ گے؟ اور جو پیچھے لوٹ جائے گا پس وہ اللہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں دے سکتا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔

اب اس خطبہ صدیق میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ان محمد اقد مات اب زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے صحابہؓ نے اس پر اتفاق کر لیا، لہذا اس پر اجماع ہو گیا۔ اب اگر اس اجماع کے مقابلے میں اجماع ہی پیش کر دیں کہ موت کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات پر بھی اجماع ہے تو دلیل برابر ہو جائے گی۔ اب یہاں پہلے ایک یہ بات بھی سمجھ لیں سیدنا فاروق اعظمؓ نے یہ کیوں فرمایا واللہ ما مات رسول اللہ ﷺ کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے کبھی اس شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا جو فوت ہو چکا ہو کہ یہ فوت نہیں ہوا۔ لیکن حضور ﷺ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ فوت نہیں ہوئے کیونکہ فاروق اعظمؓ کی نظر آپ ﷺ کے قلب مبارک کی طرف تھی ان کو قلب میں حیات کے آثار محسوس ہو رہے تھے، تو وہ کیسے آپ ﷺ کی حیات کا انکار کرتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے سمجھا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کا دل زندہ ہوتا ہے۔ انک میت وانہم میتون کا وعدہ یہی ہے۔ عام لوگوں کی موت اور نبی کی موت میں فرق ہے، جیسے عام لوگوں کی نیند اور نبی کی نیند میں فرق ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسے زمین ہے اس پر اندھیرا اس کا ذاتی ہے اور روشنی عرضی ہے۔ روشنی لانی پڑتی ہے لیکن اندھیرا گٹھڑیاں باندھ کر نہیں لانا پڑتا بلکہ خود بخود آجاتا ہے۔ اسی طرح پانی کی ذاتی صفت برودت ہے اس کا گرم ہونا یہ عرضی ہے۔ جب گرم کرو گے تو گرم ہوگا۔ لیکن جب گرم کر کے رکھ دیا تو اس کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی طرح حضور پاک ﷺ کی حیات ذاتی ہے، جب موت طاری ہوئی تو حیات کہیں گئی نہیں۔ آپ کی موت سائر حیات تھی اب موت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کل

نفس ذائقۃ الموت اور ذائقۃ تھوڑی چیز کے چکھنے کو کہتے ہیں جیسے آنا، جانا، داخل ہونا، نکلنا یہ افعال کرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں جیسے آپ کمرے میں داخل ہوئے اب جب آپ بیٹھ گئے تو داخل ہونے کا فعل ختم ہو گیا۔ جب کمرے سے باہر نکلے تو آپ کے جانے کا فعل ختم ہو گیا۔ اسی طرح موت ایک آنی چیز ہے جب وہ اٹھ گئی تو حیات خود بخود ظاہر ہو گئی۔ تو بات چل رہی تھی کہ آپ ﷺ کا وقوع موت خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پر اجماع ہے، تو اس کے مقابلے میں موت کے بعد حیات پر اجماع ہے۔ اسی خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور ہے فقال باہی انت وامی طبت حیا و میتا والذی نفسی بیدہ لا یدیفک اللہ الموتین ابدا حضرت صدیق اکبرؓ خود صدیق ہیں وہ بغیر قسم اٹھائے بھی بات کریں تو سچی بات کرتے ہیں، لیکن یہاں قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائیں گے اب ان دو موتوں سے کوئی دو موتیں مراد ہیں؟ اگر پہلی سے مراد آیت کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا والی موت ہے وہ تو دونوں آچکی ہیں۔ کہ آپ پہلے بھی دنیا میں نہیں تھے، ایک موت تو وہ ہو گئی۔ اب بھی یہ ایک موت آگئی۔ تو یہ دونوں موتیں واقع ہو گئیں۔ حالانکہ صدیق اکبرؓ قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پس معلوم ہوا امواتا والی موت مراد نہیں ہے۔ پھر کوئی دو موتیں مراد ہیں۔

احادیث میں مذکور ہے کہ اس موت کے بعد سوال و جواب کے لئے قبر میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس کے بعد نیک آدمی کو کہا جاتا ہے۔ ایسے سو جا جیسے دلہن سو جاتی ہے۔ تو نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔

تعلق روح کا نیند اور بیداری میں فرق

نیند میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تلبس نہیں ہوتا۔ جبکہ بیداری میں روح کا تلبس ہوتا ہے یعنی ایک ایک ذرے میں روح موجود ہوتی ہے تو نیند میں تعلق روح ہے، تلبس روں میں۔ پھر چونکہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے اسی لئے اس کو موت کی بہن کہا جاتا ہے۔

کیونکہ موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔

اب جب انبیاء علیہم السلام کی روح موت کے وقت نکلی پھر جب سوال و جواب کے وقت لوٹائی گئی تو اب اس کو دوبارہ نہیں نکالا جاتا۔ پس اگر وہ نکلتی تو یہ دوسری موت ہوتی۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کی روح دوبارہ نہیں نکلی، اس لئے دوسری موت واقع نہیں ہوئی بلکہ حیات ہی باقی ہے۔ پس یہی مراد ہے سیدنا صدیق اکبرؓ کے قول لا یدیقک اللہ الموتین ابدا کافروں کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے کہ وہ جب قیامت کے دن اٹھیں گے تو کہیں گے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا؟ تو یہ کافر خواب گاہ کا ذکر کر رہے ہیں گویا کہ ان پر بھی نیند کی حالت ہے اور نیند ہوتی ہے تعلق روح سے، نہ کہ تلبس روح سے۔ اس لئے باقی لوگوں کو عذاب و ثواب تعلق روح سے ہوتا ہے، تو اب یہ جو دوسری مرتبہ روح نکالی جاتی ہے یہ انبیاء علیہم السلام کی نہیں نکالی جاتی۔ اسی لئے اس حدیث کے تحت بخاری شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے

تمسک بهذا من انکر الحیات فی القبر واجیب

عن اهل السنة المثبتين لذلك ان المراد نفی الموت

اللازم الذی یثبت اثبتہ عمر بقوله ولیبعثنہ اللہ الخ.

والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لا یتعقبها موت بل یستمر

حیا والانبیاء احياء فی قبورهم.

ترجمہ۔..... دلیل پکڑی اس کے ساتھ ان لوگوں نے جنہوں نے حیات فی القبر کا انکار

کیا اور اہل سنت و جماعت جو حیات فی القبر کو ثابت کرتے ہیں کی طرف سے جواب دیا گیا کہ

مراد موت لازم کی نفی ہے اور بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ کی حیات کے بعد موت نہیں

بلکہ حیات ہی کو استمرار حاصل ہے۔ والانبیاء احياء فی قبورهم۔ اب دیکھیں اس حاشیہ سے

معلوم ہوا کہ جو حیات فی القبر کا انکار کرتے ہیں وہ اہل سنت و الجماعت سے خارج ہیں، کیونکہ

عدم حیات فی القبر پر استدلال غیر اہل سنت و نے کیا۔ پس اہل سنت والجماعت کی طرف سے جواب دیا گیا ہے اب اہل سنت والجماعت جو حیات کے قائل ہیں انہوں نے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب نمبر ۱..... ان المراد نفی الموت اللازم الذی البتہ عمر. کہ ایسی موت جس کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہوگی اس کا انکار کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲..... والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لا یتعقبها موت بل یتعمر حیا کہ جب دوبارہ قبر میں روح لوٹائی جائے گی تو پھر موت نہیں آئے گی بلکہ اسی حیات کو استمرار ہوگا۔

الانبیاء احياء فی قبورهم آگے جو ہے یہ فتح الباری کی ہے، یہ صرف فتح الباری ہی میں نہیں عینی میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی طرح تیسیر القاری مصنفہ شیخ نور الحق بن عبدالحق دہلوی اور مدارج النبوة مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ شیخ نور الحق لکھتے ہیں کہ

وقول مختار ومقرر جمہور این است کہ انبیاء بعد اذ اوقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔

(تیسیر القاری ص ۲۶۲ ج ۳)

ترجمہ..... قول مختار اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد زندہ ہیں حیات دنیوی کے ساتھ۔

نیز لکھتے ہیں،

وسوگند کسی کہ نفس من در دست قدرت اوست نمی چیشاند ترا خدا و موت دایما یعنی بعد ازیں موت بحیات ابدی زندہ خوانی بود از آن کہ وی رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سایر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ میکند آنہارا و بازی میرانند۔

(تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ص ۲۲۵ ج ۳)

ترجمہ..... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں دائمی نہیں چکھائے گا۔ یعنی اس موت کے بعد ابدی حیات کے ساتھ آپ زندہ ہوں گے اسی وجہ سے آپؐ جانتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام برزخ کے اندر زندہ ہیں بخلاف باقی مسلمانوں کے کہ وہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت زندہ کئے جائیں گے اور پھر وفات دے دی جائے گی۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عام لوگوں پر موت کی جو کیفیت طاری ہوگی سوال و جواب کے بعد یہ من کل الوجوہ حیات کے منافی نہیں ہوگی۔ بلکہ نوعاً من الحیاۃ بھی اس شخص میں ہوگی جس سے عذاب و ثواب قبر کا احساس ہوگا جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں دلائل گزر چکے ہیں، باقی رہی یہ بات کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز پر موت بھی طاری ہو اور حیات بھی۔ تو جواب یہ ہے کہ موت کی بھی کئی انواع ہیں اور حیات کی بھی۔ موت کی بعض انواع حیات کی بعض انواع کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔ نیند کی حالت کو موت کہا گیا ہے، حالانکہ نیند کی حالت میں حیات بھی ہوتی ہے۔

محدث دہلویؒ نے بھی یہی بات لکھی ہے حتیٰ کہ ۱۹۶۳ء کے تعلیم القرآن میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیقؑ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے۔ تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو قہر حق نامی کتاب میں اس کا نوٹوٹھیٹ دے دیا گیا ہے، شارحین نے خطبہ صدیقؑ میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیقؑ میں حیات فی القبر کا ذکر موجود ہے۔ (ح ۱)

(ح ۱)۔ ایک حوالہ تو اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ خطبہ صدیق اکبرؑ بخاری شریف ص ۵۱۷ ج ۱ میں یہ بات موجود ہے کہ لا یدلیقک اللہ الموتین اہدا۔ اسی طرح بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۰ میں جو خطبہ صدیق اکبرؑ مذکور ہے اس میں ہے اما الموتۃ العی کتبت علیک فقد متھا۔ بہر حال وہ موت جس کا آپؐ پر فیصلہ کیا گیا وہ تو آپؐ پر آگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام پر جو دو موتیں آتی ہیں نبی پاک ﷺ پر دوسری

اب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے آیت الک میت وانہم

موت نہیں آئے گی۔

ایک موت جو سب پر آتی ہے کل نفس ذائقة الموت اور الک میت وانہم میتون افان مات او قتل القلبعم علی اعقابکم ان آیات میں وقوع موت کا ذکر نہیں بلکہ امکان موت اور موت کے آئندہ آنے کا ذکر ہے۔ موت کے وقوع کا ذکر نہیں ہے۔ موت کا وقوع فان محمداً قد مات سے معلوم ہوا اور ان آیات قرآنیہ کو اسی موت کا مصداق قرار دیا وفات فی القبر سے اس کا تعلق نہیں۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ وفات ہوگئی تو یہ تمام وعدے پورے ہو گئے جو مذکورہ آیات میں مذکور ہیں اب قبر میں عام لوگوں پر جو موت طاری ہوتی ہے ان آیات کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ کہا جاسکے کہ آیات تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبروں میں سب پر موت طاری ہوگی پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات کس طرح ثابت ہے؟ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حدیث ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء میں پہلے موت کا ذکر ہے پھر حیات بعد الموت کا۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں۔

اراد بالموتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وهما الموتان المعروفان المشهورتان فللذالك ذکرهما بالتعریف وهما الموتان الواقعتان لكل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانہم لا یموتون فی قبورہم بل هم احياء واما سائر الخلق فانہم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القيامة ومذهب اهل السنة والجماعة۔ ان فی القبر حیاتیاً وموتاً فلا بد لذوق الموتین لكل احد غیر

الانبیاء

میتوں پڑھی۔ لیکن اس کے بعد آپ کے خطبے میں حیات کا اقرار بھی موجود ہے۔ پتہ چلا کہ

ترجمہ۔ ارادہ کیا دونوں موتوں کے ساتھ دنیا میں موت کا اور قبر میں موت کا اور یہ دونوں موتیں مشہور و معروف ہیں اس لئے ان کو معرفہ ذکر کیا اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوں گی۔ (نہ کہ انبیاء کے لئے) اس لئے کہ انبیاء اپنی قبروں میں وفات نہیں پاتے بلکہ وہ زندہ ہیں اور بہر حال باقی مخلوق بے شک وہ قبروں میں مریں گے پھر قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے۔ اور اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے دونوں موتوں کا چکنا ضروری ہے۔

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ صدیق اکبر میں جس موت کی نفی کی گئی وہ موت فی القبر ہے۔ کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کو قبر میں جب سوال و جواب کے لئے روح لوٹائی جائے گی۔ اس کے بعد موت طاری ہو جائے گی۔ لیکن انبیاء پر یہ موت طاری نہیں ہوتی بلکہ یہی حیات باقی رہتی ہے۔ اسی طرح علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ واحسن من هذا الجواب۔ اور بہترین جواب یہ ہے کہ۔

ان يقال ان حياته في القبر لا يعقب لها موت بل يستمر حيا والانبیاء احياء في قبورهم و لعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتين حيث قال لا يذيقك الله الموتين ای المعروفين المشهورين الواقعين لكل احد غير الانبياء.

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۳)

ترجمہ۔ اور بہترین جواب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی ستر رہے گی اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور شاید موتیں کو معرفہ لانے میں یہی حکمت ہے۔ جب کہا لا یذیقک اللہ الموتین یعنی معروف اور مشہور موتیں جو واقع ہونے والی ہیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک

انک میت وانهم میتون اسی طرح مانی چاہئے، جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے مانی وما

کے لئے۔

اسی طرح علامہ کرمانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

فان قلت مذهب اهل السنة ان فى القبر حياة و موتا فلا بد من ذوق الموتين قلت المراد به نفى الموت اللازم من الذى اليه عمر ليعنه الله فى الدنيا لقطع ايدى القائلين بموته فليس فيه نفى موت عالم البرزخ و مر فى اول كتاب الجنائز و يحتمل ان يراد ان حياتك فى القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين بخلاف سائر الخلق فانهم يموتون فى القبر ثم يحيون يوم القيامة. والله اعلم.

ترجمہ۔ اگر تو کہے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ضروری ہوا۔ میں کہوں گا کہ مراد اس سے اس موت لازم کی نفی ہے جسے حضرت عمر اپنے قول ليعنه الله فى الدنيا لقطع ايدى القائلين بموته سے ثابت کر رہے ہیں۔ پس اس میں عالم برزخ کی موت کی نفی نہیں ہے۔ اور کتاب الجنائز کے شروع میں گزر چکا ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ کی قبر میں جو حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی پس آپ موت کی مشقت دو مرتبہ نہیں چکھیں گے بخلاف باقی مخلوق کے کہ وہ قبروں میں مرجائیں گے پھر قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ (شرح کرمانی ج ۱ ص ۲۱۰)

امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد الشافعی القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اسی کے تحت فرماتے ہیں۔

فاشار الى انه اكرم على الله من ان يجمع عليه موتين كما

محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل انا مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یہ آیت مبارکہ بھی سیدنا صدیق اکبرؓ نے تلاوت فرمائی، لیکن ساتھ ہی بعد والی آیات کا

جمعہما علی غیرہ کالذی مر علی قریۃ او الہ یحییٰ فی قبرہ ثم لا یموت۔

ترجمہ۔ پس اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ آپ اللہ کے ہاں معزز ہیں اس بات سے کہ آپ پر دو موتیں جمع کی جائیں جیسا کہ ان کو جمع کیا ان کے غیر پر مثل اس شخص کے جو ہستی پر سے گزرا یا یہ ہے کہ آپ قبر میں زندہ کئے جائیں گے پھر موت نہیں آئے گی۔
(ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۵۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس حدیث کی شرح اسی طرح کرتے ہیں
مراد آنت کہ نمی میرد بموت دیگر در قبر چھو دیگران کہ زندہ گردانیدہ میشود برائے سوال باز میرانیدہ می شود و ظاہر آنت کہ موت دیگر نیست بروئے و بعد از جریان سنت الہی بر اذقت موت و زندہ گردانیدہ بعد از اں حیات باقی و مستمر خواهد بود و ممات بر آن طاری نخواہد شد پس ایں سخن اشارہ است بحیات آنحضرت ﷺ۔

(مدارج النبوة ص ۸۹۰ ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ ﷺ قبر منور میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہ چکھیں گے دوسرے عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ ورود موت ہوتا ہے آنحضرت ﷺ پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔ ایک دفعہ لذت و فات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ ﷺ حیات دائمی سے زندہ ہیں آپ ﷺ پر پھر کبھی طریان موت نہ ہوگا اس ارشاد عالی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اشارہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کی طرف ہی تھا۔

بھی اقرار فرمایا ہے۔ ہم اس آیت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے پڑھا اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہوا۔ تو خطبہ صدیق اکبرؓ سے دو اجماع معلوم ہوئے۔ ایک اس بات کا کہ وقوع موت ہو گیا۔ اور یہ دونوں وعدے الفان مات او قتل انقلبتم اور انک میت وانهم میتون پورے ہو گئے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمادیا قبر میں آپ ﷺ کی روح لوٹانے کے بعد نکالی نہیں جائے گی۔ لا یدیقک اللہ الموتین ابدال۔ اب اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا۔ تو جس طرح آپ ﷺ کی موت پر اجماع ہوا (ح ۲) اسی طرح آپ ﷺ کی موت کے بعد حیات پر بھی اجماع ہوا۔

اجماع پر دوسری دلیل

دوسو کے قریب کتب کے مصنف محدث، مؤرخ، اصولی علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں
 ”ونحن نؤمن و نصدق بأنه ﷺ حی یرزق فی قبره
 وان جسده الشریف لا تأکله الارض والاجماع علی هذا.
 (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۷۲)

(ح ۲)۔ اجماع صحابہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ آیت قرآنیہ
 انک میت وانهم میتون اور کل نفس ذائقة الموت اور الفان مات او
 قتل انقلبتم علی اعقابکم جس موت کے بارے میں ہے جو آجکی اور دوسری
 موت آپ ﷺ کو نہیں آئے گی۔

وقد روی عن ابی بکر الصدیقؓ قال لا ینبغی رفع الصوت علی
 نبی حیا ولا میتا

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی ﷺ پر آواز کو بلند کرنا
 مناسب نہیں خواہ آپ زندہ ہوں یا وفات کی حالت میں۔

ترجمہ..... ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر میں رزق دئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

اجماع پر تیسری دلیل

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

”باید حیات انبیاء متفق علیہ است و ہج کس را دروے خلاف نیست“۔

(اوجۃ الممعات)

ترجمہ..... جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔

اجماع پر چوتھی دلیل

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں۔

”تمام اہل سنت والا جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں۔“

(سیرت المصطفیٰ ص ۲۴۹ ج ۳)

اجماع پر پانچویں دلیل

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں۔

”اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔“

(براہین قاطعہ ص ۱۹۹)

اجماع پر چھٹی دلیل

قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ لکھتے ہیں

”مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ)

سماع حیات کے بغیر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حیات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اجماع پر ساتویں دلیل

حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں

”حضرت مولانا نانوتویؒ قدس سرہ العزیز نے ایک بہت ضخیم کتاب تحریر

فرمائی ہے، جو کہ مشہور بین العالم ہے، اس میں کس زور و شور سے حیات نبویؐ کا اثبات

کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے

دلائل درج فرمائے ہیں“

(رجوم المدینین ص ۲۸)

اس سے بھی معلوم ہوا تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اجماع پر آٹھویں دلیل

فقہ الامت مفتی مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

”اہل سنت والا جماعت متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں۔“

مفتی مہدی حسنؒ کا یہ تفصیلی فتویٰ اکثر فتاویٰ کی کتب میں مل جاتا ہے۔

اجماع پر نویں دلیل

شمس الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ لکھتے ہیں

”انبیاء کرام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل

سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔“

(مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر دسویں دلیل

استاذ الاساتذہ مولانا نصیر الدین غور غشی خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی واں پھر دی

لکھتے ہیں

”میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں، احادیث شریف، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے، میں نے مولانا حسین علی سے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں سنا، اور نہ ہی کبھی میں نے ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔“

(مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر گیارہویں دلیل

شیخ الحدیث والفقہ علامہ عبدالغنی صاحب

”الحاصل حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے، اس کا انکار اجماع کا انکار ہے، اور سخت بدعت اعتقادی کا ارتکاب ہے۔“

(مقام حیات ص ۶۹۹)

اجماع پر بارہویں دلیل

دارالعلوم دیوبند کا متفقہ فتویٰ اس میں بھی اس کی تصریح ہے

”تمام اہل سنت والجماعت کا قرآن و حدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام قبروں میں اجساد غصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں۔“

(مقام حیات ص ۷۱۱)

اعتراض

ادھر آپ کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کو قبروں میں حیات حاصل ہوتی ہے جس سے عذاب و ثواب قبر کا ادراک ہوتا ہے۔ یہاں آپ کہہ رہے ہیں کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے بعد موت نہیں آئے گی، عامۃ الناس کو آ جائے گی۔

جواب۔

عامۃ الناس کو بھی قبور میں اس قدر نوعاً من الحیاۃ حاصل ہوگی جس سے عذاب و ثواب قبر کا ادراک ہو سکے، لیکن یہ حیات موت کے منافی نہیں ہے۔ موت اور حیات دونوں جمع ہو سکتی ہیں چنانچہ ابن عبدالمہادی حنبلی الصارم المہنکی میں فرماتے ہیں

والحیات جنس تحتہ انواع و کذا لک الموت

فالبات بعض انواع الموت لا ینافی الحیوة.

ترجمہ..... اور حیات ایک جنس ہے جس کے تحت مختلف انواع ہیں اسی طرح

موت بھی پس موت کی بعض انواع حیات کے منافی نہیں۔

(الصارم المہنکی ص ۲۹۴)

فرماتے ہیں۔

ان هذه الاعادة ليست مستلزمة لاثبات حياة مزيلة

لا سم الموت بل هي نوع حياة برزخية.

ترجمہ..... بے شک یہ اعادہ نہیں ہے مستلزم ایسی حیات کے اثبات کو جو اسم

موت کو زائل کرنے والی ہو بلکہ یہ حیات برزخیہ کی ایک نوع ہے۔

اور پھر اس اجماع کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی وفات کے

تین دن بعد واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں

روی عن علی انہ بعد دفنہ ﷺ جاء اعرابی وقال یا
رسول اللہ جئتک لتستغفر لی الی ربی فنودی من القبر
الشریف قد غفر لک و آنت صفیة عمة النبی ﷺ بعد
وفاته (فقالت) الا یا رسول اللہ ﷺ انت رجائیا و کنت
بنابرا ولم تک جافیا و سمع الصحابة.

(تحریرات حدیث ص ۲۵۶، معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۸، ۴۵۹، تسکین الصدور

ص ۳۷۶)

ترجمہ..... حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کئے
جانے کے بعد ایک اعرابی آیا پس کہا اس نے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا
ہوں آپ میرے رب سے میرے لئے مغفرت مانگیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی
کہ تیری بخشش ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ کی وفات کے بعد
آئیں اور اس نے یہ شعر پڑھا۔ خبردار اے رسول اللہ ﷺ آپ میری امید ہیں اور ہم
پر مہربان تھے۔ صحابہ کرامؓ نے سنا کسی ایک نے بھی انکار نہ کیا۔

نیز اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں موطا امام محمد میں مذکور ہے۔

عن نافع عن ابن عمر انہ کان یأتی القبر فیسلم علی
النبی ﷺ و علی ابی بکر و عمر حضرت عبداللہ قبر مبارک پر
آتے پس آپ علیہ السلام پر درود پڑھتے اور ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما پر اور
یہ بھی فرماتے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا

ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ. (ح ۳)

(ح ۳)۔ مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے

عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر الہی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ.

اسی طرح التعلیق المجید ص ۳۹۶ حاشیہ نمبر ۶ پر مذکور ہے

وعن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر و رأیہ مائۃ مرة او اکثر یأتی و یقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی.

حضرت نافع سے منقول ہے کہ ابن عمر روضہ اقدس پر سلام عرض کرتے اور میں نے ان کو سویا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ آتے تھے اور پڑھتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابی.

علامہ سبکیؒ نے شفاء القام میں بھی اس واقعے کو اس سند سے نقل فرمایا ہے

وروی عن ابن عون قال سأل رجل نافعاً هل کان ابن عمر یسلم علی القبر قال نعم لقد رأیہ مائۃ مرة او اکثر من مائۃ مرة کان یأتی القبر فیقوم عنده فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی.

ترجمہ۔ ابی عون سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت نافع سے سوال کیا کہ کیا ابن عمر حجر پر سلام پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں میں نے ابن عمر کو سویا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ وہ روضہ پاک پر آتے اور اس کے قریب کھڑے ہو جاتے اور کہتے السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی

اسی طرح ۱۸ھ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ حضرت مالک الدارؓ (جو حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں، جنکو محبت نبوی کا شرف بھی حاصل ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے روایت کرنے میں معروف ہیں) فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے پس ایک آدمی (حضرت بلال بن الحارث المزنیؓ صحابی) روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرماویں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس کو خواب میں مشرف فرمایا اور فرمایا عمرؓ کے پاس جاؤ اور اس کو میرا سلام دو اور عمرؓ کو خبر دے دو کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی۔ اور عمرؓ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ پس وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور خبر دی تو حضرت عمرؓ رو پڑے پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر جس امر سے میں عاجز ہو گیا۔

شفاء السقام ص ۱۷۴، الہدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۷ پر ہے کہ حضرت عمرؓ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ نیز تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۹ پر ہے کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا فان بلال بن الحارث یزعم ذیبة و ذیبة (ج ۴)۔

اور ایک روایت میں ہے رأیتہ فی الیوم مائۃ مرة او اکثر (قالہ نافع)
(منتہی المقال ص ۷۳ للمفتی صدر الدین راجع جذب القلوب ص ۲۰۰ ابن ابی شیبہ
ج ۳ ص ۱۳۸، ذبۃ الناسک للکوئی ص ۹۰)

ترجمہ۔ ان کو نافع نے فرمایا میں نے عبداللہ بن عمر کو ایک دن میں سو یا سو سے زائد مرتبہ (نبی علیہ السلام کے روضہ اقدس پر درود پڑھتے) دیکھا ہے۔

(ج ۴)۔ اس حدیث پر جو اعتراض ہوتا ہے اسے آگے وسیلہ کی بحث میں ذکر کر دیا جائے گا۔ نیز اس حدیث کی ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے ابن ابی شیبہ، ابو معاویہ، اعمش، ابوصالح، مالک الدار۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اسنادہ صحیح (فتح الباری ص ۱۳۸ ج ۳)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ یہ امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے صحیح بخاری میں

(ہذا سند صحیح البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲)

امام رازی تفسیر سورۃ کہف کے شروع میں فرماتے ہیں

- نمبر ۱. باب لا یرد السلام فی الصلوۃ
 - نمبر ۲. باب اذا الفطر فی رمضان ثم طلعت الشمس
 - نمبر ۳. باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان
 - نمبر ۴. باب الدعاء علی المشرکین بالہزیمۃ والزلزلۃ
 - نمبر ۵. باب موت النجاشی
 - نمبر ۶. باب عدۃ اصحاب بدر
 - نمبر ۷. باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب و مخرجه الی بنی قریظہ و محاصرۃ ایاہ
 - نمبر ۸. باب ذهاب جریر الی الیمن
 - نمبر ۹. باب مرض النبی ﷺ و وفاته
 - نمبر ۱۰. باب قول اللہ و رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ الفواجاً
 - نمبر ۱۱. باب الباذق و من نہی عن کل مسکر
 - نمبر ۱۲. باب نہی تمنی المریض الموت
 - نمبر ۱۳. باب الحبة السوداء
 - نمبر ۱۴. باب مسح الراقی فی الوجع بیدہ الیمنی
 - نمبر ۱۵. باب فضل الفقر
 - نمبر ۱۶. باب اذا همت الطائفان
- میں ان سے روایات لی ہیں۔ ابو معاویہ، عمش اور ابوصالح تینوں ایک ہی سند میں سورۃ نباہ کی تفسیر میں بخاری شریف میں مذکور ہیں اور مالک الدار تو خود صحابی ہیں۔

اما ابو بکر فمن کرامته لما حمل جنازته الى باب
قبر النبی ﷺ و نودی السلام علیک یا رسول اللہ هذا ابو
بکر بالباب فاذا الباب قد انفتح فاذا بهاتف يهتف من القبر
ادخلوا الحبيب الى الحبيب.

بہر حال ابو بکر صدیق کی کرامت سے ہے کہ جب ان کا جنازہ نبی اکرم ﷺ کی قبر
مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو یہ ابو بکرؓ دروازہ پر
ہے پس اچانک دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا قبر سے آواز دے رہا تھا حبیبؓ کو حبیبؓ کی
طرف داخل کر دو۔

یہ افضل الناس بعد الانبیاء کا جنازہ ہے، خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا۔ ہزاروں
کی تعداد میں صحابہؓ ہوں گے ان سب کا عقیدہ تھا کہ نبی پاک ﷺ زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ اب کیا
مماتی یہ بھی کہیں گے کہ ان کو قرآن نہیں آتا تھا؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اخرج الزبير بن بكار في اخبار المدينة عن سعيد بن
المسيب قال. لم ازل اسمع الاذان والاقامة في قبر رسول
الله ﷺ ايام الحرة حتى عاد الناس.

ترجمہ..... لکھا ہے زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں سعید بن مسیب سے
انہوں نے فرمایا ہمیشہ سننا رہا میں اذان اور اقامت کو نبی ﷺ کی قبر میں یہاں تک کہ
لوگ واپس لوٹ آئے۔

واخرج ابن سعد في الطبقات عن سعيد بن المسيب
انه كان يلزم المسجد ايام الحرة والناس يقتلون قال
فكنت اذا حانت الصلوة اسمع اذا انا يخرج من قبل القبر

الشریف و اخرج دارمی فی مسنده قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم و لم یرح سعید بن المسیب من المسجد و کان لا یعرف وقت الصلاة الا بهممة یسمعها من قبر النبی ﷺ.

(سنن دارمی الجزء الاول ص ۴۳ حدیث نمبر ۹۴ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ)

ترجمہ..... اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت سعید بن المسیبؓ کے بارے میں نقل فرمایا ہے ایام حرہ میں جو لوگ لڑائی میں مصروف تھے وہ مسجد نبویؐ میں ہی رہے فرماتے ہیں جب نماز کا وقت قریب آتا تو میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا۔
دارمی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں مروان بن محمد نے سعید بن عبد العزیز سے انہوں نے فرمایا جب ایام حرہ تھے تو تین دن تک نہ مسجد نبویؐ میں اذان دی گئی نہ اقامت کہی گئی اور حضرت سعید بن المسیبؓ مسجد سے باہر نہ آ سکے آپ کو نماز کا وقت معلوم نہ ہوتا تھا مگر ایک آواز سے جو نبی اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے آتی تھی۔ (ح ۵)

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حیات النبی ﷺ پر جس

(ح ۵)۔ اس واقعہ کو صاحب مشکوٰۃ باب الکرامات میں لائے ہیں، یعنی یہ اذان کی آواز سننا حضرت سعید بن المسیبؓ کی کرامت تھی۔ علامہ سخاوی القول البدیع میں شیخ عبدالحق جذب القلوب ص ۱۸۱ اور مدارج النبوة ص ۹۰۵ ج ۲ میں بھی لائے ہیں۔
نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیبؓ روایت کردہ (جج الکرامۃ ص ۲۸۵)

علامہ سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۰ پر اس کو نقل کیا ہے۔

طرح صحابہ رضوان اللہ کا اجماع ہوا ہے اس کو امت میں تلقی بالقبول کا شرف بھی حاصل ہے۔
 ثواب جس طرح خطبہ صدیق اکبرؓ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ وفات کے بعد آپ ﷺ
 قبر میں با حیات ہیں کیونکہ وقوع موت کے بعد روح پھر لوٹا دی گئی۔ تو موت تھوڑے عرصے کے
 لئے تھی تو اس کے بعد حیات ہے۔ تو لہذا اب تذکرہ بھی آپ علیہ السلام کی حیات کا ہونا چاہئے جو
 تقریباً چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔ نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پرانی ہے، اس لئے کہ
 جس طرح آپ کی اور میری یہ جو موجودہ حیات ہے یہ چند سال کی ہے۔ کسی کی بیس سال کی ہے،
 کسی کی پچیس سال کی۔ اس سے پہلے موت تھی۔ جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے کنتم اموات تو
 اب اگر آپ کو کوئی مردہ کہے اور ساتھ یہ آیت بھی پڑھے کنتم اموات تو آپ اس کو پسند نہیں
 کرتے اور آپ کہتے ہیں کہ تو قرآن کی آیت کو غلط استعمال کر رہا ہے۔ تو آپ اپنی اس بیس پچیس
 سالہ حیات کی نفی پسند نہیں کرتے تو اللہ کے نبی ﷺ کی جو حیات چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے تو
 اس کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہے۔ اور یہ مماتی حضرات چودہ سو سال پرانی موت ہی کو پیٹ رہے
 ہیں۔ اس کے بعد جو حیات ہے وہ ان کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ تذکرہ اس حالت کا ہونا چاہئے جو
 اس وقت موجود ہے اور وہ حالت حیات ہے۔

لطیفہ

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ ایک گرد آدمی ایران میں آیا تو
 اتفاقاً عاشورہ محرم تھا اور یہ لوگ پیٹ رہے تھے اس نے اپنے علاقے میں کسی کو پیٹتے نہیں دیکھا
 تھا اور نہ ہی سنا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا پوچھنے لگا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ کیوں پیٹ رہے ہیں؟
 کسی نے جواب دیا تمہیں پتا ہی نہیں کہ نواسہ رسول حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیا گیا۔ وہ کہنے
 لگا اچھا یہاں آج اطلاع پہنچی ہے؟

اسی طرح ان مماتیوں کو شاید آج ہی اطلاع پہنچی ہے کہ حضرت ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔
 حالانکہ وفات کے بعد آپ علیہ السلام کی حیات کو چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ ثواب جس طرح ہم

زندہ ہیں تو ہماری حیات کا ہی ذکر ہونا چاہئے نہ کہ پچھلی موت کا تو اسی طرح جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا تو وقوع موت ہو گیا۔ اور اس کو سب نے مان لیا، کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد پھر چودہ سو سال سے آپ ﷺ کی حیات کا دور چل رہا ہے تو اب آپ ﷺ کی حیات ہی کا ذکر ہونا چاہئے نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پہلے گزر چکی ہے۔

مماتی اور حیاتی میں فرق

اب جو خطبہ صدیق اکبرؓ میں ان محمدا قد مات کو ہی مانتا ہے اس کو مماتی کہا جاتا ہے اور جو اس موت کے بعد اس حیات کا قائل ہے جو چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کو حیاتی کہا جاتا ہے۔ حیاتی نے خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور دونوں باتیں مان لیں اور مماتی نے چودہ سو سال پرانی بات تو مان لی لیکن چودہ سو سال سے جو حیات چلی آرہی ہے اس کا انکار کر دیا۔ اتنا بڑا منکر اللہ کے نبی ﷺ کی حیات کا شاید دنیا میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے پورے خطبے کو مانتا ہے وہ حیاتی ہے اور جو ایک بات مانتا ہے اور ایک بات کا انکار کرتا ہے وہ مماتی ہے۔

اجماع کو مقدم کرنے کی وجہ

ہم نے اجماع کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ پوری امت جو عقیدہ قرآن یا حدیث سے سمجھتی ہے وہ فرد واحد نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے کہ امت کا اجماع معصوم ہے۔ نبی کے بعد کوئی معصوم نہیں البتہ امت کا اجماع معصوم ہے، نبی اقدس ﷺ نے فرمایا ان الله لا يجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اللہ تعالیٰ میری امت یا فرمایا محمد کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائیں گے۔ (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

جبکہ فرد واحد کے سمجھنے میں خطا کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ تو جب اس عقیدے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر قرآن و سنت سے اس عقیدے کا اثبات نہ ہوتا یا یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مخالف ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس پر کبھی اجماع نہ

ہوتا۔ کیونکہ اس امت کا غلطی پر اجماع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ امت من حیث الامت معصوم ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں

مقدمة الاولى فی بیان تقديم الادلة فنقول يجب على المجتهد في كل مسألة ان يرد نظره الى النفي الاصلی قبل ورود الشرع ثم يبحث عن الادلة السمعية في المخيرة فينظر اول شيء في الاجماع فان وجد في المسئلة اجماعا ترك النظر في الكتاب والسنة فانهما يقبلان النسخ والاجماع لا يقبل. فالاجماع على خلاف ما في الكتاب والسنة دليل قاطع على النسخ اذ لا تجتمع الامة على الخطاء ثم ينظر في الكتاب والسنة المتواترة

ترجمہ..... مقدمہ اولی ادلہ کی تقدیم کے بیان میں، پس ہم کہتے ہیں کہ مجتہد پر واجب ہے کہ ہر مسئلہ میں اپنی نظر کو شریعت کے وارد ہونے سے قبل نفی اصلی کی طرف لے جائے پھر دلائل مسومہ سے بحث کرے اور سب سے پہلے اجماع میں نظر کرے، اگر کسی مسئلہ میں اجماع کو پالے تو کتاب و سنت میں نظر کو ترک کر دے۔ یعنی اب کتاب و سنت میں اس مسئلہ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب و سنت تو نسخ کو قبول کرتی ہیں، یعنی ان میں تو احتمال ہے کہ یہ منسوخ ہو۔ لیکن اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ پس کتاب و سنت کے مخالف اجماع یہ نسخ پر دلیل قاطع ہے۔ اس لئے کہ پوری امت خطاء پر جمع نہیں ہو سکتی پھر اس کے بعد کتاب و سنت متواترہ میں نظر کی جائیگی۔

(المستصفی ج ۲ ص ۳۹۲)

تو اب جب ہم نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کے بعد ہم قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے اس عقیدے کی وضاحت

دلیل

جیسا کہ پیچھے مسئلہ عذاب قبر کی وضاحت میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا کہ موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے اس میں انسان راحت و آرام میں ہوگا یا تکلیف میں ہوگا۔ یاد رکھ میں ہوگا یا سکھ میں ہوگا۔ اب یہ عذاب ہوگا، اسی عذاب کا نام عذاب قبر ہوگا۔ اسی کا نام عذاب میت ہے اور اسی کا نام عذاب برزخ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اب عذاب و ثواب قبر ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا لازم ہو جاتا ہے اور جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا ایسا ہی یقین ہو جاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہو جاتا ہے۔

عذاب و ثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ شہداء کا درجہ عام لوگوں سے بہت بلند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارت النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءُ

وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

ترجمہ..... اور نہ کہو تم ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں

بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ مماتی عام طور پر دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی موت کے قائل نہیں۔ لیکن قرآن پاک میں یقتل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ موت آئی اور موت کے سارے وعدے کل نفس ذائقة الموت وغیرہ پورے ہو گئے۔ اب بحث یہی ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی موت قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہو جائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ قتل کا فعل ایک زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ آگے جو منع کیا گیا ہے اموات کہنے سے اس اموات کا مبتداء جو کہ ہم ضمیر ہے وہ محذوف

ہے۔ تو یہ جملہ اسمیہ بنا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی قیامت تک چلے گی۔ اس لئے ان کے لئے جملہ اسمیہ استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں، اب اس پر سوال ہوا کہ جب موت ہمیشہ نہیں رہے گی تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اب دیکھیں کہ قتل کا فعل اسی جسم پر وارد ہوتا ہے جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب و خیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا۔ تو حیات بھی اسی جسم کے لئے ثابت ہوئی جس پر قتل کا فعل وارد ہوا ہے، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ نیز جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی تو تعلق جسم سے نہ رہا، تو اس پر موت واقع ہو گئی۔ اب جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا جسم کے اندر آنا یا جسم سے باہر ہونے کے باوجود اس کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے۔

موت کا معنی

رئیس المناظرین حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا یونس نعمانی سے ایک مناظرے میں جب میں نے پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے تو اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہوا اور جسم سے تعلق نہ ہو۔ کیونکہ اگر روح جسم سے باہر ہوا اور جسم کے ساتھ تعلق ہو اس کو نیند کہتے ہیں اس پر میں نے پوچھا اب یہ جو شہداء کے بارے میں قرآن میں احیاء ہے یہاں حیات کا کیا معنی ہے؟ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ بری طرح پھنس چکا ہے چنانچہ بہت پریشان ہوا۔ کبھی ادھر کود کھتا کبھی ادھر کود کھتا۔ کیونکہ اس نے تو احیاء کا معنی کرنا تھا کہ شہداء کی ارواح سبز پردوں میں ہیں (ح ۶) اور اس جسم

(ح ۶). حدثنا یحییٰ بن یحییٰ و ابو بکر بن ابی شیبہ کلاهما عن

ابی معاویۃ قال و حدثنا اسحق بن ابراہیم قال اخبرنا جریر و

عیسیٰ بن یونس جميعاً عن الاعمش ح قال و حدثنا محمد بن

عبدالله بن نمیر واللفظ له قال نا ابساط و ابو معاویۃ قال نا

کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔ چنانچہ جو شخص جسم کے ساتھ

الاعمش عن عبد الله بن مرة عن مسروق قال سألنا عبد الله عن هذه الآية ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذلك وقال ارواحهم في جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت ثم تاوي الى تلك القناديل فاطلع عليهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شيئاً قالوا اى شىء نشتهى ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا ففعل ذلك بهم ثلاث مرات فلما راوا لهم لن يتركوا من ان يسئل قالوا يا رب نريد ان ترد ارواحنا في اجسادنا حتى نقتل في سبيلك مرة اخرى فلما رأى ان ليس لهم حاجة تركوا.

ترجمہ۔ بیان کیا ہمیں یحییٰ بن یحییٰ اور ابو بکر بن ابی شیبہ دونوں نے ابی معاویہ سے اسی طرح فرمایا انہوں نے کہ بیان کیا ہمیں اہل بن ابراہیم نے کہ خبر دی ہمیں جریر اور عیسیٰ بن یونس دونوں نے اعمش سے۔ اسی طرح فرمایا اور بیان کیا ہمیں محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے اور یہ لفظ انہی کے ہیں فرمایا انہوں نے خبر دی ہمیں ابساط اور ابو معاویہ نے دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی اعمش نے عبد اللہ بن مرہ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے فرمایا سوال کیا ہم نے عبد اللہ بن مسعود سے اس آیت (ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون) کے بارے میں انہوں نے کہا ہم نے بھی اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کی روہیں سبز پرندوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر وہ روہیں ان

تعلق روح کا انکار کرتا ہے اگرچہ اس نے موت کا لفظ استعمال نہیں کیا، لیکن جو معنی استعمال کیا ہے

قادیل کی طرف آجاتی ہیں پس جہانکا ان کی طرف ان کے رب نے اور کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی ہم خواہش کریں حالانکہ ہم جنت کی سیر کرتے ہیں جب چاہتے ہیں، پس اسی طرح تین مرتبہ سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ سوال سے جان نہیں چھوٹی تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو وہ چھوڑ دیئے گئے۔

اب مماتی لوگ اس حدیث مبارکہ کو پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ شہداء کی حیات صرف جنت میں ہے اور شہداء اپنی قبروں میں حیات نہیں ہیں۔ اور وہ لوگ اس حدیث مبارکہ کو سورۃ بقرہ والی آیت ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات. الخ. کی تفسیر کہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ سورۃ آل عمران کی آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء عند ربهم یرزقون کے جملے عند ربهم یرزقون کی تفسیر ہے۔ آگے ہم وہ تمام تفسیری حوالہ جات نقل کرنے والے ہیں۔ مماتیوں کو تو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں کیونکہ احمد سعید چتر و گڑھی نے لکھا ہے اس کا راوی اعمش شیعہ ہے، اور ابو معاویہ مدلس ہے۔ نیز یہ حدیث خبر واحد بھی ہے اور یہ لوگ یہی کہا کرتے ہیں لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد تو اس لئے ان دو وجہوں سے مماتیوں کو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ رہے ہم۔ تو ہم قرآن و حدیث دونوں کو مانتے ہیں قرآن سے حیات جسمانی ثابت ہوئی اور اس حدیث سے سیر روحانی۔ اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ہونے کا کسی نے انکار نہیں کیا چنانچہ آگے کئی تفاسیر کے حوالے نقل کئے گئے ہیں کسی ایک نے بھی اس آیت کے تحت

وہ موت ہی کا ہے تو رب ذوالجلال نے جس بات سے منع فرمایا تھا انہوں نے وہی بات کہہ دی۔

حیات جسمانی کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحق حقانی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں بالخصوص شہداء کو ان کو نسیمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے۔ (تفسیر حقانی) روح سیر روحانی بھی کرے اور اس کا جسم کے ساتھ تعلق بھی ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص یہ بیان کرے کہ رات کو میں نے خواب میں بیت اللہ کی زیارت کی اور اس کا طواف کیا تو اس سے کوئی بیوقوف اس کا یہ مطلب نہیں سمجھے گا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح جب کعبہ کا طواف کر رہی تھی تو ملتان میں سوئے ہوئے جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پس معلوم ہوا کہ روح کا سیر کے وقت اس جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے جیسا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح خواہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں پاکستان کی سیر کر رہی ہو یا سعودیہ کی لیکن اس کی روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جسم یہاں کروٹیں بھی بدلتا ہے غذا بھی ہضم ہو رہی ہوتی ہے، دل کی دھڑکن بھی جاری رہتی ہے۔

مزید تفاسیر کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں ان کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس حدیث سے حیات جسمانی کی نفی نہیں کی، نیز یہ حدیث آیت ولا تحسبن..... الخ کی تفسیر ہے نہ کہ آیت ولا تقولوا کی۔ بعض تفاسیر میں فی قبورهم احياء کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ انہی قبروں میں حیات ہے نیز اس کے ساتھ اسے حیات برزخیہ بھی کہا گیا اس اعتبار سے کہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے، تفسیر زاہدی میں تو اس آیت کے تحت یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ میت پر قبر میں اس کے رشتہ داروں کے اعمال بھی پیش ہوتے ہیں۔

وفی مصنف ابی داؤد باسناد صحیح عن ابن عباس قال قال

رسول اللہ ﷺ. "لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحہم فی

جوف طیر خضر ترد انہار الجنة تاکل من ثمارها و تاوی الی قنادیل

تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قتل ہو گئے ہیں، موت آگئی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں

من ذهب معلقة فی ظل العرش فلما وجدوا طیب ما کلهم و مشربهم
ومقیلهم قالوا من یبلغ اخواننا عنا انا احياء فی الجنة نرزق لثلا
یزهدوا فی الجهاد ولا ینکلوا عند الحرب فقال الله سبحانه انا ابلغهم
عنکم . قال . فانزل الله ”ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا“
الی آخر الآیات .

(الجامع لاحکام القرآن لابن عبد الله محمد بن احمد

الانصارى القرطبی)

قوله تعالى ﴿امواتا بل احياء عند ربهم﴾

حدثنا محمد بن عبد الله بن يزيد المقرئ، ثنا سفيان، عن
الاعمش، عن عبد الله بن مرة، عن مسروق، عن عبد الله قال. قرأ.
﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احياء عند ربهم
یرزقون﴾ فقال. اما قد سألنا عن ذلك، فاخبرنا ان الارواح جعلت
فی طیر خضر، تأوی الی قنادیل معلقة بالعرش، فتسرح فی ای
الجنة شاءت. قال. فاطلع الیهم ربك اطلاعة فقال. هل
تستزیدونی فایزدکم؟ قالوا. السنا نسرح فی الجنة حیث شئنا؟
قال. ثم اطلع الیهم ربك اطلاعة. فقال. هل تستزیدونی فایزدکم؟
فلما رأوا انهم لا یترکون قالوا. ترد ارواحنا فی اجسادنا، حتی نقتل
فی سبیل الله مرة اخرى. قال سفيان. و زاد عطاء بن السائب عن ابی
عبیدة، عن عبد الله قال. تقرئ نبيينا منا السلام، وتخبره ان قد
رضینا ورضی عنا، و ترد ارواحنا حتی نقتل فی سبیلک مرة اخرى.
(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبد الرحمن بن

لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ یہ موت آگے نہیں جا رہی بل احیاء اب یہاں بھی احیاء خبر

محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ

﴿ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله﴾ یعنی . شهداء احد

﴿امواتا بل احیاء﴾ بل ہم احیاء ﴿عند ربهم﴾ فی دار کرامتہ، لان

ارواحهم فی اجواف طیر خضر. ﴿یرزقون﴾ یا کلون.

(الوجیز فی تفسیر الكتاب العزیز لابی الحسن بن علی

الواحدی المتوفی ۳۲۸ھ)

”لما اصیب اخوانکم بأحد جعل الله ارواحهم فی اجواف

طیر خضر تدور فی انهار الجنة و تاكل من ثمارها و تاوی الی قنادیل

من ذهب معلقة فی ظل العرش“.

(الكشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشري

الخوارزمی (۳۶۷-۵۳۸ھ)

ظاهر هذه الآية يدل علی كون هؤلاء المقتولين احیاء ، فاما

ان يكون حقيقة، أو مجازاً، فان كان حقيقة، فاما ان يكون بمعنى أنهم

سیصیرون فی الآخرة احیاء، او فی الحال. و بتقدير ان يكونوا احیاء

فی الحال، فاما ان يكون المراد الحیاة الروحانية، او الجسمانية،

فاما الاحتمال الاول. وهو أنهم سیصیرون احیاء فی الآخرة. فقد

ذهب الیه جماعة من المعتزلة، منهم الکعبی، قال. لأن الله تعالى.

اورد هذه الآية تكدیبا للمنافقین فی جحدهم البعث والمعاد، وقولهم

. ان اصحاب محمد یعرضون انفسهم للقتل، فیقتلون. و یخسرون

الحياة، ولا یصلون الی خیر.

وهذه الآية ترد هذا القول. لأن ظاهرها يدل علی كونهم

ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے جو کہ ہم ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

احیاء حال نزول هذه الآية ، وايضا فانه تعالى قال ﴿ اغرقوا فادخلوا

نارا ﴾ (لوح . ۲۵) والفاء للتعقيب ، والتعذيب مشروط بالحياة .

وقال . ﴿ النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ﴾ (غافر . ۴۶) واذا جعل

الله اهل العذاب احياء . قبل القيامة لاجل التعذيب ، فان يجعل اهل

الثواب احياء قبل القيامة . لاجل الثواب اولى ، لأن جانب الاحسان

والرحمة أرجح من جانب العذاب ، وايضا لو كان المراد أنه

سيجعلهم احياء في القيامة لما قال للنبي ﷺ ﴿ ولا تحسبن ﴾ مع

علمه بأن جميع المؤمنين كذلك .

فان قيل . انه ﷺ كان عالما بأنهم سيصيرون احياء عند

البعث ، لكنه غير عالم أنهم من اهل الجنة ، فجاز أن يبشره الله

تعالى . بأنهم سيصيرون احياء ، ويصلون الى الثواب ؟

فالجواب . ان قوله . ﴿ ولا تحسبن ﴾ انما يتناول الموت ،

لانه قال . ﴿ ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا ﴾ فالذي يزيل

هذا الحسبان هو كونهم احياء في الحال ، لانه لا حسبان . هناك .

في صيورتهم احياء يوم القيامة .

وقوله . ﴿ يرزقون ﴾ خبر مبتدأ ، ولا تعلق له بذلك

الحسبان ، فزال السؤال ، وايضا فقوله تعالى . ﴿ ويستبشرون بالذين

لم يلحقوا بهم من خلفهم ﴾ فالقوم الذين لم يلحقوا بهم لا بد وأن

يكونوا في الدنيا ، واستبشارهم بمن يكون في الدنيا لا بد وأن يكون

قبل القيامة ، والاستبشار لا يكون الا مع الحياة ، فدل على كونهم

نے جو حیات ان کو عطاء کی ہے وہ آگے جارہی ہے۔ اب یہاں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے

احیاء قبل یوم القیامۃ۔

وایضاً روی ابن عباس ان النبی ﷺ قال . فی صفة الشهداء .
 ” ارواحهم فی اجواف طیر خضر ، ترد انهار الجنة ، و تأکل من ثمارها ، و تسرخ حیث شاءت ، و تأوی الی قنادیل تحت العرش ، فلما رأوا طیب مسکنهم و مطعمهم و مشربهم قالوا . یا لیت قومنا یعلمون بما لحن لیه من النعم ، کى یرغبوا فی الجهاد ، فقال الله تعالى . انا متعبر عنکم ، و مبلغ اخوانکم ، ففرحوا بذلك و استبشروا ، فانزل الله تعالى هذه الآیة . و سئل ابن مسعود عن هذه الآیة ، فقال . سألنا عنها ، فقلل لنا . ان الشهداء علی نهر بباب الجنة فی قبة خضراء . و فی رواية . فی روضة خضراء .

وعن جابر بن عبد الله ، قال . قال رسول الله ﷺ ” الا ابشرک ان اباک ، حیث أصیب باحد . احیاء الله ، ثم قال . ما ترید یا عبد الله بن عمرو ان افعل لک ؟ قال . یا رب احب ان تردنی الی الدنیا فاقتل فیک مرة اخرى “ .

الاحتمال الثانی . وهو الهم احیاء فی الحال . والقائلون بهذا القول ، منهم من أثبت الحیاة للروح ، ومنهم من اثبتھا للبدن ، فمن اثبتھا للروح قال . لقوله تعالى . ﴿ یا بیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ﴾ (الفجر . ۳۰ . ۲۷) والمراد . الروح .

و روی عنه ﷺ یوم بدر کان ینادی المقتولین ، ویقول ﴿ لعل و جلدکم ما وعد ربکم حقاً ﴾ (الاعراف . ۴۴) فقل . یا رسول

کہ قتل تو شہید کا جسم ہی ہوا لیکن جوہل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کے لئے ہے۔ حالانکہ

اللہ ﷻ، انہم اموات، فکیف تنادیہم؟ فقال ﷻ: ”انہم اسمع منکم“۔ وقال ﷻ: ”انبیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار“۔

الاحتمال الثالث. من البت الحيلة للأجساد، وهؤلاء
اختلفوا، فقال بعضهم انه. تعالى. يصعد اجساد الشهداء الى
السماوات، والی قنادیل تحت العرش، و یوصل الیہا الکرامات.
وقد طعنوا فی هذا، وقالوا. انا نرى الشهداء ناکلهم السباع
، ونرى المقتول یبقى ایاما الی ان تتفسخ و تنفصل اعضاؤه، فعود
الحيلة الیہا مستبعدا، وان جوزنا کونها حية عاقلة، متعمة عارفة،
لزم القول بالسفسطة.

الاحتمال الرابع. ان کونہم احیاء من طریق المجاز.
قال الاصم البلیخی. اذا کان المیت عظیم المنزلة فی الدین،
وكانت عاقبة يوم القيامة الی السعادة والكرامة، صح ان یقال. انه
حی، وليس بمیت، كما یقال. فی الجاهل الذی لا ینفع نفسه ولا
غیره. انه میت، وكما یقال. للبلید. انه حمار، و للمؤذی انه سبع،
كما قال عبد الملك بن مروان. لما رأى الزهری، وعلم فقهه و
تحقیقه. ما مات من خلفه مثلك. واذا مات الانسان، وخلف ثناء
جمیلا، وذكرا حسنا، یقال. علی سبیل المجاز. انه مامات.

وقال آخرون. مجاز هذه الآية ان اجسادهم لا تبلى تحت
الأرض، كما روى أن معاوية لما اراد أن یجرى العین الی قبور
الشهداء، أمر بان ینادی. من كان له قتیل فلیخرجه من هذا الموضع

صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں ہے۔ کیونکہ کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا کاجو

، قال جابر . فخرجنا اليهم ، فأخرجناهم رطاب الأبدان فاصاب
المسحاة اصبع رجل منهم ، فانفطرت دما .

(اللباب فی علوم الکتاب تألیف الامام المفسر ابی حفص
عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۰۰ھ
هجریہ)

وما روى ابن عباس رضى الله عنهما انه عليه الصلاة
والسلام قال . ارواح الشهداء فى اجواف طير خضر ترد النار الجنة
و تأكل من ثمارها و تأوى الى قناديل معلقة فى ظل العرش .

(تفسير البيضاوى لامام ناصر الدين ابى سعيد عبد الله بن
عمر بن محمد الشيرازى البيضاوى)

وعن النبى ﷺ "لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله
ارواحهم فى اجواف طير خضر تدور فى النار الجنة ، و تأكل من
ثمارها ، و تأوى الى قناديل من ذهب ، معلقة فى ظل العرش ."

(تفسير القرآن الكريم للشيخ الاكبر العارف بالله العلامة
محمى الدين بن عربى المتوفى ۷۳۸ھ هجریہ)

و أخرج احمد و هناد و عبد بن حميد و أبو داؤد و ابن جرير
و ابن المنذر و الحاكم و صحيحه و البيهقى فى الدلائل عن ابن عباس
قال . قال رسول الله ﷺ لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله
ارواحهم فى اجواف طير خضر ترد النار الجنة ، و تأكل من ثمارها ،
و تأوى الى قناديل من ذهب معلقة فى ظل العرش . فلما وجدوا
طيب ما كلهم او مشربهم ، و حسن مقبلهم . قالوا . يا ليت اخواننا

زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور ہزار ہا برس موجود رہی۔ لیکن اس کو

یعلمون ما صنع الله لنا . وفي لفظ . قالوا انا احياء في الجنة نرزق لثلا
يزهدوا في الجهاد ولا يتكلموا عن الحرب فقال الله . انا ابلفهم عنكم
فانزل الله هؤلاء الآيات ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا﴾ الآية.. وما
بعدها.

(السر المنشور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال
الدين السيوطي رحمه الله (ت ٩١١هـ))

﴿ولا تحسبن الذين قتلوا﴾ و قرى مشددا ﴿في سبيل الله﴾
و طلب اعلاء كلمته ﴿امواتا بل﴾ هم في قبورهم ﴿احياء﴾ حياة
برزخية ﴿عند ربهم يرزقون﴾ من ثمار جنانه وفي الخبر قال رسول
الله ﷺ ارواح الشهداء في اجواف طير خضر ترد انهار الجنة و
تأكل من ثمارها و تأوى الى قناديل معلقة في ظل العرش.

(تاج التفسير للعلامة السيد محمد عثمان بن ابي بكر بن
عبدالله الميرغني)

وقد وردت السنة المطهرة بأن ارواحهم في اجواف طيور
خضر، وانهم في الجنة يرزقون و يأكلون و يتمتعون.

(فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني)

(المتوفى ١٢٥٠ هـ)

سبب النزول. عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ "لما

اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم في جوف طير خضر، ترد
انهار الجنة تأكل من ثمارها و تأوى الى قناديل من ذهب معلقة في
ظل العرش، فلما وجدوا طيب ماكلهم و مشربهم و مقيلهم قالوا. من

موت کہا جا رہا ہے، حیات نہیں کہا جا رہا اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلے میں قادیانیوں کا بھی

یبلغ اخواننا عنا انا احياء فی الجنة ليرزق لثلا يزهدوا فی الجهاد ولا
ینکلوا عند الحرب فقال الله سبحانه. انا ابلغهم عنکم فانزل الله ﴿ولا
تحسبن الذين قتلوا فی سبیل الله امواتا﴾

(صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی)

و اخرج عبد بن حمید و ابو داؤد و ابن جریر و الحاکم و
صححه و البیهقی فی الدلائل عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ
لما اصیب اخوانکم باحد جعل الله ارواحهم فی اجواف طیر خضر
ترد انهار الجنة و تاكل من ثمارها و تاروی الى قنادیل من ذهب معلقة
فی ظل العرش ، فلما وجدوا طیب ما کلهم و مشربهم و حسن
مقيلهم قالوا یا لیت اخواننا یعلمون ما صنع الله لنا ، و فی لفظ قالوا من
یبلغ اخواننا انا احياء فی الجنة لثلا يزهدوا فی الجهاد ، ولا ینکلوا
عن الحرب، فقال الله انا ابلغهم عنکم فانزل هذه الآيات (ولا
تحسبن الذين قتلوا) الآية وما بعدها.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن

علی الحسین القنوجی البخاری)

اخبرنا محمد بن ابراهیم بن محمد بن یحیٰ اخبرنا اسماعیل بن
احمد الخلالی اخبرنا عبد الله بن زیدان البجلی، حدثنا ابو
کریب، حدثنا عبد الله بن ادريس، عن محمد بن اسحاق، عن
اسماعیل بن امیة، عن ابی الزبیر، عن سعید بن جبیر، عن ابن
عباس قال. قال رسول الله ﷺ ولما اصیب اخوانکم باحد
جعل الله ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة، تاكل

بالکل یہی طریقہ ہے جو ان مہمتوں کا طریقہ ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ وما قتلوه

من ثمارها وتاوی الى قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش ،
فلما وجدوا طیب ما کلهم ومشربهم ومقیلهم، قالوا . من یبلغ
اخواننا عنا انا احياء فی الجنة نرزق؟ لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا
یتکلموا عند الحرب، فقال الله عزوجل . انا ابلیغهم عنکم، فأنزل
الله تعالیٰ . ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل
احیاء عند ربهم یرزقون﴾

(الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد

الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۲۸ھ))

﴿ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات﴾ قد ذکرنا ان
کیفۃ ترزقهم بعلم الله تعالیٰ قوله عزوجل یتبشرون بالذین لم
یلحقوا بهم باخبار الله تعالیٰ اياهم بحال من یتشهد من اقرانهم و
فی الخبر عن النبی ﷺ ان اعمالکم تعرض علی عشاثرکم فی
قبورهم فان کان خیرا استبشروا وان کان غیر ذلك قالوا اللهم
الهمهم ان یعملوا بطاعتک. (تفسیر زاہدی ۲۶۷)

وروی عن عطاء عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ لما
اصیب اخوانکم یوم احد جعل الله ارواحهم فی اجواف طیر خضر
ترد انهار الجنة وتاکل من ثمارها. وتاوی الى قنادیل من ذهب
تحت العرش ، فلما وجدوا طیب ما کلهم ومطعمهم ومشربهم ، و
راوا ما (عند) الله لهم من الکرامة (وما هم فیہ من النعم) قالوا یا لیت
اخواننا علموا ما أعد الله لنا من الکرامة ، وما نحن فیہ من النعم ، فلم
(ینکلوا) عند اللقاء ، ولم یجبنوا عند القتال ، فقال الله تعالیٰ انا

یقیناً بل دفعہ اللہ الیہ میں بھی پہلے قتل کا لفظ ہے۔ پھر اس کے بعد بل کا لفظ ہے اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھا لیا۔ لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اسی جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اوپر اللہ تعالیٰ نے

ابلفہم عنکم ، فانزل . ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء عند ربہم یرزقون﴾ (تفسیر سمرقندی ۳۱۴ ج ۲)

فذل ذلک علی انہم احياء قبل قیام القیامة لاجل التعذیب
واذا کان اهل العذاب احياء قبل قیام القیامة لاجل التعذیب فیکون
اهل الثواب احياء قبلہ لاجل الاحسان والاثابة بالاولی بان جانب
الرحمة والفضل والاحسان ارجہ من جانب العذاب والعقوبة
(حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد
بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ
المتوفی ۹۵۱ھ، ص ۲۱۰ ج ۳)

احدهما، انها نزلت فی شهداء احد، روى ابن عباس عن
النبي ﷺ انه قال ، "لما أصيب اخوانكم بأحد، جعل الله أرواحهم
فی أجواف طير خضر، ترد أنهار الجنة، وتأكل من ثمارها، وتأوی
الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش ، فلما وجدوا طيب
ماكلهم ومشرهم ، وحسن مقبلهم ، قالوا ليت اخواننا يعلمون بما
صنع الله لنا، لئلا يزهدوا فی الجهاد (ولا يتركوا عن الحرب) قال الله
تعالى . انا ابلفهم عنکم، فانزل الله تعالى هذه الآية. وهذا قول سعيد
بن جبیر ، واهی الضحی. (زاد المسیر فی علم التفسیر

ص ۲۹۹ ج ۲)

روح کو اٹھایا۔ اب اسی طرح ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو جسم قتل ہوا احیاء اسی کے لئے ہے، لیکن مماتی مرزا قادیانی کے طریقے پر چلتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ قتل تو جسم ہی ہوا تھا۔ لیکن احیاء کا لفظ روح کے لئے ہے۔ روح زندہ ہے نہ کہ جسم۔ جبکہ آیت مبارکہ صاف یہ بتلا رہی ہے وہی جسم زندہ ہے جو شہید کیا گیا تھا اور جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ رب ذوالجلال نے اسی جسم کو حیات عطا فرمادی۔ ہاں البتہ ایک فرق ہو گیا کہ شہید، شہید ہونے سے پہلے کھلی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے، وہ چلتا ہے، پھرتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے، جہاد کرتا ہوا لوگوں کو نظر آتا ہے لیکن شہید ہونے کے بعد جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے۔ ہمارے شعور میں نہیں آتی۔ اس لئے رب ذوالجلال نے فرمایا و لکن لا تشعرون کہ وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔ اس لئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی۔ لیکن اس حیات کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ جو حیات شعور میں آتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً جیسے اب ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟ یقیناً زندہ سمجھے گا۔ کیونکہ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے لیکن شعور تو ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے، یہ بول رہا ہے، یہ چل رہا ہے، یہ اٹھ رہا ہے۔ تو وہ اس شعور سے حیات کو محسوس کر لے گا اسی طرح کوئی سکھ دیکھے وہ بھی زندہ کہے گا۔ کیونکہ یہ حیات اس کے شعور میں آرہی ہے۔ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے۔ لیکن یہ جو حیات ہے اس کا تعلق کفر ایمان کے ساتھ نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے تو میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تو اندھا ہے، تو بہرا ہے۔ یعنی اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں کیا تو میری بات نہیں سن رہا؟ میں حرکت کر رہا ہوں تو مجھے ادھر ادھر حرکت کرتے ہوئے دیکھ نہیں رہا؟ تو میں اس

کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے۔ یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ حیات شعور میں آنے والی ہے۔ کفر ایمان کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے لیکن شہداء کی جو حیات ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ حیات اسی جسم کو ملی ہے کہ جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا۔ لیکن تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔ کیونکہ پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

نکتہ

حق جل شانہ نے ولکن لا تشعرون فرمایا، ولکن لا يشعرون نہیں فرمایا تاکہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے ان کو تو شہداء کی حیات کا شعور نہیں ہے، لیکن شہداء کو اپنی حیات کا پورا شعور ہے۔

مماتوں کا دھوکہ

یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ یہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس بھی جاتے ہیں کہ حضرت ﷺ جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہؓ آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ ﷺ سے بات چیت ہوئی، آپ ﷺ امام بنتے صحابہؓ مقتدی بنتے۔ اس وقت اگر صحابہ کرامؓ میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیتے اور حضرت رسول پاک ﷺ اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے۔ لیکن حضور ﷺ کے وصال کے بعد صحابہؓ میں شدید اختلافات ہوئے اور جنگوں تک نوبت پہنچی۔ لیکن کسی ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یہ جھگڑا ہے آپ اس میں فیصلہ فرمادیں۔

حق پر سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علیؓ ہیں یا معاویہؓ ہیں۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا، پس معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے نہ جواب

ارشاد فرمائیں گے۔ کیونکہ اگر صحابہ حیات کے قائل ہوتے تو ضرور اتنے اہم کام کے لئے روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض کرتے۔

جواب

صحابہ کرام کا روضہ پاک پر حاضر ہو کر عرض نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ صحابہ حیات کے قائل نہیں تھے، بلکہ صحابہ کرام قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے رسول پاک ﷺ سنیں گے لیکن جو آپ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں۔

مثال

ایک لڑکے کی گھڑی گم ہو گئی۔ اب لوگوں سے لڑتا پھرتا ہے کبھی اس سے پوچھتا ہے اور کبھی اس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ میری گھڑی گم ہو گئی ہے۔ میں نے کہا کسی سے پوچھا بھی ہے؟ اس نے کہا ایک سے تو نہیں ہیں آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں۔ اور لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں ہو۔ میں نے کہا آپ خود بھی پریشان ہوئے ہیں اور آدمیوں کو بھی پریشان کیا، آپ نے کرانا کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری گھڑی کہاں ہے؟ کیا آپ کے کرانا کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دیتے؟ تو وہ کہے گا وہ زندہ بھی ہیں، سنتے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں لیکن وہ جواب میرے شعور میں نہیں آتا اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو اب دیکھیں کیا اس لڑکے کا فرشتوں سے سوال نہ کرنا اس سے کوئی یہ سمجھے گا کہ وہ ان کی حیات کا قائل نہیں یا ان کے سماع کا قائل نہیں یا ان کے جواب دینے کا قائل نہیں ہے۔ یقیناً وہ لڑکا فرشتوں کی حیات کا بھی قائل ہے ان کے سماع کا بھی قائل ہے ان کے جواب دینے کا بھی قائل ہے، لیکن سوال اس لئے نہیں کرتا کہ فرشتوں کا جواب اس کے شعور میں نہیں آئے گا۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام کا سوال نہ کرنا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ کرام

حضور ﷺ کی حیات کے قائل نہیں تھے بلکہ صحابہ کرامؓ ان تمام باتوں کے قائل تھے لیکن روضہ اطہر پر عرض اس لئے نہیں کرتے تھے کہ آپ ﷺ جو ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ نیز فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، تو کیا فرشتوں کو بھی اپنی حیات کا شعور نہیں ہے؟ یقیناً فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے۔

اسی طرح جنات کی حیات کا ہمیں شعور نہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنات کو بھی اپنی حیات کا شعور نہ ہو بلکہ جناب کو اپنی حیات کا شعور ہے۔ اسی طرح اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، لیکن ان کو اپنی حیات کا پورا پورا شعور ہے۔ اسی لئے حق جل شانہ نے ولکن لا تشعرون فرمایا ہے۔ ولکن لا يشعرون نہیں فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنی کی وجہ

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کے لئے عطا فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو موت کے بعد جو حیات عطا فرمائی گئی ہے وہ باقی حیات ہے اور یہ فانی شعور باقی رہنے والی حیات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اب اگر وہ کامل حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی تو قصور ہمارے اس فانی شعور کا ہے نہ کہ اس کامل اور باقی رہنے والی حیات کا۔

مثال

ایک وہ سیب ہے جو ملتان دہلی گیٹ میں بک رہا ہے اور ہمارے شعور میں آرہا ہے اور ایک سیب جنت کا ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آتا۔ اسی طرح ایک آگ وہ ہے جو مطبخ میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آرہی ہے اور ایک جہنم کی آگ ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی۔ تو کیا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنت کا سیب گھٹیا ہے، کیونکہ وہ ہمارے شعور میں نہیں آتا یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اتنا اعلیٰ سیب ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔

تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے ولکن لا تشعرون کہہ کر بات واضح فرمادی کہ وہ حیات

بہت اعلیٰ ہے ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ نیز ولکن لا تشعرون سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا، جس کو لوگ مردہ کہتے ہیں، شہداء کا، وہی جسم فائز الحیات ہے۔ کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے کبھی ہوا ہی نہیں تو اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ یہ جسم ہی ہے کہ شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کا ہمیں شعور تھا۔ کیونکہ وہ کھلی حیات تھی، اب اسی جسم کو شہادت کے بعد ایسی حیات عطاء فرمادی گئی کہ چھپی حیات ہے اور ہمارے شعور میں نہیں آتی۔

مسئلہ بتانا اور بنانا

جس طرح مرزائیوں کے مقابلے میں ہم عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام اپنی معتبر اور مسلمہ کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ کسی مسلمان نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ مسلمان شروع سے لے کر آج تک بتاتے چلے آ رہے ہیں اور کسی مسلمان نے اس کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اسی طرح عذاب و ثواب قبر اور حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ کتب اسلامیہ میں موجود ہے بلکہ اس پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان مسائل کی تردید میں کسی اہل سنت عالم نے کوئی رسالہ نہیں لکھا، بلکہ اگر کسی کی جانب سے حیات انبیاء علیہم السلام کے انکار کا شبہ بھی محسوس ہوا تو اس کو سزا سنادی گئی۔ سیر اعلام النبلاء میں یہ واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ

حضرت امام و کبج ابن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جو جمیع اصحاب ستہ کے اجماعی شیوخ میں سے ہیں، جن کا وصال ۱۱۹۷ھ میں ہوا۔ وہ حج کے لئے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے، چونکہ بہت بڑے محدث تھے لوگوں نے حدیث سنانے کی درخواست کی تو آپ کئی دن تک حدیث سنانے رہے ایک دن آپ نے یہ حدیث سنائی کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا دفن سے قبل انگوٹھے کے ناخن مبارک کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ (اب چونکہ اس بات سے آپ کی عدم حیات کا شبہ ہوتا تھا) اس لئے لوگ اس بات پر مشتعل ہو گئے اور قاضی کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا۔ اور قاضی نے

پھانسی کی سزا سنادی۔ اور حضرت وکیع بہت منت سماجت کرتے رہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں نے تو برسبیل تذکرہ ایک روایت بیان کر دی ہے۔ لیکن قاضی صاحب اور سب اہل مکہ اس بات پر مصر تھے کہ ایسی روایت کیوں بیان کی گئی کہ جس سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر زوہ پڑے، آخر کار حضرت امام سفیان ثوریؒ نے منت سماجت کے بعد سزا معاف کرائی اور حضرت وکیع سے قاضی وقت نے عہد لیا کہ ایسی روایت آئندہ کہیں بیان نہیں کریں گے۔

اسی طرح امام بیہقیؒ کے دور میں ایک بے دین آدمی نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی وہ شخص ہوتا ہے جس پر من جانب اللہ وحی آئے اور ساتھ ہی یہ کہا معاذ اللہ وصال کے بعد آپ ﷺ نبی نہیں رہے کیونکہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو کوئی شعور نہیں ہے۔ تو امام بیہقیؒ کو مسئلہ حیات الانبیاء پر رسالہ لکھنے کی ضرورت پڑی۔ لیکن عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے رد میں کسی اہل سنت کے عالم نے رسالہ نہیں لکھا۔ کرامیہ نے یہ عقیدہ پھیلانے کے لئے امام ابوالحسن اشعریؒ پر بھی جھوٹ بولا کہ وہ بھی اس عقیدے کے تھے۔ حافظ ابن عساکر دمشقیؒ نے اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام ”تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری“ ہے۔ اس کتاب کے متعلق فرمایا گیا ہے

”کل سنی لا یكون عنده کتاب التبیین لابن عساکر

فلیس من امر نفسه علی بصیرة“۔

(الطبقات الکبریٰ)

ترجمہ..... جس سنی کے پاس یہ کتاب نہیں ہے وہ اپنے معاملہ میں بصیرت پر نہیں ہے۔

یہ کتاب ۱۳۴۷ھ میں محدث کبیر شیخ زاہد بن حسن الکوثریؒ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو

چکی ہے۔

تو جس طرح مرزائی عقیدہ اجرائے نبوت اور عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام اہل سنت کی

کتابوں میں نہیں دکھا سکتے، اسی طرح منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی اپنا عقیدہ اہل سنت

والجماعت کی کتابوں سے ہرگز نہیں دکھا سکتے اور جس طرح ہم اہل سنت والجماعت مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر دلائل پیش کرتے ہیں تو جو آیت پیش کرتے ہیں اس کی تفسیر میں حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دکھاتے ہیں، جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کی شرح میں یہ عقیدہ دکھاتے ہیں اور اسلامی کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ متواتر ہے۔ مگر مرزائی قرآن پاک پر جھوٹ بولتے ہیں کسی ایک آیت کی تفسیر میں بھی وہ عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح وہ احادیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی حدیث کی شرح میں کسی مسلمہ عالم نے یہ نہیں لکھا کہ اس حدیث سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے نہ ہی کسی اسلامی کتاب سے وفات مسیح علیہ السلام کا تواتر دکھا سکتے ہیں۔ بالکل ہمارے مد مقابل فریق کا یہی حال ہے ہم اہل سنت والجماعت اس معبودہ قبر کا قبر ہونا قرآن پاک تفاسیر احادیث شروح کتب عقائد اور تواتر سے ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ جسم مثالی کا قبر ہونا نہ قرآن سے نہ تفاسیر سے نہ احادیث و شروح سے نہ کتب عقائد سے ثابت کر سکتے ہیں۔ ہم عذاب و ثواب قبر جن آیات و احادیث سے ثابت کرتے ہیں ان کی تفسیر اور شرح بھی علماء اہل سنت سے بیان کرتے ہیں۔ اور کتب عقائد سے ان کا تواتر بھی ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بدن کے عذاب کی نفی قرآن و حدیث اور ان کی تفاسیر و شروح سے نہیں دکھا سکتے اور نہ ہی ان کا تواتر ثابت کر سکتے ہیں۔ حیات انبیاء فی القبور جن آیات سے ثابت کرتے ہیں ان پر مفسرین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جن احادیث سے ثابت کرتے ہیں ان پر شارحین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ اس عقیدے کا تواتر ثابت کرتے ہیں، کہ اس عقیدہ پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں اور اہل سنت میں سے کسی نے ان کی تردید میں کوئی رسالہ نہیں لکھا۔ لیکن منکرین حیات کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث کے تحت بھی کسی تفسیر یا شرح میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ کفر ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ سماع موتی کا قائل کافر اور مشرک ہے۔ نہ کسی آیت کی تفسیر میں نہ حدیث کی شرح میں نہ کسی عقیدہ کی کتاب میں ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ قرآن پاک کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے، البتہ اس کی دلالت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا یضل بہ

کثیرا و یہدی بہ کثیرا اسی طرح احادیث متواترہ قطعی الثبوت ہیں۔ البتہ دلالت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن امت کا اجماع ایسی چیز ہے جو کہ معصوم عن الخطاء ہے اس لئے قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا جو امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔ یقیناً ضال مضل لوگوں کا کام ہے۔

جیسے ختم نبوت حیات مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدوں کے خلاف مرزائی قرآن و حدیث کے غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں، خدا اور رسول ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء، حیات النبی ﷺ جیسے اجماعی عقیدہ کے خلاف قرآن پاک کی آیات کا غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ تو اب جب اس ساری تفصیل سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسئلہ بتانا اور ہے اور بنانا اور ہے تو ہم لوگ مسئلہ بتاتے ہیں بناتے نہیں اور منکرین حیات انبیاء علیہم السلام مسئلہ خود گھڑ لیتے ہیں اور پھر اس کو قرآن پاک کی آیات کے تحت داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اسی بات کو بتلانے کے لئے میں نے آیت مبارکہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون سے حیات انبیاء علیہم السلام پر جو استدلال کیا ہے یہ میں نے مسئلہ بنایا نہیں ہے بلکہ بتایا ہے۔ آگے ان مفسرین کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جنہوں نے حیات انبیاء علیہم السلام کو ثابت کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر ماجدی میں لکھا ہے

کہ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نبوی نقل کر کے اور استنباط کر کے لکھ دیا ہے کہ ایسی حیات عام مومنین کو بھی حاصل رہی ہے، البتہ شہداء کا ذکر خاص طور پر ان کی عظمت و اکرام کے لئے قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر ماجدی ص ۵۹ ج ۱)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”تو جب عام مومنین کو یہ حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے

بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہیں۔“

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

”میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ حیات شہداء ہی کو عطاء نہیں ہوئی بلکہ آثار اور احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی نکاح جائز نہیں ہے بخلاف شہید کے کہ اس کی زوجہ سے نکاح جائز ہے اور صدیق اس حیات ہی میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔“

(مظہری ص ۲۶۲ ج ۱)

حضرت حکیم الامت تھانوی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں

”اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احياء کے ان کی ازواج سے بھی کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث تقسیم نہیں ہوتا (ح ۷)۔“

(ح ۷) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اپنی شہرہ

آفاق کتاب آب حیات میں اسی میراث کے مسئلہ سے مسئلہ حیات پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضاء وقوع فعل وراثت زوال حیات کی صورت میں متصور ہی نہیں متصور ہے تو حیات میں متصور ہے، لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے، مثل امت ان کی موت میں زوال حیات نہیں چنانچہ ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ علاوہ بریں ماسر کنشہ صدقہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متروکہ انبیاء صدقہ ہے اس کو

پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء اور پھر معمولی

مقتضاء ہے کہ کوئی مصدق بھی ہو سو وہ ذوات انبیاء علیہم السلام اور کون ہوگا، پر ان کا مصدق ہونا جب ہی سہی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت تصدق بقید حیات ہوں اور وقت تصدق بشہادت ماتر کناہ وہ زمانہ ترک ہے، اور ترک اس جگہ بوجہ موت متحقق ہوا تو لا جرم وقت ترک جو وقت موت ہے، انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت ان کی حیات کی سائر ہوگی، یعنی یہ موت رافع ودافع نہ ہوگی چنانچہ یہ بات آئندہ خوب آشکارا ہو جائے گی۔ اس جگہ سے اہل فہم پر روشن ہو گیا کہ ماتر کناہ صدقہ اور لانورث میں علاقہ علیت و معلولیت و اصلیت و فرعیت ہے، ظاہر میں تو ماتر کناہ صدقہ حکم سابق کے لئے موقع علت میں معلوم ہوتا ہے لیکن اگر برعکس کے لئے تو زیادہ انسب ہے بلکہ وہی صحیح ہے، کیونکہ مضمون جملہ لانورث جو بحکم تقریر گذشتہ نفی موت ہے اور چونکہ یہ اصل مانع ترتب و تعلق میراث ہے ادھر بوجہ عروض موت ظاہر چلہ کشی و پردہ نشینی قبر رسول اللہ ﷺ اموال میں تصرف سے معذور اس لئے اس کی ضرورت ہوئی کہ اپنے کارکن کو اپنے اموال کا جمع خرچ بتلا جائیں۔ غرض مضمون لانورث باعث بیان ماتر کناہ صدقہ اور ماتر کناہ صدقہ اپنے صحت میں مضمون لانورث کا محتاج اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے مؤید و معزز اور ہر ایک بالاستقلال حیات انبیاء پر شاہد کیونکہ عدم مورثیت اور تصدق دونوں حیات کے ساتھ مخصوص ہیں بجز حیات اور کسی صورت میں یہ دونوں باتیں متصور نہیں۔ (آب حیات ص ۴۲-۴۳)

حضرت نانوتویؒ کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث کا نہ ہونا یہ بھی دلیل حیات ہے، اس لئے کہ جب انسان سے حیات کا انقطاع ہوتا ہے تب مال دوسروں کا ورثہ بنتا ہے، انسان مورث تب بنتا ہے جب انقطاع حیات ہو۔ یہاں مورث ہونے کی نفی ہے چہ جائے کہ وارث ہونے کی جب مورث ہونے ہی کی نفی ہے تو معلوم ہوا کہ انقطاع حیات ہوا ہی نہیں جب انقطاع حیات ہوا ہی نہیں تو حیات

مردے۔

(بیان القرآن ج ۱ ص ۸۸)

دائمی رہی اس پر سوال ہوگا کہ پھر وعدہ موت کا کیا بنا؟ جواب یہ دیا کہ آپ ﷺ کو موت اس صورت میں طاری ہوئی کہ روح مبارک بسٹ کر قلب مبارک میں مرکوز ہو گئی تو آپ کی موت ساثر حیات ہوئی نہ کہ مزیل حیات۔
حدیث لا نورث ما ترکناه صدقة کی تخریج

فی کتاب فضائل الصحابة من صحيح البخاری
(۶۲ ب ۱۲ = ج ۲ ص ۲۰۹-۲۱۰) حدیث الزہری عن
عروۃ بن الزبیر عن عائشة ان فاطمة ارسلت الی ابی بکر
تسأله میراثها من النبی ﷺ فیما افاء الله علی رسولہ ﷺ
تطلب صدقة النبی ﷺ الی بالمدينة وفدک وما بقی من
خمس خبیر فقال ابو بکر ان رسول الله ﷺ قال : لا نورث
ما ترکنا فهو صدقة انما یأکل آل محمد من هذا المال یعنی
مال الله لیس لهم ان یزیدوا علی الماکل“ وانی والله لا اغیر
شیئاً من صدقات النبی ﷺ الی كانت علیها فی عهد
النبی ﷺ ولأعملن فیها بما عمل فیها رسول الله ﷺ
فتشهد علی ثم قال انا عرفنا یا ابا بکر فضیلتک (و ذکر
قرباتهم من رسول الله ﷺ و حقهم) فتکلم ابو بکر فقال
والدی نفسی بیده لقراۃ رسول الله ﷺ احب الی من ان
اصل من قرابتی:

اسی طرح صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

و اوسع منه فی کتاب المغازی بباب غزوة خیبر من
 صحیح البخاری (ک ۶۲ ب ۳۸ - ج ۵ ص ۸۲)
 و فی کتاب الوصایا من صحیح البخاری (ک ۵۵
 ب ۳۲ - ج ۳ ص ۱۹۷) و کتاب فرض الخمس منه
 (ک ۵۷ ب ۳ - ج ۴ ص ۲۵) حدیث ابی الزناد عن الاعرج
 عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال " لا یقسم ورثتی
 دیناراً، ما ترکت - بعد نفقة نسائی و مؤونة عاملی فهو
 صدقة". قال شیخ الاسلام ابن تیمیة فی منهاج السنة (۲ :
 ۱۵۸) قول النبی ﷺ "لأنورث، ما ترکنا صدقة". رواه
 عنه ابو بکر، و عمر، و عثمان، و علی، و طلحة، و الزبیر، و
 سعد، و عبدالرحمن بن عوف، و العباس بن عبدالمطلب، و
 ازواج النبی ﷺ، و ابو ہریرۃ و رواية عن هؤلاء ثابتة فی
 الصحاح و المسانید. و قال قبل ذلك (۲ : ۱۵۷) ان الله
 تعالى صان الانبياء ان يورثوا دنيا، لئلا يكون ذلك شبهة
 لمن يقدح في نبوة بانهم طلبوا الدنيا و ورثوها لورثتهم. ثم
 ان من ورثة النبی ﷺ ازواجه و منهم عائشة بنت ابی بکر و
 قد حرمت نصيبها بهذا الحديث النبوي، ولو جرى ابو بکر
 مع ميله الفطري لاحب ان ترث ابنته.

ان النبي ﷺ حي بجسده و روحه و انه يتصرف و

وفي كتاب فرض الخمس من صحيح البخارى
(ك ٥٤ ب ١ - ج ٢ ص ٢٢) حديث ابن شهاب عن عروة بن
الزبير ان عائشة ام المؤمنين اخبرت ان فاطمة ابنة رسول
الله ﷺ سألت ابا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله ﷺ ان
يقسم لها ميراثها ما تكرر رسول الله ﷺ مما افاء الله عليه،
فقال لها ابو بكر ان رسول الله ﷺ قال ل " لانورث ما
تركناه صدقة " فابا ابو بكر عليها ذلك و قال " لست
تاركها شيئا كان رسول الله ﷺ يامر به الا عملت به فاني
اخشى ان تركت شيئا من امره عن ازيغ " .

وفي الباب نفسه من صحيح البخارى
(ج ٢ ص ٢٢ - ٢٢) من حديث الامام مالك بن انس عن
ابن شهاب عن مالك بن اوس عن الحدثنان النضرى، انه
قال بينما انا جالس فى اهلى حين متع النهار، اذا رسول
عمر بن الخطاب فقال اجب امير المؤمنين فانطلقت معه
• • • فبينما انا جالس عنده اتاه حاجبه يرفا فقال هل لك فى
عثمان و عبدالرحمن بن عوف، والزبير و سعد بن ابى
وقاص، يستأذنون؟ قال نعم، فاذن لهم ثم جلس يرفا
يسيرا ثم قال، هل لك فى على و عباس؟ قال نعم فاذن

يسير حيث شاء في اقطار الارض وفي الملكوت وهو بهتته

لهما فدخلا فسلما فجلسا فقال عباس يا امير المؤمنين
اقض بيني وبين هذا وهما يختصمان فيما افاء الله على
رسوله ﷺ من بنى النضير، فقال الرهط، عثمان و
اصحابه، يا امير المؤمنين اقض بينهما و ارح احدهما من
الآخر قال عمر تيدكم، انشدكم بالله الذي باذنه تقوم
السماء والارض، هل تعلمون ان رسول الله ﷺ قال، لا
نورث، ما تركنا صدقة“ يريد رسول الله ﷺ نفسه؟
اتعلمان ان رسول الله ﷺ قال ذلك؟ قالا، قد قال ذلك
(وبعد ان ذكر انه ﷺ كان ينفق على اهله سنتهم من هذا
المال ثم يجعل ما بقى يجعل مال الله، واستشهد على
ذلك فشهدوا، قال) ثم توفي الله نبيه ﷺ فقال ابو بكر انا
ولى رسول الله ﷺ فقبضها، فعمل فيها بما عمل رسول الله
ﷺ والله يعلم انه فيها لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفي
الله ابابكر فكنت انا ولى ابي بكر، فقبضتها سنتين من
امارتى، اعمل فيها بما عمل رسول الله ﷺ، وما عمل فيها
ابو بكر والله يعلم الى فيها لصادق بار راشد تابع للحق ثم
بستماني تكلماني وكلمتكما واحدة و امركما واحد،
جئتني يا عباس تسألني نصيبك من ابن اخيك و جائني

التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه الشئ وانه مغيب عن

هذا. يريد عليا. يريد نصيب امرأته من ابوها، فقلت لكما ان رسول الله ﷺ قال، "لا نورث ما تركنا صدقة" فلما بد لي ان ادفعه اليكما قلت، ان شئتما دفعتهما اليكما على ان عليكما عهد الله وميثاقه ليعملان فيها بما عمل فيها رسول الله ﷺ وبما عمل فيها ابو بكر وبما عملت فيها منذ وليتها، فقلتما ادفعها الينا فبذلك دفعتهما اليكما فانشدكم بالله هل دفعتهما اليكما بذلك؟ قال الرهط، نعم، ثم اقبل علي علي وعباس فقال، انشدكما بالله هل دفعتهما اليكما بذلك؟ قالوا، نعم قال افلتتمسان مني قضاء غير ذلك؟ فوالله الذي باذنه تقوم السماء والارض لا اقضى فيها قضاء غير ذلك فان عجزتما عنها فادفعاهما الي فاني اكفيكماها. واورد البخاري حديث مالك بن اوس هذا في

كتاب المغازي من صحيحه (ك ٦٢ ب ١٢ - ج ٥ ص ٢٣ - ٢٢) من حديث شعيب عن الزهري عن مالك بن اوس وفي كتاب النفقات من صحيحه (ك ٦٩ ب ٣ - ج ٦ ص ١٩٠ - ١٩٢) وفي كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة من صحيحه (ك ٩٦ ب ٥ ج ٨ ص ١٢٦ - ١٢٧) وانظر كتاب الفرائض من

الابصار كما غيبت الملائكة مع كونهم احياء باجسادهم
 فاذا اراد الله تعالى رفع الحجاب ان اراد اكرامه برؤيته رآه
 على هيئته التي هو عليه الصلاة والسلام عليها لا مانع من
 ذلك ولا داعي الى التخصيص برؤيته المثل و ذهب الى
 نحو هذا في سائر الانبياء عليهم السلام فقال انهم احياء
 ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا و اذن لهم في الخروج
 من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوي والسفلي.

ترجمہ..... بے شک نبی ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ
 تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں زمین اور ملکوت میں اور وہ
 اسی ہیئت پر ہیں جس طرح وفات سے پہلے تھے، کوئی چیز ان سے تبدیل نہیں ہوئی۔

صحيح البخارى (ك ٨٥ ب ٣) و مسند الامام احمد

(١٣:١ الطبعة الاولى ورقم ٤٤-٤٨ الطبعة الثانية)

(التعليقات على العواصم من القواصم ص ٢١،

مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ابن عدی کہتے ہیں کہ میں نے عبدان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابن خراش کو کہا
 حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا باطل ہے
 میں نے کہا کیوں کہتے ہو کہنے لگا کہ اس میں مالک بن اوس ہے، میں نے کہا کہ وہ تو
 جلیل القدر تابعی ہے، بعضوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس کو صحبت (صحابیت) کا شرف
 حاصل ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے متفق علیہ ہے دس سے زائد صحابہ سے مروی ہے۔

(حاشیہ الرفع والتکمیل ۲۶۹)

اور بے شک وہ غیب ہیں نظروں سے جیسے فرشتے غائب ہیں باوجود زندہ ہونے کے اپنے جسموں کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتے ہیں تو پردے کو اٹھا دیتے ہیں یعنی ارادہ کرتے ہیں کسی کے اکرام کا ان کو دکھانے کے ساتھ تو اللہ دکھاتے ہیں ان کو اسی ہیئت پر جس پر آپ علیہ السلام ہیں۔ اور نہیں ہے کوئی اس سے مانع اور نہ داعی الی التخصیص رؤیت مثالی کے ساتھ۔ (یعنی جسم مثالی کے ساتھ اس کو خاص کرنے کا کوئی داعی نہیں ہے) اور باقی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی (علامہ سیوطی) اسی طرف گئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں بعد قبض ہونے کے، اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ اور سافل میں تصرف کرنے کی۔

(تفسیر روح المعانی ص ۱۳۷ ج ۲۲)

اسی طرح فخر المفسرین علامہ عبدالحق حقانی دہلوی تفسیر حقانی میں اس آیت مبارکہ کے تحت ایک لمبی بحث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے اعمی نفس ناطقہ تعلق روح ہوائی سے ہے کہ جو لطیف خون کے انخراات سے پیدا ہوتی ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے۔ جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرفی ہے) تو نفس ناطقہ کو جو ہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح سے حس و ادراک اور شعور و تمیز بھی باقی رہتے ہیں اس میں کافر و مؤمن شہید غیر شہید سب برابر ہیں۔ پس اس معنی سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفس ناطقہ کو لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور شہداء عظام کے

اجساد سے ظاہر ہوا ہے۔ اسی طرح اس موت عرفی میں بھی سب انسان شریک ہیں اس معنی سے شہید اور غیر شہید انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء علیہم السلام سب کو موت ہے انک میت و انہم میتون۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ اور اس لئے ان کے بعد ان پر احکامات موت جاری ہوتے ہیں مال میں حصے لگ جاتے ہیں۔ اب حیات شہداء و انبیاء کے یہ معنی ہیں اور آیت میں وہی مراد بھی ہیں کہ جسم سے روح جدا ہو جانے کے بعد روح کو اس عالم قدس میں ہر قسم کا آرام اور عزت نصیب ہو اور چونکہ روح بھی ایک جسم لطیف ہے اس جسمانی خول کے آثار بھی اس میں منطبع ہوتے ہیں اور اس کی نورانی صورت کو اس جسمانی صورت سے بھی ایک ایسی مناسبت ہوتی ہے کہ روح کو وہی شخص روحانی عالم میں کہہ سکتے ہیں ہاں لئے اس عالم میں کہ جس کو اس عالم سے وہی نسبت ہے جو عالم خواب کو عالم بیداری سے ہے ہر قسم کی لذات میوے اور عمدہ مکان انہار و حور و قصور میسر آتے ہیں اور ان سے لذت پاتے ہیں بالخصوص شہداء کو ان نعمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے جس لئے عالم برزخ میں ان کے لئے ایک نہایت عمدہ پیکر عطا ہوتا ہے اور وہ اس پیکر نورانی سے بارگاہ قدس میں جہاں تک چاہتے ہیں طیران کر کے ترقی کرتے ہیں اور اقسام و انواع کے لذات سے مستفید ہوتے ہیں جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اور اس حدیث میں بھی کہ جس کو شیخین نے روایت کیا ہے کہ شہداء سبز طور کے قوالب میں آکر آشیانہ عرش میں رہتے ہیں اور جہاں سے جی چاہتا ہے کھاتے ہیں اسی طرف ایماء ہے۔ اسی طرح وہ جب چاہتے ہیں اس عالم کی طرف بھی نزول کرتے ہیں کبھی لوگوں کو عیانا بھی دکھائی دے جاتے ہیں مگر ان کے اس حیات جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے کہ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں اور اسی سے ایک انج آگے بھی ان کا ادراک نہیں یہ کامرانی دراصل وہ حیات ابدی ہے کہ جس کا آیت میں ذکر ہے

اس کے برخلاف کفار و فجار کا اس عالم میں معذب ہونا موت ہے۔ ایک شخص طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہے دوسرا قسم قسم کی نعمتوں میں ہے گو دونوں زندہ ہیں مگر اول الذکر کی زندگی کیا زندگی ہے وہ تو موت سے بھی بدتر ہے زندگی تو دوسرے شخص کی ہی ہے اس لئے شہیدوں کو زندہ کہا جاتا ہے اور اسی تعلق خاص کے سبب انکے اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور لوگوں کی طرح منقطع نہیں ہو جاتا جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے

کل ابن آدم یختتم علی عملہ اذا مات الا المجاہد

فی سبیل اللہ فانہ یبقی لہ عملہ الی یوم القیمة۔

لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء بھی شریک ہیں اور اس کے درجات بھی متفاوت ہیں مگر شہیدوں کو تلذذ حاصل کرنے میں خصوصیت خاصہ ہے اور اس لئے جناب نبی کریم ﷺ نے شہادت کی آرزو کی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جو خدا تعالیٰ کو اپنی حیات مستعار سپرد کرتا ہے وہ اس کے بالعوض اس کو حیات ابدی عطا کرتا ہے گو وہ لوگ ہم کو نظر نہیں آتے اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے لا تشعرون فرمایا لا تعلمون نہ فرمایا۔

(تفسیر حقانی ص ۵۱۸-جلد ۱)

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ موصوف بھی اس حیات میں انبیاء علیہم السلام کو شریک مانتے ہیں۔ اسی طرح مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اس آیت مبارکہ کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام کا اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ

امیاز و قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ

آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً انکی میراث تقسیم نہیں ہوتی ان کی ازواج

دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء، پھر معمولی مردے۔“

(معارف القرآن ج ۱ ص ۳۴۳)

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارکہ۔

و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احياء

عند ربهم یرزقون۔

ترجمہ..... ہرگز ہرگز نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے

گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اپنے رب کے ہاں۔

اب اس آیت مبارکہ میں حق جل شانہ صاف طور پر یہ بات بیان فرما رہے ہیں کہ زبان سے یہ بات کہنی کہ شہداء مردہ ہیں یہ تو کجا کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو۔ یعنی عقیدے کے درجے میں تو کجا، خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں وہ مردہ ہیں فرمایا احياء وہ زندہ ہیں عند ربهم یرزقون ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

علامہ سخاویؒ جو دوسو کے قریب کتب کے مصنف ہیں، اس آیت مبارکہ کو حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ومن ادلة ذلك ايضا قوله تعالى 'و لا تحسبن الذین

قتلوا فی سبیل اللہ..... الخ. فان الشهادة حاصلة له ﷺ

على اتم الوجوه لانه سيد الشهداء وقد صرح ابن عباس و

ابن مسعود وغيرهما بانه ﷺ مات شهيدا والله الموفق.

فرماتے ہیں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول

ولا تحسبن..... الخ اس لئے کہ نبی علیہ السلام کو شہادت حاصل ہے۔ اس لئے کہ آپ علیہ السلام سید الشہداء ہیں۔ تحقیق تصریح کی ہے ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ نے کہ آپ علیہ السلام شہید فوت ہوئے ہیں۔

(القول البدیع فی الصلاة علی الحبيب الشفیع ص ۱۶۸)

امام نوویؒ لکھتے ہیں

”انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء

عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا او يصلوا.“

(نووی ص ۹۴ ج ۱)

ترجمہ..... بے شک انبیاء شہداء کی مثل بلکہ ان سے بھی افضل ہیں، اور شہداء

اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں بعید کہ انبیاء حج کریں یا نمازیں پڑھیں۔

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں

”ان الأنبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم

احياء عند ربهم كالشهداء.“

(زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۲۳۳)

ترجمہ..... انبیاء کی ارواح وفات کے بعد لوٹا دی گئیں پس وہ شہداء کی طرح

اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔

اس طرح امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اس آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر

استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

قد قال الله تعالى في الشهداء ولا تحسبن الذين

قتلوا..... الخ والانبیاء اولی بذالك فهم اجل واعظم وقل

نبی الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون في

عموم لفظ الآیة. (اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے ولا

تحسبن الذین قتلوا..... الخ)

اور انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق ہیں اس لئے کہ وہ زیادہ عظمت اور شان والے ہیں اور نہیں ہے کوئی نبی مگر تحقیق جمع کی گئی ہے نبوت کی وصف کے ساتھ شہادت کی وصف، پس وہ داخل ہوں گے آیت کے لفظ کے عموم میں۔

آگے اسی بات کو مزید پختہ کرنے کے لئے کہ آپ علیہ السلام شہید ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

لئن احلف تسعاً ان رسول الله ﷺ قتل قتلاً احب

الی من ان احلف واحداً انه لم يقتل و ذلك ان الله اتخذہ نبياً و اتخذہ شهيداً

ترجمہ..... کہ اگر میں نو مرتبہ قسم اٹھاؤں کہ آپ علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھاؤں یہ کہ آپ ﷺ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ اسی آیت مبارکہ سے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”قال تعالى ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله

امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون﴾ فاخبر سبحانه بأن

الشهداء احياء عند ربهم و انبياء اولیٰ بذلك لتقاصر رتبة

الشهيد عن درجة النبوة قال الله تعالى ﴿فاولئك مع الذین

انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و

الصالحین ﴿ فرتبة الشهداء ثالث درجة النبوة 》.

(طبقات الشافعیہ ص ۹۲۷ ج ۲)

ترجمہ..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دئے جاتے ہیں، پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبر دی کہ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام تو اس کے زیادہ لائق ہیں بوجہ شہید کے رتبے کے نبی کے رتبے سے کم ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام صدیقین، شہداء اور صالحین۔ پس شہداء کا مرتبہ نبوت کے درجے کے تیسرے نمبر پر ہے۔

علامہ قرطبیؒ تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ

ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احياء عند ربهم

يرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الاحياء في الدنيا

واذا كان في الشهداء فالانبياء احق بذلك و اولیٰ

ترجمہ..... بے شک شہداء قتل کئے جانے کے بعد اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہیں اور خوشخبری دیئے ہوئے ہیں۔ اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے۔ اور جب یہ شہداء میں ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق اور حقدار ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وقد صح ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء اور تحقیق صحیح طرح یہ بات ثابت ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح امام بخاریؒ حضرت عائشہؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

كان النبی ﷺ يقول في مرضه الذي توفاه فيه لم

ازل اجد الم الطعام التي اكلت بخير فهذا اوان النقطاع
الابهرى من ذالك السم.

ترجمہ..... نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اپنے مرض الموت میں کہ ہمیشہ میں
محسوس کرتا رہا اس کھانے کی تکلیف کو جس کو میں نے خیر میں کھایا اور یہ وقت میری
پشت کی رگ کے کٹنے کا ہے اس زہر کی وجہ سے۔

آپ علیہ السلام کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام اسی زہر کی وجہ سے شہید
ہوئے جو خیر میں آپ ﷺ کو دی گئی۔ پس آپ علیہ السلام کی حیات بھی اسی آیت شہداء سے
ثابت ہوئی۔

علامہ سفاردینی لکھتے ہیں

ان الشهداء بعد موتهم و قتلهم احياء عند ربهم
يرزقون فرحين و هذه صفة الاحياء في الدنيا و اذا كان هذا
في الشهداء كان الانبياء بذلك احق و اولی.

(سفاردینی ص ۳۹ ج ۲)

ترجمہ..... بے شک شہداء اپنی موت اور قتل ہونے کے بعد اپنے رب کے
ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اور یہ دنیا میں زعموں کی مفت
ہے۔ جب شہداء کا یہ حال ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام تو اس شان کے زیادہ
حقدار اور اہل ہیں۔

اہل غواہر کے امام قاضی شوکانی (۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں

ورد النص في كتاب الله في حق الشهداء انهم احياء
يرزقون وان الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالانبياء
المرسلين.

ترجمہ..... قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسم کے ساتھ ہے۔ یہ حیات انبیاء علیہم السلام اور مرسلین کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہے۔

(نیل الاوطار ج ۲۱ ص ۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

ان الذين يصعقون هم الاحياء و اما الموت فهم في الاستثناء في قوله تعالى الا من شاء الله ولا يعارض ما ورد في هذا الحديث ان موسى ممن استثنا الله لان الانبياء احياء عند الله وان كانوا في صورة الاموات بالنسبة الى اهل الدنيا وقد ثبت ذلك لشهداء ولا شك ان الانبياء اعلى رتبة من الشهداء وورد الصريح بان الشهداء ممن استثنى الله.

ترجمہ..... جو لوگ زندہ ہیں پہلے صاعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء الله کے استثناء میں داخل ہیں۔..... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کیے گئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں اگرچہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام تو بلا شک شہداء سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں۔ اور ان کی مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

عند ربہم کا معنی

حضرت اداکار ڈوئی نے فرمایا کہ سعید چتر و ڈگر می سے میرا مناظرہ ہوا اس نے بڑا شور مچایا
عند ربہم کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا کہ آپ بتادیں، کہنے لگا کہ عند ربہم کا معنی ہے
کہ اللہ کے پاس ان کی زندگی ہے، اس زمین پر بالکل زندگی نہیں ہے۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ
ہے کہ عند ربہم کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ یوزقون کے ساتھ ہے کہ اللہ کے
ہاں رزق پار ہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان یا علیین ہی
مراد ہے تو پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی یہ کہ اسلام میرے اور میری جماعت کے
قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کر رکھا ہوا ہے اس لئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں۔

تو یہاں بھی عند اللہ کا وہی معنی کر جو عند ربہم میں عند کا کیا ہے اور اگر بعض مفسرین
کچھ احتمالات ذکر کر بھی دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہو سکتا ہے تو وہ پھر یہ بات بھی بتا
دیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو ولكن لا تشعرون کا ہے کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات
تمہارے شعور میں نہیں ہے اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ عند ربہم کا تعلق یوزقون سے ہے۔
لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کر بھی دے کہ اس کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے تو بھی یہ ہمارے خلاف
نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا ورد ہو
چکا ہے۔

اب جب ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ لوگ شور مچاتے ہیں کہ قرآن پڑھو، اگر ہم قرآن
پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ (چونکہ یہ
حدیث صحیح سند پیچھے حاشیہ میں مذکور ہو چکی ہے، اس لئے یہاں پوری ذکر نہیں کر رہے۔) حضور
علیہ السلام سے جب

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء

عند ربهم يرزقون

کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا

ارواحهم فی جوف طیر خضر لها قنادیل معلقة

بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت.

تو دیکھو حضور پاک ﷺ نے خود تصریح کر دی ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا استدلال لفظ ہل اور احیاء ہے۔ یہ آل عمران اور بقرہ دونوں میں موجود ہے اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں کہ جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی کیونکہ وہاں صراحتاً موجود ہے کہ جو جسم قتل ہوا، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطا فرمادی ہے۔ اور یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں یوزقون کا لفظ مجمل تھا۔ کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یوزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی رو میں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ لوگ دن رات شور مچایا کرتے ہیں

لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد.

کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور یہاں یہ خبر واحد پر اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آنچه شیراں را کند روہاء مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

عجیب بات

حضرتؒ نے فرمایا کہ عجیب بات یہ ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا جب اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابو معاویہ اور اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب دمدۃ الجھود میں لکھا ہے کہ ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے ان کی روایتیں قابل قبول

نہیں۔

(کیا ابو معاویہ واقعی تدلیس کا مریض اور اعمش شیعہ تھے اس کا جواب آگے اپنے مقام پر آئے گا، اگرچہ یہ حقیقتاً یہ اس طرح نہ بھی ہوں لیکن احمد سعید کا قول اس کے لئے توجہ تھا، اس لئے حضرت نے اسے یہ بات فرمائی۔)

جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں کہ اس میں تو نے کیا لکھا ہے لوگ اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھ جاتے ہیں۔ اور پھر حضرت نے اسے ڈالتے ہوئے کہا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہ سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابو معاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے، اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے کہ تیرا مناظرہ سینوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں ہے، یہ روایت شیعوں کو سنادینا لیکن ہمیں نہ سنانا۔ تو مولوی عبدالحق وغیرہ جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے فوراً مسلم شریف دیکھی جب دیکھا کہ اس کی سند میں تو واقعی ابو معاویہ بھی ہے اور اعمش بھی ہے، تو پھر احمد سعید پورے مناظرے میں میرے سامنے اس روایت کو پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ باقی رہی یہ بات کہ ہم اس کو مانتے ہیں یا نہیں؟ تو ہم بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ خبر واحد کے درجے میں ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن مانتے کس طرح ہیں اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال

قرآن پاک میں سورہ احزاب میں آیت مبارکہ ہے

انما یرید اللہ لیلہب عنکم الرجس اهل البیت و

یتطہرکم تطہیرا

اب جب آپ قرآن پاک کا یہی رکوع پورا پڑھیں تو اس کے سیاق و سباق میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے۔ ہر قرآن پڑھنے والے کو یقین آ جاتا ہے کہ اس آیت میں

جس تطہیر کا ذکر ہے اس کا مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ اسی لئے ان کو ازواج مطہرات کہتے ہیں۔ لیکن مسلم شریف میں باب من فضائل الحسن والحسینؑ میں حدیث مبارکہ آتی ہے۔

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ و محمد بن عبد اللہ ابن نمیر واللفظ لابی بکر قالنا ثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبہ عن صفیة بنت شیبہ قالت قالت عائشة خرج النبی ﷺ غداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا.

(مسلم شریف ص ۲۸۳ ج ۲)

ترجمہ..... بیان کیا ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبد اللہ ابن نمیر نے اور یہ لفظ ابو بکر کے ہیں فرمایا انہوں نے بیان کیا ہمیں محمد بن بشر نے زکریا سے انہوں نے مصعب بن شیبہ سے انہوں نے صفیہ بنت شیبہ سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی اقدس ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے آپ ﷺ نے سیاہ اونٹنی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ پس آئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حسینؑ پس آپ ﷺ نے ان کو بھی اپنے پاس داخل کر لیا، پھر تشریف لائیں فاطمہؑ پس آپ نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حضرت علیؑ پس آپ نے ان کو داخل کر لیا، اور پھر فرمایا انما یرید الله..... الخ.

اب اس حدیث مبارک کے بارے میں تین فرقے بن گئے، ایک رافضی جو قرآن کا انکار کر گئے کہ قرآن پاک میں آیت تطہیر سے ازواج مطہرات نہیں مراد، کیونکہ حضور پاک ﷺ

نے یہ فرمایا ہے کہ اہل بیت سے یہ پانچ مراد ہیں۔ اس لئے امہات المؤمنین اس سے مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ روافض نے یہ کہا اور اس آیت کے سیاق و سباق کا بالکل انکار کر دیا دوسری طرف خارجی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور خبر واحد جب قرآن کے خلاف ہو تو اس کو نہیں مانا جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت علیؑ، سیدہ فاطمہؑ، حضرات حسنین کریمینؑ کو اس آیت میں شامل نہیں سمجھتے۔

تو روافض قرآن کا انکار کر گئے، خوارج حدیث کا انکار کر گئے، لیکن اہل سنت و جماعت نے کہا کہ ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں، اور حدیث بھی مانتے ہیں حدیث کے درجے میں ہم کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات اس آیت کا حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں۔ کیونکہ جب انعام دیا جاتا ہے تو جو انہیں شامل نہیں بھی ہوتا اس کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا آدمی ہے اس کو بھی کچھ دے دو۔ کیونکہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اسی وجہ سے اس موقع پر جب حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آ جاؤں؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو ان سے بہتر ہے اور تو پہلے ہی سے شامل ہے۔ تو ازواج مطہرات کا تو بغیر دعا کرنے کے ہی آیت میں شامل ہیں اور ان چار حضرات کو دعا کرنے کے اللہ کے نبی ﷺ شامل فرما رہے ہیں۔ تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں اور حدیث اگرچہ خبر واحد کے درجے میں ہے لیکن اس کو حدیث کے درجہ میں مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جب دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمائی۔ اسی لئے یہ چاروں حضرات بھی آیت تطہیر کا دوسرے نمبر پر مصداق ہیں۔ تو ہم نے آیت بھی مانی اور حدیث بھی مانی۔

اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا ہے اس کو موت آگئی، کیونکہ شہداء مرنے سے پہلے کوئی کہتا ہی نہیں جب موت آئیگی تو اس کو شہید کہا جائے گا۔ تو جب موت آئی تو موت کے سارے وعدے پورے ہو گئے، لیکن اس کے بعد اسی جسم کو مردہ

کہا جا رہا تھا۔ جس کو شہید کہا جاتا ہے کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا اور نہ ہی روح شہید ہوتی ہے۔ تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے وہ یہی جسم ہے۔ جب شہید کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے تو اسی جسم کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے۔ روح کو کوئی غسل نہیں دیتا۔ شہید کو دفن کیا جا رہا ہے، شہید کو چار پائی پر لٹایا ہوا ہے، دفن بھی اسی جسم کو کیا جاتا ہے، چار پائی پر بھی یہی جسم لیٹا ہوا ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو جب شہداء کو زندہ کہا قرآن پاک نے تو روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ثابت ہو گیا۔ کیونکہ حیات روح کے جسم کے ساتھ تعلق کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ پس قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا تذکرہ ہے جو شہداء رزق حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں ہو لیکن اس کا تعلق شہداء کے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو تب بھی جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق روح کا تعلق یہاں جسم کے ساتھ بھی ہے اور حدیث کے مطابق صبح و شام روحانی سیر بھی ہوتی ہے تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔ کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن و حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے درمیان معاذ اللہ کشتی کے قائل نہیں ہیں کہ ان کی کشتی کرا کے دیکھیں کہ کون جیتتا ہے جو جیت جائے گا اس کی بات مان جائیں گے۔ جیسے تو رات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یعقوب کے درمیان ساری رات کشتی ہوتی رہی نہ یعقوب گرتے تھے اور نہ اللہ تعالیٰ گرتے تھے آخر جب پو پھٹنے لگی تو اس تعالیٰ نے یعقوب سے کہا مجھے چھوڑ دے لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے کہ یہ خدا کا حال ہے۔ لیکن یعقوب نے کہا میں نہیں چھوڑتا جب تک مجھے نبوت نہیں دو گے۔ پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ کچھ نہ ہوا تو یعقوب کا عضو مخصوص پکڑ کر کھینچ دیا جس سے آپ کچھ لنگڑے ہو گئے۔ (۸۷) تحریف شدہ

(۸۷)۔ مکمل عبارت یہ ہے۔

اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا

تورات میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں ہم لوگ ایسی باتوں کے قائل نہیں ہیں، نہ اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان کشتی کے قائل ہیں اور نہ مجتہد اور نبی کے درمیان، نہ رسول خدا سے لڑتا ہے اور نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے۔ رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ اب ہم نے قرآن بھی مانا اور حدیث بھی مانی اور یہ لوگ کہتے ہیں، وہ پرندے جسم مثالی ہیں، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

اور سب سے باعزت شکل بھی انسان کو دی ہے اور ولقد کرمنا بنی آدم اب ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے یا پرندوں کی شکل انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ انسان کی شکل پیاری باعزت ہے، پرندوں کی جو شکل ہے وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ شکل ہے ان سوار یوں کی، جن پر وہ سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہیں۔ جیسے آپ حج پر جاتے ہیں واپس آ کر بتاتے ہیں کہ ہم جس جہاز پر حج کے لئے گئے وہ مچھلی کی شکل کا تھا۔ کوئی بے وقوف نہیں کہتا کہ وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی تھا، وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔ اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا

جب اس نے دیکھا کہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کے اندر کی طرف سے چھو اور یعقوب کی ران کی نل اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی، اور اس نے کہا کہ مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی ہے یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا یعقوب۔ اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور دو آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔

(پیدائش باب ۳۲ فقرہ ۲۳ تا ۲۹)

ہو تو گدھا اس کی سواری ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے اور مماتی لوگ اپنے لئے ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ عجیب بات ہے کہ شہداء جنہوں نے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا ان کے لئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کے لئے بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب۔

رزق تو ساری دنیا کا اللہ کے پاس ہے پھر یہاں عند ربہم کہہ کر تخصیص کیوں کی؟

جواب

اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہاں رزق ملنے میں اسباب کا دخل ہے کہ پیالہ ہمیں مہیا کرنا پڑے گا رزق اس میں ڈالا جائے گا اب وہ رزق سارا ایک اللہ ہی سے آئے گا۔ پھر ہمارا پیالہ حلال ہوگا تو رزق حلال رہے گا اور اگر گندہ برتن لے جائیں گے تو رزق گندہ ہو جائے گا۔ تو جس قسم کا ہمارا پیالہ ہوگا رزق اسی قسم کا ہوگا۔ چونکہ یہاں ہم اسباب کے محتاج ہیں اور وہاں یہ تعلق نہیں ہے اس لئے اس کو عند ربہم کہہ دیا گیا ہے۔

سوال۔

احمد سعید نے ابو معاویہ کو مدلس اور اعمش کو شیعہ کہا ہے کیا وہ واقعی شیعہ ہیں؟

جواب

ابو معاویہ کے بارے میں تو بعض نے مدلس لکھا ہے (۹ج) لیکن اعمش تو امام ابو حنیفہ

(۹ج)۔ یہ امام احمد کا استاد ہے، اور امام اعمش جو ہیں یہ امام صاحب

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے، (مناقب

ذہبی ص ۲۹) امام اعمش سے چند مسائل دریافت کئے گئے، امام ابو حنیفہ بھی

کے استاد ہیں۔

تو پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ اس معنی میں نہیں آتا جس میں ہم لوگ آج استعمال کر رہے ہیں۔ بلکہ اسماء الرجال فن کی اصطلاح میں شیعہ کہتے ہیں ان لوگوں کو جو حضرت علیؑ کو صرف حضرت عثمانؓ سے افضل مانتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف ص ۴۳۳ پر علوی اور عثمانی کا لفظ بھی ہے۔ کہ جو شیعیان عثمانؓ تھے وہ عثمانی کہلاتے تھے اور جو شیعیان علیؓ تھے وہ علوی کہلاتے تھے۔ اسی معنی کے اعتبار سے دو چار صحابہ بھی حضرت ابوذرؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت سلمان فارسیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شیعہ کے لفظ میں آجاتے ہیں، اسی وجہ سے شیعہ حضرات ان حضرات کا اکثر نام لیتے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کو سب صحابہؓ سے افضل مانتے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ سے بھی افضل مانتے ہیں ان کے لئے اسماء

وہاں موجود تھے، تو امام اعمش نے فرمایا آپ اس کا جواب دیں، تو امام صاحب نے سب مسائل کا جواب دیا اس پر امام اعمش نے فرمایا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیئے؟ امام صاحب نے عرض کیا ان احادیث سے جو آپ سے میں نے روایت کیں، اور پھر چند احادیث معہ سند کے سنادیں، تو محدث اعمش نے فرمایا بس تجھے یہی کافی ہے کہ جو احادیث میں نے سودن میں پڑھائیں تو نے ایک ساعت میں سنادیں میرے خیال میں نہیں تھا کہ آپ ان احادیث پر بھی عمل کریں گے، اور پھر فرمایا کہ فقہاء کی جماعت تم طیب ہو اور ہم محدثین پسناری ہیں۔ امام صاحب سے فرمایا آپ نے دونوں طرفوں کو جمع کر لیا۔

(یعنی احادیث کو بھی اور فقہ کو بھی) (سرتاج المحدثین ص ۲۴۸، اس کے علاوہ یہ حوالہ ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع مسنن ابن ماجہ، مناقب صیمری ص ۱۳ ذیل الجواهر المضیہ ص ۲۸۵، مناقب ذہبی

ص ۳۵ پر بھی موجود ہے)

الرجال میں رافضی کا لفظ یا غالی رافضی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، پھر یہ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ایک وہ ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے حضرت علیؓ کو افضل مانتے ہیں لیکن سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کو برحق مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حق تو حضرت علیؓ کا ہی تھا لیکن جب حضرت علیؓ الرضی نے خود سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس میں لڑنے کا کیا حق ہے؟ اور یہ تفضیلی کہلاتے ہیں۔ جن کو اسماء الرجال والے غالی یا رافضی شیعہ کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ سب صحابہ کو گنہگار قرار دیتے ہیں ان کے لئے رافضی خبیث، یا رافضی محترق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے چونکہ اہل کوفہ اکثر حضرت علیؓ کی حمایت میں تھے، اس لئے عام طور پر ان کو شیعیان علیؓ لکھ دیا جاتا ہے اس سے وہ اصطلاحی شیعہ مراد نہیں ہیں جو آج کے رافضی کے معنی میں ہے۔ حرید تحقیق آگے آ رہی ہے۔

آیت نمبر ۳۔

قال یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی

من المکرمین

اب یہ خطاب اسی شخص کو ہو رہا ہے جس کے بارے میں فرمایا

و جاء رجل من القسی المدینة یسعی.

یعنی جو بھاگا آ رہا ہے اور جس کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔ چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اس لئے کہا جا رہا ہے کہ اسمیں داخل ہو جا۔ اور وہ شہید اسی قبر میں باتیں کر رہا ہے

یلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من

المکرمین

ترجمہ..... کہ کاش میری قوم جانتی اس بات کو کہ بخش دیا مجھے میرے رب

نے اور بنا دیا مجھے اکرام کئے ہوئے لوگوں میں سے۔

اب اس کی یہ باتیں کرنا دلیل حیات ہے دلیل موت ہے؟ یقیناً دلیل حیات ہے۔ اس لئے کہ جب کلام ثابت ہو گیا تو حیات بھی ثابت ہو گئی۔ (ح ۱۰) قرآن پاک نے شہداء کی حیات

(ح ۱۰) اعتراض۔ قرآن پاک میں آتا ہے قیل ادخل الجنة اے اسی وقت کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جواب

یہ قیامت کو کہا جائے گا۔

اعتراض

قیل ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ کہا جا چکا ہے۔

جواب

اسی سورۃ میں آگے و نفع فی الصور آیا ہے۔ نفع بھی ماضی کا صیغہ ہے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صور پھونکا جا چکا ہے؟ جو آئندہ یقینی ہونے والی بات ہے اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ نیز آگے تفاسیر کے حوالے بھی آرہے ہیں ان میں غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوگا۔

قال المفسرون. ارادوا القوم قتله، فاقبل هو علی المرسلین. فقال. (انی آمنت بربکم ایہا الرسل فاسمعون) ای اسمعوا ایمانی واشہدوا لی بہ. وقیل الہ مخاطب بہذا الکلام قومہ لما ارادوا قتله تصلبا فی الدین و تشددا فی الحق، فلما قال هذا القول و صرح بالایمان و ثبوا علیہ فقتلوه. وقیل و طئوہ بارجلہم، وقیل حرقوہ، وقیل حفروا

بجارت النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ ان کے اجسام مطہرہ

لہ حفیرة و القوه فیہا . وقیل انہم لم یقتلوه بل رفعہ اللہ الی السماء فہو فی الجنة . وبہ قال الحسن ، وقیل نشرہ بالمنشار (قیل ادخل الجنة) ای قیل لہ ذلک تکریمًا لہ بذخولہا بعد قتله کما ہی سنة اللہ فی شہداء عبادہ . وعلی قولہ من قال انہ رفع الی السماء ولم یقتل یكون المعنی . انہم لما ارادوا قتله نجاه اللہ من القتل ، وقیل لہ ادخل الجنة فلما دخلها و شاهدها (قال یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین)

(فتح القدير تالیف محمد بن علی بن محمد

الشوکانی المتوفی ۲۵۰ ھج)

(قیل ادخل الجنة) فی التفسیر . انہ لما قال ہذا

القول وثب القوم علیہ وثبة واحدة فوطنوه بارجلہم حتی

قتلوه ، وحکی ہذا عن ابن مسعود ، ویقال . ووطنوه حتی

خرج قصبہ من دبرہ ، فادخلہ اللہ الجنة ، فہو ثم حی یرزق ،

وہو معنی قولہ . (قیل ادخل الجنة)

وقولہ . (یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی) ای .

بمغفرة ربی لی ، قال قتادة . نصحبہم حیا ومیتا ، وقولہ .

(وجعلنی من المکرمین) ای . ممن دخل الجنة ، ومن ادخل

بھی محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری جو یہ حیات ہے یہ فانی حیات ہے اور شہید کو یہ حیات عطا فرمائی گئی

الجنة فقد اکرم، ومن أدخل النار فقد اهین.

المجلد السادس

قوله تعالى. (مما خطيئاتهم) ای. من خطيئاتهم،

(اغرقوا فادخلوا نارا) یعنی . اغرقوا فی الدنيا، وادخلوا نارا

فی الآخرة، وقيل . هو فی القبر . وعن الحسن قال . البحر

طبق جهنم . وقيل . البحر نار لم نار.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة

اهل السنة والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن

محمد بن عبد الجبار التميمي المروزي الشافعي السلفي)

قال القاضي ابو محمد رحمه الله .

وهنا محذوف تواترت به الاحاديث والروايات ،

وهو انهم قتلوه ، واختلف . كيف ؟ قال قتادة وغيره . رجموه

بالحجارة ، وقال ابن مسعود . مشوا عليه باقدامهم حتى

خرج قصبه من دبره ، ف قيل له عند موته . (ادخل الجنة) ،

وذلك . والله اعلم . بان عرض عليه مقعده منها ، وتحقق

انه من سكانها برويته ما اقر عينه ، فلما تحصل له ذلك

تمنى ان يعلم قومه بذلك ، ف قيل . اراد بذلك الاشفاق

والنصح لهم ، ای . لو علموا ذلك لآمنوا بالله .

ہے وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔ اب یہ لوگ اس قبر کا انکار کر کے کوئی قبر بھی نئی تلاش کرتے پھرتے

(المحرر الوجیز فی تفسیر الكتاب العزیز لابی

محمد عبدالحق بن عطیہ الاندلسی)

”قیل ادخل الجنة“ ای ثوابا علی صدق ایمانک و

فوزک بسببہ بالشهادة ”قال یا لیت قومی یعلمون“ بما

غفر لی ربی و جعلنی من المکرمین“ ای لیقبلوا علی ما

اقبلت علیہ، ویضحوا لاجلہ النفس والنفیس۔

(تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف

علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)

وقال الحسن . حرقوه حرقا وعلقوه فی سور

المدينة ، وقبره فی سور أنطاكية حکاه الثعلبی . وقیل .

حفروا له حفيرة وألقوه فیها ، وقیل . انهم لم یقتلوه بل رفعه

الله الی السماء وهو فی الجنة ، وبه قال الحسن وقال

السدی . رموه بالحجارة وهو یقول . اللهم اهد قومی ، حتی

قتلوه . وقیل نشروه بالمنشار حتی خرج من بین رجلیه ،

فوالله ما خرجت روحه الا فی الجنة فدخلها فذلک قوله

تعالیٰ۔

(قیل ادخل الجنة) ای قیل له ذلک عند موته

تکریما له بدخولها بعد قتله کما هی سنة الله فی شهداء

ہیں۔ اور اس عذاب و ثواب قبر کا انکار کر کے عذاب و ثواب بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور

عبادہ ولم یدکر لفظ (لہ) فی نظم الآیة لان الغرض بیان القول دون المقول لہ فانه معلوم، وعلى قول من قال انه رفع الی السماء ولم یقتل یكون المعنى . انهم ارادوا قتله فنجاه الله من القتل وقیل لہ . ادخل الجنة وفيه دلیل على أن الجنة مخلوقة الآن.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تألیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری)

(قوله فرجموه فمات) قال ابن مسعود ووطؤه بارجلهم حتی خرجت أمعاؤه من دبره والقی فی بئر وهی الرس وهم اصحاب الرس وفی رواية أنهم قتلوا الرسل الغلاة قال السدی رموه بالحجارة وهو یقول اللهم اهد قومی حتی قتلوه وقال الکلبی حفروا حفرة وجعلوه فیها ورموا فوقه التراب فمات ردما وقال الحسن حرقوه حرقا وعلقوه فی سور المدينة وقبره فی سور الطاکية حکاه الثعلبی وقال القشیری والحسن لما اراد القوم أن یقتلوه رفعه الله الی السماء فهو فی الجنة لا یموت الا بفناء السماء وهلاک الجنة فاذا اعاد الله الجنة أدخلها وقیل نشره بالمنشار حتی خرج من بین رجلیه فوالله ما خرجت روحه

جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

الا فی الجنة فدخلها فذلك قوله تعالى قيل ادخل الجنة فلما شاهدها قال يا ليت قومي يعلمون --- الخ. اه قرطبي وفي الخازن لما قتلوه غضب الله له فعجل لهم العقوبة فأمر جبريل فصاح بهم صيحة واحدة فماتوا عن اخرهم فذلك قوله تعالى وما انزلنا على قومه الخ (قوله قيل له عند موته ادخل الجنة) عبارة أبي السعود قيل له ذلك لما قتلوه اكراما له بدخولها كسائر الشهداء وقيل لما هموا بقتله رفعه الله الى الجنة قال الحسن وعن قتادة ادخله الله الجنة وهو فيها حي يرق.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي

الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٣)

وقيل معناه ووجبت لك الجنة فهو خير بانه قد استحق هؤلاء ولا يكون الا بعد البعث ولم يأت في القرآن انه قتل فقال الحسن لما أراد قومه قتله رفعه الى السماء فهو في الجنة لا يموت الا بفناء السموات وهلاك الجنة فاذا أعاد الله الجنة دخلها وقيل لما قال ذلك رفعوه الى الملك فطول معهم الكلام ليشغلهم عن قتل الرسل الى ان صرح لهم فوثبوا عليه فقتلوه بوطه الارجل حتى خرج قلبه

مماتی..... گستاخ رسول ﷺ؟

اب یہ جو دنیا والی ہماری حیات ہے یہ فانی حیات ہے لیکن میں اگر آپ کو تین یا چار مرتبہ

من دبرہ والقی فی بشر وہی الرس وقال سدی رموہ
بالحجارة وهو يقول اللهم اهد قومی حتی مات . وقال
الکلبی رموہ فی حفرة والقو التراب علیہ فمات وعن
الحسن حرقوه حرقا وعلقوه فی باب المدينة وقبره فی
سور النطاكية شروه بالمناشیر حتی خرج من بین رجلیه
وعن قتادة أدخله الله الجنة وهو فیها حی یرزق . قوله تعالى
بل احياء عند ربهم یرزقون فرحین وفی النسخة التي طالعنا
من تفسیر ابن عطية وقرأ الجمهور فاسمعون بفتح النون .
قال أبو حاتم هذا خطأ لا يجوز لانه أمر فاما حذف واما
كسر ها علی جهة النبأ انتهى یعنی یاء المتکلم والنون
للوقاية وقوله وقرأ الجمهور حش ولا يكون الله اعلم الا من
الناسخ بل القراء مجمعون فیما أعلم علی كسر النون
سبعتم دهم الا ما روى عن عصمة عن عاصم من فتح التون
ذكر فی الكامل مؤلف أبی القاسم ولعل ذلك وهم من
عصمة . وقال ابن عطية هنا محذوف تواترت به الاحادیث
والروایات وهو قتلوه فقیل له عند موته ادخل الجنة ذلك
والله اعلم . بأن عرض علیه مقعده منها و تحقق انه من فرأى

کہوں اور مرد و اور مرد۔ تمہیں یقیناً غصہ لگے گا حالانکہ اس حیات کے بعد موت یقیناً آتی ہے۔ تو جب قانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے، تو جس کو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے کیا اس کو مردہ کہنا اس کی توہین نہیں ہے؟ اس لئے ہم ان (مماتوں) کو کہتے ہیں کہ مردار و ان کو مردہ نہ کہو۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا ر

ما اقرا عینہ فاما حصل ذلک تمنی أن یعلم قومہ بذلک۔

(تفسیر البحر المحیط ص ۳۲۹ ج ۷)

وقال ابن عباس . القی فی البئر ، وهو الرس ، كما قال ﴿واصحاب الرس﴾ وقال قتادة قتلوه بالحجارة وهو يقول رب اهد قومی فانهم لا یعلمون ، وقال مقاتل اخذوه و طؤوه تحت اقدامهم حتی خرجت امعاؤه ثم القی فی البئر ، وقتلوا الرسل الثلاثة فلما ذهب بروح حبیب النجار الى الجنة ف ﴿قيل﴾ له ﴿ادخل الجنة قال یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی﴾ و ذلک حین دخلها و عین ما فیها من النعیم ، تمنی أن یسلم قومہ ، فقال ﴿یا لیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی﴾ بالذی غفر لی ربی ، و یقال بمفترتی ، و یقال ، بماذا غفر لی ربی ، فلو علموا لامنوا بالرسول ، ثم قال ﴿وجعلنی من المکرمین﴾ ای الموحدين فی الجنة نصح لهم فی حیاته ، و بعد وفاته . (تفسیر سمرقندی ص ۹۸ ج ۳)

لطیفہ

حضرت ادکاڑویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کا فرمان سنایا۔ حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم بدزبانی ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت یہ تو بڑا علمی دعویٰ کرتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجرؒ سے زبان ابن حزمؒ والی علامہ ابن حجر عسقلانیؒ سے سرقہ کر کے ابن حزمؒ والی زبان استعمال کرتے ہیں۔ حضرتؒ سے عرض کیا گیا کہ ان کا درجہ کیا ہے؟ فرمایا ایک آدمی بانسری بجا رہا تھا بجاتے بجاتے نیچے سے ہوا خارج ہو گئی تو بانسری منہ سے ہٹا کر جلدی سے وہاں رکھ دی کہ پہلے تو ہی بجالے۔ تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوٹاں کر رہی ہے اس لئے تو ہی بجالے۔ مجتہد کی مثال منہ کی ہے۔

اہل سنت والجماعت کی خوبی۔

حضرت رئیس المناظرینؒ نے فرمایا اہل سنت والجماعت کی مذہب کی جہاں اور سینکڑوں خوبیاں ہیں ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقہ کی بنیاد کسی کینہ پر ہے۔ کسی کو نبی پاک ﷺ کے صحابہؓ سے کینہ ہے، کسی کو نبی پاک ﷺ کے اہل بیتؓ سے کینہ ہے۔ صرف ایک اہل سنت و جماعت ایسا مذہب ہے جس کو کسی سے کینہ نہیں۔ جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں۔ اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہوں گے۔

آج حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم رافضیوں کی گالیاں سن سن کر بھی صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں، تو قیامت کے دن یقیناً حضرات صحابہ کرامؓ حضرت تونسوی کو آوازیں دیں گے تو نسوی ادھر آؤ ہم آپ کی شفاعت کریں کیونکہ آج ہماری شفاعت سنی جارہی ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خارجیوں کی گالیاں سن سن کر بھی اہل بیتؓ کے فضائل بیان کر رہے ہیں، تو قیامت کے دن حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ

رضوان اللہ علیہم اجمعین قاضی صاحب کو بھولیں گے نہیں، بلکہ کہیں گے قاضی ادھر آؤ تم نے گالیاں سن سن کر بھی ہماری حمایت کی ہے، آج ہماری سفارش سنی جا رہی ہے آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں۔ تو یہ سب حضرات قیامت کے دن سفارش کریں گے۔

علامہ شعرائی کا کشف

علامہ شعرائی اپنے کشف کے بارے میں میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ بل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں اور چار جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔ اور اپنے اپنے مقلدین کو گزار رہے ہیں اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہو رہا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ پاس کھڑے ہیں۔ علامہ شعرائی کے کشف سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

ان آیات سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلات النص ثابت ہے
اب شہید کی حیات قرآن پاک سے ب عبارت النص ثابت ہوگئی اور شہید کا مرتبہ تیسرے
نمبر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین

والصدیقین والشہداء والصلحین

پہلا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے، دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا، چوتھا صلحین کا۔ تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے ب عبارت النص ثابت ہے تو صدیق کی حیات بدلات النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات اس سے بھی بہت زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی (ح ۱۱)

(ح ۱۱)۔ چنانچہ قاضی شمس الدین صاحب بھی یہی لکھتے ہیں

قرآن کریم میں اس مسئلہ کی صراحت کہیں بھی نہیں۔ ہاں شہداء کے حق

جس طرح عبارت النص قطعی ہے اسی طرح دلالت النص بھی قطعی ہے کیونکہ دلالت النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے (ح ۱۲) اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن پاک میں شہید کا لفظ ہے، ہمیں نبی کا لفظ دکھا دو۔ جواب یہ ہے کہ نبی کا لفظ صراحتاً دکھانے کی ضرورت نہیں اور احادیث میں تو نبی کا لفظ آیا ہے الانبیاء احياء فی قبورهم۔

لیکن قرآن پاک سے نبی کی حیات چونکہ بدلالات النص ثابت ہے اس لئے صراحتاً نبی کا لفظ مذکور نہیں۔

۱ میں ارشاد ہے بل احياء ولكن لا تشعرون اس سے بطور دلالت النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کہ جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں اور اس طرح علماء کرام نے زادهم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن سے نکالا۔ دلالت النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو دوسری اس سے بطور اولیٰ سمجھ میں آئے اس دور میں، اور پہلے دور میں، اس کے ساتھ اتنا ایمان ہونا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں اور بس۔ (مسائل العلماء ص ۲۹)

(ح ۱۲)۔ یونس نعمانی نے بھی اپنے اشتہار میں یہ بات مان لی ہے کہ اس آیت مبارکہ سے حیات شہداء بمعبارۃ النص ثابت ہے۔ اور حیات انبیاء بدلالة النص ثابت ہے۔ اور نیلوی صاحب نے بھی ندائے حق میں یہ بات مان لی ہے کہ دلالت النص بھی عبارتۃ النص کی طرح قطعی ہوتی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔

یہ حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) دلالت النص کے ذریعے ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ جیسے عبارت النص سے ثابت شدہ حکم قطعی ہوتا ہے۔ (ندائے حق ج ۲۸ ص ۲)

ایک مماتی مولوی کا قصہ

حضرتؑ نے فرمایا ایک مماتی مولوی مجھے کہنے لگا کہ آیت مبارکہ میں شہید کا لفظ ہے نبی کا لفظ نہیں ہے۔ میں نے کہا شہید کا لفظ تو میں نے دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ مرتبہ صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی تابعداری کی برکت سے ملا ہے اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا، اگر نبی کی تابعداری نہ کرتا تو لوگ اس کو کبھی بھی شہید نہ کہتے اور نہ ہی وہ شہید ہوتا۔ شہادت اس کو ملی ہی حضرت پاک ﷺ کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ اس لئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔ مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ لکھا ہوا دکھاؤ۔ حضرت نے کہا شہید کے لفظ سے ہم بدالالت النص انبیاء علیہم السلام کی حیات مراد لیتے ہیں۔ دلالت النص کی مثال سمجھانے کے لئے حضرتؑ نے اسے کہا اگر حیرا بیٹا تجھ سے لڑ پڑے تو تو اسے کہے کہ قرآن کہتا ہے فلا تغل لهما اف کہ ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا اور تو مجھے جوتے مار رہا ہے وہ کہے اف تو میں نہیں کہہ رہا جوتے ہی مار رہا ہوں۔ تو کہے گا جب اف کہنا حرام ہے جس سے والدین کو تھوڑی ایذا پہنچی ہے تو جو اس سے زائد ایذا پہنچانے والی ہے یعنی جوتے مارنا یہ تو بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔ تو اگرچہ قرآن پاک میں جوتے کا لفظ نہیں لکھا ہوا کہ والدین کو جوتے نہ مارنا، تھوک کا ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر نہ تھو کنا، پیشاب کا ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر پیشاب نہ کرنا، لیکن یہ ساری باتیں اسی آیت سے بدالالت النص منع ہو گئیں۔ کیونکہ جب تھوڑی ایذا دینا جائز نہیں تو زیادہ ایذا یعنی جوتے مارنا، پیشاب کرنا، والدین کے منہ پر تھو کنا یہ بالاتفاق حرام ہو گئیں۔ تو اب جو لڑکا فلا تغل لهما اف کو مان کر والدین کو جس طرح اف نہیں کہتا اسی طرح جوتے بھی نہیں مارتا ان کے منہ پر بھی نہیں تھوکتا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی قسم کی ایذا انہیں نہیں پہنچاتا۔ اس کی مثال حیاتی کی ہے۔ اور جو اف تو نہیں کہتا لیکن کبھی والدین کے منہ پر جوتے مارنا شروع ہو جاتا ہے، کبھی ان کے منہ پر تھو کنا شروع ہو جاتا ہے، کبھی ان کے منہ پر پیشاب کرنا شروع کر دیتا ہے اور جب اسے کہا جائے کہ والدین کو جوتے نہ مارو تو آگے سے یہ کہتا ہے کہ مجھے قرآن میں یہ دکھاؤ کہ کہاں

جوتوں کا لفظ لکھا ہوا ہے، کہاں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ اگر یہ لفظ نہیں دکھاؤ گے تو میں جوتے مارتا رہوں گا۔ تو اس لڑکے کی مثال ممتیوں کی طرح ہے۔ کہ جس طرح یہ لڑکا عبارت العنص کو مانتا ہے کہ والدین کو اف نہیں کہتا لیکن دلالتہ العنص کو نہیں مانتا اور ان کو جوتے مارتا ہے اور ان کو ایذا پہنچا رہا ہے۔ اسی طرح ممتی بھی شہید کی حیات کو تو مانتا ہے کہ وہ عبارت العنص سے ثابت ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی حیات جو بدلتہ العنص ثابت ہے اور شہداء کی حیات سے کہیں زیادہ اعلیٰ، اولیٰ اور ارفع ہے اس کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔

چونکہ قرآن پاک میں بظاہر صرف اف کہنے سے منع کیا گیا ہے اسی لئے ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ والدین کو اف کہنا تو حرام ہے لیکن والدین کے منہ پر پیشاب کرنا حرام نہیں ہے۔ کیونکہ ابن حزم ظاہری تھا اس لئے اس نے محلی میں لکھا ہے کہ کوئی پانی میں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل بھی کر لے۔ کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ لیکن پاخانہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ پاخانہ کا لفظ حدیث میں نہیں آیا اور پیشاب بھی براہ راست پانی میں کرنے سے پانی ناپاک ہوتا ہے۔ اگر برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تو پانی ناپاک نہیں ہوا۔ گویا اس کے نزدیک پیشاب ناپاک نہیں پیشاب کی دھار کم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ پانی اسی شخص کے لئے ناپاک ہے جس نے اس میں پیشاب کیا، دوسروں کے لئے ناپاک نہیں۔ دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ، اس حدیث کے تحت لکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ ناپاک ہوگی، اگر آپ نے ہاتھ پر کوئی چیز رکھی اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ ہاتھ برتن نہیں ہے۔ اسی طرح کسان بیاباں و ہو صائم کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہو جائے یہ سنت اور باعث

ثواب ہے۔ اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ یہ مماتی بھی ابن حزم کی طرح ظاہر پر چلتے ہیں۔ اور دلالتہ النص کو نہیں مانتے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب والدین کو اف کہنا حرام ہے تو جوتے مارنا بطریق اولیٰ حرام ہے کیونکہ اف کہنے پر والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے اور جوتے مارنے سے زیادہ تو جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولیٰ حرام ہوگا۔ اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہوگئی تو نبی کی حیات بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

سعید چتر وڑ گڑھی کا واقعہ

حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا مناظرہ سعید چتر وڑ گڑھی سے ہوا تو وہ آیت پڑھتا اور مرزا قادیانی کہ طرح غلط ترجمہ کرتا۔ میں نے اس کو کہا کہ تو ترجمہ مرزا قادیانی کی طرح کرتا ہے کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا یہ مطلب لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو اس نے بدلہ اتارنے کے لئے مجھ سے کہا کہ اگر اس آیت سے کسی سنی مفسر نے انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت کی ہے تو حوالہ دے میں اپنی ناک کٹوا دوں گا۔ چنانچہ میں نے حوالے پڑھنے شروع کر دیئے میں ایک حوالہ پڑھتا پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تاکہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی اس پر بڑے پریشان ہوئے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے، کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں بائیس حوالے پیش کئے کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا ہے۔

دلالتہ النص کی ایک اور مثال

رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ جنات حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت لوگوں کو منع فرمادیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجانہ کریں ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلتہ النص یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجانا جائز ہے کیونکہ

ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔ اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے تو انسانوں کی خوراک سے بطریق اولیٰ ناجائز ہے۔ تو اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجانہ کرو، لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجانہ کرو، حلوے سے استنجانہ کرو۔ میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجانہ کروں گا۔ یا مجھے حدیث میں پراٹھے اور حلوے کا لفظ دکھاؤ کہ حضور ﷺ نے پراٹھے اور حلوے سے استنجانہ کرنے سے منع کیا ہو، تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے۔ کرتے ہیں ضد اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے علاوہ دلیل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالۃ النص ثابت ہوگئی اب جب انبیاء علیہم السلام الصلوۃ والسلام کی حیات بدلالۃ النص قرآن پاک سے ثابت ہوگئی تو ان لوگوں کی یہ بات کہ وہ احادیث جن میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے وہ قرآن کے خلاف ہیں یہ غلط ہوگئی۔

آیت رابعہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

واستل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من

دون الرحمن الہیۃ یعبدون (الزخرف آیت ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک ﷺ سے فرمایا کہ پہلے نبیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے، چنانچہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، یہ آیت حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ چنانچہ صاحب جلالین اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ

قبل ہو علی ظاہرہ بان جمع لہ الرسل لیلۃ الاسراء

ترجمہ۔ کہا گیا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر بے باں طور کہ آپ علیہ السلام کے

لئے رسولوں کو جمع کیا گیا۔

اسی آیت کے تحت جلالین کے حاشیہ میں ہے

عن عطاء عن ابن عباس لما اسرى بالنبي ﷺ بعث
الله آدم وولده من المرسلين فصلى بهم فلما فرغ قال له
جبرئيل سل يا محمد من ارسلنا من قبلك فقال النبي ﷺ
لا اسئل فقد اكتفيت قال وهذا قول الزهري وسعيد بن
جبیر و ابن زید وقالو جمع له الرسل ليلة الاسراء فلم
يسئل.

ترجمہ..... حضرت عطاء حضرت ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام کو
معراج کروایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد سے جو رسول تھے رسولوں کو بھیجا پس
آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی پس جب فارغ ہو گئے تو جبرئیل نے آپ سے عرض کیا اے
محمد ﷺ آپ ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا سوال کیجئے، پس آپ ﷺ نے
فرمایا میں سوال نہیں کرتا۔ پس تحقیق میں نے اکتفاء کر لیا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہی قول ہے
امام زہری، حضرت سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے معراج
کی رات تمام رسول جمع کئے گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی اسی آیت کے تحت اسی قول کو نقل
کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اخرج سعيد بن منصور و عبد بن حميد وابن جرير

وابن المنذر عن سعيد بن جبیر فی قوله واسئل من ارسلنا

من قبلك من رسلنا قال ليلة اسرى به لقي الرسل.

ترجمہ..... سعید بن منصور و عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر حضرت سعید

بن جبیر سے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا معراج کی رات آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمائی۔ (تفسیر درمنثور ص ۱۹ ج ۶)

علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی التوفی ۷۲۵ھ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

فروی عن ابن عباس فی رواية عنه لما اسرى بالنبي ﷺ بعث الله عز وجل له آدم وولده من المرسلين فاذن جبريل ثم اقام وقال يا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له جبريل سل يا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآية فقال النبي ﷺ لا اسئل قد اکتفیت وهد قول الزهري وسعيد بن جبیر وابن زيد قالو جمع له الرسل ليلة اسرى به وامره ان يسئله فلم يشک ولم يسئل فعلى هذ القول قال بعضهم هذه الآية نزلت بهيت المقدس ليلة اسرى بالنبي ﷺ.

ترجمہ..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا پس جبریل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا اے محمد ﷺ آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا آپ سے جبریل نے اے محمد ﷺ سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھیجا پس نبی علیہ

السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفا کیا۔ یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کئے گئے آپ کے لئے رسول جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ ﷺ نے شک نہ کیا اور نہ سوال کیا پس اسی قول کے مطابق ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ آیت معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن ص ۱۱۴ ج ۶)

صاحب تفسیر قرطبی ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

قال لقي الرسل ليلة اسرى به وقال الوليد بن المسلم في قوله تعالى واسئل من ارسلنا الخ قال سئلت عن ذالك خلود بن دعلج فحدثني عن قتادة قال سئلهم ليلة اسرى به لقي الانبياء و لقي آدم و مالک خازن النار.

ترجمہ..... فرمایا سعید بن جبیر نے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا..... الخ کہ ملے آپ ﷺ رسولوں سے معراج کی رات اور کہا ولید بن مسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا..... الخ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوال کیا اس بارے میں خلود بن دعلج سے پس انہوں نے مجھے بیان فرمایا حضرت قتادہ سے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا سوال کیا آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے سوال کیا اس رات جس رات آپ ﷺ معراج کرائے گئے۔ ملاقات کی آپ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے اور ملاقات کی آدم سے اور جہنم کے داروغہ مالک سے۔

(تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۹۵)

علامہ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی دمشقی التوفی ۷۷۷ھ اسی آیت

کے تحت فرماتے ہیں کہ

وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم واسئلهم لیلة

الاسراء فان الانبیاء علیہ السلام جمعوا له

اور فرمایا عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے (اس سوال کرنے کے حکم کا وقت بتاتے ہوئے واسئل ہم لیلة الاسراء) سوال کرتو ان سے لیلة الاسراء پس انبیاء علیہم السلام آپ کے لئے جمع کئے گئے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۸ ج ۴)

اسی طرح صاحب فتح القدیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

قال الزہری و سعید بن جبیر وابن زید ان جبریل

کان ذالک للنبی ﷺ لما اسری به فالمراد سوال الانبیاء

فی ذالک الوقت عند ملاقاتہ لهم وبہ قال جماعة من

السلف

(تفسیر فتح القدیر ص ۵۵۷ ج ۴)

کہ فرمایا زہری اور سعید ابن جبیر نے اور ابن زید نے کہ بے شک جبریل نے فرمایا نبی علیہ السلام کو جب آپ ﷺ معراج کرائے گئے پس مراد انبیاء علیہم السلام کے سوال سے اس وقت میں انبیاء علیہم السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات کا ہے۔ اور اسی کے ساتھ قول کیا ہے سلف سے ایک جماعت نے۔

علامہ ابو محمد الحسین الفراء البغوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

قال عطاء عن ابن عباس لما اسری بالنبی ﷺ بعث

الله له آدم وولده من المرسلین فاذن جبریل ثم اقام وقال یا

محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له جبرئیل
 مسئل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیة فقال
 رسول الله ﷺ لا اسئل فقد اکتفیت وهذا قول الزهری
 وسعید بن جبیر وابن زید. قالوا جمع الله له المرسلین لیلۃ
 اسری به وامره ان یسئلهم فلم یشک ولم یسئل.

ترجمہ..... حضرت عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب
 نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ
 السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر
 اقامت کہی اور عرض کیا اے محمد ﷺ آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب
 آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا آپ سے جبرئیلؑ نے اے محمد ﷺ سوال
 کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا
 میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفا کیا، یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا
 ہے۔ انہوں نے کہا جمع کیا اللہ نے ان کے لئے رسولوں کو جس رات آپ معراج کے
 لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ ﷺ نے نہ شک
 کیا اور نہ سوال کیا۔

(تفسیر معالم التنزیل)

اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ
 شیخین نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ
 نے فرمایا شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندی رنگ، دراز قامت،
 ٹھنکریا لے بال ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوۃ کے ایک مرد ہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۵۳)

اختصاراً متن میں یہی حوالے نقل کئے جاتے ہیں مزید تفاسیر کے حوالے حاشیہ میں
ملاحظہ فرمائیں۔ (ح ۱۳)

(ح ۱۳)۔

قوله عز وجل. (واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا) فيه
ثلاثة اقاويل.

احدها. يعنى الانبياء الذين جمعوا له ليلة الاسراء، قاله ابن
عباس، وابن زيد، وكانوا سبعين ليلاً منهم ابراهيم وموسى وعيسى،
عليهم السلام. فلم يسألهم لانه كان اعلم بالله منهم، قاله ابن عباس.
(النكت والعيون تفسير الماوردي تصنيف ابى

الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردي البصري)

والقول الثانى فى الآية. ما رواه عطاء عن ابن عباس. ان الله
تعالى جمع المرسلين ليلة الاسراء فى مسجد بيت المقدس ثم ان
جبريل اذن، ثم اقام، ثم قال للنبي ﷺ. تقدم وصل بهم، فلما فرغ
من صلاته، قال له. "وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا وزعم
بعضهم انه سألهم فاجابوا وقالوا. ما امرنا الله تعالى الا بالتوحيد
والاخلاص. وفى بعض التفاسير ان ميكائيل قال لجبريل. هل سأل
محمد الرسل عما امر به؟ فقال. لا، كان اشد بقينا واعلم بالله من ان
يسأل عن ذلك.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة
والجماعة ابى المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار
التميمي المروزي الشافعي السلفي)

فى القرطبي قال ابن عباس وابن زيد لما اسرى برسول الله

توان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی

ﷺ من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى وهو مسجد بيت المقدس بعث الله له آدم ومن دونه من المرسلين وجبريل مع النبي ﷺ فاذن جبريل عليه السلام. واقام الصلوة ثم قال يا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ رسول الله ﷺ قال له جبريل ﷺ سل يا محمد من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلهة يعبدون فقال رسول الله ﷺ لا اسأل قد اكتفيت قال ابن عباس وكانوا سبعين نبيا منهم ابراهيم وموسى عليهم الصلاة والسلام فلم يسألهم لانه كان اعلم بالله منهم وفي غير رواية ابن عباس فصلوا خلف رسول الله سبعة صفوف المرسلون ثلاثة صفوف والنبيون اربعة صفوف وكان يلي ظهر رسول الله ﷺ ابراهيم خليل الله وعلى يمينه اسماعيل وعلى يساره اسحق ثم موسى ثم سائر المرسلون فصلى بهم ركعتين لما القتل قائم فقال ان ربي اوحى الي ان اسالكم هل ارسل احد منكم بدعوة الى عبادة غير الله تعالى فقالوا يا محمد اما نشهد اما ارسلنا اجمعين بدعوة واحدة ان لا اله الا الله وان ما يعبدون من دونه باطل وانك خاتم النبيين وسيد المرسلين قد استبان ذلك بامامتك ايانا وانه لا نبي بعدك الى يوم القيامة الا عيسى ابن مريم فانه مأمور ان يتبع اترك اه وفي الكرخي قوله قيل هو على ظاهره الخ اي قال الزهري وسعيد بن جبیر وابن عباس فی رواية عطاء ان الله تعالى لما جمع الرسل ليلة المعراج في بيت المقدس وفرغ من الصلاة نزلت هذه الآية والانبياء حاضرون لديه فقال بعد سلامه لا اسأل فقد كفيت ولست شاكا فيه لان المراد

اور موسیٰ علیہ السلام کو تو فوت ہوئے ۲۲۰۰ سال گزر چکے ہیں (تاریخ یہود) اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق ۱۸۰۰ سال گزر چکے ہیں اور آپ ﷺ ۲۲۰۰ سال یا ۱۸۰۰ سال کے بعد ملاقات فرما رہے ہیں۔ اور ظاہری بات ہے کہ آپ ﷺ کی یہ ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی ہے۔ اسی جسد غصری کے ساتھ ہوئی جس موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی تھی اور تورات کسی

بالامر بالسؤال التقرير والتفهيم لمشر كي قریش انه لم يات رسول
من الله ولا كتاب بعبادة غير الله وعلى هذا تكون الآية مكية اى نزلت
قبل الهجرة.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير
بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴)

و يقال ﴿واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾ يعنى سل
المرسلين، فلقى النبي ﷺ الانبياء ليلة المعراج و صلى بهم بيت
المقدس، فقليل له فلهم فلم يشك، ولم يسألهم. (تفسير سمرقندی
ص ۲۰۹ ج ۳)

قوله تعالى ﴿واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾ ان
قيل. كيف يسأل الرسل وقد ماتوا قبله؟ فعنه ثلاثة اجوبة.

احدهما. انه لما اسرى به جمع له الانبياء فصلى بهم، ثم قال
(له) جبريل. سل من ارسلنا قبلك الآية. فقال لا أسأل، قد
اكتفيت، رواه عطاء عن ابن عباس، وهذا قول سعيد بن جبیر،
والزهري، وابن زيد، قالوا. جمع له الرسل ليلة أسرى به، فلقيهم،
وأمر أن يسألهم، فما شك ولا سأل.

(زاد المسیر ص ۳۱۹ ج ۵)

مثیل موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئی تو یہ ملاقات بھی مثیل موسیٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتی، اور نہ یہ خواب یا کشف میں جسم مثالی کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے اس لئے کہ خواب یا کشف میں دیکھنے کو ملاقات نہیں کہتے بلکہ زیارت کہتے ہیں۔ جیسے مثال اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھا آئیں آپ کو شیخ الحدیث صاحب کا شناختی کارڈ مل گیا آپ وہی بات شیخ الحدیث کی تصویر سے پوچھنے لگے تو کیا واقعتاً آپ کا پوچھنا ہے؟ ہرگز اس کو پوچھنا نہیں کہیں گے۔ شیخ الحدیث صاحب سے پوچھنا تب ہی بنے گا جب خود ان سے پوچھا جائے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے سوال تب ہی بنے گا جب خود انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا۔ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک ﷺ کی ملاقات سارے انبیاء علیہم السلام سے ہوئی اور وہاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب تو حید ہی لے کر آئے ہیں۔

اگرچہ مفسرین میں سے بعض نے کہا کہ سوال ہوا بعض نے کہا کہ نہیں ہوا۔ یہ اختلاف ہمارے مدعی کو نقصان نہیں دیتا۔ اس لئے کہ سوال کا حکم دینا ہی دلیل حیات انبیاء علیہم السلام ہے۔ مردوں، لکڑیوں اور پتھروں یا تصویروں سے نہ سوال ہوتا ہے نہ اس کا حکم دیا جاتا ہے۔

اب رسول پاک ﷺ کی ملاقات انبیاء علیہم السلام سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کا پیوں سے ہوا کرتی ہے۔ آپ ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب سے ہاتھ ملا لیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی ہے اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے ان کی تقریر سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں انبیاء علیہم السلام کے جسم مثالی آئے تھے۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم وارد ہوا کرتا ہے نہ کہ جسم مثالی۔ یہ بات تو وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک ﷺ کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ ﷺ نے وہاں

انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی ہے۔ کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب تو اصل کھڑے ہیں اور پیچھے ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟ یقیناً نہیں ہوتی۔ جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جب آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی اور انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں اپنے اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اب آپ ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو جماعت کروانا یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ طاعلی قارئی مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷ پر فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی

والا ظہران صلاتہ لہم فی بیت المقدس کان قبل

العروج قلت قد سبق انہم احياء عند ربہم وان اللہ حرم

على الارض ان تاکل لحومہم

ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام کا انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ بات گزر گئی ہے انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر کہ ان کے گوشت کو کھائے۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات شافعیہ ص ۲۸۱ ج ۲ پر واقعہ معراج سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ اپنے رسالہ جز حیات انبیاء علیہم السلام میں اسی آیت کو بطور استدلال نقل فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

وقد قيل فی قوله تعالى ﴿﴾ واسئل من ارسلنا من

قبلک من رسلنا ﴿﴾ ان النبی ﷺ سألہم لیلۃ الاسراء قال

القاضی عیاض رحمہ اللہ فان قيل یحبون ویلبون وہم

اموات وہم فی الدار الآخرة وليس دار عمل فاعلم ان
للمشاخ وفي ما ظهر لنا عن هذا اجوبة احدهم انهم
كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا
يبعد ان يحجوا و يصلوا كما ورد في الحديث الآخر.

ترجمہ.....تحقیق کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا کے بارے میں یہ
کہ نبی اقدس ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے معراج کی رات سوال کیا (ملاقات حیات کو چاہتی
ہے اس کے اثبات کے لئے آگے فرماتے ہیں) قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے
کہ انبیاء علیہم السلام حج کیسے کرتے ہیں؟ اور تبلیہ کیسے کہتے ہیں حالانکہ وہ اموات ہیں۔ تو جان
لے کہ مشائخ کے لئے اور جو ہمارے لئے اس کے جوابات ظاہر ہوئے ہیں اس میں سے ایک یہ
ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں مستبعد
کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے۔

(جزء حیات انبیاء ص ۳۳)

مماتوں کا اعتراض اور اس کا جواب

اگر انبیاء علیہم السلام اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء علیہم السلام اگر
اپنی قبروں سے وہاں اپنے اصلی اجسام مطہرہ کے ساتھ تشریف لے آئے تو اس میں کیا حرج ہے؟
اور کونسا استحالہ لازم آگیا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

وصلوئهم فی اوقات مختلفة و فی اماکن مختلفة لا

برده العقل و قد ثبت به النقل فدل ذلك على حیاتهم.

(فتح الباری کتاب الانبیاء ج ۱۳ مصر)

ترجمہ..... اور انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نمازیں پڑھنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل سلیم اس سے متصادم نہیں اور نقل صحیح اسے ثابت کر رہی ہے۔ پس یہ ان کے زندہ ہونے پر کافی شہادت ہے۔

یعنی قبر میں نماز پڑھنا، پھر سیتہ بیت المقدس میں نماز پڑھنا اور پھر ملاء اعلیٰ میں ملنا، ان سب کے اوقات مختلف ہیں پس تعارض لازم نہیں آتا۔ فتفکروا یا اولی الابصار۔
محدث کبیر امام بیہقی (۲۵۸ھ) فرماتے ہیں

فی قصة المعراج انه لقيهم في جماعة الانبياء في السموة و كلمهم و كامره و كل ذلك صحيح لا يخالف بعضه حضر فقد يرى موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره ثم يسرى بموسى وغيره الى بيت المقدس كما اسرى بنينا ﷺ فيراهم فيه ثم يعرج بهم الى السموات كما عرج نبينا ﷺ فيراهم فيه كما اخبره و صلوتهم في اوقات بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد بها خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة على حياتهم. (حيات الانبياء للامام بيهقي ص ۸ مصر)

ترجمہ..... واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ

رہے ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر اسراء کرایا گیا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا پس آپ نے وہاں بھی انبیائے کرام کو دیکھا پس انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیائے کرام کی حیات پر دلالت ہو رہی ہے۔ (تفسیری حوالہ جات حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

پانچویں آیت سے حیات انبیاء پر استدلال
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ

وَجَعَلْنَاهُ هَدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ

اس آیت کریمہ میں رسول اقدس ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ کی ملاقات میں شک نہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرات مفسرین نے آپ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ

قِيلَ مَعْنَاهُ فَلَا تَكُنْ فِي شَكٍّ مِنْ لِقَاءِ مُوسَى فَإِنَّكَ

قَرَاهُ وَتَلَقَاهُ وَقِيلَ بَأْنَهُ رَأَى لَيْلَةَ الْمَعْرَاجِ

(تفسیر کبیر ص ۵۶۵)

کہا گیا ہے اس کا معنی ہے آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑیں اس لئے کہ بے شک آپ نے ان کو دیکھا ہے اور ان سے ملاقات فرمائی ہے۔ اور کہا گیا کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

ای لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج قال ابن عباس (ق) عن
ابن عباس عن النبی ﷺ قال رأیت لیلۃ امیری بی موسیٰ
رجل آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوءة و رأیت عیسیٰ
رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرة الی البیاض سبط
الشعر و رأیت مالک خازن النار والدجال فی آیت اراهن
الله اياه فلا تکن فی مربة من لقائه.
آگے اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

ان الانبیاء کالشهداء بل هم افضل عنهم والشهداء
احیاء عند ربهم یرزقون فلا یبعد ان یحجوا او یصلوا کما
صح فی الحدیث. وان یتقربوا الی الله بما استطاعوا وان
کانوا ماتوا لا نهم بمنزلة الاحیاء فی هذه الدار الی الی دار
العمل الی ان تفسی ثم یرحلون الی دار الجزاء الی الی
الجنة.

یعنی موسیٰ علیہ السلام سے معراج کی رات ملاقات کرنا۔ ابن عباسؓ سے
روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا دیکھا میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ
السلام کو جو بلند قامت آدمی ہیں ٹھکریا لے بالوں والے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ
وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک مرد ہیں اور دیکھا میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو درمیانے قد والا
آدمی اور آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھی اور دیکھا میں نے جہنم کے دار و فہ مالک کو اور
دجال کو اللہ کی ان نشانوں میں جن کو اللہ نے آپ ﷺ کو دکھایا۔ پس آپ شک نہ
کریں موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں۔

آگے اسی آیت کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دئے جاتے ہیں۔ پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں جیسے کہ صحیح ثابت ہوا ہے احادیث میں اور یہ کہ قرب حاصل کریں اللہ کی طرف اس چیز کے ساتھ جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں اگرچہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بمنزلہ احياء کے ہیں اس دار میں جو دار العمل ہے۔ یہاں تک کہ یہ فنا ہو جائے پھر وہ تشریف لے جائیں گے دارالجزاء کی طرف جو کہ جنت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۸)

علامہ محمود آلوسی البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

واخرج الطبرانی وابن مردويه و ضياء في المختارة
بسند صحيح عن ابن عباس انه قال في الآية اى من لقاء
موسى و اخرج ابن المنذر وغيره عن مجاهد نحوه و
اخرج ابى حاتم عن ابى العالية انه قال كذا لك فليل له او
لقى عليه الصلوة والسلام موسى قال نعم الا ترى الى قوله
تعالى واسئل من ارسلنا الخ و اراد بذلك لقاءه ﷺ
ايه ليلة الاسراء كما ذكر في الصحيحين وغيرهما و روى
نحو ذلك عن قتادة و جماعة من السلف.

(روح المعاني ص ۱۳۸ ج ۱)

ترجمہ..... اور نقل کیا طبرانی اور ابن مردویہ نے اور ضیاء نے مختارہ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے کہ انہوں نے فرمایا آیت کی تفسیر میں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں آپؐ شک میں نہ پڑیں اور ابن منذر وغیرہ نے مجاہدؓ سے

اسی کی مثل تخریج کی ہے۔ اور نقل کیا ہے ابن ابی حاتم نے ابو عالیہ سے کہ انہوں نے اسی طرح فرمایا پس کہا گیا کہ نبی ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کا قول واسئل من ارسلنا الخ کی طرف اور مراد لیا انہوں نے اس سے معراج کی رات آپ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے صحیحین اور ان کے غیر میں اور روایت کیا گیا ہے اسی کی مثل قتادہ اور سلف کی ایک جماعت سے۔

اور علامہ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر حضرت ابن عباس والی اسی روایت کو اسی آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ

انه قد رای موسیٰ و لقی موسیٰ لیلة اسری به

(تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۳۱۶)

ترجمہ..... آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور معراج کی رات موسیٰ سے ملاقات فرمائی۔

امام ابو محمد الحسین الفراء البغوی اسی آیت کے تحت اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں

عن انس قال قال رسول الله ﷺ لما اسری بی الی

السماء رأیت موسیٰ یصلی فی قبره.

ترجمہ..... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول

اللہ ﷺ نے جس رات مجھے آسمان کی سیر کروائی گئی میں نے دیکھا موسیٰ کو وہ نماز پڑھ

رہے تھے اپنی قبر میں۔

علامہ تقی الدین سبکی کا استدلال

علامہ تقی الدین سبکیؒ جزء حیات انبیاء علیہم السلام میں اسی آیت سے استدلال فرما رہے

ہیں لکھتے ہیں

وقال تعالى فلا تكن في مربة من لقائه وفي صحيح

مسلم كان قتادة يفسرها ان نبي الله ﷺ قد لقي موسى

(جزء حیات انبیاء للسیوطی)

ترجمہ..... اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ شک میں پڑ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام

نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں اسی آیت سے حیات النبی ﷺ

پر استدلال کر رہے ہیں۔ اب ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے

ملاقات ہوئی ہے۔ (ح ۱۴) اور اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے جس موسیٰ کو تورات ملی

(ح ۱۴)۔ قوله تعالى. ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ

فِي مَرْبَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ اى فلا تكن يا محمد في شك من لقاء موسى،

قاله ابن عباس. وقد لقيه ليلة الاسراء. قتادة. المعنى فلا تكن في

شك من انك لقيته ليلة الاسراء. والمعنى واحد.

(الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد

الانصارى القرطبي)

قوله تعالى. ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مَرْبَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾

عن ابى العالية في قوله. ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مَرْبَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ قال.

من لقاء موسى قيل. او لقي موسى؟ قال. نعم. الا ترى الى قوله.

﴿وَاسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾

عن مجاهد ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مَرْبَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾ قال. من ان تلقى

موسى.

اور جس موسیٰ کو تورات ملی وہ جسم مثالی نہیں تھا بلکہ جسم اصلی تھا۔ وجعلناه ھدی لبنی اسرائیل

(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن

محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ)

قوله تعالى (ولقد آتينا موسى الكتاب فلا تكن في مربة من

لقائه) فيه خمسة اقاويل.

احدها. فلا تكن يا محمد في شك من لقاء موسى ولقد لقيناه

ليلة الاسراء روى ابو العالية الرياحي عن ابن عباس قال. قال رسول

الله ﷺ "رايت ليلة اسرى بي موسى بن عمران رجلا آدم طوالا

جعدا كأنه من رجال شنوءة. ورايت عيسى ابن مريم رجلا مربوع

الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس". قال ابو العالية قد بين الله

ذلك في قوله. (واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا)

(النكت والعيون تفسير الماوردي تصنيف ابی

الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردي البصري)

﴿فلا تكن في مربة من لقائه﴾ ای. من لقاء موسى عليه

السلام ليلة المعراج، وعده الله تعالى ان يريه موسى عليه السلام ليلة

الاسراء به.

(الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابی الحسن بن علی

الواحدی المتوفی ۳۲۸ھ)

وقيل. من لقائك موسى عليه السلام ليلة الاسراء او يوم

القيامة.

(الكشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشري

الغوارزمي (۳۶۷-۵۳۸ھ)

اس موسیٰ سے ملاقات ہوئی جو بنی اسرائیل کو ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔ وہ جسم مثالی کے ساتھ

(فلا تکن فی مریۃ من لقانہ) قیل معناه فلا تکن فی شک من لقاء موسی فانک تراہ و تلقاہ، وقیل بانہ راہ لیلۃ المعراج۔
(التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی)

قال ابن عباس وغيره. المعنى فلا تکن فی شک من لقاء موسی فانک تراہ و تلقاہ، روى ابن عباس عن النبی ﷺ. قال. رأيت ليلة اسرى بى موسى رجلا آدم طوالا جعدا كأنه من رجال شنونة، رأيت عيسى رجلا مربوعا الى الحمرة والبياض سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن النار والدجال فى آيات أراهن الله اياه...

(اللباب فى علوم الكتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفى بعد ٨٨٠ هجرية)

او من لقاء موسی للكتاب او من لقاءک موسی. وعنه علیه الصلاة والسلام. "رأيت ليلة اسرى بى موسى عليه السلام رجلا آدم طوالا جعدا كأنه من رجال شنونة".

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

أخرج عبد بن حميد والبخارى ومسلم وابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم وابن مردويه والبيهقي فى الدلائل من طريق قتادة عن ابى العالية عن ابن عباس قال. قال النبی ﷺ رأيت ليلة اسرى بى موسى بن عمران رجلا طوالا جعدا كأنه من رجال شنوة، ورأيت عيسى بن مريم عليه السلام مربوع الخلق الى الحمرة

ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے تھے بلکہ جسم اصلی کے ساتھ ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔

والبیاض، سبط الرأس، رأیت مالکا خازن جہنم والدجال فی آیات
أراهن الله إياه قال ﴿فلا تكن في مریة من لقائه﴾ فكان قتادة یفسرها
أن النبی ﷺ قد لقی موسى ﴿وجعلناه هدی لبني اسرائيل﴾ قال.
جعل الله موسى هدی لبني اسرائيل.

وأخرج الطبرانی وابن مردويه والضیاء فی المختارة بسند
صحیح عن ابن عباس عن النبی ﷺ ﴿فلا تكن في مریة من لقائه﴾
من لقاء موسى ربه ﴿وجعلناه هدی لبني اسرائيل﴾ قال. جعل موسى
هدی لبني اسرائيل. وأخرج ابن أبي حاتم عن أبي العالیة فی قوله
﴿فلا تكن في مریة من لقائه﴾ قال. من لقاء موسى قیل. أو لقی
موسی؟ قال. نعم. ألا ترى الی قوله ﴿واسأل من أرسلنا من قبلك
من رسلنا﴾ (الزخرف، الآیة ۳۵)

وأخرج الفریابی وابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم
عن مجاهد ﴿فلا تكن في مریة من لقائه﴾ قال. من أن تلقی موسى.
(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للإمام الحافظ جلال
الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ))

وقد أخرج البخاری ومسلم وغيرهما من حدیث ابن
عباس قال. قال النبی ﷺ "رأیت ليلة اسرى بی موسى بن عمران
رجلا طویلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأیت عیسی ابن مریم
مربوع الخلق الی الحمرة والبیاض سبط الرأس، ورأیت مالکا خازن
جہنم والدجال فی آیات أراهن الله إياه. قال. ﴿فلا تكن في مریة من
لقائه﴾ فكان قتادة یفسرها أن النبی ﷺ قد لقی موسى (وجعلناه

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے

ہدیٰ لبنی اسرائیل) قال. جعل الله موسى هدى لبني اسرائيل، و
أخرج الطبراني وابن مردويه والضياء في المختارة بسند قال
المسيوطي، صحيح عن ابن عباس عن النبي ﷺ (فلا تكن في مرية
من لقائه) قال من لقاء موسى. قيل او لقي موسى؟ قال. نعم. الا ترى
الى قوله. واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا.

(فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني

المتوفى ٢٥٠ هـ)

وقوله. (فلا تكن في مرية من لقائه) اي. في شك في لقائه،
وفي معناه اقويل احدها. ما روى ابو صالح عن ابن عباس ان معناه.
فلا تكن في شك من لقائك موسى، وقد كان لقيه ليلة الاسراء.
وفي الخبر ان النبي ﷺ قال. رأيت موسى آدم طوالا جعد الشعر
كانه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى رجلا ربعة الى الحمرة سبط
الشعر والخبر طويل. والقول الثاني. فلا تكن في مرية من لقائه
اي. من لقاء موسى الكتاب، ولقاء موسى الكتاب. تلقية بالقبول.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة

والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار

التميمي المروزي الشافعي السلفي)

لا تك في شك من انك تلقى موسى، اي. في ليلة

الاسراء، وهذا قول جماعة من السلف.

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي محمد

عبد الحق بن عطية الاندلسي)

حدثنا هذاب بن خالد و شيبان بن فروخ قالنا

قال المفسرون وعد رسول الله ﷺ أنه سيلقى موسى قبل ان يموت ثم لقيه فى السماء او فى بيت المقدس حين اسرى به، وهذا قول مجاهد والكلبي والسدى.

وقد اخرج البخارى، ومسلم، وغيرهما من حديث ابن عباس قال قال النبي ﷺ رأيت ليلة اسرى بى موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى بن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض، سبط الرأس، ورأيت مالكا خازن جهنم، والدجال فى آيات اراهن الله اياه، قال (فلا تكن فى مربة من لقائه)، فكان قتادة يفسرها أن النبي ﷺ قد لقي موسى.

واخرج الطبرانى، وابن مردويه والضياء فى المختارة بسند. قال السيوطى صحيح.

عن ابن عباس عن النبي ﷺ، فلا تكن فى مربة من لقائه قال. من لقاء موسى، قيل او لقي موسى؟ قال نعم الا ترى الى قوله واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا؟.

وروى البخارى عن أنس أن النبي ﷺ قال أتيت على موسى ليلة المعراج عند الكتيب الاحمر، وهو قائم يصلى فى قبره.

و صرح فى حديث المعراج ايضا انه رآه فى السماء السادسة، فلعل رؤيته كانت فى قبره قبل صعوده الى السماء، ثم صعد اليها فوجده هناك قد سبقه لما يريد الله، وهذا وجه الجمع بين هاتين الحديثين، على ما ذكره الخازن.

(فتح البيان فى مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن

حماد بن سلمة عن ثابت البناني وسليمان التيمي عن انس

على الحسين القنوجي البخاري)

اي من لقائك موسى ليلة الاسراء وفي القرطبي أي
فلا تكن يا محمد في شك من لقاء موسى قاله ابن عباس ولقد لقيه
ليلة الاسراء.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير

بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٣)

﴿ولقد آتينا موسى الكتاب﴾ يعني التوراة ﴿فلا تكن في مرية
من لقائه﴾ قال المفسرون. وعد محمد ﷺ انه سيلقى موسى
قبل ان يموت ثم لقيه في السماء او في بيت المقدس حين
اسرى به وهذا قول مجاهد والكلبي والسدي.

(الوسيط في تفسير القرآن المجيد تأليف ابي الحسن علي بن احمد

الواحدى النيسابوري (المتوفى ٥٢٨هـ))

والظاهر ان الضمير عائد على موسى مضافا اليه على طريق

المفعول لفاعل محذوف ضمير الرسول اي من لقائك موسى اي
في ليلة الاسراء اي شاهدته حقيقة وهو الذي اوتى التوراة وقد وصفه
الرسول فقال آدم طوال جعد كأنه من رجال شنونة حين رآه ليلة
الاسراء. قاله ابو العالية و قتادة و جماعة من السلف. ((تفسير البحر
المحيط ص ٢٠٥)

﴿ولقد آتينا موسى الكتاب فلا تكن في مرية من لقائه
وجعلناه هدى لبني اسرائيل يقول تعالى منبراً عن عبده ورسوله
موسى عليه السلام انه آتاه الكتاب وهو التوراة وقوله تعالى ﴿فلا

بن مالك ان رسول الله ﷺ قال ايت وفي رواية هدا بن

تكن في مريه من لقائه قال قتادة يعني به ليلة الاسراء، ثم روى عن ابي العالية الرياحي قال، حدثني ابن عم نبيكم يعني ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ "أريت ليلة اسرى بي موسى بن عمران رجلاً آدم طوالاً جعداً كأنه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى رجلاً مربع الخلق الى الحمرة والبياض، سبط الرأس ورأيت مالكا خازن النار والدجال" في آيات اراهن الله اياه ﴿فلا تكن في مريه من لقائه﴾ انه قد رأى موسى ولقى موسى ليلة اسرى به. (تفسير ابن كثير ص ٦١١ ج ٣)

قال في رواية الكلبي، فلا تكن في مريه من لقاء موسى عليه السلام فلقية ليلة اسرى به في بيت المقدس يعني لقي النبي ﷺ موسى هناك ويقال، لقيه في السماء وذكر الخير المعروف أنه فرض على النبي ﷺ خمسون صلاة فقال له موسى عليه السلام. الرجوع الى ربك فسأله الخفيف لامنك فلم يزل يرجع حتى حط الله عز وجل الى الخمس. (تفسير سمرقندي ص ٣٢ ج ٣)

والثاني. من لقاء موسى ليلة الاسراء، قاله ابو العالية، ومجاهد، و قتادة، وابن السائب. (زاد المسير ص ٣٢٣ ج ٣)

قوله (او من لقائك موسى وعنه عليه السلام رأيت ليلة اسرى بي موسى رجلاً آدم طوالاً جعداً كأنه من رجال شنوءة) او من لقائك موسى فالضمير لموسى عليه السلام والفاعل محذوف ايضاً وعنه عليه السلام تائيد للمعنى الاخير وان المراد اللقاء في الدنيا بالجسد على ما هو الصحيح لا بالروح فقط والتخصيص

مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیر الاحمر و هو قائم یصلی فی قبرہ۔

ترجمہ..... بیان کیا ہمیں حداب بن خالد اور شیبان بن فروخ نے ان دونوں نے فرمایا بیان کیا ہم سے حماد بن سلمہ نے ثابت البنانی سے اور سلیمان التیمی سے انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آیا اور حداب کی روایت میں ہے میں گذرا موسیٰ پر جس رات مجھے عراج کرائی گئی سرخ ٹیلے کے پاس سے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ روایت مسلم شریف ص ۲۶۸ ج ۲، نسائی ص ۲۳۲ ج ۱ اور علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم ص ۳۲۶ ج ۱ (۱۵ ج)

مع انہ علیہ السلام رأى ليلة الاسراء كثير من الانبياء لانه عليه السلام راجع موسى عليه السلام في تلك الليلة في شان الصلوات حيث فرضت اولا خمسين لم لاقى موسى فقال له عليه السلام ارجع الى ربك فاطلب التخفيف فراجع. (حاشیہ بخوی ص ۱۰۴ ج ۵)

(۱۵ ج)۔ یہ حدیث نسائی شریف میں ۷ سندوں سے مروی ہے۔

چنانچہ وہ اسناد یہ ہیں

(۱) اخبرنا محمد بن علی بن حرب قال حدثنا معاذ

بن خالد قال اخبرنا حماد بن سلمة عن سليمان التيمي عن

ثابت عن انس بن مالكؓ

(۲) اخبرنا العباس بن محمد قال حدثنا يونس بن

اب یہاں اس حدیث مبارکہ میں رسول اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ

محمد قال حدثنا حماد ابن سلمة عن سليمان التيمي و
ثابت عن انسؓ

(۳) اخبرنا احمد بن سعيد قال حدثنا حبان قال

حدثنا حماد ابن سلمة قال اخبرنا ثابت و سليمان التيمي
عن انسؓ

(۴) اخبرنا علي بن خشرم قال حدثني عيسى عن

سليمان التيمي عن انس بن مالكؓ

(۵) اخبرنا محمد بن عبد الاعلى قال حدثنا معتمر

عن ابيه عن انسؓ

(۶) اخبرنا يحيى بن حبيب بن عربي و اسمعيل بن

مسعود قالا حدثنا معتمر قال سمعت ابي قال سمعت انسؓ

(۷) اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابن ابي عدي عن

سليمان عن انسؓ

(نسائی شریف ص ۲۳۳-۲۳۲)

اور مسند احمد میں اس کی سند یوں ہے،

(۱) حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا حسن حدثنا

حماد، اخبرنا سليمان التيمي و ثابت عن انس ابن مالكؓ

(مسند احمد ص ۱۸۲ ج مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔)

السلام کی قبر کے پاس سے گزرا اور آپ ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر سرخ ٹیلے

(۲) حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء وكيع ثنا سفيان

عن سليمان التيمي عن انس بن مالك.

(مسند احمد ص ۱۴۸ ج ۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ محدثین کے نزدیک ہر سند مستقل حدیث شمار ہوتی ہے۔ اور علامہ سیوطی نے اس حدیث کو جزء حیات انبیاء میں نقل کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں

وقال البيهقي في دلائل النبوة وفي الحديث الصحيح عن

سليمان التيمي وثابت البناني عن انس بن مالك ان رسول الله

ﷺ قال اتيت على موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر

وهو قائم يصلي في قبره.

(جزء حیات انبیاء ص ۳۰)

علامہ سیوطی کا استدلال

علامہ سیوطی اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام میں لکھتے ہیں

فمن الاخبار الدالة على ذلك ما اخرج مسلم عن انس ان

النبي ﷺ ليلة اسرى به مر بموسى عليه السلام وهو يصلي في

قبره و اخرج ابو نعيم في الحلية عن ابن عباس رضى الله عنهما

ان النبي ﷺ مر بقبر موسى عليه السلام وهو قائم يصلي في

قبره.

ترجمہ۔ فرماتے ہیں وہ احادیث جو اس مسئلہ (حیات انبیاء) پر دلالت کرتی ہیں ان

میں سے وہ روایت ہے جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے حضرت انس سے کہ نبی

کے پاس ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ص ۸۷ پر موجود ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ فلو كنت لم لاريتم قبره الى

جانب الطريق عند الكثيب الاحمر

ترجمہ..... فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر میں ہوتا وہاں البتہ تم کو دکھاتا موسیٰ

علیہ السلام کی قبر راستے کے ایک جانب سرخ ٹیلے کے پاس۔

اگر یہ کہتے ہیں کہ قبر علیین یا سحبن میں ہوتی ہے تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ریت کے ٹیلے علیین سحبن میں ہوتے ہیں؟ کیا علیین سحبن تھل کا علاقہ ہے۔ یقیناً ریت کے ٹیلے اسی زمین پر ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر اسی زمین پر ہے اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر بیت المقدس کے پاس ہے، تو کیا بیت المقدس علیین سحبن میں ہے یا اسی زمین پر؟ یقیناً اسی زمین پر ہے۔ تو جب قبر بیت المقدس کے پاس ہوئی تو قبر بھی اسی زمین پر ہوئی تو اب موسیٰ علیہ السلام کا جسد اطہر جو اس قبر میں ہے وہ اصلی جسد اطہر ہے نہ کہ خواب و خیال والا۔ تو جب آپ ﷺ نے موسیٰ کو اس قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اصلی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ حیات کی دلیل ہے۔

اقدر ﷺ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں

نماز پڑھ رہے تھے اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اقدس ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے

اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (ص ۳۵-۳۶)

مرزا قادیانی کا اعتراض

مرزا قادیانی اعتراض کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اگر بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور موسیٰ علیہ السلام بھی مقتدیوں میں موجود تھے تو پھر جب آپ آسمان پر گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو پہچانا کیوں نہیں بلکہ جبریل نے تعارف کرایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

جواب

آپ مجھے خیر المدارس میں ملے میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ کہیں کہ ابھی میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اب کیا میرے اس نہ پہچاننے سے یہ سمجھ لیا جائے گا کہ میں نے نماز نہیں پڑھائی یا آپ نے نہیں پڑھی۔ یقیناً اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھنے کی نفی نہیں ہوگی۔

اعتراض

جب آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پھر آسمان پر کیوں نہیں پہچانا۔

جواب

مثال کے طور پر میں نے قاری عبدالواحد کو دیکھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ بھی اچھی طرح دیکھ لیا ہو اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی کسی نے بتایا یہ عبدالواحد صاحب ہیں۔ اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوئی کہ میں نے عبدالواحد کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔ اب یہ لوگ اس طرح کی باتوں اور عقلی ڈھکوسلوں اور شیطانی دوسوں سے نبی اقدس ﷺ کی ان احادیث مقدسہ جو تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔

سوال

آنحضرت ﷺ کی بیت المقدس میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ

روحانی تھی یا جسمانی؟

جواب

اس بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی واضح الفاظ نہیں ہیں کہ جن میں روحانیت یا جسمانیت کا ذکر ہو لیکن

ولقد آتینا موسیٰ الكتاب فلا تکن فی مربیۃ من لقائه

و جعلنا ہ ہدیٰ لبنی اسرائیل۔

تو اب اس آیت میں اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے۔ جن کو تورات دی گئی، تورات نہ تو فقط روح کو ملی تھی اور نہ ہی جسم مثالی کو ملی تھی۔ بلکہ اس روح اور جسم کے مجموعہ کو ملی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے اور ہدایت کا راستہ جسم مثالی یا فقط روح نہیں دکھاتی تھی بلکہ روح اور جسم کا مجموعہ ہدایت کا راستہ دکھاتا تھا۔ تو اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جن کو تورات دی گئی اور جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے۔ نیز جسم مثالی سے ملنا تو ملاقات ہے ہی نہیں۔ مثلاً آپ مولانا فضل الرحمن کوئی دی پر دیکھتے ہیں مگر کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں نے ان سے ملاقات کی ہے، حالانکہ مثال تو وہاں بھی ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ ایک دفعہ ہاتھ ہی ملا لیں تو آپ ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میں نے مولانا فضل الرحمن سے ملاقات کی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ لقاء کا ذکر اسی جسمانی ملاقات کے لئے آتا ہے۔

سوال

موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس سے آسمان پر کیسے پہنچ گئے۔

جواب

وہ رات معجزہ کی رات ہے۔ جب حضرت اقدس ﷺ کو فوری طور پر یہاں سے آسمان پر پہنچا دیا گیا تو ان کو بھی پہنچا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

سوال

قبر میں اور آسمان پر جو ملاقات ہوئی وہ تو جسمانی ملاقات ہے اور جو بیت المقدس میں ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

جواب

اسمیں اگرچہ دو قول ہیں۔

(۱).....اجساد اصلی تھے۔

(۲).....اجساد مثالی تھے۔

لیکن یہ دوسرا قول ہماری شریعت پر فٹ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فوٹو کا پیاں پیچھے کھڑی ہوں تو کوئی ان کو جماعت نہیں کر سکتا۔ دس ٹیلی ویژن پیچھے رکھے ہوں اور ان میں کچھ شکلیں آرہی ہوں کہ آیا ان کو جماعت کر سکتے ہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ اجساد مثالی تھے ہم ان کو کہتے ہیں آپ بھی اپنے پیچھے فوٹو کا پیاں رکھ کر جماعت کرالیا کریں تاکہ معراج کی رات جو جماعت کرائی گئی اس کی نقل ہو جائے۔

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی کا اعتقاد

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی نے حضرت انسؓ سے جب یہ حدیث سنی اسی دن سے دعا کرتے تھے یا اللہ اگر اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو قبر میں نماز کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے مل جائے۔

حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے انہیں لحد میں اتارا جب انہیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی فاذا رایتہ بصلی فی قبرہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم اس کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ حوالہ (حلیۃ الاولیاء ص ۲۱۹ ج ۲)

حضرت ثابت البنانی نے ۱۲۰ھ کے بعد وصال فرمایا جو کبار تابعین کا دور ہے اور ان کی دعا بھی بٹی سنتی رہی اور لوگوں نے بھی سنی لیکن کسی نے انکار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

آیت سادسہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

قال تعالیٰ وسلم علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم

یبعث حیا۔

یہ آیت مبارکہ حضرت محمّد علیہ السلام کے بارے میں ہے جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے یوم سے مراد پورا زمانہ ہے۔ ایک یہ زندگی برزخ والی زندگی اور ایک آخرت والی۔ اس لئے فرمایا وسلم علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا۔ اب اس آیت مبارکہ سے اس زندگی کی سلامتی اور برزخ کی سلامتی اور آخرت کے دن کی سلامتی معلوم ہو رہی ہے۔ اب جو سلامتی اس زندگی میں ہے یہ فقط روح کی سلامتی نہیں بلکہ جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہے اور آخرت کی جو سلامتی ہے وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی۔ اسی طرح قبر میں جو سلامتی ہوگی وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی اسی لئے نسائی شریف میں حدیث مبارکہ ہے۔

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ ملاحکۃ

سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔

(نسائی ص ۱۸۹ ج ۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری

امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

اب اس حدیث میں فی الارض کا لفظ ہے یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور

پہنچاتے بھی زمین میں ہی ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سیاحین من الارض الی العرش ہیں یا من

الارض الی علیین ہیں یہ نہیں فرمایا تو آیت مبارکہ میں بھی ہے یوم یموت یعنی اس قبر کے زمانے میں بھی سلام پہنچے گا۔

چنانچہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے اور آپ ﷺ کے روزہ مبارک پر بھی ساری دنیا صلوة و سلام عرض کرتی ہے۔ دوسری حدیث نسائی شریف میں ہے

عن اوس بن اوس عن النبی ﷺ قال ان من الفضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثرو علی من الصلاة فان صلواتکم معروضة علی قالوا یا رسول اللہ ﷺ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمیت ای یقولون قد ہلیت قال ان اللہ عز وجل قد حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء.

(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۳)

ترجمہ..... اوس بن اوس سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ ﷺ نے بے شک تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں حق تعالیٰ ہے اور اسی میں صغہ ہے۔ اور زیادہ بھی جو مجھ پر درود اس لئے تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا درود کیسے آپ ﷺ پر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے

حک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔
(۱۶ج)

(۱۶ج)۔ یہ حدیث مبارکہ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰ میں اس سند سے مروی ہے

حدثنا هارون بن عبد الله نا حسين بن علي عن عبد الرحمن بن
يزيد بن جابر عن ابي اشعث الصنعاني عن اوس بن اوس
..... الخ.

اور یہی حدیث ابن ماجہ میں باب فی فضل الحجۃ میں ص ۷۶ پر اس سند سے مروی ہے
حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا الحسين بن علي عن
عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي اشعث الصنعاني عن اوس
بن اوس

اور سنن دارمی ص ۳۰۷ میں یہی حدیث باب فی فضل الحجۃ میں اس سند سے مروی
ہے

اخبرنا عثمان بن محمد ثنا الحسين بن علي عن عبد الرحمن بن
يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس
..... الخ.

اور مصنف ابن ابی شیبہ باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ص ۵۱۶ ج ۲ پر یہی
حدیث اس سند سے مروی ہے

حدثنا حسين بن علي عن عبد الرحمن بن جابر عن ابي الاشعث
الصنعاني عن اوس بن اوس الخ

اور مستدرک حاکم میں کتاب الحجۃ میں ص ۴۳ ج ۱ پر یہی حدیث اس سند سے مروی

حضرت مولانا غلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل

ہے

حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس الثقفي الخ.

اور امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

هذا حديث صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه.

یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرط پر ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ یعنی عمدۃ القاری ص ۶۹ ج ۶ پر فرماتے ہیں

صح عنه ﷺ ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام
آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک زمین
انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیری خزائن الاسراء ص ۱۹ پر لکھتے ہیں

فانه صح عنه ﷺ انه قال ان الله عز وجل حرم على الارض ان

تاكل اجساد الانبياء

کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ
اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔

اسی طرح علامہ ستادوی القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبيب الشفیع ص ۱۵۷ پر اس

حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

و كذا صححه النووي في الاذكار وقال الحافظ عبد الغني انه

اجساد الانبیاء کے تحت لکھتے ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس لئے کہ انبیاء

حسن صحیح وقال المنذری انه حسن وقال ابن دحیة انه صحیح.

ترجمہ۔ کہ اسی طرح صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو نووی نے الاذکار میں اور حافظ عبد الغنی نے فرمایا کہ بے شک یہ حدیث حسن صحیح ہے اور منذری نے فرمایا ”یہ حدیث حسن ہے اور ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔“

(فتح الباری ص ۵۸ پ ۲۶)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة ص ۹۲۰ ج ۲ پر فرماتے ہیں کہ در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود بر من زیر آ کہ صلوة شامہ عرض سے گرد بر من۔ ایں جا معلوم میشود کہ حیات انبیاء حیات جسمی و دنیاوی است نہ مجرد بقائے ارواح۔

ترجمہ۔ حدیث میں صحیح طور پر آیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس جگہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات دنیاوی جسمانی ہے نہ کہ فقط ارواح کے بقاء کے ساتھ۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ ص ۷۱ الباب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ میں حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے

حدثنا عمر بن سواد البصری ثنا عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابی هلال عن زید بن ایمن عن عبادۃ بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه مشهود تشهدہ الملائكة وان احداً لن

اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

یصلی علی الا عرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منها قال قلت و
بعد الموت قال و بعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تاكل
اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے
دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے اس میں فرشتے حاضر
ہوتے ہیں مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ
وہ اس سے فارغ ہو میں نے عرض کیا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا
کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا
ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا
ہے۔

صاحب تسکین الصدور امام المحققین محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرفراز
خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ و مازالت شمسہ بازغہ علینا نے اس حدیث کا صحیح ہونا
دس محدثین سے نقل کیا ہے۔ علامہ منذری، علامہ عزیزی، علامہ مناوی، علامہ دمیری،
علامہ زرقانی، حافظ ابن حجر، علامہ سہودی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، مولانا شمس الحق
عظیم آبادی، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

حافظ منذریؒ فرماتے ہیں اسنادہ جید (ترجمان السنہ ج ۳ ص ۲۹۷) کہ اس کی
سند جید اور کھری ہے۔ علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں ورجالہ ثقات (السراج الممیر
ج ۱ ص ۲۹۰) کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں قال الدمیری
رجالہ ثقات (فیض القدیر ج ۲ ص ۸۷) کہ دمیریؒ فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ
ہیں اور علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں رواہ ابن ماجہ ہرجالہ ثقات (زرقانی شرح

مواعظ ج ۵ ص ۳۳۶)

(بذل المحمود ص ۱۶۰ ج ۳)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

قلت رجاله ثقات (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۸)
ترجمہ..... میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

اور علامہ سہودیؒ فرماتے ہیں کہ

رواہ ابن ماجہ باسناد جید. (خلاصۃ الوفاء ص ۴۸)
ترجمہ..... امام ابن ماجہؒ نے اس کو جید سند سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ملا علی القاریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

باسناد جید نقلہ میرک عن المنذریؒ ولہ طرق کثیرہ.

(مرقات ص ۱۱۲ ج ۲)

ترجمہ..... اس کی سند جید ہے، محدث میرکؒ نے امام منذریؒ سے اس کو نقل کیا ہے اور
اس کے طرق بہت ہیں۔

قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ

وقد اخرج ابن ماجہ باسناد جید. الخ.

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶)

ترجمہ..... امام ابن ماجہؒ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں کہ

باسناد جید (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)

ترجمہ..... اس کی سند جید اور کھری ہے۔

ان تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور

اس کی سند جید اور کھری ہے، اور محدثین کرامؒ کا جم غفیر جید کہہ کر اس حدیث کی تصحیح کرتا

سوال

صحابی نے یہ کیوں کہا وقد اومت کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے۔

۴۔

حدیث اوس بن اوس کے روادۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱. حسین بن علی (ع) ثقة عابد (تقریب ص ۷۴)

۲. عبدالرحمن بن یزید بن جابر (ع) ثقة (تقریب ص ۲۱۱)

۳. ابو الاشعث صنعانی (نج م) ثقة (تقریب ص ۱۴۴) (اسمہ

شراحبیل بن اوہ)

۴. اوس بن اوس. صحابی (تقریب ص ۳۹)

مصنف عبدالرزاق کے روادۃ اسماء الرجال کی نظر میں

۱. عبدالرزاق. (ع) ثقة حافظ مصنف شہیر عمی فی آخر عمرہ

متغیر و کان یتشیع (تقریب ص ۲۱۳)

۲. سفیان ثوری (ع) ثقة فقیہ حافظ عابد امام حجة (تقریب

ص ۱۲۸)

۳. عبداللہ بن السائب (نج م م) وثقه النسائی (تقریب

ص ۱۷۴)

۴. زاذان صدوق یرسل وفيہ شیعۃ (تقریب ص ۱۰۵)

۵. عبداللہ بن مسعود (ع) صحابی (تقریب ص ۱۸۹)

نوٹ۔ اصطلاح شیعہ کے بارے میں آگے حاشیہ میں حدیث ان اللہ ملائکہ

سیاحین کے تحت آ رہا ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

حدیث ابوالدرداء کے روادۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

جواب

آپ کی کھلی زندگی میں چونکہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا تھا اسی لئے صحابہ نے یہ مسئلہ پوچھ

۱. عمرو بن سواد المصری (م د س ق) ثقة (تقریب ص ۲۶۰)
۲. عبد اللہ بن وہب (ع) الفقیہ ثقة حافظ عابد (تقریب ص ۱۹۳)

۳. عمرو بن الحارث (ع) ثقة فقیہ حافظ (تقریب ص ۲۵۸)
۴. سعید بن ابی ہلال (ع) صدوق اختلط (تقریب ص ۱۲۶)
۵. زید بن ایمن (ق) مقبول (تقریب ص ۱۱۲)

۶. عبادة بن نسی (صحاح اربعہ) ثقة فاضل (تقریب ص ۱۶۵)
۷. حضرت ابو الدرداء صحابی جلیل (تقریب ص ۲۶۷)
ما علی قاری رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں

ای من ان تا کلھا فان الانبیاء فی قبورہم احياء

ترجمہ..... اللہ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے اس سے کہ وہ اس کو کھائے اس لئے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔
اور پھر فرماتے ہیں

و یؤیدہ ما سیرد فی الحدیث الثالث من الفصل الثالث فنبی اللہ
حی یوزق

ترجمہ..... اسی کی تائید کرتا ہے وہ مضمون جو فصل ثالث کی حدیث ثالث میں عنقریب آئے گا۔ کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے پھر اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

فمحصل الجواب ان الانبیاء احياء فی قبورہم فیمكن لهم
سماع صلوٰۃ من صلی علیہم.

لیا اور وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے کام آگیا۔ صحابی نے عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا

ترجمہ..... پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جو ان پر صلوٰۃ و سلام پڑھے ان کا سلام سننے کی قدرت رکھتے ہیں۔
آگے فرماتے ہیں

ذكرها السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور
بالاخبار الصحیحة والآثار الصریحة قال ابن حجر الفاده من
ثبوت حیاة الانبیاء حیاة بها یعبدون و یصلون فی قبورهم مع
استغنائهم عن الطعام والشراب کالملائكة امر لا مرية فیه.
ترجمہ..... علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور فی احوال القبور میں صحیح احادیث اور
صریح آثار کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے کہا ابن حجر نے اس روایت کا مفاد حیات انبیاء کا
ثبوت ہے۔ کہ ان کی ایسی حیات ہے جس کے لئے عبادت کرتے ہیں نمازیں پڑھتے
ہیں اپنی قبور میں ساتھ مستغنی ہونے کے کھانے پینے سے۔ جیسے فرشتے۔ یہ ایسا امر
ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

اور امام بیہقی نے ایک جزء اسی مسئلے میں تہنیف فرمایا ہے۔ آگے لکھتے ہیں
رواہ ابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ والدارمی قال میرک و
رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم و صححہ و زاد ابن حجر
بقولہ وقال صحیح علی شرط البخاری و رواہ ابن خزيمة فی
صحیحہ والبیہقی فی الدعوات الکبیر.

ترجمہ..... روایت کیا اس کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے اور محدث میرک نے
کہا ہے اور روایت کیا ہے اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی اس کو
روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور زیادتی کی ہے ابن حجر نے حاکم کے قول میں کہ

ہے تو جسم کل سڑ جاتا ہے۔

اس نے کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے۔ اور روایت کیا اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں۔ اور بیہقی نے دعوات کبیر میں لکھا ہے، آگے لکھتے ہیں

قال النووی اسنادہ صحیح بنقل العدل عن العدل
نوی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے، عادل راویوں نے عادل راویوں سے نقل کیا
(مرقات ص ۲۳۸ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

گفت آنحضرت بدرستیکہ خدا احترام کردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را کنایت
است از حیات چنانچہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی درداء بیاید حیات انبیاء متفق
علیہ است و چچ کس را دروے خلاف نیست۔ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات
معنوی روحانی چنانچہ شہداء راست در بخاری حدیث کہ فرمود (ان الله حرم علی
الارض اجساد الانبیاء) اشارت است بدال اگرچہ در باب کہ عرض صلوات و
حصول علم و ادراک است حیات روحانی نیز کافیست لیکن مذہب ہمانست کہ گفتہ شد و
تحقیق ایں مسئلہ در تاریخ مدینہ کہ مسی است بحدب القلوب الی دار المحبوب ذکر کردہ
شدہ است از انجا باید جست۔

(افقہ الممعات)

ترجمہ۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے
اجسام کو حرام کر دیا ہے درست ہے یہ کنایہ ہے حیات سے چنانچہ اس کی صراحت
تیسری فصل میں حدیث ابو درداء میں آئے گی۔ اور حیات انبیاء متفق علیہ ہے کسی کو
اس میں اختلاف نہیں حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ کہ معنوی روحانی چنانچہ شہداء
کے لئے ہے اور اس حدیث میں بھی فرمایا ان الله حرم علی الارض اجساد
الانبياء اشارہ ہے اسی چیز کا اگرچہ اس باب میں کہ عرض سلام اور حصول علم اور
ادراک کے لئے حیات روحانی بھی کافی ہے لیکن مذہب وہی ہے جو بیان ہو چکا۔

نکتہ

صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ درود پاک اسی جسم پر پیش ہوتا

تحقیق اس مسئلے کی تاریخ مدینہ میں جس کا نام ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ذکر کر دی گئی ہے اسی جگہ تلاش کر لی جائے۔

علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت ابو الدرداءؓ نے یہ سمجھا کہ شاید یہ حکم ظاہری حالت یعنی آپ کی دنیاوی زندگی ہی سے متعلق ہے چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے۔ یعنی جس طرح دوسرے مردوں کے جسم بعد میں فنا ہو جاتے ہیں اس طرح انبیاء کے جسم قبر میں فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اصل حالت میں موجود رہتے ہیں اس لئے انبیاء کے لئے دونوں حالتیں یعنی دنیا کی ظاہری زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ یہاں ہیں اسی طرح وہاں ہیں اسی لئے کہا گیا ہے اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔ اللہ کے دوست اور حقیقی بندے مرتے نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ لہذا جس طرح یہاں دنیا کی زندگی میں میرے سامنے درود پیش کیئے جاتے ہیں اسی طرح میری قبر میں بھی میرے سامنے درود پیش کئے جاتے رہیں گے حدیث کے آخری الفاظ حسی یسوزق کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اپنی اپنی قبروں میں حق تعالیٰ کی طرف سے معنوی رزق دیا جاتا ہے۔ اور اگر رزق سے رزق حسی مراد لیا جائے تو یہ حقیقت کے منافی نہیں ہوگا بلکہ صحیح ہی ہوگا کیونکہ جب شہداء کی ارواح کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جنت کے میوے کھاتی ہیں تو انبیاء شہداء سے بھی اشرف و اعلیٰ ہیں تو اس لئے ان کے لئے بھی یہ بات بطریق اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں رزق حسی دیئے جاتے ہوں۔ (مظاہر حق ص ۸۹۳ ج ۱)

ہے۔ چونکہ عام لوگوں کا جسم مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے تو اس لئے صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت موت تو آپ کو بھی آتی ہے اور آپ کی موت کے فوراً بعد قیامت بھی نہیں آتی تو آپ کے امتی جو قیامت تک درود پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان الله عز وجل قد حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔ ترجمہ..... بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمین میں رکھا گیا۔ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب و خیال والے جسم کو۔ تو اسی جسم کے متعلق آپ فرما رہے ہیں کہ یہ گلے سڑے گا نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اس جسم پر درود پیش ہوگا اور احادیث میں بھی یہی ہے۔

چھٹی آیت سے حیات الانبیاء علیہم السلام پر استدلال
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يا ايها الذين آمنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت
النبي ولا تجهر له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط
اعمالكم وانتم لا تشعرون۔

(الحجرات آیت نمبر ۳)

ترجمہ..... اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اوپر
اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں
تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اکابرین اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ وفات کے بعد درود پیش کرنے کا
بھی یہی حکم ہے جس طرح آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تھا۔ چنانچہ روضہ پاک کے قریب
کامل ادب اور احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز

ہمیشہ پست رہے۔

مناظرہ کلثم ہشہ

حضرت ادا کاڑوئی نے فرمایا جب میں سب سے پہلے تقریر کرنے گیا تو دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر دارالعلوم کبیر والا کے مہتمم مفتی محمد انور صاحب اور مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ تمام حضرات میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ رات کے وقت تقریر تھی جب میں نے تقریر شروع کی تو کچھ دیر کے بعد اشاعت التوحید والنہ کلثم ہشہ کا صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے کہا کہ آپ واپس نہ جائیں بلکہ کل کو ہمارا آپ سے مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا پھر اور کیا چاہئے۔ چنانچہ مولانا محمد انور صاحب واپس آ کر دارالعلوم کبیر والا سے کتابیں لے گئے اور میں نے رات وہیں قیام کیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد بھی درس دیا اب ان کے بھی پانچ سات آدمی پیچھے آ کر درس میں بیٹھ گئے اور درس سنتے رہے۔ جب میرا درس ختم ہوا تو ان کا صدر جس کا نام حق نواز تھا اور جس نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن جب احمد سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گندم کے کھیت میں چھپ گیا ہے، ہم ساری رات سوئے بھی نہیں ہیں اسے تلاش کرتے رہے ہیں مگر وہ ملا نہیں۔ چنانچہ اب آپ کو احمد سعید کے استاد اللہ بخش سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم سب حق نواز کی حویلی میں چلے گئے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے میں نے لوگوں سے پوچھا آپ میں سے کوئی عربی پڑھا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیا فیصلہ کریں گے؟ آپ کو کیا پتا چلے گا کہ کون ترجمہ صحیح کر رہا ہے اور کون غلط کر رہا ہے۔ آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک جو میرے ساتھی ہیں، وہ مجھے ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک اُن کے ساتھی ہیں وہ اُن کو ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں جتنے دلائل بھی دوں۔ اور وہ کچھ بھی کہے۔ اور ایک تیسرا طبقہ ہوگا جو نہ ان کے ساتھ ہوگا اور نہ ہمارے ساتھ ہوگا، وہ درمیان میں ہوگا اور پریشان ہو رہا ہوگا کہ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے؟

لطیفہ

کوئی آدمی حج کرنے گیا پنجاب سے، اب وہاں کسی عربی دکاندار سے لڑ پڑا۔ اب اسے پنجابی میں گالیاں دیتا رہا اور وہ عربی میں گالیاں دیتا رہا۔ جب واپس خیمے میں آیا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ عرب والوں کو حوصلہ بہت بڑا دیا ہے اللہ نے میں گالیاں دیتا تھا اور وہ قرآن ہی پڑھتا تھا۔ میں نے کہا اس پنجابی والا حال تمہارا ہوگا۔ تو آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ اس پر وہ لوگ متفکر ہو گئے اور کہنے لگے پھر اس کا کیا حل ہے؟

میں نے کہا اگر آپ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں تو میرے ذہن میں بہترین حل ہے کہ علماء دیوبند کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں اسی طرح حدیث کی کتابیں بھی موجود ہیں۔ پہلے میں اپنی دلیل نکالوں گا لیکن خود نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ آپ کے اردو خواندہ ساتھی کو دوں گا اور وہ حوالہ پڑھ کر آپ کو سنادے گا۔ اسی طرح میں حدیث نکالوں گا اسے دے دوں گا وہ حدیث بھی پڑھے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی پڑھ کر سنادے گا۔ اور اس پر جو تشریح ہوگی کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وہ بھی آپ کو پڑھ کر سنادے گا۔ اسی طرح جو آپ کے مولوی صاحب کی جو دلیل ہوگی وہ بھی اگر قرآن پاک کی آیت ہوگی تو اردو ترجمہ اور تفسیر اور اگر حدیث ہوگی تو اس کا اردو ترجمہ اور ہمارا آدمی وہ حوالہ پڑھ کر سنادے گا۔ مناظر کا کام صرف اتنا ہوگا کہ وہ حوالہ نکال کر دے گا۔ آپ اس کو سنیں اور اچھی طرح دیکھیں تاکہ آپ اس کو سمجھیں۔ کیونکہ آپ اردو دان ہیں اور اردو کو آپ آسانی سے سمجھ سکیں گے اس طریقے سے تو کوئی فیصلہ ہو جائے گا اور آپ کے پلے بھی کوئی بات پڑ جائے گی۔ اور اگر مرغوں کی لڑائی آپ نے دیکھنی ہے کہ وہ کچھ کہتے رہیں، ہم کچھ کہتے رہیں پھر اس کا فائدہ آپ کو نہیں ہوگا۔

چنانچہ مہر حق نواز جو مناظرہ کروا رہا تھا وہ کہنے لگا ٹھیک ہے چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ میں نے معارف القرآن کی پہلی جلد اٹھائی اور اس سے آیت شہداء کی تلاوت کی۔ اب اس آیت کے نیچے حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر تھا۔ چنانچہ میں نے معارف القرآن حق نواز کو دے دیا۔ حق

نواز نے آیت پڑھی اور ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔ اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی

منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری

الی اجل مسمى ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون۔

ترجمہ..... اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور کھینچ لیتا

ہے ان کی نیند میں جن کی موت کا وقت نہیں ہوتا پھر روک دیتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا

ہے اور بھیج دیتا ہے دوسری کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

دھیان کریں۔

اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں کیونکہ آیت

میں شہداء کی حیات کا لفظ ہے اور مفسرین نے اس کی تفسیروں میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی

فرمایا ہے۔ پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی۔

الانبياء احياء فی قبورهم یصلون۔

میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور خود ہی ترجمہ کرو۔ اب میں

نے کہا پہلے تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ پڑھی تھی جس میں سندوں کی بحث نہیں تھی۔ اب حدیث

مبارکہ ہے اور یہاں سندوں کی بحث چلے گی چنانچہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قبل کہ مولوی

صاحب اس کی سندوں پر بحث کریں یہ بھی ایک حدیث سنا دیں تاکہ سندوں کی بحث بعد میں چلے

کیونکہ اگر فقط میں نے حدیث پڑھی تو مولوی صاحب صحیح سے صحیح حدیث کی سند پر بھی اعتراض کر

دیں گے۔ کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا راوی بھی ایسا مشکل سے ملے گا جس کو کسی نے ضعیف نہ کہا

ہو۔ اور ضعیف ترین راویوں کی بھی کسی نے کسی نے تعریف کی ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک غیر مقلد شیخ الحدیث مجھے کہنے لگا۔ حدیث لا صلوة لمن لم

بقرا بفتح الکتاب اس کے راوی پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے؟ میں نے کہا یہ پوچھو کہ کوئی راوی بیچ بھی سکتا ہے؟ وہ کہنے لگا آپ اعتراض کریں۔ میں نے کہا امام بخاریؒ کو کتاب الجرح والتعديل میں متروک لکھا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ان کو ضعیف لکھا ہے اور ان کو ضعیف کہنے والے ان کے اساتذہ ہیں اور سننے والا خود ان کے اساتذہ سے سن کر لکھ رہا ہے اور درمیان میں بھی کوئی واسطہ نہیں۔ پھر میں نے کہا اسی میں ان کے استاد ہیں علی بن عبد اللہ المدینی یہ وہی ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی دے کر امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے لگوائے۔ عقیلی نے اس کو خوب واضح کیا ہے اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے خلاف چیخ رہے ہیں۔ آگے ان کے استاد سفیان بن عیینہ ہیں جو مختلف ہیں، آگے ان کے استاد زہری ہیں جو آپ کی تحقیق کے اعتبار سے شیعہ ہیں۔ (ح ۱۷) اور مدلس تو یقیناً ہیں۔ اور عن سے روایت سے کر رہا ہے۔ اب غیر مقلد شیخ الحدیث تواتنی جروحات سن کر بدہضمی کا شکار ہو گیا کبھی یہاں سے وہاں بیٹھتا اور وہاں سے یہاں بیٹھتا۔ لا الی ہولاء ولا الی ہولاء۔ کا مصداق بنا ہوا تھا۔

اب یہ حدیث الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون اس کو چودہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ امام بیہقیؒ ۴۵۸ھ علامہ سبکیؒ ۷۶۱ھ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ بیہقیؒ، علامہ عزیزیؒ، علامہ سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، علامہ عبد الرؤف مناویؒ، علامہ سہودیؒ، قاضی شوکانیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ۔ ص ۲۲۰۔

صاحب نظم المتناثر فرماتے ہیں

ان ما تواتر عن النبی ﷺ حیاۃ الانبیاء فی قبورہم۔

(ح ۱۷)۔ فیض عالم صدیقی غیر مقلد امام زہری کے بارے میں لکھتا ہے ”ابن شہاب منافقین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن خبیث مکذوب روایتیں انہی کی طرف منسوب ہیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۰۸)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں

حیاء النبی فی قبرہ و سائر الانبیاء معلومة عندنا
علما قطعیا لما قام عنونا من الادلة فی ذلك و تواترت به
الاخبار.

(الحاوی للفتاویٰ سیوطی ص ۱۳۹ ج ۲)

علامہ بیہقی نے بھی اس کو اسی سند سے نقل کیا ہے جس سے ابو یعلیٰ موصلی نے نقل کیا ہے۔
(۱۸ ج) چنانچہ حضرت نے فرمایا جب میں نے یہ حدیث پڑھی تو اس حق نواز نے اس مولوی اللہ

(۱۸ ج)۔ امام بیہقی اس سند سے روایت فرماتے ہیں

ابسانا ابو یعلیٰ الموصلی ثنا ابو الجهم الازرق بن علی ثنا یحیٰ
بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت عن
انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احياء فی
قبورهم یصلون.

مزید اس سند سے بھی روایت کرتے ہیں

اخبرنا ابو شیمان الامام ابنا زاهر ابن احمد ابنا ابو جعفر محمد
بن معاذ المالینی ثنا الحسن بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبید اللہ بن
ابی حمید الہزلی عن ابی الملیح عن انس بن مالک الانبیاء فی
قبورهم احياء یصلون.

اسی طرح علامہ سبکی نے جزء حیات الانبیاء میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور استدلال
کیا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱۔ ابو یعلیٰ الموصلی۔ الحافظ اللہ اور محدث الجزیرہ تھے اور ان کی وفات ۳۰۷ھ میں

بخش سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اس نے کہا کہ یہ قائل ہیں دنیاوی زندگی کے اور اسمیں

ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۳۸ ج ۲)

۲۔ ابوالجہم الازرق۔ صدوق مغرب (تقریب ص ۲۶)

۳۔ یحییٰ بن ابی بکیر۔ (ع) ثقہ (تقریب ص ۳۷۶)

۴۔ مسلم بن سعید۔ (ع) صدوق عابد رہا بماتم (تقریب ص ۳۳۳)

۵۔ حجاج بن الاسود ثقہ صالح الحدیث (لسان المیزان ص ۷۵ ج ۲)

۶۔ ثابت بنانی (ع) ثقہ عابد تقریب ص ۵۰)

۷۔ انس بن مالک صحابی مشہور (ع) تقریب ص ۳۹) خلاصہ تسکین الصدور ص

(۲۳۰، ۲۱۹)

اعتراض

ابوالجہم الازرق کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ غریب ہے۔

جواب۔

غریب صحت کے منافی نہیں ہے۔ اگر غریب کو صحت کے منافی کہتے ہو تو بخاری کی پہلی روایت کے بارے میں کیا کہو گے؟ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن تیمیہ اور محدثین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث غریب ہے تو کیا وہ صحیح بھی نہیں ہے؟ پھر یہ کہ ان کے متابع موجود ہونے کی وجہ سے استغراب نہیں رہتا۔ چنانچہ ابوالعزم اخبار اصہبان ج ۲ ص ۱۸۳ اس سند سے یہی روایت لائے ہیں۔ عن عبد اللہ بن ابراہیم الصباح عن عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ثنا یحییٰ بن ابی بکیر۔ اس سند سے معلوم ہوا کہ ابوالجہم الازرق کا متابع عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر موجود ہے لہذا استغراب نہ رہا۔ نیز عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر کا سماع بھی یحییٰ بن ابی بکیر سے ثابت ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ابو عبد الرحمن سح جدہ یحییٰ بن ابی بکیر قاضی کرمان

دنیاوی کالفظ آیا ہی نہیں۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا

(تاریخ بغداد ص ۸۰ ج ۱۰ رقم ۵۱۹۲)

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اخبار اصہبان میں جرح و تعدیل دونوں ذکر نہیں کیں۔ البانی نے لکھا ہے

قال البيهقي ولم اكن قد وقفت عليه في مسند ابى يعلى و اخبار اصهبان ولما وقفت على اسناده فيهما تبين لي انه اسناد قوي.

(الاحاديث الصحيحة ص ۱۸۹ ج ۲)

اس ضمن میں ایک واقعہ یاد آیا کہ پانچ جون ۱۹۶۵ء کو کجرات کے سالانہ جلسہ پر منکر حیات النبی ﷺ عنایت اللہ شاہ کجراتی نے چیلنج دیا کہ اگر قائلین حیات سوسال تک بھی مسند ابی یعلیٰ پیش کر کے اس سے حدیث الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون دکھادیں تو میں حیات النبی کا عقیدہ تسلیم کر لوں گا۔ چنانچہ چوہدری محمد ظیل متولی جامع مسجد حیات النبی ﷺ کجرات نے یہ چیلنج قبول کر لیا اور ۱۱ اگست ۱۹۶۵ء کو مسند ابی یعلیٰ کا قلمی نسخہ پیر جھنڈا سے منگوایا جس کے صفحہ ۳۰۰ پر یہ حدیث درج تھی لیکن افسوس کہ عنایت اللہ شاہ نے پھر بھی حیاۃ النبی ﷺ کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا۔ اب مسند ابو یعلیٰ چھپ چکی ہے جس میں صفحہ ۱۲۷ ج ۶ پر یہ حدیث درج ہے اور محشی نے اسنادہ صحیح تحریر کر دیا ہے۔

حافظ ابن عساکرؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ دمشق کے اندر محدث حسن بن علی کے حالات میں لکھتے ہیں

الحسن بن علی بن وقاق بن الصلت بن ابان بن زریق ابو القاسم النصیبی الحافظ قدم دمشق و حدث بها سنة اربع و اربعين و ثلاثمائة عن ابی یعلیٰ الموصلی والحسن الدارمی و محمد بن

حدیث تو بے فائدہ ہوئی، نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے اعتبار سے اللہ کے پیغمبر نے

اسحق ابن خزیمہ و جملہ کثیرین و روی عنہ عام و ابن مندہ
والحافظ سعید ابن السکن و غیرہم و اسند الحافظ من طریقہ
عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: خلوف، فم الصائم اطیب
عند اللہ من ریح المسک و روا عنہ تمام بسندہ عن انس انہ قال
قال النبی ﷺ الانبیاء احياء فی قبورہم یصلون. و رواہ البیہقی
فی کتاب حیات الانبیاء و لم یخرجه اصحاب السنن.

(تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۲۳۶)

نیلوی صاحب کی بھی سن لیجئے

نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ احياء کے لفظ سے بظاہر دنیاوی متعارف زندگی معلوم
ہوتی ہے (ندائے حق) یہ فرماتے ہیں یہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن
سے) بذریعہ دلالت النص ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعے ثابت ہوتا
ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ (ص ۲۸ ج ۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض۔

صحاح ستہ کی کسی کتاب کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس حدیث کے زیور سے
آراستہ ہوتی طبقہ ثالثہ کی احادیث فقہاء کے ہاں معمول بہا نہیں تھیں بلکہ اجماع ان
کے خلاف منعقد ہو چکا ہے۔

جواب

اس حدیث کے مضمون پر تو اجماع ہے اور مسلم کی حدیث اس کے موافق ہے خود نیلوی
صاحب نے اپنے عقیدہ کے اثبات کے لئے (ان کے خیال میں ورنہ اس میں ان کا
عقیدہ نہیں ہے) امام زین العابدین کی حدیث نقل کی ہے ابو یعلیٰ سے اور اس کی صحت

ایسی بات فرمائی جو نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ گویا کہ معاذ اللہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث نکی

پر بڑا زور مارا ہے یہاں خود ابو یعلیٰ سے روایت کر رہے ہیں، بخاری مسلم بلکہ پوری
صحاح ستہ یاد نہ رہی، اس پر یہی کہنا مناسب ہے

آنچه شیراں را کند روپاہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

ص ۳۱ ج ۲ پر لو کان موسیٰ حیا سے استدلال کیا ہے یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں
بلکہ طبقہ ثالثہ کی کتابوں میں ہے جس کی سندوں میں مجالد بن سعید جابر بن عبد الرحمن
بن اسحاق واسطی جیسے راوی ہیں۔ مجالد بن سعید اور جابر بن عبد الرحمن بن اسحاق پر
جروحات، آنے والے اشکالات کے جوابات کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے متعلق اشکالات

اور ان کے جوابات

حدیث مبارکہ الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون کے بارے میں ایک مماقی
پمفلٹ سامنے آیا ہے، اصل میں یہ پمفلٹ لکھنے والا اصول حدیث سے بالکل ناواقف ہے،
جواب سمجھنے سے پہلے محدثین کے چند اصول ملاحظہ ہوں
علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں

قال بعضهم یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس

بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح.

ترجمہ..... بعض علماء فرماتے ہیں حدیث پر صحت کا حکم لگا دیا جائے گا جب
اس کو امت نے قبول کر لیا ہو، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔

(تدریب الراوی ص ۲۹)

قال ابن عبد البر فی الاستدکار لما حکى عن

بات ہوتی ہے۔ میں نے کہا حدیث کے الفاظ میں الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون۔ اور

الترمذی ان البخاری صحیح حدیث البحر هو الطهور ماؤه
و اهل الحديث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث
عندی صحیح لان العلماء تلقوه بالقبول وقال فی التمهید
روی جابر عن النبی ﷺ الدینار اربعة وعشرون قیراطا
قال وفی قول جماعة العلماء و اجماع الناس علی معناه
غنی عن الاسناد فیہ۔

(ص ۲۹)

ترجمہ..... علامہ ابن عبدالبرؒ الاستذکار میں فرماتے ہیں جب امام ترمذیؒ سے یہ بات نقل
کی کہ بخاری حدیث بحر ”هو الطهور ماؤه“ کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ محدثین اس جیسی سند کو صحیح
نہیں کہتے لیکن حدیث میرے (ابن عبدالبرؒ) نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ علماء نے اسے قبول
فرمایا ہے اور ابن عبدالبرؒ تمہید میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے نبی اقدس ﷺ سے روایت کی
الدینار اربعة وعشرون قیراطا اور فرمایا علماء کی جماعت کا قول اور لوگوں کا اجماع اس معنی پر
اس کی سند سے مستغنی کر دیتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ آگے فرماتے ہیں

المعواتر فانه صحیح قطعاً لا یشرط فیہ مجموع

هذه الشروط

متواتر یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے، اس میں ان شرائط کے پائے جانے کی شرط نہیں۔

(ص ۳۰)

صاحب نور الانوار فرماتے ہیں

لما تلقته الامة بالقبول صارت بمنزلة المشهور

یہ متواتر حدیث ہے اس میں حضرت محمد ﷺ کی قبر کا ذکر ہے۔ مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات

جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ بمنزل مشہور کے ہو جاتی ہے۔

اسی طرح خبر متواتر کے بارے میں لکھا ہے

ومن شأنه ان لا يشترط عدالة رواه.

خبر متواتر کی شان یہ ہے کہ اس کے راویوں کی عدالت شرط نہیں۔

(قفا لاثر بحوالہ قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۲)

یعنی اس کی سند سے بحث نہیں کی جائے گی۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

كل حديث اجمع السلف على قبوله او تواتر

اهلية رواه فلا حاجة عن البحث من عدالة رواه وما عدا

ذالك يبحث عن عدالة رواه.

(عقد الجدید ص ۵۲)

ہر وہ حدیث جس کی قبولیت پر سلف کا اجماع ہو گیا ہو یا اس کے راویوں کی عدالت متواتر

ہو، اس کے روات سے بحث کی حاجت نہیں۔ جو اس کے علاوہ ہوں گے ان روات کے حالات

سے بحث کی جائے گی۔

فقہ حنفی کے عظیم محدث محقق فقیہ اصولی شیخ زاہد بن حسن الکوثریؒ لکھتے ہیں

واحتجاج الائمة بحديث صحيح له منهم. بل

جمهور اهل العلم من جميع الطوائف على ان خبر الواحد

اذا تلقته الامة تصديقا له او عملا به يوجب العلم.

(مقالات کوثری ص ۷۰)

مانتے ہیں کہ حضرت پاک ﷺ کی قبر مطہرہ مدینہ میں ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو مجھے بتا دو سب

ترجمہ..... آئمہ کا حدیث کو بطور دلیل کے لے لینا یہ ان کی طرف سے اس حدیث کو صحیح قرار دینا ہوگا۔ بلکہ تمام جماعتوں کے جمہور اہل علم اس اصول پر ہیں کہ خبر واحد کو امت جب اس کی تصدیق کرتے ہوئے یا اس پر عمل کرتے ہوئے قبول کر لے تو یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔
ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

ان الاخبار الاحاد الصحيحة قد يحصل بتعدد طرقها
تواتر معنوی. (ص ۱۳۵)

اخبار احاد صحیحہ کی اسناد کے متعدد ہونے سے تواتر معنوی حاصل ہو جاتا ہے۔
خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں

والتواتر علی انحاء تواتر اسناد و تواتر طبقة و تواتر
توارث و تعامل و تواتر قدر المشترك و کله تواتر یفید
القطع.

ترجمہ..... تواتر کی کئی قسمیں ہیں تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، تواتر توارث و تعامل و تواتر معنوی۔ یہ تمام تواتر کی قسمیں ہیں۔ اور یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔

(نیل الفرقان ص ۳۰)

دوسو کے قریب کتابوں کے مصنف محدث، فقیہ، اصولی، مورخ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں
وکذا اذا تلقته الامة الضعيف بالقبول يعمل به

الصحيح حتى انه ينزل منزلة المتواتر

(فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث ص ۱۲۰،

کہنے لگے وہیں قبر ہے میں نے کہا مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ جو مدینہ پاک

بحوالہ ما تمس الیہ الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجہ)
اسی طرح جب امت ضعیف حدیث کو قبول کر لے تو اس کے ساتھ صحیح حدیث والا معاملہ
کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ متواتر کے درجہ میں ہو جائے گی۔

حافظ الدین حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

والمتواتر لا یبحث عن رجاله بل یجب العمل به من

غیر بحث۔

ترجمہ..... اور متواتر کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بغیر بحث کے اس
پر عمل واجب ہے۔ (شرح نخبة الفکر ص ۳۵)

ابن ابی العزائمی لکھتے ہیں۔

و خبر الواحد اذا تلقته الامة بالقبول عملا به و

تصدیقاً له یفید العلم (الیقینی) عند جماہیر الامة وهو احد

قسمی المتواتر ولم یکن بین سلف الامة فی ذالک نزاع۔

ترجمہ..... اور خبر واحد کو جب امت قبول کر لے اس کی تصدیق کرتے

ہوئے، اور اس پر عمل کرتے ہوئے تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، جمہور علماء امت

کے نزدیک، اور یہ بھی متواتر کی ایک قسم ہے۔ اسلاف امت میں اس بارے میں کوئی

نزاع نہیں تھا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۳۵۵)

سلطان الحمد شین ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں

قال عطاء الاجماع اقوی من الاسناد

ترجمہ..... حضرت عطاء فرماتے ہیں اجماع اسناد سے قوی ہے۔

کی قبر میں آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، وہی جسد اطہر جو سیدہ آمنہؓ کے پیٹ

(مرقات ص ۴۷ ج ۱)

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکنویؒ لکھتے ہیں

ایراد الاسئلة والاجوبة فعلى بعض المتون لا على

قدر المشترك المستفاد من الاخبار.

کہ سوال و جواب بعض متون پر ہیں نہ کہ قدر مشترک پر جو کہ ان اخبار سے مستفاد ہیں۔

(فوائح الرحموت ص ۲۶۶ ج ۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر بعض متون یا روایات پر فرداً فرداً اعتراضات ہو سکتے ہوں تو

پھر بھی ان سے جو بات قدر مشترک کے طور پر سمجھ میں آرہی ہو اس پر اعتراض اثر نہیں کرتا۔ ان تمام عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

(۱)..... جس حدیث کو امت قبول کر لے اور اس پر کسی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد رکھ لے وہ

حدیث صحیح کے درجے میں بلکہ متواتر کے درجے میں ہو جاتی ہے اور اس کی سند کی بحث کرنا اصول محدثین کے خلاف ہے۔

(۲)..... اگر کئی اخبار احاد ہوں ان سے ایک معنی مشترک طور پر سمجھ میں آتا ہو تو اس بات

کو تواتر معنوی حاصل ہوگا۔

(۳)..... تواتر معنوی بھی یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

(۴)..... اگرچہ اخبار احاد یا متون پر فرداً فرداً اعتراضات ہوں لیکن ان سے ثابت

ہونے والے مفہوم پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ جیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام تواتر معنوی سے ثابت

ہے، اس کی بعض روایات پر جرح اس اصل مسئلہ کے ثبوت میں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی، بلکہ

ایسی روایات پر جرح کرنا ہی بے فائدہ اور بے کار ہوگا۔ اور ایک اتفاقی مسئلہ کو مشکوک بنانے کی سعی

سے پیدا ہوا، وہی جس نے ہجرت کی، وہی جس نے جہاد کیا، وہی جسم جو معراج پر گیا، جب اس قبر

لا حاصل ہوگی۔

(۵)..... اجماع اسناد سے قوی ہے، یعنی جس بات پر اجماع ہو جائے اس کی روایات کی

اسناد کی جانچ پر کچھ نہیں کی جائے گی۔

نوٹ..... یہ وہ اصول ہیں جو ان محدثین امت نے لکھے ہیں جن کی فن حدیث میں

امامت مسلمات میں سے ہے۔ اس مختصری تمہید کے بعد پمفلٹ کا جواب لکھا جاتا ہے اور اس میں دیئے گئے دھوکوں کو واضح کیا جاتا ہے۔

صاحب پمفلٹ لکھتا ہے

روایت الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون جس کے سننے سے اسلام کی تین صدیاں

محروم رہیں، صحاح ستہ جس کے بیان سے قاصر رہی،

جواب..... یہ بات غلط ہے کہ تین صدیاں محروم رہیں صحابہ کرامؓ کا اس عقیدہ کو اپنانا

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کو اس روایت کا علم تھا۔ عدم نقل سے عدم علم و سماع کیسے ثابت

ہے؟ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ سے چند ہزار احادیث مسانید میں منقول ہیں جبکہ آپ پانچ لاکھ

احادیث کے حافظ تھے۔ (وصایا امام اعظم) امام بخاریؒ تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے، جبکہ

بخاری کی کل روایات ۷۷۵ ہیں۔ مکررات حذف کر کے ۴۰۰۰ بچتی ہیں۔ کیا اس پر یہ کہا جائے گا

کہ امام بخاریؒ نے صرف اتنی احادیث ہی سنی ہیں باقی نہیں سنی؟ معلوم ہوا عدم نقل، عدم سماع اور

عدم علم کی دلیل نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے زمانے کے واقعات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے

ہاں یہ عقیدہ مسلمات میں سے تھا۔

(۱)..... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے

تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے عرض کیا

میں حیات ہے تو دنیا والا جسم ہی حیات سے فیض یاب ہوا۔

اے اللہ آپ کا وعدہ ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ کہ اگر گناہ گار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک (کہ تیری بخشش ہو گئی) (معارف القرآن ص ۲۵۸ ج ۲، تحریرات حدیث ص ۶۵۷)

(۲)..... جب سیدنا صدیق اکبر کا انتقال ہوا تو آپ کا جنازہ نبی اقدس ﷺ کی قبر کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا اور ندائی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ ابو بکر حاضر ہیں، پس دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا آواز دے رہا تھا کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ (تفسیر کبیر) یہ افضل الناس بعد الانبیاء کا جنازہ ہے خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا، ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے ان میں سے کسی نے ندائے اپنے والے کو نہیں کہا کہ تو مشرک ہے، ان سب کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ سنتے ہیں اور حیات ہیں۔

(۳)..... اٹھارہ ہجری میں بلال بن الحارث المزنی صحابی رسول کا واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے روضہ اقدس پر جا کر بارش کے لئے درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ عمرؓ کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمرؓ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ (شفاء القام ص ۱۳۰) حضرت عمرؓ نے لوگوں کو صلوٰۃ استقاء کے لئے جمع فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۷۷ ج ۷) اور جب سب جمع ہو گئے تو یہ واقعہ بتایا، لوگوں نے کہا بلالؓ نے سچ کہا، (تاریخ طبری ص ۹۹ ج ۴) یہ سند صحیح ہے، (البدایہ ص ۹۲ ج ۷) صحابہ کرامؓ روضہ اقدس پر درود و سلام پیش کرتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ دن میں سو سو مرتبہ روضہ اطہر پر حاضر ہوتے۔ (التعلیق المجد

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو دنیاوی حیات کہنے کا مطلب۔

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو حیات دنیوی کہنے کا مطلب اتنا ہی ہے کہ یہی دنیا والا

(ص ۳۹۶)

کیا ان کا عقیدہ حیات کا نہیں تھا؟ ویسے ہی سب کچھ کیا جا رہا تھا؟ پھر ان پر کسی نے نہ ۶۰ آیات سنائیں اور نہ ۱۸۰۰ احادیث سنائیں۔ کیا صحابہ شرک ہو تا دیکھتے رہے اور کسی نے نہ روکا۔ جب نہ روکا تو معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ حیات النبی کا تھا اور ان روایات پر ان کا عمل تھا اور اسی کے مطابق عقیدہ تھا۔ صحاح ستہ کے بیان نہ کرنے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے؟ کیا صحاح ستہ کے علاوہ کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں؟ یہ حضرات تو اپنے ذوق اور شرائط کے اعتبار سے احادیث لائے ہیں۔ بلکہ اپنی شرائط کی بھی بہت سے احادیث چھوڑ دی ہیں۔ جن پر استدراکات لکھے گئے۔ جس شخص کو علم حدیث سے ذرا بھی مناسبت ہو وہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ امام بخاریؒ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں بقول بعض کے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں بخاری میں صرف سات ہزار کے قریب لائے باقی احادیث کہاں گئیں؟ دیکھئے مقدمہ مشکوٰۃ اور تدریب الراوی (ص ۴۸) بخاری مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کیا، (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱) امام مسلمؒ فرماتے ہیں ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے، اس کو میں نے یہاں نقل نہیں کیا بلکہ میں نے صرف ان احادیث کو نقل کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔ (مسلم ص ۷۴ ج ۱) پھر کیا مماتی حضرات ان احادیث کو مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں اور ان سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔

(۱) خطبہ صدیق اکبر میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے نبی ﷺ اللہ آپ کو دو

موتیں نہیں چکھائے گا۔

اس سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔ مراد یہ ہے کہ قبر میں آپ کو دوسری موت نہیں آئے گی جیسے دوسرے انسانوں پر منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد طاری ہوتی ہے۔ اس کے تحت حافظ

جسم فائز الحیات ہے۔

ابن حجرؒ نے فتح الباری ص ۲۲ ج ۷ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۶۶۰ ج ۷ شیخ نور الحق محدث دہلوی نے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۶۲ ج ۳ علامہ کرمانی نے اپنی شرح بخاری میں ص ۲۱۰ ج ۱۴ پر علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری ص ۱۶۹ ج ۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة ص ۸۹۰ ج ۲ محدث سہارنپوری نے حاشیہ بخاری ص ۵۱۷ پر اس سے استدلال کیا ہے۔ ممتیو! بخاری کی اس حدیث اور محدثین کرام کے اس استدلال کو ہی مان لو ورنہ ایک حوالہ پیش کرو کہ کسی ایک اہل سنت و جماعت کے محدث فقیہ نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا استدلال غلط ہے یہ عقیدہ مشرکانہ ہے، اسی بخاری شریف میں ص ۴۸۱ پر روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے پھر سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا، بے ہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ بے جان چیز۔ معلوم ہوا کہ قبر میں حیات ہوگی، تبھی تو فجرِ اولیٰ کے وقت بے ہوشی طاری ہوگی۔ بخاری کی اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکیؒ نے شفاء القام ص ۱۸۳، امام بیہقیؒ نے جزء حیات انبیاء ص ۱۹، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے انبیاء الاذکیاء ص ۴۹، پر اس سے انبیاء کے قبروں میں زندہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ممتیو! یہ تو بخاری کی حدیث ہے اسے ہی مان لو، اور اس سے جن محدثین نے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے اسے مان لو ورنہ ایک محدث یا مفسر جو کہ اہل سنت و جماعت میں سے ہو اس کا حوالہ پیش کرو جس نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں۔ یہ عقیدہ کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں شرکیہ ہے۔ ۶۰ آیات اور ۱۸۰۰ احادیث کے خلاف ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

(۳) مسلم شریف میں حدیث ہے نبی اقدس ﷺ فرماتے ہیں میں نے معراج کی رات

موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکیؒ نے شفاء القام

ص ۱۸۰، علامہ سیوطیؒ نے انباء الاذکیاء ص ۴۵، امام بیہقیؒ نے جزء حیات انبیاء ص ۱۰، علامہ تاج

مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہوا تو اس کا مطلب یہی ہوتا

الدین سبکی نے طبقات شافعیہ ص ۲۸۰، پر استدلال کیا ہے۔ اسے ہی مان لو، یا ایک اہل سنت محدث مفسر کا حوالہ جو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے کا ہو اس کا حوالہ پیش کرو کہ اس نے اس روایت سے اس استدلال کرنے پر ان حضرات پر اعتراض کیا ہو اور کہا ہو حیات انبیاء کا عقیدہ شرکیہ ہے۔ فاسو ہرہالکم ان کنتم صادقین۔

(۴) نبی اقدس ﷺ نے فرمایا نہیں کوئی مجھ پر سلام پڑھتا مگر میری روح کو مجھ پر لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی متوجہ کر دیا جاتا ہے) (ابوداؤد ص ۲۸۶ ج ۱)

یہ بھی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ صاحب تسکین الصدور نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، ملا علی قاری نے مرقات ص ۳۴۱ ج ۲ پر اس کی تصحیح کی ہے، علامہ سخاوی نے القول البدیع ص ۱۶۰، علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات شافعیہ ص ۲۸۰، محدث سہارنپوری نے بذل المحمود ص ۳۹۶ ج ۹ پر، امام بیہقی نے جزء حیات انبیاء ص ۹ پر، علامہ سبکی نے شفاء القام میں، علامہ سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۲ پر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے الممعات للتحقیق میں اس سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے، ابوداؤد صحاح ستہ میں سے ہے اور اس روایت کی چودہ محدثین نے تصحیح کی ہے، اتنے جید علماء نے استدلال کیا ہے اب تو مان لو، یا پھر ایک حوالہ پیش کرو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے ایک محدث، ایک اصولی، ایک مفسر جو کہ اہل سنت میں سے ہو اس نے یہ لکھا ہو کہ یہ حدیث حیات انبیاء پر دال نہیں ہے۔ اس سے قبر میں حیات انبیاء پر استدلال غلط ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

آگے اس پمفلٹ والے نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام لا علم رہے۔

جواب..... یہ دعویٰ بھی بلا دلیل ہے، صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا عقیدہ یہی تھا جیسا کہ خطبہ صدیق اکبرؓ میں ہے، وہاں حضرت صدیق اکبرؓ کی مخالفت کسی نے نہ

ہے کہ یہ جسم ہی معراج پر گیا۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حیات دنیوی حاصل

کی کہ آپ کو دوسری موت نہ آئے گی، اور یہ کہا ہو کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، حضور ﷺ پر قبر میں دوسری موت آتی ہے۔ ایک بھی حوالہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔

پھر آگے لکھتا ہے، حضرت انسؓ کے سینکڑوں شاگردوں میں سے صرف ایک حضرت ثابت بنائی نے اسے نقل کیا ہے۔

جواب..... ثابت بنائی معمولی انسان نہیں ہے، حضرت انسؓ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں آپ بعمرہ میں رہنے والے محدثین کے پیشوا ہیں آپ کا قول قابل حجت ہے (روایت کیوں قابل حجت نہ ہوگی؟ از ناقل) (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۶) مزید تفصیل تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء کے آخر میں محدثین کے حالات میں دیکھ لیں، ان کا اپنا اعتقاد یہ ہے کہ جب سے یہ حدیث سنی اس دن سے یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تیری مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے اجازت مل جائے، حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے جب انہیں لحد میں اتارا جب انہیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی تو سب نے کیا دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم ان کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۲۱۹ ج ۲، بحوالہ مقام حیات ص ۱۲۳) معلوم ہوا کہ اس جلیل القدر تابعی کا عقیدہ یہی تھا تبھی تو دعا مانگ رہے تھے ایک حوالہ پیش کرو کسی تابعی نے یا کسی محدث یا مفسر نے ان پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا ہو۔ اگر نہیں تو عبرت حاصل کرو، لیکن اس کے لئے بھی تو عقل چاہئے۔

اور لکھا ہے کہ ثابت بنائی کے شاگردوں میں سے صرف ایک حجاج بن اسود اسے روایت کرنے والا ہے، میزان الاعتدال ص ۱۳۶۰ ج ۱)

جواب..... اس اعتراض کا جواب محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان

ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ دنیا والا جسم ہی فائز الحیات ہے۔ پھر میں نے کہا اس سے یہ پتہ چلا

صغیر لا زالت شمس فیوضہ بازغة علینا نے تسکین الصدور میں دے دیا ہے۔ ہم ایک جواب یہاں اور نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن اسود کو خود ہی نے بھی ثقہ کہا ہے، علامہ ذہبیؒ تلخیص مستدرک میں روایت لاتے ہیں، حجاج بن اسود عن محمد بن واثق عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً احبوا القراء و جالسوہم و احب العرب من قلبک و لترد عن الناس ما تعلم من قلبک صحیح، حجاج ثقہ (تلخیص مستدرک ص ۳۳۱ ج ۱) اصل بات یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہوں جب ایک یہی حدیث حیات انبیاء پر دال ہو، اس کے علاوہ اور احادیث دال نہ ہوں۔ پھر یہ کہ اس کو تو اثر معنوی حاصل نہ ہو، تب تو اعتراض ہو۔ اس حدیث کو تو اثر معنوی حاصل ہے، امت محمدیہ کے عظیم ترین محدث مفسر، علامہ جلال الدین سیوطیؒ جو کہ ۶۰۰ کے قریب کتب کے مصنف ہیں، لکھتے ہیں حیات النبی ﷺ فی قبرہ ہو و سائر الانبیاء معلومة عندنا علماً قطعاً لما قام عندنا من الادلة فی ذالک و تواترت له الاخبار الدالة علی ذالک (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۳۹) نبی اقدس ﷺ کی اور دوسرے انبیاء کی قبر میں حیات ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں، اور اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی روایات متواتر ہیں۔ صاحب نظم المتناثر من حدیث المتواتر لکھتے ہیں۔

ان من جملة ما تواتر عن النبی ﷺ حیات الانبیاء

فی قبورہم۔

ترجمہ..... جو روایت نبی اقدس ﷺ سے متواتر ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام

کا قبور میں زندہ ہونا بھی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ ابو عبد اللہ قرطبیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ تینوں باتیں یقینی ہیں۔

انه قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تأکل اجساد
الانبياء وانه عليه السلام اجتمع بالانبياء ليلة الاسراء في
بيت المقدس وفي السماء وخصوصاً بموسى عليه السلام
وقد اخبر بانه ما من مسلم يسلم على الاله عليه روحه
حتى يرد عليه السلام الى غير ذلك مما يحصل من جملة
قطعی بان موت الانبياء انما هو راجع الى ان غیبوا عنا
بحیث لا ندرکهم وان كانوا موجودین احياء.

ترجمہ..... نبی اقدس ﷺ سے یہ بات صحیح طور پر منقول ہے کہ زمین انبیاء
علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی اور یہ کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ معراج کی رات جمع ہوئے بیت المقدس اور آسمان میں۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام
کے ساتھ اور حضور ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ جب بھی کوئی مسلمان آپ علیہ السلام پر
درود پڑھتا ہے آپ علیہ السلام کی روح لوٹا دی جاتی ہے، آپ اس سلام کا جواب دیتے
ہیں اس کے علاوہ بھی روایات ہیں جن سے یہ بات یقینی طور پر حاصل ہوتی ہے کہ انبیاء
علیہم السلام کی موت اس طرح ہے کہ وہ ہم سے غیب ہیں ہم ان کو پا نہیں سکتے اگرچہ وہ
موجود ہیں زندہ ہیں۔

(کتاب الروح ص ۴۵)

دوسرے قریب کتابوں کے مصنف مشہور محدث، اصولی اور مؤرخ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں

نحن نؤمن و نصدق بانه صلى الله عليه وسلم حي

يرزق في قبره و ان جسده الشريف لا تأكله الارض و

نمبر..... حدیث متواترات میں سے ہے۔

الاجماع علی هذا.

(القول البدیع ص ۱۷۲)

ترجمہ..... ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکنویؒ لکھتے ہیں

و یمکن هذا العلم لو اُحد.

اور ممکن ہے کہ اجماع کا علم ایک کو ہی ہو۔

(فوائح الرحمت ص ۲۶۲ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اگر اجماع کا ناقل ایک ہو تب بھی درست ہے جبکہ ہم اس پر ایک درجن کے قریب حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ ہم مماثلتوں سے کہتے ہیں کہ علامہ سخاویؒ کی وفات کو تقریباً پانچ سو سال گزر چکے ہیں ایک محدث، ایک مفسر جو کہ اہل سنت سے ہو اس نے کہا ہو کہ سخاویؒ کی یہ بات غلط ہے۔ اس بات پر اجماع نہیں ہوا، حیات انبیاء علیہم السلام عقائد میں سے نہیں۔ پیش کر دو ورنہ عوام الناس کو پریشان نہ کرو، ان کے دلوں میں دساوس ڈالنے سے باز آ جاؤ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ عبارات متواتر ہیں اس پر اجماع ہے۔ اور گزشتہ اوراق

میں یہ حوالہ جات گذر چکے ہیں کہ جس حدیث کو امت قبول کر لے یا اس کو تواتر معنوی حاصل ہو

جائے (امام سیوطیؒ لکھتے ہیں فان اکثر الاحادیث مروی بالمعنی) (الاقتراح ص ۱۶) جب

اکثر احادیث مروی بالمعنی ہیں تو تواتر معنوی بھی بنسبت تواتر لفظی کے زیادہ ہوگا) یا جس مسئلہ پر

اجماع ہو جائے اس کی سندوں کی بحث نہیں کی جاتی۔ اگر تم محدثین کے اس اصول کو نہیں مانتے تو

پھر تمہیں محدثین کے اقوال کو لے کر فردا فردا جرح کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ کیا امام سیوطیؒ

نمبر ۲..... حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے۔

جنہوں نے تدریب الراوی جیسی اہم کتاب اصول حدیث میں لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا ہے، جس نے تفسیر درمنثور اور جلالین کا نصف حصہ اور الاقان جیسی کتب تصنیف کی ہیں، جو کہ مفسر بھی تھے محدث بھی تھے، وہ ان احادیث کو متواتر کہہ رہے ہیں، یقینی کہہ رہے ہیں، ان پر عقیدہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ علامہ سخاویؒ اجماع کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا ان کو اصول حدیث کا علم نہیں تھا؟ ان کو معلوم نہیں تھا کہ لاکھوں صحابہ اس کو سننے سے محروم رہے؟ صحاح ستہ اس حدیث سے خالی ہیں؟ حضرت انسؓ سے روایت کرنے والے صرف ایک ثابت بنائی ہیں اور ان سے روایت کرنے والا صرف حجاج بن اسود ہے، اور وہ منکر روایت لانے والا ہے۔ ان علوم کے جبال کو یقیناً علم تھا پھر بھی انہوں نے ان روایات کو لیا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کو اصول حدیث سے واقفیت تھی اور تم اس سعادت سے محروم ہو۔ یاد رہے کہ سونے کے بارے میں سنار کی رائے معتبر ہوتی ہے نہ کہ کہار کی۔ احادیث حیات انبیاء علیہم السلام کو تواتر حاصل ہونے کی وجہ سے اگرچہ سند سے بحث کرنے والے کا اعتراض قابل التفات نہیں، لیکن پھر بھی اگر اس اعتراض کو دیکھا جائے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

صاحب پمفلٹ لکھتے ہیں، اس کا راوی مستم بن سعید وہم کا شکار ہے۔ (تقریب

ص ۳۵۱) اور ثقات کی مخالفت کرنے والا (تہذیب ص ۱۰۴ ج ۱۰)

جواب..... مستم بن سعید کو تقریب میں صدوق لکھا ہے آگے رہما وہم لکھا ہے کہ

کبھی وہم ہو جاتا تھا، جب علماء نے قبول کر لیا تو معلوم ہوا کہ اس روایت میں وہم نہیں ہے۔ کیا محدثین اور متکلمین ہم سے بھی گئے گزرے تھے کہ ایک وہمی کی روایت پر عقیدہ کی بنیاد رکھ لی۔ پھر تہذیب سے ایک یہی بات نقل کی ہے کہ ثقات کی مخالفت کرتا تھا۔ اس میں بھی خیانت کی۔ تہذیب میں ہے رہما مخالف کہ کبھی کبھی ثقات کی مخالفت کرتا تھا، اب رہما کا معنی نہ کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ ہر وقت ثقات کی مخالفت کرتا تھا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ پھر یہ کہ ثقہ جس روایت میں ثقات کی مخالفت کرے اس کو منکر کہتے ہیں۔ اس میں تو کسی کی مخالفت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو ظاہر کرو۔

نمبر ۳..... اور اس قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، خواب خیال والا نہیں۔

مخالفت تب ہوتی جب کئی ثقات یہ بات نقل کرتے کہ حضور ﷺ قبر میں مردہ ہیں اور یہ کہتے کہ زندہ ہیں۔ اگر ثقات سے اس طرح کی کوئی روایت منقول ہے تو ثابت کرو۔ فانوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ پھر دوسرے اقوال جو ان کی تعریف میں ہیں وہ بلاؤ کار شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ (۱) امام احمد ان کو ثقہ کہتے ہیں، (۲) امام ابن نعیم صلیح (صالح الحدیث) کہتے ہیں (۳) امام نسائی ان کو اباس بہ کہتے ہیں۔ (۴) اور ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔

آگے لکھتا ہے کہ ازرق بن علی جو کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود پر بہتان باندھتا ہے اور روایت گھڑتا ہے کہ ابن مسعود معوذ باللہ معوذتین، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس اور سورۃ الفاتحہ کو قرآن مجید میں سے نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کو مٹاتے تھے۔ ابن کثیر احسن الکلام محلی ابن حزم یہ روایت خالص جعلی، جھوٹ، باطل اور ابن مسعود پر افتراء ہے۔ یہ ازرق بن علی محدث ابویعلیٰ کا استاد ہے، ابویعلیٰ بھی اس بہتان میں شریک ہے، اپنی کتاب مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت لے آیا ہے۔

جواب..... تفسیر ابن کثیر میں ابویعلیٰ کی جو سند نقل کی ہے اس میں الا ازرق بن علی ہے لیکن ابن کثیر نے نہ اسے جھوٹا کہا ہے نہ جرح کی ہے، بلکہ دوسری بہت ساری سندیں نقل کی ہیں، تو یہ ذمہ داری صرف ان پر ہی نہیں آتی اگر الا ازرق بن علی کا اس روایت کو نقل کرنا جرح ہے تو حمیدی میں بھی یہ روایت موجود ہے جس میں یحک کے الفاظ ہیں، اس سند میں مندرجہ ذیل راوی ہیں سفیان بن عیینہ، عبدہ بن ابی لبابہ، عاصم بن محمد، زہر بن حبیش، اس روایت کی ایک سند میں عبداللہ بن احمد، اعمش، ابواسحق، عبدالرحمن بن یزید وغیرہ بھی ہیں، تو کیا ان پر بھی وضع کا بہتان لگے گا۔ اور حمیدی نے اپنی سند میں اس روایت کو نقل کیا ہے تو کیا حمیدی پر بھی وہی الزام لگاؤ گے جو ابویعلیٰ پر لگایا ہے۔ (کچھ تو خدا کا خوف کرو) پھر یہ کہ یحییٰ بن ابی بکیر سے روایت کرنے میں ازرق کا متابِع عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر ہے، چنانچہ ابونعیم اخبار اصہبان میں ص ۸۸ ج ۲

جب یہ تینوں باتیں یقینی ہیں تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اسی جسد اطہر کو حیات حاصل

میں اس کی سند سے روایت لائے ہیں۔

آگے لکھا ہے کہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں

(لطائف قاسمی ص ۵)

جواب..... اس سے تو معلوم ہوا کہ کچھ صحیح بھی ہیں، تو ضعیف ان کی تائید کریں گی اور

کثر اسناد سے قوت بڑھ جاتی ہے اور یہ محدثین کا متفقہ اصول ہے، صاحب پمفلٹ نے حضرت

نانوتویؒ کا یہ قول اگر دھوکہ کے لئے نہیں لکھا تو حضرت نانوتویؒ تو مسئلہ حیات کے قائل ہیں اور اس

مسئلہ پر اپنی شہرہ آفاق کتاب آب حیات تصنیف فرما چکے ہیں، آپ بھی اعلان کریں کہ ہم حضرت

نانوتویؒ کا پورا مسلک اپناتے ہیں۔

آگے کچھ حوالہ جات محدث اعظم حضرت مولانا سر فراز خان صفدر صاحب کے نقل فرمائے

ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عقائد میں خبر واحد سے گاڑی نہیں چل سکتی۔

جواب..... جناب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ احادیث حیات انبیاء کو تو اتر کا درجہ

حاصل ہے، یہ جناب کا ذہن ہے کہ تضاد ہی تضاد نظر آتا ہے، سورج تو روشن ہے چکا در نہ دیکھے تو

اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ آگے لکھا ہے کہ صفدر صاحب کہتے ہیں کہ بیہقی متعصب ہے،

جناب بیہقی فقہی مسائل میں متعصب ہے۔ تو جو روایات فقہی مسائل میں شوافع کی تائید میں جاری

ہوں گی ان میں بیہقی کی رائے کو جانچ پرکھ کر لیا جائے گا اور یہ تو تمام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے

یہاں بھی کیا ترک کر دیا جائے گا؟ اگر یوں کیا تو پھر دین کیا بچے گیا؟ کل تم کہو گے کہ ابن حجر مشدد

تھا اور اس نے حیات عیسیٰؑ پر اجماع لکھا ہے لہذا ہم حیات عیسیٰؑ کا مسئلہ ماننے سے انکار کرتے ہیں،

جناب ابن حجرؒ جو مشدد تھا تو فقہ میں تھا حیات عیسیٰؑ کا مسئلہ تو مسلمہ ہے۔ تو اگر ابن حجرؒ نے اسے نقل

کر دیا تو کونسا قصور کر دیا؟ فقہی مسائل میں ان کا تشدد ایک طرف لیکن اجماعی مسائل میں تو ان کے

ہے۔ پھر میں نے کہا آپ بھی کوئی حدیث الانبیاء اموات فی قبورہم لا یصلون پیش

اقوال لئے جائیں گے۔ جسے اتنی واضح بات کا بھی علم نہیں اسے یہی کہا جاسکتا ہے

آں کس نداند و بداند کہ بداند

لو کان موسیٰ حیاً کے راوی مجالد بن سعید اور جابر رضی اللہ عنہما پر آئمہ جرح و تعدیل کے اقوال جرح نقل کئے جاتے ہیں۔

جابر بن یزید بن الحارث بن عبد یغوث بن کعب الجمفی ، أبو عبد

اللہ ، و یقال أبو یزید ، و یقال أبو محمد الکوفی

الطبقة : 5 : من صفار التابعین

الوفاة 127 : ہ و قبل 132 ہ

روی له : د ت ق

مرتبہ عند ابن حجر : ضعیف رافضی

مرتبہ عند الذہبی : وثقه شعبة فشد ، و تركه الحفاظ ، من اکبر

علماء الشيعة

اقوال العلماء : قال المزني في " تهذيب الكمال : "

قال المزني :

و قال عباس الدوري ، عن يحيى بن معين : لم يدع جابرا ممن رآه

إلا زائدا ، و كان جابر كذابا .

و قال في موضع آخر : لا يكتب حديثه ، و لا كرامة .

و قال بيان بن عمرو البخاري ، عن يحيى بن سعيد : تركنا حديث

جابر ، قبل أن يقدم علينا الثوري .

و قال يحيى بن سعيد ، عن إسماعيل بن أبي خالد : قال الشعبي : يا

کریں۔ اس پر مولوی اللہ بخش کہنے لگا۔ مہر حق نواز نے زیادتی کی ہے، مجھے یہ نہیں بتایا کہ امین

جابر ، لا تموت ، حتی تکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، قال
اسماعیل : فما مضت الأيام و الیالی ، حتی اتهم بالكذب .

و قال عباس الدورى ، عن یحیی بن یعلی المحاربى : قيل لزائدة :
ثلاثة لا تروى عنهم ، لم لا تروى عنهم ؟ ابن أبی لیلی ، و جابر الجعفی ، و
الکلبی ؟ قال : أما جابر الجعفی فكان و الله کذابا يؤمن بالرجعة .

و قال أبو یحیی الحماني ، عن أبی حنیفة : ما لقيت فیمن لقيت
أكذب من جابر الجعفی ، ما أتیتہ بشیء من رأیی إلا جانی فیہ بأثر ، و زعم
أن عنده ثلاثین ألف حدیث ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم
یظهرها .

و قال عمرو بن علی : کان یحیی و عبد الرحمن لا یحدثان عنه ،
کان عبد الرحمن یحدثنا عنه ، قبل ذلك ، ثم تركه .
و قال أبو حاتم الرازی ، عن أحمد بن حنبل : تركه یحیی و عبد
الرحمن .

و قال الترمذی ، عن محمد بن بشار : سمعت عبد الرحمن بن
مهدي يقول : ألا تعجبون من سفیان بن عیینة ؟ لقد تركت جابرا الجعفی
لقوله لما حکى عنه أكثر من ألف حدیث ، ثم هو یحدث عنه .
و قال النسائی : متروک الحدیث .

و قال فی موضع آخر : لیس بثقة ، و لا یکتب حدیثہ .

و قال الحاکم أبو أحمد : ذاهب الحدیث .

قال الحافظ فی " تهذیب التهذیب : 2/48 "

سے مناظرہ کروانا ہے۔ اگر بتلا دیتے تو میں تیاری کر کے آتا۔ اب میری تیاری نہیں ہے۔ چنانچہ

و ذکر مطین ، عن مفضل بن صالح : مات سنة سبع .

و قال ابن ابی خثیمۃ ، عن یحیی بن معین : مات سنة الثتین و ثلاثین

و سنة .

و قال سلام بن ابی مطیع : قال لی جابر الجعفی : عندی خمسون

الف باب من العلم ما حدثت به أحدا . فأتیت ایوب ، فذکرت هذا له ،

فقال : أما الآن فهو کذاب .

و قال جریر بن عبد الحمید ، عن ثعلبة : أردت جابرا الجعفی ،

فقال لی لیث بن ابی سلیم : لا تأتہ فإنه کذاب .

قال جریر : لا أستحل أن أروی عنه ؛ کان یؤمن بالرجعة .

و قال أبو داود : لیس عندی بالقوی فی حدیثہ .

و قال أبو الأحوص : کنت إذا مررت بجابر الجعفی سألت ربی

العافیة .

و قال الشافعی : سمعت سفیان بن عیینة یقول : سمعت من جابر

الجعفی کلاما ، فبادرت ، خفت أن یقع علینا السقف .

قال سفیان : کان یؤمن بالرجعة .

و قال إبراهیم الجوزجانی : کذاب .

و قال إسحاق بن موسی : سمعت أبا جمیلة یقول : قلت لجابر

الجعفی : کیف تسلم علی المهدی ؟ قال : إن قلت لك کفرت .

قال سفیان : کذب . قلت : ما أراد بهذا ؟ قال : الرافضة تقول :

إن علیا فی السماء لا ینخرج من ینخرج من ولده حتی ینادی من السماء :

وہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ اب حق نواز جس نے مناظرہ کروایا تھا مجھے کہنے لگا کہ ابھی آپ واپس نہ

اخراجوا مع فلان ، يقول جابر : هذا تأویل هذا .

و قال الحمیدی أيضا : سمعت رجلا یسأل سفیان : أرايت یا أبا محمد اللہین عابوا علی جابر الجعفی قوله : حدثنی وصی الأوصیاء ! فقال سفیان : هذا أهونه .

و قال شبابة ، عن ورقاء ، عن جابر : دخلت علی أبی جعفر الباقر ، فسقانی فی قعب حسائی حفظت به أربعین ألف حدیث .

و قال یحیی بن یعلی : سمعت زائدة یقول : جابر الجعفی رافضی یشتم أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم .

و قال ابن سعد : کان یدلس ، و کان ضعیفا جدا فی رأیه و روايته .

و قال العقلی فی " الضعفاء " : کذبه سعید بن جبیر .

و قال العجلی : کان ضعیفا یفلو فی التشیع ، و کان یدلس .

و قال الساجی فی " الضعفاء " : کذبه ابن عیینة .

و قال المیمونی : قلت لأحمد بن خداش : أکان جابر یکذب ؟ قال

نأی و اللہ ، و ذاک فی حدیثہ بین .

و قال ابن قتیبہ فی کتابہ " مشکل الحدیث " : " کان جابر یؤمن

بالرجعة ، و کان صاحب لبرنجات و شبهه .

و قال أبو أحمد الحاکم : یؤمن بالرجعة ، اتهم بالکذب .

و ذکرہ یعقوب بن سفیان فی باب من یرغب عن الروایة عنهم .

و قال ابن حبان : کان سبائیا من أصحاب عبد اللہ بن سبا ، و کان

یقول : إن علیا یرجع إلی الدنیا . فإن احتج محتج بأن شعبة و الثوری رويا

جائیں چائے تیار ہو رہی ہے وہ پی کر جائیں یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے

عنه ، قلنا : الثوری لیس من مذهبہ ترک الروایة عن الضعفاء ، و أما شعبہ
و غیرہ فراوا عنده أشياء لم یصبروا عنها ، و کتبوها لیعرفوها ، فریما ذکر
أحدهم عنه الشيء بعد الشيء علی جهة التعجب . و أخبرنی ابن فارس
قال : حدثنا محمد بن رافع قال : رأیت أحمد بن حنبل فی مجلس یزید بن
هارون ، و معه کتاب زهیر عن جابر الجعفی ، فقلت له : یا أبا عبد الله
کنهونا عن جابر ، و تکتبونه ؟ ! قال : لنعرفه .

**مجالد بن سعید بن عمیر الهمدانی ، أبو عمرو و یقال أبو
عمیر و یقال أبو سعید ، الکوفی (والد إسماعیل بن مجالد)**

الطبقة : 6 : من الدین عاصروا صفار التابعین

الوفاة 144 : هـ

روی له : م د ت س ق

مرتبته عند ابن حجر : لیس بالقوی و قد تغیر فی آخر عمره

مرتبته عند الذهبی : ضعفه ابن معین ، و قال النسائی : لیس بالقوی

، و قال مرة : ثقة

أقوال العلماء : قال المزی فی " تهذیب الکمال : "

(م د ت س ق) : مجالد بن سعید بن عمیر بن بسطام ، و یقال :

ابن ذی مران بن شرحبیل بن ربیعہ بن مرثد بن جشم بن حاشد بن جشم

بن خیوان بن نوف بن همدان الهمدانی ، أبو عمرو ، و یقال : أبو عمیر ،

و یقال : أبو سعید ، الکوفی ، والد إسماعیل بن مجالد ، و جد عمر بن

ہاتھ میں نوٹوں کے دو ہار تھے اس نے وہ ہار مجھے پہنا دیئے۔ مہر حق نواز پھر چلا گیا ہم نے چائے

اسماعیل بن مجالد . ۱۵.

و قال المزی: قال البخاری: کان یحیی بن سعید یضعفه، و کان عبد الرحمن بن مہدی لا یروی عنه شیئا. و کان ابن حنبل لا یراہ شیئا یقول: لیس بشیء.

و قال علی ابن المدینی: قلت لیحیی بن سعید: مجالد؟ قال: فی نفسی منہ شیء.

و قال عبد الرحمن بن أبی حاتم: حدثنا أحمد بن منان، قال: سمعت عبد الرحمن بن مہدی یقول: حدیث مجالد عند الأحداث: یحیی بن سعید، و أبی أسامة لیس بشیء، و لکن حدیث شعبہ، و حماد بن زید، و ہشیم و هؤلاء القدماء، یعنی انه تغیر حفظہ فی آخر عمرہ.

و قال عمرو بن علی: سمعت یحیی بن سعید یقول لعبد اللہ: ابن تذهب؟ قال: اذهب إلی وہب بن جریر اکتب السیرة، یعنی عن أبیہ، عن مجالد. قال: تکتب کذبا کثیرا، لو شئت أن یجعلها لی مجالد کلها عن الشعبی، عن مسروق، عن عبد اللہ فعل.

و قال أبو طالب: سألت أحمد بن حنبل عن مجالد، فقال: لیس بشیء یرفع حدیثا کثیرا لا یرفعہ الناس، و قد احتمله الناس.

و قال عباس الدورى عن یحیی بن معین: لا یحتج بحدیثہ.

و قال أبو بکر بن أبی خیثمہ عن یحیی بن معین: ضعیف، و اہی الحدیث. کان یحیی ابن سعید یقول: لو أردت أن یرفع لی مجالد حدیثہ کلہ رفعہ! قلت: و لم یرفع حدیثہ؟ قال: للضعف.

وغیرہ پی اس کے بعد ہمارے ساتھیوں نے جلوس کی شکل میں مجھے پھرایا۔ وہ حق نواز ساتھ نہیں تھا۔ ہم واپس آ کر پھرو ہیں بیٹھ گئے۔ میں نے ہار وغیرہ بھی اتار دیئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا جس کا نام مہر غلام محمد تھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اس نے آ کر لوگوں سے پوچھا مولانا محمد امین اذکار دئی کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں۔ وہ رو رہا تھا اور مجھے کہا آپ مجھے ملیں میں جب اٹھا اس نے مجھے اتنا پکڑا کہ چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا۔ جب میں منٹ کے قریب گزر گئے اس نے مجھے کہا یہ حق نواز میرا چھوٹا بھائی ہے اور میں اس کا بڑا بھائی ہوں اس دنیا میں ہم دو ہی بھائی ہیں۔ یہ مماتی ہے میں حیاتی ہوں۔ اس وجہ سے پندرہ سال سے ہماری آپس میں بول چال بند تھی کہ احمد سعید نے فتویٰ دیا ہوا تھا کہ جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں ان کے ساتھ بولنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ مجھے کہتا تھا کہ تو کافر ہے اس لئے میں تجھ سے نہیں بولتا۔ پندرہ سال میں میرے دونو جوان بیٹے فوت ہوئے سارے لوگ مجھے تسلی دینے کے لئے آئے لیکن یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا وہ کونسا مسلمان ہے۔ ان پندرہ سالوں کے دوران میں نے چار حج کئے اور ہمارے ہاں رواج ہے کہ حج پر جاتے وقت بھی کئی دیکھیں خیرات کی اتارتے ہیں اور واپسی پر بھی لمبا چوڑا خیرات کا پروگرام بنتا ہے، لیکن یہ نہ کبھی جاتے وقت میرے پاس آتا اور نہ میرے واپس آنے پر ملاقات کے لئے آتا البتہ اتنا پیغام بھیج دیتا تھا کہ ابھی تو نے ابو جہل جتنے حج نہیں کئے۔ ابو جہل نے تجھ سے زیادہ حج کئے ہوئے تھے۔ میں انہی دکھوں میں بیمار ہوں کہ اللہ

قال الحافظ فی "تہذیب التہذیب: 10/41"

و قال الدارقطنی: یزید بن ابی زیاد أرجح منه، و مجالد لا یعتبر بہ

و قال ابن سعد: کان ضعیفا فی الحدیث.

و قال ابن حبان: لا یجوز الاحتجاج بہ.

عبدالرحمن بن اسلم واسطی پر بھی مجمع الزوائد ص ۷۴ پر جرح موجود ہے۔

نے مجھے ایک ہی بھائی دیا تھا وہ بھی مولویوں نے مجھ سے چھین لیا۔ کیونکہ میں مریض ہوں اس لئے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ رات یہاں کوئی مناظرہ تھا یا نہیں۔ آج پندرہ سال کے بعد میرا بھائی میرے گھر گیا اور جاتے ہی مجھ سے لپٹ گیا اور رو رو کر مجھے کہہ رہا تھا کہ جن مولویوں نے ہمیں پندرہ سال آپس میں لڑایا آج مناظرہ میں کہتے ہیں کہ ہماری تیاری نہیں۔ ہمیں پندرہ سال بغیر تیاری کے لڑاتے رہے۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تشدد میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں۔

ایک اور واقعہ

حضرتؑ نے سنایا ایک آدمی میانوالی کا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ملازمت کے سلسلے میں لاہور ہوتا ہوں۔ گھر میں میں نے ایک آدمی بچوں کو قرآن پڑھانے کے لئے رکھ لیا میں ہفتہ بعد گھر آتا تھا۔ چنانچہ اس مولوی نے میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر میرے گھر والوں کو ممانتی بنا دیا۔ اب حال یہ ہے کہ میری بیوی بھی مجھے کافر کہتی ہے اور میری بیٹیاں بھی مجھے کافر کہتی ہیں، اور بیٹے بھی مجھے کافر کہتے ہیں۔ میں نے ایک دن مرغی ذبح کر کے دی تو میری بیٹی نے مجھے پکا کر دیدی اور خود نہیں کھائی کہ کافر کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی ہے۔ اب میں اس قاری سے پریشان ہوں کہ اس نے ان کو سبق پڑھا دیا کہ میں کافر ہوں اور گھر والے مجھ سے بولتے بھی نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کوئی طریقہ بتائیں۔

احمد سعید کا اعتراض

احمد سعید نے ایک جگہ تقریر کی اور کہا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اس لئے قرآن میں آتا ہے و اعبد ربک حتی باتیک الیقین کہ عبادت اس وقت تک کرنی ہے کہ جب تک موت نہ آئے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد عبادت ختم ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نماز پڑھتے ہیں تو لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہوئی۔

جواب

یہ تقابل بنانا ایسے ہی ہے جسے منکرین حدیث احادیث کا تقابل بناتے رہتے ہیں اور غیر مقلدین فقہ کا حدیث سے تقابل بناتے رہتے ہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اس کو قرآن کے خلاف نہیں کہا ہے۔ اس لئے تعارض کے لئے ایک طرح کی چیز ہونی شرط ہے۔ اس آیت مبارکہ میں جس عبادت کا ذکر ہے وہ عبادت تکلفی ہے یعنی فرض یا واجب یا سنت اور وہ نماز جس کا حدیث مبارکہ میں ذکر ہے وہ بطور تہذیب کے ہے۔ تکلفی نہیں۔ تہذیب کے لئے تو ذکر جنت میں ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے جنتی جب جنت میں مجالس میں اکٹھے ہوں گے تو جنت کی نعمت کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے

الحمد لله رب العالمین

اسی طرح کہیں گے

الحمد لله الذى اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور

شکور. الذى احلنا دار المقامة من فضله لا يمسنا فيها

نصب ولا يمسنا فيها لغوب. (الآیہ ۳۲-۳۵ سورۃ فاطر)

اسی طرح سورۃ زمر میں ہے کہ وقیل الحمد لله رب العلمین تو یہ جتنے شکر ادا کئے جائیں گے یہ بطور تہذیب کے ہوں گے نہ کہ تکلفی۔ جس طرح یہ آیات واعبد ربک حتیٰ یاتیک البقین کے مخالف نہیں ہیں، اسی طرح حدیث مبارکہ بھی اس آیت مبارکہ کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲

(پوری سند مذکور ہو چکی ہے)

عن اوس ابن اوس عن النبی ﷺ قال ان من الفضل

ایامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخة
وفیہ الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فان صلاحکم
معروضة علی قالوا یا رسول اللہ کیف تعرض صلاتنا
علیک وقد ارمیت ای یقولون قد بلیت قال ان اللہ عز و
جل قد حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء.

(رواہ الترمذی ص ۲۰۳ ج ۱)

اب جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آپ کے امتی
قیامت تک رہیں گے اور آپ نے قیامت تک نہیں رہنا تو آپ کے وصال کے بعد جب درود
پڑھا کریں گے جب آپ کا جسم مٹی کھا جائے گی جسم گل سڑ جائے گا اس وقت کیا ہوگا؟
اب دیکھیں اس حدیث میں کتنی وضاحت سے یہ بات موجود ہے کہ درود پاک کس جسم
پر پیش ہوتا ہے وہ جسم جو مٹی میں رکھا ہوا ہے اور وہ جسم جو غیر انبیاء کا گل سڑ جاتا ہے۔ اسی جسم کا
تذکرہ صحابہ کے سامنے ہے، آپ علیہ السلام اسی جسم کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ نے زمین پر حرام کر
دیا ہے کہ اس جسم کو کھائے۔ جسم مثالی کو آج تک کسی نے مٹی میں دفن نہیں کیا جس کا مماتی ذکر کرتے
رہتے ہیں نہ جسم مثالی کھتا ہے نہ سڑتا ہے تو معلوم ہوا کہ

ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء

یہ جسم مثالی کے لئے نہیں فرمایا گیا بلکہ اس جسم کے لئے فرمایا گیا جو صحابہ کے
سامنے موجود تھا۔ جس کے بارے میں صحابہ کو یقین تھا کہ اس کو موت آئے گی۔ آپ ﷺ نے اسی
جسم کے بارے میں فرمادیا کہ وہ صحیح سالم رہتا ہے زمین اس کو نہیں کھاتی۔ اس حدیث سے امام
بیہقی، علامہ سبکی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، شمس الحق عظیم آبادی، اور مولانا خلیل احمد
سہارنپوری رحمہم اللہ نے مسئلہ حیات پر استدلال کیا ہے۔ تفصیلی حوالہ جات حاشیہ میں ملاحظہ فرما

لیں۔ (۱۹ج) اسی حدیث کے تحت اکثر شارحین مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اتفاق ہے۔

(۱۹ج)۔ امام بیہقی نے بھی اپنے رسالہ جزء حیات انبیاء علیہم السلام میں اس حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کیا ہے لکھتے ہیں

ومما يدل على ذلك ما اخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابى الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ افضل ايامكم الجمعة فيه خلق آدم فيه قبض و فيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلواتكم معروضة على قالوا كيف تعرض صلواتنا عليك وقد ارميت يقولون بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام اخرجہ ابو داؤد السجستاني فی كتابه السنن وله شواهد.

ترجمہ۔ (اور ان دلائل میں سے جو حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو بیان کیا ہمیں محمد بن عبد اللہ الحافظ نے کہ بیان کیا ہمیں ابو عباس محمد بن یعقوب نے کہ بیان کیا ہمیں ابو جعفر احمد بن عبد الحمید الحارثی نے کہ بیان کیا ہمیں حسین بن علی الجعفی نے کہ بیان کیا ہمیں عبد الرحمن بن یزید بن جابر نے ابو الاشعث الصنعانی سے وہ حضرت اوس بن اوسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی موت آئی اور اسی میں نوحؑ ہے اور اسی میں صعدہ ہے پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ

حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ

نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو جائیں
گے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو
کھائے۔ ابوداؤد بحتانی نے اس کو سنن میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے کئی شواہد
ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ امام بیہقی اس حدیث کو حیات انبیاء علیہم السلام پر بطور دلیل
کے پیش فرما رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے شواہد بھی ہیں۔ امام بیہقی نے جن
شواہد کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں لکھتے ہیں

منہا ما اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا ابو بکر بن اسحق الفقیہ ثنا
احمد بن علی الدینار ثنا احمد بن عبد الرحمن بن بکار
الدمشقی ثنا الولید بن مسلم حدثنی ابو رافع عن سعید المقبری
عن ابی مسعود الانصاری عن النبی ﷺ انه قال اکثروا الصلوة
علی فی یوم الجمعة فانه لیس احد یصلی علی یوم الجمعة الا
عرضت علی صلواتہ قال ابو عبد اللہ رحمہ اللہ ابو رافع هذا هو
اسمعیل بن رافع واخبرنا علی بن احمد عبدان الکاتب ثنا احمد
بن عبید الصفار ثنا الحسن بن سعید ثنا ابراہیم بن الحجاج ثنا
حماد بن سلمہ عن یزید بن منان عن مقبول الشامی عن ابی
امامۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا علی من الصلوة فی کل
یوم جمعة فان صلاة امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة فمن
کان اکثرہ علی صلاة کان اقرب منی منزلة. واخبرنا ابو

باچندیں اختلافات درامت محمدیہ ہمہ المل سنت و جماعت دریں مسئلہ متفق

الحسن علی بن محمد علی السقاء الاسفرائینی قال حدثنی
والدی ابو علی ثنا ابو رافع اسامة بن علی بن سعید الرازی
بمصر ثنا محمد بن اسمعیل بن سالم الصائغ حدثنا حکامة
بنت عثمان بن دینار اخى مالک بن دینار قالت حدثنی ابی عثمان
بن دینار عن اخیه مالک بن دینار عن انس بن مالک خادم
النبی ﷺ قال النبی ﷺ "ان اقربکم منی يوم القيامة فی کل
موطن اکثرکم علی صلاة فی الدنیا من صلی علی فی يوم
الجمعة و ليلة الجمعة قضی الله له مائة حاجة سبعین من حوائج
الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا یوکل الله بذالک ملکاً یدخله
فی قبری كما یدخل علیکم الهدایا یخبرنی من صلی علی باسمه
و نسبه الی عشیرته فائتبه عندی فی صحيفة بیضاء.

(جزء حیات انبیاء ص ۱۴-۱۵)

امام تقی الدین سبکی بھی امام بیہقی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں
ومما یدل علی ذالک و ساق اسنادہ الی اوس بن اوس قال قال
رسول الله ﷺ الخ.

یعنی ان روایات سے جو اس پر (مسئلہ حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں) یہ حدیث بھی
ہے اور امام بیہقی نے اس کی سند اوس بن اوس تک نقل کی ہے۔

(جزء حیات انبیاء سبکی ص ۲۷)

علامہ جلال الدین سیوطی بھی اسی حدیث سے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء میں حیات
انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

اند کہ آنحضرت ﷺ در روضہ اطہر حیات اند حیات حسی و نبوی۔

(مکتوبات شیخ عبدالحق)

واخرج ابو داؤد والبيهقي عن اوس بن اوس الثقفي عن
النبي ﷺ انه قال من الفضل ايامكم يوم الجمعة الخ.

(انباء الاذکیاء ص ۳۶)

علامہ سندھی نسائی کے حاشیہ پر قطر از ہیں

والجواب بقوله ﷺ ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء
كناية عن كون الانبياء احياء في قبورهم.

ترجمہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد فرماتا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے
اجسام کو حرام کر دیا ہے یہ اس کا کنایہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ
ہیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

قال اكثروا على من الصلوة يوم الجمعة فان صلوتكم معروضة
على فقالوا كيف تعرض صلوتنا عليك وقد ارميت اى بليت
قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فاخبر انه
يسمع الصلوة من القريب و يبلغ ذلك من البعيد.

ترجمہ..... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کر،
کیونکہ تمہارا درود مجھ پر نہیں ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے جسموں کو مٹی
بنانا زمین پر حرام ہے، اور اس حدیث میں حضور ﷺ نے یہی بات بتائی ہے کہ آپ
قبر کے قریب پڑھے جانے والے درود کو خود سنتے ہیں اور درود کا پڑھا ہوا درود (بتوسط

امت محمدیہ باوجود اس کے کہ اس میں کئی اختلافات ہیں تمام اہل سنت و جماعت متفق

ملائکہ) پہنچایا جاتا ہے۔ (رسائل ابن تیمیہؒ الکلام فی مناسک الحج ۲۹۱ ج ۶)
حافظ ابن قیمؒ

ومعلوم بالضرورة ان جسده ﷺ فی الارض طری مطراً وقد
سأله الصحابة کیف تعرض صلواتنا علیک وقد ارمیت فقال ان
الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ولو لم یکن جسده
فی صریحه لما اجاب بهذا الجواب وقد صح عنه ان الله تعالى
وکل بقبره الملائكة یبلغون عن امته السلام و صح عنه انه خرج
بین ابی بکر و عمر وقال هكذا نبعت هذا مع القطع بان روحه
الکریمۃ فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علین مع ارواح الانبیاء
..... فالروح هنالك ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیه
و تعلق بحیث یصلی فی قبره و یرد سلام من سلم علیه وهی فی
الرفیق الاعلیٰ.

ترجمہ..... یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل تروتازہ و روحہ
منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہؓ نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد
آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کیسے پیش ہوتا رہے گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ
تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ ﷺ کا
جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے، اسی طرح
آنحضرت ﷺ سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے
روحہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے
رہتے ہیں اور یہ بھی آپ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ حضرت ابو بکرؓ اور

ہیں کہ حضرت محمد ﷺ روضہ اطہر میں حیات ہیں۔ حیات حسی و نبوی کے ساتھ۔

حضرت عمرؓ کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ ان سارے حقائق کے ساتھ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے، جہاں دوسرے انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ کے ساتھ ہیں، پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسداطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

وبهذا التعلق رای موسى قائماً یصلی فی قبره

(زاد المعاد ص ۴۹)

ترجمہ..... روح و بدن کے اس تعلق کی بناء پر آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

اہل خواہر کے پیشوا فاضل جلیل قاضی شوکانی لکھتے ہیں

والاحادیث فیہا مشروعیۃ الاکتار من الصلوۃ علی النبی ﷺ
یوم الجمعة وانہا تعرض علیہ وانہ حی فی قبرہ قال ان الله
حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء وقد ذهب جماعة من
المحققین الی ان رسول الله ﷺ حی بعد وفاته.

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

ترجمہ..... احادیث سے ان امور کی شرعی حیثیت ثابت ہے۔ (۱) جمعہ کے دن
آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا جائے۔ (۲) درود شریف آپ ﷺ پر پیش ہوتا
ہے۔ (۳) آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ
رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسموں کو مٹی بنائے اور

شیخ عابد سندھیؒ کی شرح حدیث

شیخ عابد سندھیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

”کناۃ عن کون الانبیاء احياء فی قبورهم“

ترجمہ..... یہ کنایہ ہے انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے سے۔

(فتح الودود ص ۶۱۱ ج ۱ مطبوعہ مدینہ منورہ)

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ یہ عبارت میں نے لکھ کر بھیجی تو انہوں نے کہا ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک حیات ہیں ہم انکار نہیں کرتے۔ پھر میں نے حدیث مبارکہ لکھ کر بھیجی کہ اس حدیث میں جس حیات کا ذکر ہے تو یہ حیات اسی جسم کی ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہے اور وہی جسم حیات ہے جو غیر انبیاء علیہم السلام کا مٹی کھا جاتی ہے۔ اب اس پر اور تو کوئی اعتراض نہ کر سکے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ یہ خبر واحد ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

بہاولپور کا واقعہ

حضرتؒ نے فرمایا ایک مرتبہ میں بہاولپور کے علاقہ میں تقریر کے لئے گیا جب میں نے خطبہ شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا چونکہ وہ بہت زیادہ شور مچا رہے تھے میں نے خطبہ پڑھنے کے بعد کہا کہ میں نے خطبہ پڑھ لیا میں اپنی تقریر کے وقت میں سے پندرہ منٹ آپ کو شور کرنے کے لئے دیتا ہوں آپ ان پندرہ منٹوں میں جو شور کرنا چاہیں کر لیں میں کہوں کہ شور کرو لیکن وہ نہ کریں۔ دیکھو میں نے تمہیں وقت دے رہا ہوں شور کرنے کے لئے وہ خاموش۔

محققین کی ایک پوری جماعت اس تحقیق پر پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی وفات

شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔

میں نے کہا پھر شور نہ کرنا میری بات سن لو۔ میں نے کہا اتنی بات تم بھی مانتے ہو کہ حضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل الآن کما کان محفوظ ہے میں نے کہا یہ مانتے ہو؟ سارے کہنے لگے مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس کے لئے قرآن پاک سے آیت پڑھو۔ انہوں نے کہا حدیث پاک میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے۔ مراد ان کی یہی حدیث

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء

تھی میں نے کہا اس حدیث پاک میں جس کے بارے میں تم بھی مانتے ہو کہ اس میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے اسی میں حیات کا ذکر ہے۔ اب اگر یہ حدیث جھوٹی ہے تو جسد اطہر کی حفاظت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر آپ اسی حدیث سے جسد اطہر کی حفاظت ثابت کر رہے ہیں۔ محفوظ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو پھر اس میں حیات موجود ہے۔ اب اگر حدیث ماننی ہے تو حدیث کی دونوں باتیں ماننی چاہئیں۔ اگر انکار کرنا ہے تو کیپٹن مسعود الدین عثمانی نے تو انکار کر دیا ہے تمہیں کون سا ڈر ہے؟ کیونکہ کیپٹن عثمانی کہتا ہے کہ یہ حدیث و ممزقہم کل ممزق کے خلاف ہے۔ معاذ اللہ کیپٹن عثمانی نے کافروں والی آیت انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کر دی ہے۔ اب دس بارہ جو اس کے خاص چیلے بیٹھے تھے وہ اپنے مولویوں سے کہنے لگے کہ آپ اٹھیں اور لوگوں کو بتائیں کہ امین نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ایک بات میں میرا اور آپ کا اتفاق ہے کہ جسد اطہر موجود ہے۔ ایک بات میں اختلاف ہے وہ جسد اطہر حیات بھی ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ وہ فائز الحیات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس بات سے اتفاق ہے وہ آپ نے کس حدیث سے لی ہے۔ اگر تو اسی حدیث سے لی ہے جو میں پڑھ رہا ہوں تو پھر اسی حدیث میں جسد اطہر کا فائز الحیات ہونا بھی ثابت ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی حدیث یا آیت آپ کے پاس موجود ہے جس سے آپ جسد اطہر کا محفوظ ہونا ثابت کر سکیں تو مجھے پیش کریں۔

کفر ٹوٹا خدا کر کے۔ آخر ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے اس نے کہا کہ سچی بات

یہی ہے کہ ہمارے پاس جسد اطہر کے محفوظ ہونے کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے جو آپ نے پڑھی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس حدیث کو پورا ماننا چاہئے یا ادھورا؟ اس پر ان کے اٹھارہ بڑے بڑے زمیندار کھڑے ہوئے انہوں نے کہا مسئلہ حل ہو گیا ہے کہ جب اس حدیث مبارکہ کو آپ بھی صحیح مانتے ہیں اور یہ بھی صحیح مانتے ہیں تو پھر ہم اس حدیث کو ادھوری کیوں مانیں بلکہ ہم پوری مانیں گے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ آدمی حدیث مان لی جائے اور آدمی حدیث کا انکار کر دیا جائے۔

اب دیکھئے کہ ہم جس طرح استدلال عرض کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں ارض کا لفظ موجود ہے، جسد کا لفظ موجود ہے، جسد بھی وہ جس کو مٹی کھا جایا کرتی ہے، وہ یہی جسد غضری ہے، جسد مثالی کو مٹی نہیں کھایا کرتی، اور یہاں اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں، اور قبر میں جسد غضری ہی رکھا گیا تھا نہ کہ جسد مثالی تو حیات بھی جسد غضری ہی کی ثابت ہوئی۔

حدیث نمبر ۳

اخبرنا عبدالوہاب بن عبد الحکم الوراق قال

اخبرنا معاذ بن معاذ عن سفیان بن سعید ح و اخبرنا

محمود ابن غیلان قال حدثنا وکیع و عبدالرزاق عن

سفیان عن عبد اللہ بن سائب عن زاذان عن عبد اللہ قال قال

رسول اللہ ﷺ ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغونني

من امتي السلام.

(نسائی جلد نمبر ۱ ص ۱۸۹) (ح ۲۰)

(ح ۲۰) حدیث نسائی کے روایت ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱. عبدالوہاب. ثقة (تقریب ص ۲۴۹)

یہ حدیث مسند احمد میں جلد نمبر ۱ ص ۳۵۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۷۵ دارمی ص ۳۷۲

۲. معاذ بن معاذ ثقة ص ۳۵۷

۳. سفیان بن سعید ثقة حافظ فقیہ عابد تقریب ص ۱۵۱

۴. عبد اللہ بن سائب ثقة (تقریب ص ۲۰۰)

۵. زاذان صدوق یرسل وفيه شیعۃ (تقریب ص ۱۱۵)

۶. عبد اللہ بن مسعود صحابی مشہور (خلاصہ از تسکین

الصدور)

علامہ یثربی "مجمع الزوائد" میں اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ کی دوسری حدیث بھی نقل فرماتے ہیں

قال قال رسول الله ﷺ حياتي خير لكم تحدثون و تحدث لكم وفاتي خير لكم تعرض على اعمالكم فما رأيت من خير حمدت الله عليه وما رأيت من شر استغفرت الله لكم. رواه البزار و رجاله رجال الصحيح. مجمع الزوائد ص ۲۴ ج ۹

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم باتیں کرتے ہو اور تم سے باتیں کی جاتی ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیئے جائیں گے پس جب میں اچھے اعمال کو دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف کروں گا اس پر اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں

اخرج احمد والنسائي والحاكم وصححه والبيهقي في الشعب
والبزار عن ابن مسعود عن النبي ﷺ قال ان الله ملئكة سياحين

اور البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۵۳۱ موارد الغممان ج ۱ ص ۵۹۴ میں موجود ہے۔ علامہ سخاوی نے

فی الارض یبلغونی عن امتی السلام۔

(الخصائص الکبریٰ ص ۳۸۹ ج ۲)

اسی طرح ملا علی قاری اسی حدیث ابن مسعود کے تحت فرماتے ہیں

وفیه اشارة الى حیاته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام امتہ الکاملہ و
ایماء الى قبول السلام حیث قبلته الملائکة و حملته الیه علیہ
السلام۔ مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۳۲۱ ج ۲

ترجمہ۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کی حیات دائمہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی
امت کاملہ کے سلام کے پہنچنے کی وجہ سے آپ کی خوشی کی طرف اشارہ ہے اور سلام کو
قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے بایں طور کہ فرشتے اس کو قبول کرتے ہیں اور آپ علیہ
السلام کی طرف لے جاتے ہیں۔

اس طرح خطیب بغدادی نے بھی آپ علیہ السلام پر سلام پیش کرنے کی حدیث نقل
فرمائی ہے لکھتے ہیں

قال سعید بن الحسن بن علی الروز بهان حدثنا جریر عن حسین
الخلقانی عن عبد الله بن سائب عن زاذان عن عبد الله بن مسعود
قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة يطوفون فی الطريق یبلغونی
عن امتی السلام۔ (تاریخ بغداد ص ۱۰۴ ج ۹)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بے شک اللہ کے فرشتے راستے میں پھرتے رہتے
ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح مند ابو یعلیٰ الموصلی میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے

ابو یعلیٰ عن خيثمة عن وکیع عن سفیان عن عبد الله بن سائب

القول البدیع میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

عن زاذان عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان الله
ملئكة سياحين في الارض يبلغوني عن امتي السلام (مسند ابو
يعلى الموصلى ص ۱۳۷ ج ۹)
مسند احمد کی سند

حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا ابن نمير انبأنا سفيان عن عبد الله
بن السائب عن زاذان قال قال عبد الله قال رسول الله ﷺ ان الله
ملئكة سياحين في الارض يبلغوني عن امتي السلام.

(مسند احمد ص ۵۰۳ ج ۱)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند

حدثنا وكيع عن سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن
عبد الله قال قال رسول الله ﷺ ان الله ملئكة سياحين في الارض
يبلغوني عن امتي السلام.

(ابن ابی شیبہ ص ۳۹۹ ج ۲)

موارد النظمان کی سند یہ ہے

اخبرنا احمد بن علي بن المثنى حدثنا ابو خيثمة ثنا وكيع عن
سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن ابن مسعود قال قال
رسول الله ﷺ ان الله ملئكة سياحين في الارض يبلغوني عن
امتي السلام.

(موارد النظمان ص ۵۹۵)

اسی طرح ابن عبد الحمادی حنبلی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں

رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیهقی

رواہ النسائی و اسمعیل القاضی و غیرہما من طریق مختلفہ من
اسانید صحیحہ لا ریب۔

اعتراض

اس حدیث کی سند میں زاذان راوی ہے اور وہ شیعہ ہے۔

جواب

زاذان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خصوصی شاگرد ہے بہت بڑا عالم ہے شیعہ کے معنی
جماعت ہے، حضرت علی کی جماعت کو ہیجان علی کہہ دیتے تھے ابن قیم فرماتے ہیں و
زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابة کعمر و غیرہ و روی له
مسلم فی صحیحہ و قال یحییٰ بن معین ثقة و قال حمید بن ہلال و قد
مثل عنه ہو ثقة لا تسئل عن مثل هؤلاء (کتاب الروح ص ۵۹)
امام حاکم نے مستدرک میں حدیث برآمد اس سند سے نقل کی ہے

فحدثنا ابو سعید عمر بن محمد بن منصور العدل ثنا الحسن
بن الفضل البجلي ثنا معاوية بن عمرو الازدي ثنا زائدة عن
الاعمش عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء۔
اس سند میں زاذان ہے حاکم کہتے ہیں

هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ فقد احتجا جميعها

بالمنهال بن عمرو، و زاذان۔ (مستدرک ص ۹۶ ج ۱)

ترجمہ..... یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے منہال بن عمرو اور
زاذان سے استدلال کیا ہے۔

آگے حاکم چار سندیں ایسی لائے ہیں جن میں زاذان ہے، پھر فرماتے ہیں

والخطعی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما وقال

ہذہ الاسانید التی ذکرتها کلہا صحیحۃ علی شرط الشیخین۔
یہ تمام کی تمام اسانید جنہیں میں نے ذکر کیا ہے یہ صحیح ہیں اور بخاری مسلم کی شرط پر
ہیں، ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں زاذان کی روایت کو بخاری مسلم کی شرط پر قرار
دیا ہے۔ دیکھئے، مستدرک ص ۹۶ ج ۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
زاذان کے بارے میں جو شیعہ ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب سمجھنے سے
پہلے پہچاننا ضروری ہے کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوتا
ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں،

ان البدعة علی ضربین فبدعة صغریٰ کفلو التشیع او کالتشیع
بلا غلو ولا تحرف۔ فهذا کثیر فی التابعین و تابعیہم مع الدین
والورع والصدق فلور د حدیث هؤلاء للذهب جملة من الآثار
النبویة و هذه مفسدة بینة۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ بدعت (یعنی شیعہ) دو قسم پر ہے بدعت صغریٰ جیسے تشیع کا
قلو یا تشیع بلا غلو بغیر تحریف کے قائل ہونے کے یہ کثیر تابعین اور تبع تابعین میں باوجود
ان کے دین ورع اور صدق کے پایا جاتا ہے اگر اس جماعت کی حدیث رد کریں تو
جملہ احادیث نبویہ چلی جائیں گی اور یہ ظاہری فساد ہے۔
آگے لکھتے ہیں

ثم بدعة کبریٰ کالرفض الکامل والغلو فیہ والحط علی ابی ہکر
وعمر رضی اللہ عنہما والدعاء الی ذالک فهذا النوع لا یحتج
بہم ولا کرامة و ایضا لما استحضر الان فی هذا الضرب رجلا
صادقا ولا مامونا بل الکذب شعارہم والتقیۃ والتفاق دثارہم

صحیح الاسناد

روایت کیا اس کو احمد نے نسائی، دارمی، ابوالعیم، بیہقی، خطعی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی

لکھیف یقبل نقل من هذا حاله حاشا و کلا. والشیع الغالی فی
زمان السلف و عرفهم هو من تکلم فی عثمان و الزبیر و طلحة
و معاویة و طائفة ممن حارب علیاً رضی اللہ عنہ و تعرض لسيهم
و الغالی فی زماننا و عرفنا هو الذی یکفر هؤلاء السادة و يتبرأ
الشیخین ایضاً فلهذا ضال مقرر.

پھر بدعت کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابو بکر اور عمرؓ کے خلاف بولنا اور
اس کی طرف دعوت دینا یہ ایسی نوع ہے جن کی روایت نہیں لی جائے گی نہ وہ لوگ
قابل احترام ہیں۔ اس جماعت میں میں کسی بھی سچے آدمی کو نہیں پاتا بلکہ جھوٹ ان کا
شعار ہے اور تقیہ اور نفاق ان کی علامت ہے۔ پس کیسے روایت نقل کی جائے گی اس
کی جس کا یہ حال ہو۔ اور غالی شیعہ سلف کے زمانہ میں اور ان کے عرف میں وہ تھا جو
عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، معاویہؓ اور اس جماعت کے بارے میں جنہوں نے حضرت علیؓ سے
جنگ کی ان پر اعتراض کرتا ہو اور ان پر سب و شتم کرتا ہو اور غالی ہمارے زمانے میں
اور ہمارے عرف میں وہ ہے جو ان کی تکفیر کرتا ہو اور شیخین سے برأت کا اظہار بھی کرتا
ہو۔ یہ گمراہ اور جھوٹا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۰ ج ۱)

علامہ ذہبی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ شیعہ دو قسم کے (۱) غالی شیعہ (۲) غیر غالی
شیعہ۔

غالی کی روایت نہ لی جائے گی اور غیر غالی کی لی جائے گی۔

حافظ ابن حجر محدی الساری اور تہذیب الفہم ص ۹۴ ج ۱ میں فرماتے ہیں

التشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علی عثمان
وان علیاً کان مصیباً فی حروبه وان مخالفه مخطیء مع تقدیم

صحیحین میں اور فرمایا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

الشیخین و تفضیلہما۔

ترجمہ۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں شیعہ متقدمین کے عرف میں حضرت علی کے حضرت عثمان سے افضل ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے۔ اور اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ حضرت علی جنگوں میں مصیب تھے اور ان کے مقابل قحطی تھے حضرات شیخین کے حضرت علی پر مقدم ہونے اور افضل ہونے کے اعتقاد کے ساتھ (یہ یاد رہے کہ جنگوں میں قحطی ہونے سے مراد خطا و اجتہادی ہے اور اس پر بھی ایک اجر ہے جیسا کہ بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں روایت موجود ہے۔ کہ اگر مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تب بھی ایک اجر ہے۔) آگے ابن حجر لکھتے ہیں

وربما اعتقد بعضهم ان علیاً افضل الخلق بعد رسول الله ﷺ
واذا معتقد ذلك ورعاً ديناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روايته بهذا
لا سيما اذا كان غير داعية

اور بعض ان میں سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں جب اس کا اعتقاد رکھنے والا متقی و نیکو اور سچا اور جانچ پرکھ کر کے روایت لینے والا ہو تو اس کی روایت صرف اعتقاد کی وجہ سے رد نہیں کی جائے گی خصوصاً جب وہ بدعت (یعنی اس عقیدہ) کی طرف داعی بھی نہ ہو۔
آگے لکھتے ہیں

فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في شيعه. و يطلق
عليه والفضي والاشيعي. فان انضاف الى ذلك السب
والتصريح بالبغيض وهو التشيع في عرف المتأخرين. فغال في
الرفض. وان اعتقد الرجعة الى الدنيا فاشد في الغلو ولا تقبل

آ کے علامہ سخاوی اسی مضمون کو حضرت علیؑ سے حدیث نقل فرماتے ہیں

روایۃ الرافضی الغالی ولا کرامة

ترجمہ۔ پس جو حضرت علیؑ کو ابو بکر اور عمرؓ سے مقدم کرتے ہیں یہ غالی شیعہ ہیں ان پر رافضی کا اطلاق ہوتا ہے ورنہ شیعہ کا۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی کرتا ہو اور بغض بھی ظاہر کرتا ہو تو یہ متاخرین کے عرف میں شیعہ ہے اور غالی رافضی ہے۔ اور اگر رجعت کا عقیدہ بھی رکھتا ہو تو شدید غالی ہے ایسے غالی رافضی کی روایت قبول نہ کی جائے گی اور نہ یہ شخص قابل عزت ہے۔

علامہ ذہبی ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ولحن معشر اهل السنة الو محبة و موالة للخلفاء الاربعة ثم خلق من شيعة العراق يحبون عثمان و عليا لكن يفضلون عليا على عثمان ولا يحبون من حارب عليا مع الاستغفار لهم فهذا تشيع خفيف

ترجمہ۔ ہم اہل سنت خلفاء اربعہ سے محبت کرتے ہیں پھر عراق کے شیعوں سے کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے جو حضرت عثمان اور حضرت علیؑ دونوں سے محبت کرتے تھے لیکن علیؑ کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے جس نے علیؑ سے جنگ کی اس سے محبت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے لئے استغفار کرتے تھے یہ ہیئت کی خفیف قسم ہے۔

(میزان الاحتمال ص ۳۲۷ ج ۳)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ باتیں معلوم ہونگیں

۱۔ کچھ لوگ حضرت علیؑ کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے محبت دونوں سے کرتے تھے البتہ شیخینؓ کی فضیلت کے قائل تھے یہ لوگ جنگوں میں حضرت علیؑ کے مصیب ہونے کے بھی قائل تھے یہ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ لڑنے والوں کے لئے استغفار بھی کرتے

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ ان الله ملائكة

تھے ایسوں کو بھی پہلے زمانے میں شیعہ کہہ دیا جاتا تھا۔

۲۔ بعض لوگ سب شیخین کے قائل تھے اور حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، معاویہؓ ان لوگوں پر سب کرتے تھے ایسوں کو غالی شیعہ یا رافضی یا غالی رافضی یا رافضی محترق کہا جاتا ہے۔

۳۔ پہلے قسم کے طبقہ سے روایت کرنا جائز ہے بلکہ روایت نہ کرنا احادیث کے بہت بڑے ذخیرہ کو ضائع کرنا ہے۔

۴۔ دوسری قسم کے طبقہ سے روایت نہ کی جائے گی۔

نوٹ۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے روادا کے پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ ہونے کی وجہ سے بعض ایسے آئمہ جرح و تعدیل جو خوارج کی طرف مائل تھے سخت جرح کر دیتے تھے جیسے جوز جانی دمشقی، چنانچہ حافظ ذہبی جوز جانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

كان شديد الميل الى مذهب اهل دمشق في التعامل على علي
لقوله في اسماعيل مائل عن الحق يريد به ما عليه الكوفيون من
التشيع.

ترجمہ۔ جوز جانی اہل دمشق کے مذہب کی طرف شدت کے ساتھ مائل تھے۔ حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے میں اور ان کا قول اسماعیل کے بارے میں ”مائل عن الحق“ اس سے ان کی مراد وہ نظریہ ہے جس پر کوئی شیعہ تھے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۰۱ ج ۱)
محقق العصر علامہ زاہد بن حسن الکوثری نے بھی تانیب الخطیب میں لکھا ہے۔

لا يقبل له قول في اهل الكوفة (ص ۱۱۶)

ترجمہ..... اہل کوفہ کے بارے میں ان کا قول قائل قبول نہ ہوگا۔

جوز جانی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

والجوز جاني مشهور بالنصب والانحراف.

یسبحون فی الارض یبلغونی صلاة من صلی علی من امتی.

ترجمہ۔ جوز جانی نامی اور حضرت علیؑ سے منحرف ہونے میں مشہور ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

و تعصب الجوز جانی علی اصحاب علیؑ معروف.

جوز جانی کا تعصب اصحاب علیؑ کے خلاف معروف ہے۔

(تہذیب المعذیب ص ۴۶ ج ۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

جوز جانی کان ناصباً منحرفاً عن علیؑ

جوز جانی نامی تھا حضرت علیؑ سے منحرف تھا (تہذیب ص ۱۱۶ ج ۲)

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں

قلنا غیر مرة ان جرحه لا یقبل فی اهل الکوفۃ لشدة انحرافه و

نصبه

ترجمہ۔ ہم نے بارہا کہا ہے کہ جوز جانی کی جرح اہل کوفہ کے بارے میں قبول نہ کی

جائے گی اس کے قصہ و نامی اور منحرف ہونے کی وجہ سے۔ (تہذیب ص ۱۶۷ ج ۲)

چونکہ بعض جارحین میں شدت تھی اس لئے اکثر حضرات نے ان کے قول کی طرف

التفات نہ کیا اور شیعہ کی پہلی قسم کو معتبر فی الروایۃ قرار دیا۔ چنانچہ جلیج بن عبد اللہ کوئی کو

شیعہ کہا جانے کے باوجود ابن عدی نے صدوق کہا ہے۔ ابن معین اور احمد علی نے محمد

کہا ہے۔ (میزان ص ۷۸ ج ۱)

زبید بن الحارث الیامی کے بارے میں لکھا ہے

من ثقات التابعین فیہ تشیع یسیر قال قطان ثبت وقال غیر واحد

غیر ثقة

اخرجہ الدار القطنی.

کہ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت میں سے اس شخص کا درود مجھ تک پہنچاتے ہیں جو شخص مجھ پر درود پڑھے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ امام دارقطنیؒ نے جو حضرت علیؑ سے یہ روایت کی ہے یہ ان کا وہم ہے اس حدیث کو زاذان نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے۔ آگے علامہ سخاویؒ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی روایت لاتے ہیں

عن حسن بن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله

ﷺ حیث ما كنتم فصلوا علی فان صلاحکم تبلغنی رواہ

چنانچہ زاذان کو بھی پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ کہا گیا ہے اسی وجہ سے ان کو صدوقا لکھا گیا ہے علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں زاذان من الفقہات روی عن اکابر الصحابة زاذان ثقہ ہے اکابر صحابہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت مسلم میں ہے۔ عاجز نے مستدرک کا حوالہ نقل کر دیا ہے کہ اس کی حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر حاکم نے کہا ہے پس زاذان کی وجہ سے جبکہ اس حدیث کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہو اس کو چھوڑنا ظلم اور نا انصافی اور ذخیرہ احادیث کو ضائع کرنا ہے۔ اس موضوع پر شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے الرفع والتمیل کے حاشیہ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ شیخ کا تعارف اس کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ آجائے گا۔

حبیہ۔ اس زمانے میں جن کو رافضی یا غالی یا رافضی محترق کہا جاتا تھا، اس زمانے میں ان کو شیعہ کہا جاتا ہے، اور موجودہ زمانے کے یہ تمام روافض اثنا عشری عقائد کے حامل ہیں، اور زنادقہ اور مرتدین کے حکم میں ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھیے بیانات خصوصی اشاعت جو کہ مختلف فیصلہ کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

الطبرانی فی الاوسط والكبیر

کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث ابن مسعودؓ میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ جن فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے وہ سیاحین فی الارض ہیں۔ جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اس حدیث مبارکہ میں ہمارا استدلال اسی پر ہے کہ سیاحت کوارض (زمین) سے معلق کر دیا گیا ہے۔ وہ درود لیتے بھی زمین سے ہی ہیں اور پہنچاتے بھی زمین والی قبر میں ہیں۔ اور زمین والی قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ جسد غضری ہی ہے کیونکہ خواب و خیال والے جسد مثالی کو کسی نے وہاں دفن کیا ہی نہیں۔ جب درود اسی جسد غضری پر ہی پیش ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہی جسد غضری ہی فائز الحیات ہے۔

علامہ سیوطیؒ روایت نقل کرتے ہیں

اخرج الحارث فی مسنده و ابن سعد والقاضی

اسمعیل عن بکر بن عبد اللہ المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ

حیاتی غیر لکم و موتی غیر لکم تعرض علی اعمالکم

فمن کان من حسن حمدت اللہ علیہ و من کان من سوء

استغفرت اللہ لکم، و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث

ابن مسعودؓ مثله.

(الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۱ ج ۲)

ترجمہ..... حارث نے اپنی سند اور ابن سعد اور قاضی اسماعیل نے بکر بن

عبد اللہ المزنی سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری زندگی بھی

تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ

پر پیش کئے جائیں گے پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو

برے ہوں گے تو میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ بزار نے ابن مسعود سے اسی کی مثل حدیث کو سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

مناظرہ میں احادیث پیش کرنے پر احمد سعید کا اعتراض

حضرتؑ نے فرمایا کہ جب میرا احمد سعید سے مناظرہ ہوا ویسے تو یہ کبھی مناظرہ میں نہ پہنچتا لیکن اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس تاریخ کو مناظرہ ہے اس تاریخ کو امین مناظرہ پر نہیں پہنچ سکے گا اور مفت میں میدان میرا ہو جائے گا۔ وجہ میرے نہ پہنچنے کی اس کے ذہن میں یہ تھی کہ مناظرہ ضیاء الحق کے ریفرنڈم سے ایک دن پہلے رکھا گیا، اور میں چونکہ سکول ٹیچر تھا اور الیکشن کے موقع پر ٹیچروں کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے اور چھٹی بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ مناظرہ طے کرنے کی ہمت کر بیٹھے۔ مناظرہ سے ایک دن قبل کبیر والا کے تین چار اساتذہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مناظرہ طے ہو گیا ہے اور آپ ہی نے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا یہ تو مشکل ہے کیونکہ سکول سے چھٹی نہیں مل رہی ابھی وہ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ آرڈر آ گیا کہ چھٹی بند ہے لیکن فیہی مددیہ ہوئی کہ اس پر میرا نام غلط لکھا ہوا تھا محمد امین کے بجائے محمد رفیق لکھا ہوا تھا میں نے کہا کہ میں باقی ٹیچروں کی تصدیق کروا دیتا ہوں لیکن میرا تو نام ہی غلط ہے، پہلے میرا نام آپ ٹھیک کروا کر لے آئیں۔ اسے میں نے نام ٹھیک کروانے بھیج دیا اور ادھر میں نے جلد از جلد ڈی، سی کے تمام اہم کام کے لئے رخصت کی درخواست لکھی اور کہا میں ان شاء اللہ پہنچوں گا اسی دن شام چار بجے ڈی، سی کے پاس دوٹوں کے سلسلہ میں اجلاس تھا، باقی تمام ٹیچرز حضرات گئے ڈی، سی صاحب نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیوں نہیں آئے تو میرے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ان کی درخواست ہے اور وہ ضروری کام سے کہیں چلے گئے ہیں۔ ڈی، سی صاحب نے کہا وہ دصرہ کے توپکے ہیں پہنچنے کی کوشش تو کریں گے، لیکن چونکہ سفر زیادہ لمبا ہے ہو سکتا ہے کہ وقت پر پہنچ نہ سکیں اس لئے ایک آدمی ان کے لئے ریزرو رکھو، اگر وہ نہ پہنچ سکے تو یہ آدمی کام کرے تاکہ کام نہ رکے جب میں پہنچا تو میں نے حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ لکھ کر بھیجا اور احمد سعید نے اس کے

جواب میں صرف یہ لکھا میں آپ کے عقیدہ کا انکار کرتا ہوں۔ اور میرا اپنا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔ لہذا ہم تو دلائل پیش کر سکیں گے اور تو پورے مناظرہ میں کوئی آیت یا حدیث نہ پڑھ سکے گا۔

مما تیوں کا مغالطہ

عام طور پر یہ لوگ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مدعی حیاتی ہیں ہم منکر ہیں لہذا دلیل حیاتیوں کے ذمہ ہے چنانچہ احمد سعید نے دارالعلوم کبیر والا والوں کو خط لکھا کہ مدعی تم ہو ہم نہیں ہیں لہذا دلیل تمہارے ذمہ ہوگی، انہوں نے یہ خط حضرت اوکاڑوٹی کے پاس بھیج دیا حضرت نے جواب لکھا آپ کم از کم نور الانوار ایک مرتبہ اور پڑھیں۔ کیونکہ نور الانوار میں لکھا ہے کہ نفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دلیل پر مبنی نہ ہو جیسے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ہم یہ بات نہیں مانتے کہ اشہد ان علیا ولی اللہ اذان میں کہنا چاہئے لیکن اس پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اسی طرح ساتواں چالیسواں کا انکار اس کی کوئی بھی دلیل نہیں۔ اور ایک نفی وہ ہے جو دلیل پر مبنی ہو جیسے قرآن میں لکھا ہے لا شریک لہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ قرآن میں لکھا ہے لم یلد و لم یولد کہ اللہ کا نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے خدا کی کوئی بیوی نہیں۔ اب یہ سب نفی ہیں لیکن جب ہم قرآن کا نام لے کر یہ کہیں گے کہ قرآن میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو اب دوسرے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہے کہ قرآن کی وہ آیت پڑھ جس میں خدا کے شریک کی نفی ہو۔ اب مجھے قرآن کی آیت پڑھنی چاہئے یا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جانا چاہئے کہ میں تانی ہوں مجھ سے کوئی دلیل نہ مانگے۔ تو وہ کہیں گے تو پھر قرآن پر جھوٹ کیوں بول رہا تھا؟ تو ان ساری مثالوں سے معلوم ہوا کہ نفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دلیل پر مبنی ہے دوسری وہ جو بلا دلیل ہے۔

اب مماقی ہمیں لکھ دیں کہ حیات النبی کا انکار ایسے ہی ہے جیسے حجے ساتویں اور چالیسویں کا انکار۔ پھر تو ٹھیک ہے اس صورت میں ہم مدعی ہوں گے اور دلائل پیش کرنے پڑیں

گے۔ لیکن جب یہ دن رات شور مچاتے ہیں کہ ہمارے پاس عدم حیات کی ستر قرآن پاک کی آیات ہیں اور نبی علیہ السلام کی سترہ سو حدیثیں ہیں تو ان کی نفی دلیل پر مبنی ہوئی۔ لہذا انہیں وہ دلائل پیش کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ لوگ آج تک اپنا عقیدہ بھی نہ بیان کر سکے کہ قائلین حیات کو کیا لکھ کر بھیجتا ہے۔

جو لوگ اپنا عقیدہ نہیں لکھ سکتے وہ اس پر دلائل کیا خاک پیش کریں گے؟ چنانچہ حضرت اوکاڑوٹی نے فرمایا کہ جب دریا خان کے مناظرے کے لئے میں نے اپنا عقیدہ پچیس کتابوں کے حوالے سے لکھا اور میں نے ان کو کھاد دنیا کے جس ملک میں تم چلے جاؤ تو تمام لوگ یہی کہیں گے کہ یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور زانی، ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسد اطہر کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا، صحابی تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو کجا، کوئی چور، زانی یا ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو پیش کرو۔ لیکن ایک حوالہ بھی قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔ اہل سنت ہونا شرط ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

شجاع آباد کا واقعہ

حضرتؒ نے فرمایا کہ شجاع آباد میں مجھے جلسہ پر بلایا گیا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ جلسہ مماٹیوں کا ہے۔ میں ایک سفر سے واپسی پر جب ملتان پہنچا تو مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ واپس اوکاڑہ چلتا ہوں کیونکہ میں نے صبح سکول بھی جانا ہے اور چھٹی ہوتی نہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ جلسہ پر ہی چلتا ہوں اور پہلی تقریر کر کے واپس آ جاؤں گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہو گی۔ میں نے پوچھا مجھ سے پہلے کن کن حضرات نے تقریر کرنی ہے تو انہوں نے کئی نام لئے ان

میں عنایت اللہ شاہ کا نام بھی تھا۔ میں نے انہیں کہا کہ تم نے عنایت اللہ شاہ کو بلوا کر اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے اگر اسے بلانا تھا تو مجھے نہ بلاتے۔ اگر مجھے بلانا تھا تو اسے نہ بلاتے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے اس نے وہی بیان کرنا ہے، اس کے بعد غیر مقلدین کو موقع مل جائے گا اپنی جان چھڑانے کا اور وہ میری تقریر میں حیات النبی ﷺ کے متعلق سوالات کی پرچیاں دیتے رہیں گے، یوں آپ کے بلانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ میں نے کہا اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ عنایت اللہ شاہ کو کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لے اور رات کو تقریر نہ کرے۔ لیکن عنایت اللہ شاہ نہ مانا اور اس نے کہا میں تقریر رات کو کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا۔ خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق کہنے لگا کہ سارے ہی اس عقیدہ پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ، سارے تابعین، اور سارے تبع تابعین اور سارے فقہاء کرام اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔

ایسے موقع پر تماشا دیکھنے والے لوگ زیادہ ہوتے ہیں میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو چار پانچ نو جوان میرے پاس آگئے اور کہنے لگے ”سن رہے ہیں“ میں نے کہا سن رہا ہوں۔ میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔ وہ نو جوان گئے انہوں نے چٹ پر لکھ کر اور نیچے میرا نام لکھا اور اس کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتہ چلا کہ جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا، اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو صحابی، اور تابعین اور تبع تابعین سب بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے مجھ سے پہلے جو میرے عقیدے کا تھا، وہ ہے ابن عبدالحادی حنبلی جس نے الصارم الحنکی لکھی ہے۔ اب چونکہ پیکیر پر وہ میرا نام لے چکا تھا۔ اس لئے میں نے خود چٹ لکھی۔ اب نبی، اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے، چلو اسی پر فیصلہ کرلو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں ماننا ہوں۔ آپ بھی دستخط کریں۔

ابن عبدالحادی کہتا ہے کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو

تہارے دستور کے مطابق اشاعت التوحید والسنۃ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔ جب اس نے میری چٹ پڑھی تو کہا مناظرہ علماء کا کام ہے میں تو طالب علم ہوں۔

تو ذکر چل رہا تھا احمد سعید کے مناظرے کا، حضرتؑ نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو مناظرہ شروع ہوا چونکہ میں احمد سعید کی توقع کے خلاف وہاں پہنچ گیا تھا اس کے ذہن میں یہی تھا کہ وہ نہیں پہنچ سکے گا اس لئے اس نے ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش بھی نہ کی اب جب میں پہنچا تو مناظرہ کرنا ہی پڑا۔ چنانچہ جب مناظرہ شروع ہوا تو میں نے احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال شروع کیا۔

احادیث سے استدلال کرنے کی وجہ

میں قرآن پاک سے آیت شہداء تلاوت کر کے بھی حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کر سکتا تھا لیکن میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا۔ کیونکہ احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بھاریۃ النص ثابت ہے اور عوام بھارت النص کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ جب میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قرآن پڑھو، قرآن پڑھو، لیکن میں نے ان کے شور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حدیث پڑھتا تھا اور ان سے البتہ میں نے اتنا کہا کہ جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو تم سارے شور کرتے ہو لیکن جب احمد سعید کھڑا ہوتا ہے تو کوئی کچھ نہیں کہتا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یقین ہے کہ احمد سعید قرآن کا منکر ہے اور امین قرآن کو ماننا ہے۔

اب اس کے بعد میں آیت شہداء تلاوت کی تو احمد سعید نے کہا کہ کسی مفسر نے اس آیت کے تحت لکھا ہو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اس سے ثابت ہے تو میں ناک کٹوا دوں گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت دو تین تفسیروں سے دکھایا کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے، چنانچہ میں اس کو ایک حوالہ سنا تا اور پھر پوچھتا کہ اپنے ناک پر ہاتھ لگا کر دیکھ لو کہ ناک رہی ہے یا نہیں؟ تاکہ میں دوسرا حوالہ اسی اعتبار سے پڑھوں۔ اس سے اس کے لوگ اس پر سخت

ناراض ہوئے کہ تو نے ہماری بدنامی کروادی ہے۔ کچھ دیر کے بعد نماز کا وقت ہو گیا ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے لیکن وہ مسجد میں نہیں گیا اس نے نماز وہیں پڑھی اب ان کی طرف سے جو بانی مناظرہ تھا وہ انہی کا صدر تھا۔ احمد سعید نے اس سے پوچھا کہ شرطیں طے نہیں کیں تھیں اس نے کہا نہیں کیں۔ احمد سعید نے کہا آپ کو پہلے شرطیں طے کرنی چاہئیں تھیں، چنانچہ جب میں نماز پڑھ کر آیا تو مجھے کہتا ہے کہ پہلے مناظرہ کی شرطیں طے ہونی چاہئیں، میں نے کہا کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا کیا نماز کی شرطیں نماز پڑھنے سے پہلے پوری کی تھیں یا دو رکعت پڑھنے کے بعد؟ اس نے کہا شرطیں پہلے ہی پوری ہوتی ہیں۔ میں نے کہا اسی طرح مناظرہ کی شرطیں مناظرہ سے پہلے پوری کرنی چاہئیں تھیں۔ اور اس کو اب آدھا مناظرہ گزرنے کے بعد شرطیں یاد آ رہی ہیں۔ اس پر اس نے اپنی جماعت والوں کو کہا میں تین آیتیں پڑھوں گا، اور ان کا ترجمہ کروں گا اس کے بعد تم ٹیپیں بند کر دینا تاکہ ان آیتوں کا اگر جواب دے تو شیپ ریکارڈر میں نہ آئے۔ اب احمد سعید نے ایک آیت پڑھی

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی
منامھا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری
الی اجل مسمی ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون۔
اور دوسری آیت

الک میت وانہم میتون
اور تیسری آیت

اموات غیر احیاء

یہ تین آیتیں پڑھ کر ترجمہ کیا اور ترجمہ کرتے ہی بھاگ کر اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

میرا مطالبہ

میرا مطالبہ جس سے ڈر کر وہ بھاگا وہ یہ تھا کہ میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو نے تفسیر کا حوالہ مانگا، میں نے ایک نہیں کئی حوالے پیش کئے اب میں تجھ سے یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ان تین آیات میں سے کسی آیت کے نیچے کسی سنی مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو حوالہ پیش کر اور فی حوالہ دس لاکھ انعام دوں گا۔ لیکن وہ حوالہ کیا دیتا بھاگ کر کمرہ میں چلا گیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

اب وہاں کا اشاعت التوحید والسنۃ کا جو صدر تھا اس کا بہنوئی بریلوی تھا ان دونوں کی آپس میں طے تھی کہ اگر احمد سعید جیت گیا تو بریلوی اشاعت التوحید والسنۃ میں آجائے گا اور اگر امین جیت گیا تو اشاعت التوحید والسنۃ والا بریلوی بن جائے گا۔ مجھے ان کی اس بات کا علم نہ تھا، جب سعید بھاگ گیا تو بریلوی کھڑا ہوا اس نے کہا اگر کوئی کسر رہ گئی ہے تو آپ اپنے مناظر کو نکال کر لائیں وگرنہ اصول کے مطابق تو یہ ہونا چاہئے کہ تو کھڑے ہو کر بریلوی بننے کا اعلان کر کہ میں بریلوی ہوتا ہوں، تاکہ ہمارے تحریری معاہدہ کے تحت عمل ہو جائے۔ لیکن اب میں چونکہ مناظرہ کے بعد بدل گیا ہوں اب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم دونوں کو یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم امین جیسے دیوبندی ہیں۔

اب وہ اشاعتی بولا کہ احمد سعید آج تک ہمیں دھوکہ دیتا رہا ہے اور آج بھاگ گیا ہے۔ تو اس بریلوی نے کہا کہ پھر تو اعلان کر دے۔ اب اشاعتی مجھے کہنے لگا کہ آپ ہمیں بریلویوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کی ایک اور تاریخ دے دیں۔

(اشاعتی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدل چکا تھا اگرچہ اس کا

حضرت نے ذکر نہیں فرمایا۔)

میں نے کہا میں آپ حضرات سے واقف نہیں ہوں اگر آپ نے مناظرہ کی تاریخ بتائی ہے تو مولانا عبدالحی صاحب سے رابطہ کریں جنہوں نے پہلے تاریخ لی ہے، پھر میں نے کہا

بریلویوں سے مناظرہ میں کیوں کروں سعید سے کروالو۔ کہنے لگے اب وہ یہاں نہیں آسکے گا کیونکہ اس کے علم کا ہمیں پتہ چل گیا ہے۔ اسی مناظرہ میں جب احمد سعید نے یہ حدیث پڑھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ترکت فیکم الامرین اولہما کتاب اللہ و آخرہما

سنٹی۔

اس پر میں نے اسے پکڑ لیا کہ ان لفظوں میں دنیا کی کسی کتاب میں حدیث نہیں ہے اگر ہے تو نکال کر دکھائیں، ان کے مولوی تلاش کرتے رہے لیکن یہ حدیث ہوتی تو نکلتی۔ اس لئے ناکام رہے۔ میں نے کہا قرآن تو تو نے پڑھا نہیں اور حدیث بھی جھوٹی اپنی طرف سے پڑھی کہ جس کا دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نام و نشان نہیں ہے۔ اور وہ کھسانی ملی کھبانوچے کا مصداق بن کر کہنے لگا عند ربہم کا معنی ہے کہ وہ خدا کے ہاں زندہ ہیں اس دنیا والی قبر میں زندہ نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی بھی یہی کر کہ اسلام اللہ کے پاس ہے، تیرے اور تیری جماعت کے قریب تک نہیں آیا میں نے کہا تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے عندہم احیاء کے متعلق ہے، عندہم کا تعلق احیاء کے ساتھ نہیں ہے بلکہ عندہم پرزقون کا ظرف ہے اب چونکہ مجھے پتہ تھا کہ اس نے سبز پرندوں والی حدیث سنا ہے تو جب اس نے نسائی شریف سے عبد اللہ بن مسعود کا قول پڑھا کہ پہلے کتاب اللہ سے مسئلہ بتایا جائے، پھر سنت سے، پھر اجماع سے اور پھر قیاس سے۔ میں نے کہا علماء اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں اور انہیں یاد ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں کیا لکھا ہے اور تو نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے اور تجھے وہ بھی یاد نہیں ہے۔ اس میں تو نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں اعمش ہے جو کہ شیعہ ہے اور ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے۔ تو آج یہ شیعہ کیوں ساتھ لے آیا ہے کل تک لوگوں میں شور مچایا کرتا تھا کہ جو حدیثیں ان کے پاس ہیں ان کے راوی شیعہ ہیں اور آج تو یہ خود ایسا قول پیش کر رہا ہے جس کی سند میں شیعہ راوی ہے۔ ساتھ ہی میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے اور جھڑکتے ہوئے کہا کہ آئندہ

غلطی سے سبز پرندوں والی حدیث بھی نہ پڑھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی دوراوی ہیں ابو معاویہ اور اعمش ہیں۔ میری اس بات سے اس پر اتنا رعب پڑا کہ وہ پورے مناظرہ میں یہ روایت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

سبز پرندوں والی روایت کا جواب

اس روایت کا تعلق سورۃ بقرہ کی آیت

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءُ

وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق

وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ

أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

میں یرزقون کے ساتھ ہے۔ کیونکہ رزق کی کیفیت پوچھی جا رہی ہے کہ شہداء و رزق کیسے حاصل کرتے ہیں تو جواب میں فرمایا گیا کہ سبز پرندوں میں ان کی روحوں کو سیر کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور وہ صبح و شام جنت کی سیر کرتے ہیں یہ ان کے رزق حاصل کرنے کا طریقہ ہے اب اس حدیث مبارکہ میں جسم کے ساتھ روح کے تعلق کے ٹوٹنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مثال

جیسے آپ خواب میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوتے ہیں لیکن اسی جسم کے ساتھ روح کا تعلق باقی رہتا ہے روح کا تعلق ختم نہیں ہوتا سانس چلتا رہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا رہتا ہے، دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے، رگوں میں خون دوڑتا رہتا ہے، اسی طرح اگر رو جس سبز پرندوں پر سوار ہو کر جنت میں چلی بھی جائیں تو ان کا ان اجسام کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔

اشکال

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ شہداء اس بات کی تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو اجسام میں واپس لوٹایا جائے تاکہ ہم پھر جا کر کفار سے لڑیں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ روحوں کا اجسام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جواب۔

تمنا یہ کون کرتا ہے اجساد ہی کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ روح کا تعلق ہے، اس لئے کہ اگر روح کا تعلق نہ ہوتا تو وہ تمنا کیسے کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ تمنا کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کا تعلق دو قسم کا ہے۔

۱..... جو تعلق ہمارے شعور میں نہیں ہے۔

۲..... روح کا ایسا تعلق جو ہمارے شعور میں آجائے۔

تو پہلی قسم کا تعلق حاصل ہے اور دوسری قسم کا اعادہ روح قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نیز حکم ہمیشہ قید پر ہوتا ہے۔ شہداء ایسی حیات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس سے وہ دوبارہ دنیا میں آ کر لوگوں کو نظر آئیں، کافران کو دیکھیں وہ کافروں کو دیکھیں۔ وہ کافروں سے لڑیں کافر ان کو شہید کریں تاکہ ان کو دوبارہ شہادت کا لطف محسوس ہو۔ تو اب یہاں اس طرح کی حیات کی نفی ہے۔

مثال نمبر ۱۔

جیسے کہا جاتا ہے ما جاء لی زید و اکمل زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا۔ اس میں سوار ہو کر آنے کی نفی ہے مطلق آنے کی نفی نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲۔

مثلاً جیسے میں یہ کہوں کہ میں نے زید کو کبھی تقریر کرتے نہیں دیکھا، تو یہاں ان کے مطلق

دیکھنے کی نفی نہیں بلکہ تقریر کرتے ہوئے دیکھنے کی نفی ہے۔

مثال نمبر ۳۔

قرآن پاک میں آتا ہے کافر کہا کرتے تھے

ہل نتبع ما وجدنا علیہ آبائنا

آگے قرآن پاک میں قید مذکور ہے کہ کس وجہ سے ماں باپ کی نہیں ماننی، چنانچہ حق تعالیٰ

نے فرمایا

اولو کان آباء ہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون

کہ وہ بے عقل اور بے دین ہیں۔ اب حکم اس قید پر ہے نہ کہ مطلق ماں باپ کی اتباع

سے منع کیا گیا ہے۔

مثال نمبر ۴۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ جھوٹے کو خدا نہ ماننا اب یہ نہ ماننے کا حکم جس قید پر ہے وہ جھوٹا ہونا ہے، اب کوئی شخص آگے جا کر میرا فقرہ یوں نقل کرے کہ جھوٹے کا لفظ نکال دے اور کہے کہ محمود کہتا ہے کہ خدا کو نہ ماننا تو کیا اس نے میری بات تم تک صحیح پہنچائی۔

اسی طریقہ سے اس حیات سے منع کیا گیا ہے کہ دوبارہ وہ اسی کلی حیات کے ساتھ یہاں

آئیں اور جہاد کریں اور ان کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ صرف روح کے تعلق کی یہاں قطعی طور پر نفی نہیں ہے۔

اشکال

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

اللہ یتوفی النفس حین موتھا والتی لم تمت فی

منامھا..... الخ.

روح جو نیند کے وقت قبض ہوتی ہے اس کو واپس کیا جاتا ہے، لیکن جس پر موت آگئی اس کو قیامت تک واپس نہیں کیا جائے گا، تو پھر شہداء کی ارواح کیسے واپس لوٹ آتی ہیں۔

جواب

متواتر حدیث مبارکہ میں موجد ہے کہ تعاد روحہ فی جسده سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ فقہ اکبر میں لکھتے ہیں

اعادة الروح الى العبد في قبره حق.

ترجمہ.....قبر میں اعادہ روح برحق ہے۔

(فقہ اکبر ص ۱۰۰) (ح ۲۱)

(ح ۲۱) فقہ اکبر کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی کتاب نہیں ہے، اس پر کچھ حوالہ جات تو شرح فقہ اکبر کے شروع میں ناشر نے لگا دیئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شارح عقیدہ طحاویہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۵ ج ۱)

(۲) علامہ لکھنویؒ نے الفوائد البیہ میں ملا علی قاریؒ کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۳) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ص ۱۲۸ ج ۲ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

کچھ حوالہ جات بندہ کو مزید ملے ہیں ملاحظہ فرمائیں

(۴) علامہ کردریؒ لکھتے ہیں اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہ امام صاحب کی کوئی کتاب نہیں ہے

”هذا كلام المعتزلة و دعواهم انه ليس له في علم الكلام

تصنيف و غرضهم بذلك نفى ان يكون الفقه الكبر و كتاب

العالم و المتعلم له لانه صرح فيه باكثر قواعد اهل السنة

والجماعة و دعواهم انه كان من المعتزلة و ذلك الكتاب لابي

اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ اس کے متعلق احادیث متواترہ ہیں۔

حنيفة البخاري و هذا غلط صريح فاني رأيت بخط العلامة مولانا شمس الملة والدين الكردي الهراثيني العمادي هذين الكتابين و كتب فيهما انهما لابي حنيفةؒ وقد طواطا على ذلك جماعة كثيرة من المشائخ.

(مناقب للکردری ص ۱۰۸ ج ۱)

ترجمہ..... یہ معتزلہ کا کلام ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں ہے، اور اس انکار سے ان کا مقصد کتاب فقہ اکبر اور کتاب العالم والمعلم کا امام صاحب کی طرف منسوب ہونے کا انکار کرنا ہے، اس لئے کہ امام صاحب نے اس میں اکثر اہل سنت و جماعت کے عقائد کے تصریح کر دی ہے اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب معتزلی تھے اور یہ کتاب یعنی فقہ اکبر ابو حنیفہ بخاری کی ہے حالانکہ یہ صریح غلطی ہے اس لئے کہ میں نے علامہ مولانا شمس الملة والدين کردري برآقنی عمادی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں، اور انہوں نے ان میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابو حنیفہؒ کی ہیں اور اسی کو اختیار کیا ہے مشائخ کی ایک کثیر جماعت نے۔

(۵) ابن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں لکھتے ہیں

توفی ابو حنيفة سنة خمسین و مائة وله سبعون سنة

..... وله من الكتب كتاب الفقه الاکبر و كتاب رسالته الى

البتی و کتاب العالم والمعلم و روا عنه مقاتل كتاب الرد

على القدريّة.

(الفہرست لابن ندیم ص ۲۵۶)

اب یہ لوگ ان احادیث متواترہ کو قرآن کی آیت کے خلاف بتانے میں معروف ہیں اور

ترجمہ..... امام ابو حنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ستر سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کی کتب میں سے (۱) فقہ اکبر (۲) رسالہ الی البقی (۳) کتاب العالم والمعلم (۴) اور مقاتل نے آپ سے کتاب الرد علی القدریہ کو بھی روایت کیا ہے۔

(۶) الجواهر المفیہ فی طبقات الحنفیہ کے آخر میں مناقب امام اعظم ملا علی قاریؒ چبے ہوئے ہیں۔ ان میں ملا علی قاریؒ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے، دیکھئے ذیل الجواهر المفیہ ص ۳۶۱ ج ۲۔

(۷) محدث کوثریؒ لکھتے ہیں

والفقه الاکبر رواية ابی مطیع عن ابی حنیفة المعروف عند اصحابنا .

(کلمة عن العالم والمعلم ومقالة ابی حنیفة الی البقی والفقه الاوسط ورواتها ص ۱)

ترجمہ..... اور فقہ اکبر جو ابو مطیع کی روایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے اور ہمارے اصحاب کے ہاں معروف ہے۔

(۸) دوسرے مقام پر محدث کوثریؒ لکھتے ہیں

ومن الكتب المتوارثة عن ابی حنیفة فی العقيدة كتاب الفقه الاکبر .

(کلمة عن کتاب اشارات المرام من عبارات الامام للعلامہ بیاضی ص ۴)

ترجمہ..... ان کتب میں سے جو امام ابو حنیفہؒ سے عقائد میں متواتر ہیں آپ کی کتب میں سے ہیں۔

یہ طریقہ روافض (شیعوں) کا طریقہ ہے۔

مثال

روافض کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی دو آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۱..... یورثنی و یورث من آل یعقوب.

آیت نمبر ۲..... وورث سلیمان داوود. قرآن سے تو میراث ثابت ہے لیکن ابوبکر صدیقؓ نے ایک جھوٹی حدیث سادی کہ نبیوں کی وراثت نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اب سنی قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے۔ اور ابوبکر صدیقؓ کی سنائی ہوئی جھوٹی احادیث کو مانتے ہیں۔

ہم روافض کو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ دو آیتیں جو تم پڑھتے ہو یہ حضرت فاطمہؓ کو

(۹) امام عبدالقادر بغدادی الشافعیؒ فرماتے ہیں

و اول متکلمیہم من الفقہاء و ارباب المذہب ابو حنیفۃؒ و الشافعیؒ فان ابا حنیفۃؒ له کتاب فی الرد علی القدیریۃ الفقہ الاکبر.

(الاصول الدین ص ۳۰۸ بحوالہ کلمۃ عن کتاب اشارات

المرام من عبارات الامام للعلامة البیاضی ص ۳)

کتاب فقہ اکبر کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں رقم ۲۲۶ کے تحت محفوظ ہے۔

اسی طرح دارالکتب العلمیہ میں بھی دو نسخے ۶۴ م اور ۲۱۵ م محفوظ ہیں۔ فقہ اکبر کی ایک

شرح فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ۳۷۳ھ نے بھی لکھی ہے۔ دارالکتب المصریہ میں اس

کے کئی نسخے موجود ہیں۔ (ماخوذ از مقدمات امام کوثری ص ۱۷۰)

فقہ اکبر کا ایک نسخہ ابو مطیع بلخی کا بھی ہے نیز امام ابو منصور ماتریدیؒ نے بھی فقہ اکبر

کی ایک شرح لکھی ہے جس کا نسخہ مدینہ منورہ میں مسجد کی لائبریری میں موجود

ہے۔ خان غلام اللہ خان نے بھی بریلویوں سے ان مناظرے میں فقہ اکبر کو امام

اعظم کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ دیکھیے سوانح غلام اللہ خان

یاد تھیں یا نہیں؟ اگر یاد تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ آیات سنائیں اور اپنی میراث حاصل کر لیتی۔ اسی طرح باب مدینۃ العلم حضرت علیؓ کو یاد تھیں یا نہیں؟ اگر تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ یہ آیات پیش کرتے اور میراث حاصل کرتے؟ لیکن انہوں نے یہ کبھی پیش نہیں کیں۔

اصل بات یہ ہے کہ وراثت کی دو قسمیں ہیں جہاں وراثت کا ثبوت ہے وہ علم کی وراثت ہے اور جہاں وراثت کی نفی ہے وہ دنیوی مال کی وراثت ہے۔ اب حدیث اور آیت میں کوئی ٹکراؤ نہیں رہا۔ اس لئے کہ آیت نے جس وراثت کو ثابت کیا ہے وہ علمی وراثت ہے اور حدیث نے جس وراثت کا رد کیا وہ دنیاوی وراثت ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں جس اعادہ روح کی نفی ہے اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے۔ مثلاً جیسے آدمی نیند کے بعد اٹھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے چلتا پھرتا ہے، اب یہ کھلا اعادہ روح ہے۔ کیونکہ سب لوگ اس کو نماز پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو قرآن پاک میں اسی اعادہ روح کی نفی ہے۔ کہ قیامت تک یہ کھلا اعادہ روح نہیں ہوگا۔ اور حدیث پاک میں جس اعادہ روح کا اثبات ہے اس سے مراد برزخی اعادہ ہے کہ جس اعادہ روح کا دنیا والوں کو شعور ہے۔ البتہ میت کو اپنے اعادہ روح کا پورا شعور ہے۔ لہذا حدیث مبارکہ آیت مبارکہ کے مخالف نہ ہوئی۔

اس کو مزید سمجھیں کہ وہاں یعنی آخرت کے دن جس رد روح کا ذکر ہے اس سے مراد شعوری کھلی حیات کے ساتھ جیسے نیند سے بیدار ہو کر آدمی دعا پڑھتا ہے الحمد للہ الذی رد الی روحی اب نیند کی حالت میں روح کا تعلق تھا۔ لیکن اب بیدار ہونے پر کیوں رد روح کا اطلاق کیا گیا۔ اس لئے کہ نیند میں روح کا تعلق تھا لیکن پوشیدہ۔ نیند میں یہ نماز پڑھ رہا تھا لیکن لوگوں کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق میں آنے کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے اسی طرح جو تعلق قبر میں ہو گا وہ پوشیدہ تعلق ہے، اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق کے ساتھ میدان قیامت میں کھڑے ہو جانا کہ سب اس کی حیات کو دیکھ رہے ہوں گے اس کو رد روح فرمایا گیا۔ تو

جس طرح نیند سے اٹھنے کے بعد رد روح کی دعا پڑھنے سے کوئی یہ مطلب نہیں لیتا کہ پہلے کوئی تعلق جسم کا روح کے ساتھ نہیں تھا صرف اب ہوا ہے اسی طرح وہاں رد روح کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے تعلق نہیں تھا اب ہوا ہے۔ یہ یا ادھر والی بات لیتے ہیں یا ادھر والی بات، درمیان والی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ جھگڑا ہے درمیان والی حالت کا کہ قبر میں کیا حالت ہوگی۔

نیز یہ بھی سمجھیں کہ بیداری میں روح کے سامنے روکاؤ نہیں ہیں، فاصلے ہیں، خواب میں کوئی فاصلہ یا رکاوٹ نہیں۔ خواب میں روح نکل جاتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ لیکن رہتی کہاں ہے؟ پورے عالم خواب میں پھر سکتی ہے۔ ایک ہے بستر خواب جس پر آپ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ایک ہے عالم خواب، عالم خواب بستر خواب سے لے کر عرش تک ہے۔ روح عالم خواب میں جہاں تک چاہے سیر کرے، لیکن اس کا جسم سے تعلق قائم رہتا ہے خواہ روح بیت اللہ کا طواف کر رہی ہو یا مدینہ منورہ پھر رہی ہو۔ یہاں جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور میں اور ابن قیمؒ نے الروح میں بعض روایات نقل فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان با وضو سوتا ہے تو روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے حاشیہ میں یہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔ (ح ۲۲) اب عرش یہاں سے کتنی مسافت پر ہے؟ علم قطعی اس بارے میں قطعاً نہیں ہے۔ البتہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ پہلا آسمان زمیں سے پانچ سو سال کی مسافت

(ح ۲۲)۔ روی ابن لہیعة عن ابن عثمان بن نعیم

الرعیسی عن ابی عثمان الاصبیحی عن ابی الدرداء قال اذا
نام الانسان عرج بروحه حتی یؤتی بها العرش فان کان
طاهرا اذن لها بالسجود وان کان جنبا لم یؤذن لها
بالسجود.

(الروح ص ۳۹)

پر ہے دوسرا یقیناً اس سے بھی زیادہ مسافت پر ہوگا کیونکہ ہر دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اگر بالفرض پانچ سو سال کا بھی ہر فاصلہ لگاؤ تو کم از کم چالیس یا پچاس ہزار سال کے فاصلہ پر روح سجدہ میں ہوتی ہے، اتنے فاصلہ کے باوجود روح کا اس جسم سے تعلق قائم رہتا ہے، نبض چلی رہی ہے، کروٹیں بدلی جا رہی ہوتی ہیں، کھانا ہضم ہو رہا ہوتا ہے تو جو روح چالیس سو سال کے فاصلے سے تعلق قائم رکھ سکتی ہے وہ روح اگر بالفرض علیین میں بھی ہو جو کہ چوتھے آسمان پر ہے وہ وہاں سے تعلق کیوں قائم نہیں رکھ سکتی؟

نبی اقدس ﷺ کا خواب کتب احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عالم بالا کی سیر کی عذاب و ثواب کا مشاہدہ فرمایا جنت میں تشریف لے گئے وہاں سیدنا فاروق اعظم کا محل دیکھا۔ اب حضرت اقدس ﷺ کا جسد اطہر مدینہ میں آرام فرما تھا جبکہ روح مبارک جنت کی فضاؤں میں گھوم رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق قائم تھا، آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر غذا ہضم کر رہا تھا خون کی گردش اس میں جاری تھی، کروٹیں بدل رہا تھا تو جب خواب میں روح جنت میں جا کر تعلق رکھ سکتی ہے تو اب کس آیت یا حدیث نے بتا دیا ہے کہ نہیں رکھ سکتی یا کون سی رکاوٹ آگئی ہے کہ اب تعلق نہیں رکھ سکتی؟ اب خوابوں میں زندوں کی ارواح سے مردوں کی ارواح کی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ زندہ آدمی کی روح خواب میں مردہ کی روح سے جا کر ملتی ہے، تو اس سے بھی ہمارا مدعی ثابت ہوا کہ جب زندہ آدمی کی روح علیین میں جا کر جسم سے تعلق رکھ سکتی ہے، تو مرنے کے بعد کیوں نہیں؟ اور اگر کہو کہ وہ روح یہاں آ کر ملتی ہے تو اگر وہ روح اس گھر سے تعلق رکھ سکتی ہے تو قبر سے کیوں نہیں رکھ سکتی؟

اصل میں ان لوگوں کے پاس نہ قرآن ہے نہ حدیث محض قیاسات ہیں اور قیاس بھی کیا کہ روح کو جسم پر قیاس کر بیٹھے کہ جو رفتار جسم کی ہے شاید روح کی بھی اتنی ہی رفتار ہے۔ جو دیوار جسم کے سامنے رکاوٹ ہے شاید روح کے سامنے بھی وہی رکاوٹ ہے۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اول تو قیاسات کی ضرورت نہیں جہاں نص آجائے وہاں قیاس کو کیا دخل؟ اور اگر قیاس کرنے کا زیادہ

ہی شوق ہے تو روح عالم امر کی چیز ہے اس کو فرشتوں پر قیاس کرو، نہ کہ اس مٹی کے جسم پر۔ فرشتوں کے بارے میں کبھی کسی نے نہیں سوچا کہ یا رسارے روشن دان بند کئے ہوئے تھے پتا نہیں عزرائیل کہاں سے آگیا؟ پتا نہیں یہ چھ فٹ نیچے زمین میں منکر نکیر کیسے جاتے ہوں گے؟ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ وہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تو اگر قیاس کرنا ہی ہے اور بغیر قیاس کے تم رہ نہیں سکتے تو فرشتوں پر قیاس کرو، کیونکہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ اول تو قیاسات کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ان کے پاس کچھ نہیں۔

تو جیسے عرض کیا گیا ہے کہ با وضو آدمی کی روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے۔ اب روح کم از کم چالیس سو سال کی مسافت پر تھی لیکن ادھر جب ہم نے آواز دی صوفی صاحب اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے، تو کتنے سو سالوں میں روح یہاں واپس آئی؟ چند سیکنڈوں میں۔ معلوم ہوا کہ روح کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

ایک شرارتی لڑکا۔

یہ لوگ لڑکے ٹرینڈ کر کے بھیجتے ہیں۔ خیر المدارس میں ایک ان کا لڑکا درجہ ثالثہ میں آکر داخل ہو گیا، اب وہ لڑکوں کو کہتا کہ جب تو سویا تھا میں نے تجھے آواز دی تھی تو نے سنی تھی؟ وہ کہتا نہیں۔ کہتا جب سویا ہوا نہیں سنتا تو مردہ کس طرح سنتا ہے؟ لڑکوں نے حضرت رئیس المناظرینؒ کو بتایا حضرتؒ نے فرمایا جب وہ سویا ہوا ہو تو مجھے بتانا جب وہ سویا۔ حضرت گئے اور اسے جا کر فرمایا اٹھ تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا تو سویا نہیں تھا؟ اس نے کہا سویا ہوا تھا۔ تو نے کیسے سن لیا تو سویا ہوا نہیں تھا۔ سویا ہوا تو سنتا نہیں ہے تو نے کیسے سن لیا؟ کہتا ہے نہیں جی سن کر ہی اٹھا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا پھر ان کو کیوں گمراہ کرتا رہتا ہے۔ وہ دن گیا پھر اس نے کسی کے دل میں ایسا دوسرہ نہ ڈالا۔

بندہ کا مناظرہ جب اسی مسئلہ پر ایک مماتی مولوی سے ہوا۔ جو تقریباً چھ گھنٹے تک جاری رہا۔ اس میں جب اس نے یہ آیات پیش کیں جو احمد سعید نے حضرت اوکاڑوئیؒ کے سامنے پیش

کیس تھیں تو میں نے مشکوٰۃ ابوداؤد سے اعادہ روح والی حدیث پیش کر کے کہا کہ کیا اللہ کے نبی جن پر قرآن نازل ہوا ان کو قرآن نہیں آتا تھا، تجھے زیادہ آتا ہے؟ تیرے خیال میں اللہ کا پیغمبر قرآن کے خلاف احادیث بیان کیا کرتا تھا؟ صاحب مشکوٰۃ ایسی حدیث لکھ گئے جو قرآن کے خلاف ہے؟ امام ابوداؤد ایسی حدیث نقل فرما گئے ہیں جو قرآن کے خلاف ہے اور پھر اسی پر سکوت فرما گئے اور یہ بھی نہ بتایا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ پوری امت اس حدیث کو بارہ سو سال سے پڑھ پڑھا رہی ہے کیا پوری امت میں احمد سعید جتئی یا مولوی نواز گھوٹوی جتنی غیرت بھی نہ تھی کہ وہ خاموش تماشائی بنی رہی، کسی نے اس کا رد نہ کیا۔ امام ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (م ۳۸۸ھ) نے معالم السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی انہوں نے بھی اس حدیث کا رد نہ کیا، علامہ قطب الدین ابوبکر احمد بن عیینہ الشافعی (م ۶۵۲ھ) نے اس کی شرح لکھی کیا ان کو بھی یہ ٹکراؤ نظر نہ آیا۔ شہاب الدین ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن حلال المقدسی (م ۷۶۵ھ) نے اتحفاء السنن و اتحفاء السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی لیکن وہ بھی اس سعادت سے محروم رہے کہ امت کو متنبہ کرتے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ علامہ الدھر شیخ شہاب الدین بن رسلان الرملی الشافعی (م ۸۳۲ھ) نے بھی شرح لکھی لیکن افسوس کہ انہوں نے بھی اس اہم فریضے کو ادا نہ کیا، جیسے آج مماتی حضرات تمام فرائض میں سے اہم فرض خیال کرتے ہیں اور خدمت دین کے شعبوں میں سے اہم شعبہ خیال کرتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی مرقات الصعود کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھتے ہیں مگر ان کی رگ غیرت بھی نہ تڑپی کہ اس بات کی طرف تفسیر و حدیث کے مایہ ناز امام اشارہ ہی کر دیتے کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بذل المحمود فی حل ابی داؤد کے نام سے شہرہ آفاق شرح لکھی مگر وہ بھی اس مقام پر خاموشی سے گزر گئے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ان حضرات کو قرآن آتا تھا انہیں (مماتوں) کو نہیں آتا اگر وہ منعہ علیہم کی اتباع کی عینک لگا کر کلام رب العظیمین میں غور و خوض کرتے تو انہیں حدیث اور قرآن

میں ٹکراؤ نظر نہ آتا۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ حدیث میں جس عبادے کا ذکر ہے وہ برزخی اعادہ ہے، جس کا ہمیں شعور نہیں اور قرآن میں جس عبادے کی نفی ہے اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے جو قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نکتہ

حدیث مبارکہ میں اعادہ کا ذکر ہے اور اعادہ اسی صورت میں ہوگا کہ جسم سے روح نکالی گئی تھی اسی جسم میں داخل کی جائے۔ کیونکہ ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں داخل کرنا اس کو نتائج کہتے ہیں اعادہ نہیں کہتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ منکرین حیات رافضیوں کی طرح حدیث مبارکہ اور قرآن پاک میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارے علماء قرآن و حدیث مبارکہ دونوں کو مانتے ہیں کہ قرآن اپنی جگہ برحق ہے کہ قرآن پاک میں جس اعادہ کی نفی ہے وہ ایسا اعادہ ہے جس کے ساتھ کھلی حیات ثابت ہو جائے تو یہ اعادہ موت کے بعد قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں۔ لیکن ایسا برزخی اعادہ کہ جس سے عذاب و ثواب قبر تحقیق ہو جائے ایسے اعادہ کی قرآن پاک میں نفی نہیں ہے۔ البتہ احادیث متواترہ میں اس کا اثبات ہے۔ لہذا حدیث قرآن کے خلاف نہ ہوئی۔ پس ہم نے قرآن کو بھی مانا اور حدیث مبارکہ کو بھی مانا اور انہوں (مماتوں) نے روافض کی طرح قرآن و حدیث مبارکہ میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اعتراض

قرآن پاک میں آیا ہے انک میت وانہم میعون۔ اور آپ حیات کے قائل ہیں۔

جواب

ہم موت کے بعد حیات کے قائل ہیں، جیسے اب جو ہماری حیات ہے اس سے پہلے حالت کو اللہ نے موت کہا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کنتم امواتا پڑھے اور کہے تم مردے ہو تو ہم

اپنی موت ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے ہم یہی کہیں گے کہ یہ بے موقعہ پڑھ رہا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد ان کی حیات پر اجماع ہے، لہذا انبیاء علیہم السلام کو جو اس وقت حیات حاصل ہے اس پر انک میت وانہم میتون پڑھنا بحر فون الکلم عن مواضعہ ہے میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کا وقوع موت قرآن میں نہیں ہے، وقوع موت حدیث مرفوعہ میں نہیں ہے۔ وقوع موت اگر ثابت ہے تو وہ خطبہ ابو بکر صدیقؓ سے ثابت ہے اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اب اگر ہم اس کے مقابلہ میں نبی علیہ السلام کی حیات پر صرف اجماع ہی پیش کریں تو پھر بھی ہماری دلیل برابر کی ہوگی۔ لیکن ہم نے قرآن بھی پیش کیا، اور احادیث بھی پیش کر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیش کریں گے اور یہ احادیث درجہ تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس لئے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام کی احادیث تو اتر تک، پہنچی ہوئی ہیں۔ حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع بھی منعقد ہے۔

ہمارا مطالبہ

ہمارا ان سے مطالبہ اتنا ہے کہ آپ بھی کسی مسلمہ کتاب کے حوالہ سے اپنا عقیدہ لکھیں۔ چنانچہ جند النوالہ میں جب مناظرہ ہوتا تھا تو پہلے شرائط طے ہونے لگیں۔ حضرتؒ نے اپنا عقیدہ بیس سے زائد کتابوں کے حوالے سے لکھا۔ اور وہ عنایت اللہ کے نام کھلی چٹھی کے نام سے گوجرانوالہ میں چھپ بھی گیا ہے ان سے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ آپ بھی کسی کتاب کے حوالہ سے اپنا موضوع لکھیں۔ اب ہم کتاب کی شرط کیوں لگاتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان کی اپنی عقائد کی کوئی مسلمہ کتاب نہیں ہوتی۔ اور نہ اعمال کی کوئی کتاب ہوتی ہے۔

مماتوں کی ذہنیت

ان لوگوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی ہوتی ہے کہ دلیل صریح الدلالت آیت مبارکہ ہو تو ماننی ہے ورنہ نہیں۔

حضرتؑ نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے ان سے میری حیات النبی ﷺ کے موضوع پر بات چل پڑی اس نے کہا عقائد میں قطعی آیت کے سوا کوئی بات حجت نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا آپ کی یہ بات کہ قطعی ہونا ضروری ہے یہ تو درست ہے، لیکن آیت کی قید لگانا درست نہیں۔ اس لئے کہ متواتر احادیث بھی قطعی ہوتی ہیں۔ عقائد میں اجماع بھی قطعی ہوتا ہے میں نے کہا کہ آپ یہ جو تعلیم الاسلام پڑھا رہے ہیں یہ تنخواہ کے لئے پڑھا رہے ہیں یا اس کو مانتے بھی ہیں۔ اس نے کہا بالکل مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں جو عقیدے لکھے ہیں کہ حضور ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ یہ قرآن پاک کی کون سی نص قطعی صریح آیت میں لکھا ہوا ہے؟ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی یہ بھی ذرا قرآن سے نکال کر دکھاؤ۔ آپ ﷺ کا وصال ہوا آپ کا روضہ مبارک مدینہ منورہ میں ہے نکالو ذرا قرآن سے کہ یہ عقائد کہاں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دلیل کا قطعی ہونا صرف قرآن پاک آیت میں بند نہیں، بلکہ متواتر احادیث اور اجماع بھی قطعی ہوتا ہے۔

ایک اور دھوکہ

حضرتؑ نے فرمایا کہ دھوکہ ان لوگوں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ قائلین حیات النبی ﷺ مدعی ہیں اور ہم منکر ہیں۔ اور دلیل مدعی کے ذمے ہوتی ہے نہ کہ ثانی کے ذمے۔ جب اس نے یہ شور مچایا تو میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ نفی دو قسم کی ہوتی ہے ایک جو عدم علم پر ہو، اور دوسری جس کا تعلق علم کے ساتھ ہو۔ نفی کی جو دوسری قسم ہے وہ بھی دعویٰ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے نور الانوار کی عبارت اسے لکھ کر بھیجی۔ عبارت کو دیکھ کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا کیونکہ میں نے اس کو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک بار پھر مدرسہ میں داخل ہو کر نور الانوار پڑھ۔ اب وہ بھاگا محمد حسین نیلوی کے پاس گیا اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے کہ جب تو قرآن کے نام سے عقیدہ پیش کرتا ہے تو پھر تجھے ضرور قرآن دکھانا پڑے گا۔

چنانچہ جنڈالوالہ میں ہم نے پانچ آدمی بھیجے ایک پروفیسر تھا ایک وکیل تھا اور دو نیچر تھے،

ایک مولوی صاحب تھے۔ چنانچہ میں نے یہ لکھ کر انہیں دے دیا کہ خدا کی کوئی بیوی نہیں، خدا کا کوئی بیٹا نہیں، خدا کا کوئی شریک نہیں، یہ سارے نفی والے عقیدے ہیں لیکن ان پر دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اس بات پر کہ ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں قرآن پاک کی کوئی صریح آیت مبارکہ دکھا دو۔ چنانچہ یہ پانچوں حضرات ان کے پاس چلے گئے جب انہوں نے یہ سوالات دیکھے تو ان کو کہنے لگے کہ واپس چلے چلو۔ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن ساتھ لے کر آئے ہیں کیونکہ احمد سعید نے تقریر میں کہا تھا کہ ”یہ کتابڑیاں چکی اندااے، کتابڑیاں۔ میرے کول اللہ دی کتاب اے، اے ہک دھک مرلیسی تے سب اتھے ونج پوسن“۔ یعنی یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں اٹھا کر آیا ہے اور میرے پاس اللہ کی کتاب ہے، جو ایک دھک دے گی یہ سب وہاں جا پڑیں گی۔ اس لئے ہم اللہ کا قرآن لے آئے ہیں چلو ہمیں اللہ کا قرآن منوالو۔ لیکن انہوں نے ان پانچوں کو قرآن دکھائے بغیر مایوس لوٹا دیا۔ اور یہ بزبان حال یوں کہتے چلے آ رہے تھے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چہرا تو اک قطرہ خون بھی نہ نکلا

ان کو واپس کر کے احمد سعید نے تقریر شروع کی کہ مجھے اپنے ساتھیوں پر ناراضگی ہے کہ کوئی کتاب کاڑھ سے آجاتا ہے، کوئی ملتان سے آجاتا ہے، کوئی لاہور سے آجاتا ہے کہتے ہیں قرآن سناؤ۔ کتوں کو قرآن نہیں سنایا جاتا بلکہ لاشی ماری جاتی ہے۔ بس وہ اسی انداز میں بولتا رہا۔ اس کی اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں نے اس کے اس انداز کو پسند نہیں کیا۔ پھر میری تقریر کا اعلان ہوا تو سارے لوگ وہاں سے اٹھ کر ہماری مسجد میں آ گئے کہ اگر احمد سعید نے دس گالیاں دی ہیں تو امین میں دے گا۔ میں نے انداز نرم رکھا میں نے کہا کہ آج یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ اس کے پاس قرآن نہیں ہے لاشی ہے۔ اس نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ لیکن میں اپنی طرف سے یہی کہوں گا کہ وہ اگر مجھے لاشی بھی مارے گا میں پھر بھی اسے قرآن

کی آیت سناؤں گا۔ اور وہ مجھے لاطمیاں بھی مارے میں پھر بھی اللہ کے نبی کا فرمان سناؤں گا۔
حدیث نمبر ۵۔

حدثنا احمد بن حنبل و سريح بن يونس قالانا
هشيم قال اخبرنا داؤد بن ابی هند عن ابی العالية عن ابن
عباس ان رسول الله ﷺ مر بواد الازرق فقال ای واد هذا
فقالوا وادی الازرق فقال کانی انظر الی موسیٰ ها بطا من
الثنیة وله جوار الی الله بالتلبیة ثم اتی علی ثنیة هرشا فقال
ای ثنیة هذه قالوا ثنیة هرشی قال کانی انظر الی یونس بن
متی علی ناقة حمراء جعدة علیه جبة من صوف خطام ناقته
خلبة وهو یلبی۔

ترجمہ..... بیان کیا ہمیں احمد بن حنبل نے اور سرتج بن یونس نے کہ بیان کیا
ہمیں هشیم نے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں داؤد بن ابی ہند نے ابو العالیہ سے انہوں
نے حضرت ابن عباس سے کہ نبی اقدس ﷺ وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا کہ یہ
کوئی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ وادی ازرق ہے فرمایا موسیٰ کو تو گویا میں
دیکھ رہا ہوں کہ وہ گھائی سے اتر رہے ہیں اور ان کو اللہ کا قرب حاصل ہے تلبیہ کے
ساتھ پھر آپ ثنیہ هرشی پر پہنچے تو فرمایا یہ کوئی وادی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ ثنیہ هرشی
ہے فرمایا گویا میں یونس بن متی کو اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں جو مضبوط جسم والے اور درمیانے
بالوں والے ہیں نہ زیادہ گنجان نہ بالکل لالہ اور ان پر صرف صوف کا جبہ ہے ان کی
اونٹنی کی ٹکیل ہلکی سی کی ہے اور وہ تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکی نے اس حدیث کو جز حیات انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے جو دلیل

ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے۔
علامہ نووی اس حدیث پر لکھتے ہیں

فان قيل كيف يحجون و يلبون وهم اموات وهم في
الدار و ليست دار عمل
فاعلم ان للمشائخ و فيما ظهر لنا عن هذا اجوبة
احدهم انهم كالشهداء بل افضل منهم و الشهداء احياء
عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا و يصلوا كما ورد في
الحديث.

ترجمہ..... پس اگر کہا جائے کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ
مردہ ہیں اور وہ دارالآخرۃ میں ہیں اور وہ عمل کی جگہ نہیں ہے۔ تو جان لے بے شک
مشائخ کے لئے اور ہمارے لئے اس کے کئی جواب ظاہر ہوئے ہیں انہیں میں سے
ایک تو یہ ہے کہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب
کے ہاں زندہ ہیں پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ حدیث میں
وارد ہے۔ (شرح نووی ص ۹۴ ج ۱) (۲۳ ح)

(۲۳ ح)۔ موطا امام محمد میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے

اخبرنا مالک اخبرنا يحيى بن سعيد انه سمع سعيد بن المسيب
يحدثه عن انس انه قال قال رسول الله ﷺ كاني انظر الى موسى

عليه السلام يهبط من ثنية هرشي ماشيا عليه ثوب اسود

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں
موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ثنیۃ ہرشی سے اتر رہے ہیں پیدل اور اوپر سیاہ کپڑا ہے۔

حدیث نمبر ۶۔

حدثنا محمد بن یوسف نا سفیان عن عمرو بن یحی
عن ابيه عن ابي سعيد عن النبي ﷺ قال الناس يصعقون
يوم القيمة فاكون اول من يفیق فاذا انا بموسى اخذ بقائمة
من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقة
الطور

ترجمہ..... بیان کیا ہمیں محمد بن یوسف نے کہ بیان کیا ہمیں سفیان نے عمرو
بن یحییٰ سے وہ اپنے والد سے وہ ابوسعید سے وہ بنی اقدس ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے
فرمایا لوگ قیامت کے دن بیہوش ہوں گے پس سب سے پہلے جسے ہوش آئے گا وہ
میں ہوں گا تو میں اچانک کیا دیکھوں گا موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے
ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے افاقہ میں آجائیں گے یا کوہ طور پر
بیہوشی کا بدلہ دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اس لئے بیہوش زندہ
ہوتا ہے نہ کہ مردہ۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صعقہ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ہوش میں ہوں
گے۔ اور ہوش میں ہونا دلیل حیات ہے نہ کہ موت۔

اسی سے ملتی جلتی دوسری حدیث بخاری شریف میں ہے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا

لا تخيروني على موسى فان الناس يصعقون فاكون
اول من يفیق فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا ادری
اكان ليمن صعق فافاق قبلی او كان ممن استثنى الله عز و

جل:

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۴، ص ۴۲۵)

ترجمہ..... تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا کہ جسے بیہوشی سے افاقہ ہوگا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے (یا بیہوش ہوئے ہی نہ تھے) ان میں تھے جنہیں اللہ عزوجل نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

ان الدین یصعقون ہم الاحیاء واما الموتی فہم فی الاستثناء فی قوله تعالیٰ الا من شاء اللہ ولا یعارض ما ورد فی هذا الحدیث ان موسیٰ ممن استثنی اللہ لان الانبیاء احياء عند اللہ وان كانوا فی صورة الاموات بالنسبة الی اهل الدنيا وقد ثبت ذلک للشهداء ولا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبة من الشهداء ورد الصریح بان الشهداء ممن استثنی اللہ.

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

ترجمہ..... جو لوگ زندہ ہیں پہلے صعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں..... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کئے گئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں اگرچہ وہ الٰہی دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام کو تو بلا شک شہداء سے کئی درجہ

اعلیٰ ہیں اور ان کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔

محدث کبیر امام بیہقیؒ بھی جز حیات انبیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

وهذا انما يصح على ان الله جل ثنائه رد الى الانبياء
عليهم السلام ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء فاذا
نفخ في النفخة الاولى صعقوا ثم لا يكون ذالك موتاً في
جميع معانيه الا في ذهاب الاستشعار فان كان موسى عليه
السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله الا من شاء الله فانه
عز وجل لا يذهب باستشعاره في تلك الحالة ويحاسبه
بصعقه يوم الطور ويقال ان الشهداء من جملة ما استثنى الله
عز وجل بقوله الا ما شاء الله.

ترجمہ..... اور یہ صحیح ہے اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا ہے اور وہ اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ پس جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو جائیں گے، یہ بے ہوشی جمع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہوگی بلکہ صرف شعور چلا جائے گا۔ پس اگر موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثناء کیا ہے اپنے قول الا من شاء اللہ کے ساتھ تو اللہ جل شانہ اس حالت میں بھی ان کا شعور ختم نہیں کریں گے۔ اور یہ بدلہ دیں گے ان کو طور کے دن بیہوشی کا۔ اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثناء کیا ہے اپنے قول الا من شاء اللہ کے ساتھ۔

(جزء حیات انبیاء ص ۲۰)

و مما يدل على حياتهم ما أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحافظ أخبرني أبو محمد المزنى ثنا علي بن محمد بن عيسى ثنا أبو اليمان أنبا شعيب عن الزهري قال أخبرني أبو سلمة بن عبدالرحمن و سعيد بن المسيب أن أبا هريرة قال استب رجل من المسلمين و رجل من اليهود فقال المسلم والذي اصطفى محمداً على العالمين فأقسم بقسم فقال اليهودي والذي اصطفى موسى على العالمين فرفع المسلم عند ذلك يده فلفظم اليهودي فذهب اليهودي الى النبي ﷺ فأخبره بالذي كان من أمره و أمر المسلم فقال النبي ﷺ "لا تخيروني على موسى فان الناس يصعقون فأكون أول من يفيق فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا أدري أكان فيمن صعق فأفاق قبلي أو كان ممن استثنى الله عز وجل". رواه البخاري في الصحيح عن أبي اليمان و رواه المسلم عن عبدالله بن عبدالرحمن وغيره عن أبي اليمان و في الحديث الثابت عن الاعرج عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال "لا تفضلوا بين أنبياء الله تعالى فانه ينفخ في الصور ليصعق من في السموات و من في الأرض الا من يشاء الله ثم نفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فاذا موسى أخذ بالعرش فلا أدري أحوسب بصعقة يوم الطور أم بعث قبلي و هذا انما يصح على أن الله جل

ثناؤہ رد الی الانبیاء علیہم السلام ارواحہم فہم أحياء عند ربہم كالشہداء.

(جزء حیاۃ انبیاء للبیہقی ص ۲۱)

ترجمہ..... اور ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ ہے کہ جس کی خبر دی ہمیں ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ نے کہ خبر دی مجھے ابو محمد مزی نے کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن عیسیٰ نے کہ بیان کیا ہم سے ابو الیمان نے کہ خبر دی شعیب نے زہری سے فرمایا خبر دی مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور سعید بن مسیب نے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جھگڑ پڑے مسلمانوں میں سے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے، پس کہا مسلمان نے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے پس میں قسم اٹھاتا ہوں یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ رسید کر دیا پس یہودی نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ کو اس معاملہ کی خبر کر دی جو اس کے اور مسلمان کے درمیان ہوا پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو پس لوگ بیہوش ہوں گے، میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو افاقہ پائے گا۔ پس جب مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا بیہوش ہی نہ ہوئے تھے۔ ان میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے صحیح میں ابو الیمان سے اور روایت کیا ہے اس کو مسلم نے عبد اللہ بن عبد الرحمن سے اور ان کے علاوہ نے ابو الیمان سے اور ثابت کی حدیث جو اعرج سے وہ ابو ہریرہؓ سے وہ نبی اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں

اس میں ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے اندر ہے سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے گا پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو تھامے کھڑے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ وہ صغہ طور کا بدلہ دیئے گئے یا بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے۔ اور یہ صحیح ہے کہ اس بنا پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹایا ہے پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی طرح۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء علیہم السلام میں امام بیہقیؒ کے اس استدلال کو ذکر کر کے اس کی موافقت کرتے ہیں کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

ثم قال ومما يدل على حياتهم ما اخبرنا ابو عبد الله الحافظ وساق اسناده و ذكر حديث، فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا ادرى اكان فيمن صعق؟ فالفاق قبلى او كان ممن استثنا الله عز وجل، رواه البخارى ومسلم، قال البيهقي وهذا لما يصح على ان الله عز وجل رد على الانبياء صنوات الله عليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء فاذا نفخ فى الصور النفخة الاولى صعقوا فيمن صعق ثم لا يكون ذلك موتا فى جميع معانيه الا فى ذهاب الاستشعار فان كان موسى عليه السلام ممن استثنا الله

بقوله (الا من شاء الله) فانه لا يذهب استشعاره في تلك
الحالة فيحاسبه بصعقه يوم الطور و يقال ان الشهداء من
جملة من استثنى الله عز وجل بقوله تعالى (الا من شاء الله)
وروينا في ذلك خبراً مرفوعاً هذا جملة ما ذكره الحافظ
ابو بكر البيهقي في كتاب حيات الانبياء في قبورهم لم
نحذف عنه الا بعض الاسانيد اور بعض الزياده في الاسماء
وقد قدمنا في حديث من سنن ابن ماجه فيه فنبى الله حي
يرزق.

ترجمہ..... اور پھر فرمایا کہ ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر
دلائل کرتے ہیں وہ حدیث ہے جو بیان کی ہے ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ نے اور (امام
بیہقی نے) اس کے سند ذکر کی ہے اور حدیث ذکر کی ہے کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام
عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ کیا موسیٰ علیہ السلام ان میں
تھے جن پر بیہوشی طاری ہوئی اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان میں سے ہیں جن کا
اللہ تعالیٰ نے استثناء کیا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری مسلم نے۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ
بات صحیح ہے اس پر کہ اللہ عز و جل انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو لوٹا دیتا ہے پس وہ زندہ
ہیں اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح۔ جب صور پھونکا جائے گا فتح اولیٰ بے ہوش ہو
جائیں گے جنہوں نے بے ہوش ہونا ہوگا اور یہ تمام معنوں میں موت نہیں ہوگی مگر یہ
کہ شعور چلا جائے گا۔ اگر تو موسیٰ ان لوگوں میں داخل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے
قول الا من شاء الله سے استثناء کیا ہے ان کا شعور اس حالت میں بھی نہیں جائے گا
پس وہ ان کے لئے بدلہ ہو جائے گا ان کے طور پر بے ہوش ہونے کے بدلہ میں اور کہا
گیا ہے کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء

اللہ سے استثناء کیا ہے اور ہم نے اس بارے میں خبر مرفوع روایت کر دی ہے یہ تمام وہ ہے جس کا حافظ ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء فی قبور ہم میں ذکر کیا ہے اور ہم نے نہیں حذف کیا اس سے مگر بعض اسانید اور بعض زیادتی جو اسماء میں تھی اور تحقیق ہم نے مقدم کیا سنن ابن ماجہ کی حدیث میں جس میں ہے فنبی اللہ حی یرزق پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء میں امام بیہقی کے اس استدلال کا ذکر کر کے اس کو موافقت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں

و اخرج حدیث ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق وقال هذا یدل ایضا علی ان اللہ رد علی الانبیاء ارواحهم وهم احياء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی الصور النفخة الاولى صعقوا فی من صعقوا ثم لا یكون ذالک موتا فی جمیع معانیہ الا فی ذهاب الاستشعار.

ترجمہ۔ اور نقل کی ہے (امام بیہقی نے حدیث) بے شک لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں اول فصح ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا اور فرمایا (بیہقی نے) یہ بھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر ان کی ارواح کو لوٹا دیتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی مثل۔ پس جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے اس میں جنہوں نے بے ہوش ہونا ہوگا پھر یہ بے ہوش ہونا جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہے بلکہ صرف شعور کا چلے جانا ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۰ ج ۲)

حدیث نمبر ۸۔

حدثنا محمد بن عوف نا المقری نا حیوة عن ابی
صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبد اللہ بن قسیط عن ابی
ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الارد
اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام.

(ابوداؤد ص ۲۸۶)

ترجمہ..... بیان کیا ہمیں محمد بن عوف نے کہ بیان کیا ہمیں مقری نے کہ
بیان کیا ہمیں حیوة نے ابو صخر حمید بن زیاد سے انہوں نے یزید بن عبد اللہ بن قسیط سے
وہ ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ
کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیں گے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں۔
اب یہاں نبی اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو بھی مجھ پر سلام بھیجے گا میں جواب دوں گا۔
آپ ﷺ صرف روح کا نام تو نہیں تھے بلکہ جسد اور روح دونوں کا مجموعہ تھے۔ معلوم ہوا کہ اس
جسد اطہر پر سلام پیش ہوتا ہے اور یہی جسد اطہر جواب ارشاد فرماتا ہے جو کہ حیات طیبہ کی دلیل ہے
اور چونکہ ہر وقت درود پیش ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر وقت حیات حاصل ہے۔ سلام سے مراد سلام
عند القبر ہے۔ امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی م ۶۲۰ھ نے یسلم علی کے بعد عند قبری
کے الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں۔

(مغنی ص ۵۸۸ ج ۳)

علامہ ابن عبدالحادی حنبلی نے بھی الصارم السنکی میں ابن قدامہ سے یہی نقل کیا ہے۔
محدث سہارنپور مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں

و ظاہر عقد الباب يدل ان المراد بالسلام عليه

السلام عند القبر وقت حضور للزيارة

ترجمہ..... ظاہر باب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد آپ ﷺ پر سلام سے قبر کے پاس سلام ہے زیارت کے لئے حاضری کے وقت۔

(بذل المحمود ج ۳ ص ۲۰۷)

روح سے مراد آپ ﷺ کو متوجہ کرنا ہے کیونکہ روح مبارکہ تجلیات باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہے، جب کہ درود پڑھتا ہے تو متوجہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں

اکثر شارحین نے رد روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے..... پھر جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح (ایک جہت سے) اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو رد روح سے تعبیر فرمایا گیا۔

(معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۶)

آٹھویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن السلقن ۸۰۳ھ فرماتے ہیں

الممراد برد الروح النطق لانه ﷺ حی فی قبره و

روحه لا تفارقه لما صح ان الانبياء احياء فی قبورهم.

(تھلہ الشوکانی فی شرح حصن حصین ص ۲۸)

علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو انحصار کبریٰ میں مسئلہ حیات کے اثبات میں نقل فرمایا

۴-

حافظ ابن حجر کے شاگرد محدث سخاویؒ (۹۰۶ھ) علامہ تقی الدین السبکی سے رد روح کا

معنی نقل کرتے ہیں

یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ رَدُّ مَعْنَوِیًّا وَاَنْ تَکُوْنَ رُوْحُهُ
الشَّرِیْفَةُ مُشْتَغَلَةٌ بِشُهُوْدِ الْحَضْرَةِ الْاِلَهِیَةِ وَالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی
عَنْ هٰذَا الْعَالَمِ فَاِذَا سَلِمَ عَلَیْهِ اَقْبَلَتْ رُوْحُهُ الشَّرِیْفَةُ عَلٰی
هٰذَا الْعَالَمِ لِیَدْرُکَ سَلَامٌ مِنْ یَسْلَمُ عَلَیْهِ وَیَرُدُّ عَلَیْهِ.

(القول البدیع ص ۱۶۷)

ترجمہ..... یہاں رد روح سے مراد روح کا حسا لوٹنا نہیں معنوی طور پر لوٹنا ہے
وہ اس طرح کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ اس عالم سے ہٹ کر دربار الہی اور ملائعہ اعلیٰ
کے شہود میں مشغول رہے، پھر جب کوئی شخص آپ ﷺ پر سلام کہے تو آپ ﷺ کی
روح شریفہ اس عالم پر ظہور کرے تاکہ سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کرے
اور اسے جواب بھی دے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری (۱۳۳۶ھ) لکھتے ہیں

قَالَ الْقَاضِي لَعَلَّ مَعْنَاهُ اَلِی رُوْحُهُ الْمَقْدِسَةُ فِی شَانَ
مَا فِی حَضْرَةِ الْاِلَهِیَةِ فَاِذَا بَلَغَهُ سَلَامٌ اَحَدٍ مِنَ الْاُمَمِ رَدَّ اللّٰهُ
تَعَالٰی رُوْحَهُ الْمَطْهُرَةَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ اِلِی رَدُّ مِنْ سَلَمٍ
عَلَیْهِ.

(بذل المحمود ج ۳ ص ۲۰)

ترجمہ..... قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ معنی ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح اقدس
اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور جب کبھی آپ کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچے تو اللہ
تعالیٰ آپ کی روح اطہرہ کو اس حالت سے اس کی طرف لوٹا دیتے ہیں جس نے آپ پر
سلام عرض کیا۔

علامہ عزیزیؒ جامع صغیر میں لکھتے ہیں

الارد الله على روحى اى رد على نطقى لانه حى
دائماً و روحه لا تفارقه.

(السراج الممیر ج ۳ ص ۲۷۸)

ترجمہ..... مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہی میرا نطق اور تکلم
مجھے دیا جاتا ہے۔ (یہ تشریح اس لئے ضروری ہے) کہ آپ زندہ ہیں اور آپ کی روح
مقدسہ آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی۔

رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں

رواه ابو داؤد فی رد روحه حین یسلم علیہ لیس
معناه انه یرد روحه اى انه یحى فی قبره بل توجه من ذلک
الى هذا الجانب فهو حى فی کلتا الحالتین.

(فیض الباری ج ۲ ص ۶۵)

ترجمہ..... ابو داؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح لوٹنے کا
جو ذکر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ
آپ ﷺ کو آپ کی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ کو اس طرف متوجہ کرنا
ہے زندہ تو آپ دونوں حالتوں میں ہیں۔ (اب درود شریف پیش ہونے کے وقت
بھی اور اس سے پہلے بھی)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

و ارواح الكل اذا فارقت اجسادها صارت كال موج
المکفوف لا یهزها ارادة متجددة و داعية سانحة ولكن
النفوس التى هی دونها تلتصق بالهمة فتجلب منها نورا و

هيئة مناسبة للارواح وهي المكنى عنه بقوله عليه السلام ما
من احد يسلم على الا رد الله على روحى حتى ارد عليه
السلام وقد شاهدت ذلك ملا احصى فى مجاورتى
المدينة سنة الف و مائة و اربع و اربعون.

(حجة الله البالغة ج ۲ ص ۷۱ مصر، ص ۶۴۹ مترجم)

ترجمہ..... اور کالمین کی ارواح جب اپنے اجساد سے جدا ہوتی ہیں تو وہ ایک
رکی ہوئی موج کی صورت میں ہو جاتی ہیں، اب نہیں کوئی نیا ارادہ اور پیش آنے والا
داعیہ حرکت نہیں دے سکتا، ہاں وہ نفوس جو درجہ میں ان سے کم ہوتے ہیں وہ (اپنی
روح کی) ہمت سے ان سے جا چمٹتے ہیں اور ان سے نور اور ہیئت جو اپنی ارواح کے
مناسب ہو جلب کرتے ہیں (اپنی طرف کھینچتے ہیں) حضور ﷺ کے اس ارشاد میں کہ
جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے (متوجہ کر
دیتا ہے) حتیٰ کہ میں اس پر سلام لوٹاتا ہوں اسی طرف اشارہ ہے اور میں نے ۱۱۴۴ھ
میں جب میں مدینہ کی مجاورت میں تھا میں نے اس سلام و جواب کا اتنی دفعہ مشاہدہ کیا
کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸ھ اپنے رسالہ حیات انبیاء میں اس حدیث کو بھی
حیات النبی کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار

السكرى ببغداد ثنا اسماعيل بن محمد الصفار ثنا عباس

بن عبد الله الترقفى ثنا ابو عبد الرحمن المقرئ ثنا حيوة بن

شريح عن ابى صخر عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن ابى

ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الارد

اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام

ترجمہ..... بعد سند کے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

نہیں ہے کوئی جو مجھ پر سلام بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں
حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(جزء حیات انبیاء ص ۱۶)

امام تقی الدین سبکی م ۸۵۶ھ بھی امام بیہقی کی تائید میں فرماتے ہیں۔

محقق مطلق علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ بھی اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات

الانبیاء میں حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کرتے ہیں۔ (۲۳ج)

(۲۳ج)۔ صاحب تسکین الصدور محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر

دامت برکاتہم العالیہ نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ اور امام ابو داؤدؒ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ (شفاء

القمام ص ۱۰۵) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ رواۃ ثقات (فتح الباری

پ ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں اسنادہ حسن

(السرائح المنیر ج ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کی سند حسن ہے، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں

صحیحہ النووی فی الاذکار (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴) کہ امام نوویؒ اس

حدیث کی اپنی کتاب الاذکار میں تصحیح کرتے ہیں اور امام نوویؒ کتاب الاذکار ص ۱۰۶

طبع معمر میں لکھتے ہیں بالاسناد الصحیح..... الخ کہ یہ حدیث صحیح اسناد سے

مروی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

واتفق الانمۃ علی انہ یسلم عند زیارتہ و علی صاحبہ لما فی

السنن عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ انہ قال ما من رجل یسلم

علی الارد اللہ تعالیٰ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وهو

حدیث نمبر ۹۔

قال ابو الشیخ فی کتاب الصلوة حدثنا عبدالرحمن

حدیث جید۔ (فتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۱)

ترجمہ..... حضرات آئمہ کرامؑ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی (قبور کی) زیارت کے وقت سلام کہنا چاہئے کیونکہ سنن (ابوداؤد) میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی شخص بھی سلام نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (متوجہ) لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اور علامہ زرقانی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں باسناد صحیح۔ (زرقانی شرح المواہب ج ۸ ص ۳۰۸)
علامہ ابن حجرؒ بھی لکھتے ہیں۔

وقد اخرج ابوداؤد بسند صحیح. ما من احد یسلم علی الار داللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام فتامل هذه الفضيلة العظيمة وهي رده علی المسلم علیہ اذ هو حی فی قبره کسائر الانبیاء لما ورد مرفوعا الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون ومعنی رد روحه الشریفة رده القوة النطقیة فی ذالک الحین للرد علیہ. (حاشیہ العلامہ ابن حجرؒ علی شرح الایضاح فی مناسک الحج للامام النووی ص ۳۸۱)

اور نواب مدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں

قال النووی فی الاذکار اسنادہ صحیح و قال ابن حجر رواه ثقات. (دلیل الطالب ص ۸۴۳)

ترجمہ..... امام نوویؒ کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔
علامہ کہودیؒ فرماتے ہیں۔

بن احمد الاعرج حدثنا الحسين بن الصباح حدثنا ابو معاوية حدثنا الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة رضي الله عنه قال رسول الله ﷺ من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على من بعيد علمته ---- وفي رواية من صلى على نائياً ابلفته. (رواه ابو الشيخ الاصبهاني وابن حبان بسند جيد مرقاة ج ۲ ص ۳۲۷ طبع قديم ج ۲ ص ۱۰)

روی ابو داؤد بسند صحیح. (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۳)
ترجمہ..... کہ امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔
مولانا سید انور شاہ صاحبؒ اور علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ روایت ثقات (عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰) امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ
رواہ احمد و ابو داؤد والطبرانی و البیہقی باسناد حسن بل صححه النووی فی کتاب الاذکار وغیرہ وفيہ نظر وقال شیخنا رواہ ثقات. (القول البدیع ص ۱۱۷)
ترجمہ..... اس حدیث کو امام احمدؒ، ابو داؤدؒ، طبرانیؒ اور بیہقیؒ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے بلکہ امام نوویؒ نے کتاب الاذکار وغیرہ میں اس کی تصحیح کی ہے اور اس میں کلام ہے اور ہمارے استاذ (حافظ ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔

علامہ محمد بن محمد النجفی البوسنیؒ فرماتے ہیں

قال النووی فی الاذکار و ریاض الصالحین اسنادہ صحیح و صححه ایضاً ابن القیم. (ہامش حیات الانبیاء للبیہقی ص ۶ قلمی)

ترجمہ..... امام نوویؒ نے کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین ص ۲۹۲ طبع مصر میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ابن القیمؒ نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ترجمہ..... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو پڑھے درود میری قبر کے پاس اسے میں خود سنوں گا اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ لکھتے ہیں

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی من

بعید اعلمته رواہ ابو الشیخ..... و سندہ جید.

(القول البدیع ص ۶۰)

ترجمہ..... حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو میری قبر پر آکر مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اسے ابو الشیخ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے، عمدہ ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ کی شہادت

إذا صلی و سلم عند قبره سمعه سماعاً حقیقاً و یرد

علیه من غیر واسطۃ وان صلی و سلم من بعید لا یسمعه الا

لو اسطۃ، یدل علیہ احادیث کثیرہ. (شرح ہمزیہ)

ترجمہ..... جب کسی نے درود سلام آپ ﷺ کی قبر کے پاس پڑھا تو آپ

اسے حقیقی طور پر سنتے ہیں اور سلام کا جواب براہ راست دیتے ہیں اور اگر درود سلام

دور سے پڑھا تو آپ اسے نہیں سنتے مگر (فرشتوں) کے واسطے سے۔ اس پر بہت سی

احادیث دلالت کرتی ہیں۔

اور الجواہر المظہم میں لکھتے ہیں

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یبلغہ الصلوۃ والسلام اذا

صدر من بعید و یسمعہا اذا کان عند قبرہ الشریف بلا

واسطۃ. (الجوہر المنظم ص ۲۳)

ترجمہ..... بے شک حضور ﷺ کو درود و سلام پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب پڑھنے والا آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس ہو۔

سلطان المحمد شین ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں

۱. رواہ ابو الشیخ و ابن حبان فی کتاب ثواب

الاعمال بسند جید. (مرقات ج ۲ ص ۱۰)

ترجمہ..... اس حدیث کو ابوالشیخ اور ابن حبان نے ثواب الاعمال میں سند جید سے روایت کیا ہے۔

۲. من صلی علی عند قبری سمعته ای سماعاً

حقیقاً بلا واسطۃ. (شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۰۰)

ترجمہ..... جو مجھ پر میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھتا ہے میں اسے حقیقی طور پر سنتا ہوں بلا واسطہ۔

۳. انه قد ثبت من صلی علی نائياً بلغه ومن صلی

علیه عند قبره سمعه. (مرقات ج ۳ ص ۵۲۵)

ترجمہ..... یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو شخص آپ ﷺ پر درود دور سے پڑھے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور جس نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس درود پڑھا اسے آپ خود سنتے ہیں۔

• علامہ شہاب الدین الخفاجیؒ (۸۹۹ھ) فرماتے ہیں

وبما تقرر فی ہذہ الاحادیث علم انه ﷺ بلغه

الصلوة والسلام اذا صدر من بعيد و يسمعها اذا كان عنده
قبره الشريف بلا واسطة.

لانه صلى الله عليه وسلم حي في قبره يسمع دعاء

زائره. (نسیم الرياض ص ۵۰۳ جلد ۳)

ترجمہ..... اور ان احادیث میں جو بات قرار پائی اس سے معلوم ہوا کہ
آنحضرت ﷺ کو درود پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا
واسطہ سنتے ہیں جب آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس پڑھا جائے، یہ اس لئے کہ آپ
ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زیارت کے لئے آنے والے کی آواز سنتے
ہیں۔

علامہ عبدالرؤف المناویؒ (۱۰۰۳ھ) فرماتے ہیں

من صلى على علي عند قبري سمعته ومن صلى على نائيا
اي بعيداً (ابلفته) اي اخبرت به من احد من الملكة و
ذلك لان لروحه تعلقاً بمقر بدنه الشريف و حرام على
الارض ان تاكل اجساد الانبياء.

(فيض القدير ص ۷۰ ج ۱)

ترجمہ..... جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور
جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے فرشتوں میں سے کوئی مجھے اس کی اطلاع
دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کی روح اقدس کا آپ ﷺ کے مقبر بدن (قبر
مبارک) سے ایک تعلق ہے اور زمین پر حرام ہے کہ وہ اجساد انبیاء علیہم السلام کو
کھائے۔

اعتراض

اس حدیث کی سند میں سدی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب

اس سند میں جوہم ابوالشیخ کے حوالہ سے نقل کی ہے اس میں سدی نہیں ہے، جز حیات انبیاء بیہقی کی سند میں ابو عبد الرحمن راوی ہے جس کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں

هذا هو محمد بن مروان فيما اری

کہ میری رائے میں ہے کہ یہ محمد بن مروان سدی ہے وفیہ نظر اور اس میں نظر ہے۔ اور اب یہ لوگ اسی گمان کو لے کر شور کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں آتا ہے

ان الظن لا یغنی من الحق شیئا.

جبکہ خود امام بیہقی نے آگے فرمادیا ہے وقد مضی ما یؤکدہ کہ اس کی تائید ان روایتوں سے بھی ہوتی ہے جو گزر چکی ہیں اور امام اسے جزء حیات انبیاء میں نقل فرما رہے ہیں۔ اور دوسرے شواہد سے اسے مؤکد کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ دلیل بننے کے قابل ہے موکدات کی وجہ سے۔ تو ان لوگوں نے خیانت کی کہ ایک تو ظن کو یقین بنالیا، دوسرا اگلی عبارت چھوڑ دی اور خیانت کے مرتکب ہوئے جو کہ منافق کی نشانی ہے۔ پھر یہ کہ ہم نے جو ابوالشیخ والی روایت پیش کی ہے اس میں سدی نہیں ہے اور بیہقی کی جو روایت شعب الایمان میں ہے اس کی سند میں بھی سدی نہیں ہے امام اہل سنت محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مازالت شمسہ بازغہ علینا۔ نے تسکین الصدور میں نقل کی ہے اس میں بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں

لم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحته لتلقى

العلماء له القبول فردہ من حیث الاسناد و قبلہ من حیث
المعنی۔

(نیل الاوطار ص ۲۳ ج ۱)

ترجمہ..... پھر ابن عبدالبر نے باوجود اس کے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے بوجہ
علماء کے اس کو قبول کرنے کے پس رد کر دیا ہے اس نے اس کو سند کے اعتبار سے اور
معنی کے اعتبار سے قبول کر لیا ہے۔

جب امت نے اس کو قبول کر لیا ہے تو سند کی بحث کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ
نور الانوار کے اندر لکھا ہے کہ جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ منزل مشہور کے ہو
جاتی ہیں۔ ص ۱۸۲۔

اور تدریب الراوی کے اندر علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

المقبول ما تلقته الامة بالقبول وان لم يكن اسنادہ

صحیح۔

اس پر مفصل بحث حدیث الانبیاء احیاء کے تحت حاشیہ میں دیکھ لیں۔

مثال نمبر ۱

حدیث ہے کہ اگر گندگی کرنے سے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ بدل جائے تو پانی ناپاک
ہے۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل ضعیف ہے، لیکن پوری امت اس کو مانتی ہے۔
حدیث لا وصیۃ لوارث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے
اتنی متواتر ہے کہ قرآن پاک کی آیت میں اس کی وجہ سے تخصیص کر لی گئی ہے، اسی طرح اس
حدیث کو بھی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۱۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا

والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم لنن قام
علی قبری فقال یا محمد لا جینہ۔

ترجمہ..... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسیٰ بن
مریم نازل ہوں گے پھر وہ اگر میری قبر پر آئیں اور مجھے مخاطب کریں تو میں جواب
بھی دوں گا۔

(مسند ابی یعلیٰ ص ۱۰۱ ج ۶)

علامہ محمود آلوسیؒ بھی اسے حافظ ابو یعلیٰ سے انہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

انہ علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا ﷺ شفاهاً
بعد نزوله وهو صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف و اید
بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم
ثم لنن قام علی قبری وقال یا محمد لا جینہ۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

ترجمہ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ہمارے نبی کریم ﷺ کے
سامنے ہو کر ان سے مواخذہ کریں گے اور آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں ہیں اور اس کی
تائید محدث ابی یعلیٰ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس
ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، پھر
آپ میری قبر پر آئیں گے اور (سلام کہیں) یا محمد کہیں تو میں ان کو جواب دوں گا۔

جامع صغیر میں یہ الفاظ ہیں

حتى یسلم علی ولا ردن علیہ.

ترجمہ..... یہاں تک کہ مجھے سلام کریں گے اور میں اس کا جواب دوں گا

(الجامع الصغیر ص ۱۴۰ ج ۲)

اور انہوں نے صحیح کہا ہے۔ ابو یعلیٰ کے رجال کے متعلق محدث بیہمی فرماتے ہیں۔

رواہ ابو یعلیٰ و رجالہ الصحیح.

روایت کیا ہے اس کو ابو یعلیٰ نے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۱۔ مسند احمد ص ۲۹۰ ج ۲ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

امام حاکم نے اس کو مستدرک میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

(مستدرک ص ۵۹۵ ج ۲)

ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

اب ظاہری بات ہے کہ حضرت عیسیٰ اس دنیا والی قبر پر ہی سلام پیش کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے یہ حیات کی دلیل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی انباء الاذکیاء میں اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ نیز علامہ سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ ص ۳۸۱ ج ۲ پر بھی اسے نقل کیا ہے۔

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یہودی اور عیسائی اور مرزائی جھوٹے ہو جائیں گے اور جب آپ روضہ اطہر پر سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے تو مماتی بھی جھوٹے ہو جائیں گے۔ مماتیوں کو جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے دو نبی کام کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے اس طرح ان کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا عقیدہ ہم خطبہ صدیق اکبر کے حوالے سے شروع بحث میں نقل کر

آئے ہیں۔ مزید ایک حوالہ حاضر خدمت ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں نقل فرماتے ہیں۔

قد روی عن ابی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع

الصوت علی نبی حیا ولا میتا.

ترجمہ..... حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں نہ وفات سے قبل نہ بعد۔

حضرت فاروق اعظم کا اعتقاد

عن السائب بن یزید قال كنت قائما فی المسجد

فحصبني رجل فنظرت اليه فاذا عمر بن الخطاب فقال

اذهب فاتني لهذين فجئته بهما فقال ممن انتما او من اين

انتما قال من اهل الطائف قال لو كنتما من اهل البلد

لا وجعتكما ترفعان اصواتكما فی مسجد رسول الله ﷺ.

(صحیح البخاری ص ۶۷ ج ۱)

ترجمہ..... سائب بن یزید فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے

میرے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں، آپ نے فرمایا ”جاؤ اور ان

دونوں شخصوں کو میرے پاس لئے آؤ“ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان

سے پوچھا ”تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے ہو؟“ انہوں نے کہا ”ہم اہل

طائف میں سے ہیں۔“ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا ”اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو

میں تمہیں سزا دیتا، اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ کا

روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو“۔

سلطان المحدثین ملا علی قاریؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

”انه عليه السلام في قبره حي وقال تعالى لا ترفعوا

اصواتكم فوق صوت النبي“

(مرقاۃ ص ۲۲۳ ج ۲)

ترجمہ..... نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم

اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ کی نسبت سے نکیر کرنا اسی لئے تھا کہ وہاں آپ ﷺ کا

روضہ اطہر ہے جس طرح آپ کی اس دنیوی زندگی میں آپ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی

طرح آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ وہاں

تشریف فرما ہیں۔ اور جسد عرضی سے زندہ ہیں۔ حدود مسجد کو بلا کسی واسطہ کے خود سنتے ہیں۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس نکیر کا منشاء یہ ”اصل“ ہے کہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا جائز نہیں

پھر جس شان اور مقام کی یہ مسجد ہوگی، اسی درجے کا یہ حکم ہوگا کہ اس میں آواز بلند نہ کی جائے اور

اس کی خلاف ورزی اسی درجہ کا جرم قرار پائے گی، اس لئے کہ سلف و خلف میں سے کسی نے اس

اصل کو منشاء نکیر نہیں فرمایا۔

مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے آنحضرت ﷺ سنتے ہیں حضرت اقدس

مولانا محمد عابد صاحب استاذ التفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا

زکریا جب مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے اور کسی مرید کا خط ملتا جس میں سلام عرض کرنے کی

درخواست ہوتی تو حضرت شیخ وہیں بیٹھے ہی سلام عرض کر دیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مسجد نبوی

میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے سنا جاتا ہے۔

دور عثمانی کا واقعہ

ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ مروان

نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابوالیوب انصاریؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں آیا، میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس وقت دین پر نہ رونا جب اس کے والی اس کے اہل ہوں بلکہ اس وقت رونا جب دین کی ولایت نا اہل ہاتھوں میں آجائے۔

(مستدرک حاکم ص ۳۱۵ ج ۴، وقال الحاکم والذہبی صحیح)

نوٹ

اس قصے کو علامہ سبکیؒ نے اخبار مدینہ کی سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے ابونباتہ سے اوپر کے سب راوی ثقہ ہیں، البتہ اس کے شاگرد عمرو بن خالد کو میں نہیں جانتا۔ امام احمدؒ نے اس کو عبد الملک بن عمرو عن ابی نباتہ الخ کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے، پس سند صحیح ہوئی۔ (مقام حیات)

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی، پھر میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے دیں۔ اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے، یہاں ساتھی بہت کم تھے، انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کے لئے بھیج دیئے۔ اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ ائمان عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ کا روضہ تھا اور میرے والد کا تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمرؓ یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کر آتی ہوں، عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے، جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے اماں جان ایسی جاہلانہ بات نہیں کر سکتیں جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دوپٹے سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل حماقت والی بات ہے اماں جی ایسے کبھی نہیں فرما سکتیں۔

میں نے کہا لو ہا کتنا موٹا ہو اس میں سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھ دی ہے اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔ جو پروفیسر صاحب تھا وہ کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں ہمیں یہ مسئلہ سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔ لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں اس لئے جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کر لیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کر دیں گے کہ شاہ جی! آپ کی بات صحیح نہیں ان کی بات صحیح ہے اس لئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں۔ تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا میں اپنے سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کر سکتے ہیں تو کرالیں کیونکہ میں نے پھر جانا بھی ہے۔ اب ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں نے کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو عبد اللہ درخواستی کو لاؤ یا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا سرفراز خاں صفدر کو لاؤ۔ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آجائے گا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا ہے۔ لیکن عنایت اللہ نے انکار کر دیا پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں۔

تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں، ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے

لمحدین کیا کرتے تھے۔

واقعہ عزیرؑ

سوال

قرآن میں ہے عزیرؑ سو سال کے بعد جب اٹھے تو انہیں کچھ معلوم نہ تھا، معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں عزیرؑ کا نام نہیں ہے۔

(۱)۔ پہلے تو یہ عزیرؑ کا نام دکھائیں۔

(۲)۔ پھر عزیرؑ کا نبی ہونا ثابت کریں۔

ابوداؤد شریف کی دوسری جلد میں صاف حدیث موجود ہے حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ عزیرؑ نبی تھے یا نہیں؟ حضرت عزیرؑ کو جو لوگ نبی مانتے ہیں وہ اس لئے مانتے ہیں کہ بائبل میں ان کا ایک صحیفہ ہے اس لئے کہ وہ نبیوں کے صحیفے ہیں تو اس لئے ان کو نبی مانا جاتا ہے یا ایک ضعیف قول حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے کہ وہ نبی تھے۔ تو اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں مجھے پتہ نہیں کہ عزیرؑ نبی تھے یا نبی نہیں تھے۔

تو پہلی بات تو یہ کہ جیسے ان کی عادت ہوتی ہے، جہلم میں یہی ہوا کہ انہوں نے کہا عزیرؑ کا واقعہ قرآن میں ہے۔ ہم نے کہا دس لاکھ کا انعام اگر وہاں عزیرؑ کا نام دکھا دیں۔ کہتے ہیں کہ تفسیروں میں لکھا ہے۔ ہم نے کہا کہ تم تفسیریں تو مانتے نہیں، ہمیں کہتے ہو تفسیر پیش نہ کرنا، اب تم تفسیروں پر چلے گئے ہو۔ حالانکہ نواقوال یہاں لکھے ہیں، ایک قول تو یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی کا فر تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ یرمیا کا ہے بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے، لیکن جن میں یہ لکھا ہے کہ عزیرؑ نبی ہیں وہ جو ضعیف قول ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے، کیونکہ یہ واقعہ اس دور کا ہے کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کی قید میں تھے۔ حضرت عزیرؑ پیچھے

نہیں رہے، حضرت عزیرؑ تو خود آگے قید میں ہیں۔ حزقیل علیہ السلام بھی قید میں ہیں وہاں۔ گویا یرمیا علیہ السلام بھی قید میں، حزقیل علیہ السلام بھی قید میں، عزیر علیہ السلام بھی قید میں۔ تو عزیر علیہ السلام کا یہ واقعہ نہیں بنتا کہ یہ وہاں ساتھ گئے ہوئے تھے اور یہ واقعہ اس کے بعد پیش آیا کسی کے ساتھ۔ پھر ہم بالفرض یہ مان لیں کہ یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا بھی ہے، یہ بھی مان لیں کہ وہ نبی ہیں۔ تو اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہ واقعہ سارا خرق عادت اور معجزہ ہے۔ اب ان کا زور اس جملے پر ہے کہ انہوں فرمایا یوماً او بعض یوم کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ تو یہ بات جو ہے یہ ان کا علم نہیں تھا پورا۔ تو یہاں دو صورتیں ہیں کہ اگر تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو یہاں کے سو سال وہاں کا دن پچاس ہزار سال کا ہے اس کے مقابلے میں واقعی یوماً او بعض یوم بنے گا۔ برزخ کے دن کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ کافر قیامت میں کہیں گے کہ ہم دنیا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تھے تو واقعاً۔ لیکن کئی کئی کافروں کی عمر ہزاروں سال ہوئی ہے دو دو سو سال، پانچ پانچ سو سال بھی ہوئی ہے تو اس کے مقابلے میں تو یہ بالکل یوماً او بعض یوم ہے۔ لیکن امام رازیؒ نے یہاں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ موت ایک آنی چیز ہے جیسے آنا، جانا۔ آپ اگر آکر بیٹھ گئے نماز پڑھنے لگے تو آنے کا فعل ختم ہو گیا نماز پڑھنے کا شروع ہو گیا، نکل گئے جا کر سو گئے۔ تو جانے کا فعل ختم ہو گیا اور سونے کا شروع ہو گیا۔ لیکن یہاں جو آیا ہے امانہ اللہ مائة عام۔ ایک موت اجل ہوتی ہے کہ وہ اس وقت آتی ہے کہ جس نے دنیا میں واپس نہیں آنا اس پر احکام برزخ پیش کئے جاتے ہیں، ایک ایسی ہوتی ہے کہ اس کو اللہ پاک نے دنیا میں پھر لانا ہے تو اس پر عذاب و ثواب قبر یا عذاب برزخ پیش ہی نہیں کئے جاتے تاکہ اس کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو جائے۔ تو یہاں جو ہے امانہ اللہ مائة عام کہ آپ کی موت ہی کا حالت کو سو سال تک بڑھا دیا ہے۔ پھر یہ کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ سارے کا سارا معجزہ ہے۔ کھانا رکھا ہوا ہے تو سو سال آندھیاں چلی ہیں، بارش بھی ہوئی ہے لیکن اس پر ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔ خاک بھی نہیں پڑی اس میں اور گدیجے کی ہڈیاں بھی

کھن کھنا گئی ہیں۔ تو اس لئے ایک خرق عادت ہے جو واقعہ وہاں پیش آیا خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جاسکتی یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ دو لاکھ تفسیریں قرآن کی لکھی جا چکی ہیں۔ (مقدمہ مشکلات القرآن ص ۱۱) کسی مفسر نے بھی اس آیت کے تحت نہ تو سماع کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے، کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت اور خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جاسکتی۔ (حاشیہ میں مزید تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس کے تحت سماع کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ (ح ۲۵)

(ح ۲۵)۔ (او کالذی مر علی قریۃ) اختلفوا فی الذی مر

علی قریۃ علی ثلاثة اقاویل.

احدها. انه عزیر، قاله قتادة.

والثانی. انه ارمیاء، وهو قول وهب.

والثالث. انه الخضر، وهو قول ابن اسحاق.

(النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی

الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری)

(المسألة الثانية) اختلفوا فی الذی مر بالقریۃ. فقال

قوم. كان رجلا كافرا شاكا فی البعث وهو قول مجاهد واکثر

المفسرین من المعتزلة. وقال الباقر. انه كان مسلما. ثم قال

قتادة وعكرمة والضحاك والسدي. هو عزیر. وقال عطاء

عن ابن عباس. هو ارمیاء. ثم من هؤلاء من قال. ان ارمیاء هو

الخضر علیه السلام.

(التفسیر الكبير للامام الفخر الرازی)

اختلفوا فی الذی مر بالقریۃ فقال مجاهد، واکثر

انہوں نے اب اس کو بہت اچھالا ہوا ہے جبکہ کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ اس لئے ہم

المفسرین من المعتزلة. کان رجلا کافرا شاکا فی البعث.
وقال قتادة، وعكرمة، والضحاك، والسدي. هو عزيز
بن شرحبیا.

وقال وهب بن منبه. ورواه عطاء عن ابن عباس رضی
الله عنہما. هو ارمیاء بن خلقياء، ثم اختلف هؤلاء فقال بعضهم.
ان ارمیاء هو الخضر علیہ السلام، وهو من سبط هارون بن
عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام وهو قول محمد بن اسحاق.
وقال وهب بن منبه. ان ارمیاء هو النبی. الذي بعثه الله
عندما خرب بخت نصر بیت المقدس، واحرق التوراة.
واحتج من قال انه كان کافرا بوجوه.

الاول. استبعاده الاحیاء بعد الامانة من الله وذلك

کفر.

فان قيل. يجوز وقوع ذلك منه قبل البلوغ.
قلنا. لو كان كذلك، لم یجز ان یعجب الله رسوله منه
اذ الصبی لا یتعجب من شکہ فی مثل ذلك، وضعفوا هذه
الحجة، بان ذلك الاستبعاد ما کان یسبب الشک فی قدرة الله
تعالی، بل یحتمل ان یكون یسبب اطراد العادات فی ان مثل
ذلك الموضع الخراب قلما یصیرہ الله معمورا، كما ان الواحد
اذا رای جبلا، فیقول. متى یقلب الله هذا ذہبا، او یاقوتا؟ لا ان

مناظرے میں یہی کہتے ہیں کہ جیسے مرزا کہتا ہے کہ میں آیتیں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی ہیں۔

مراده الشک فی قدرة الله ، بل ان ذلك لا يقع فی مطرد العادات ، فكذا هاهنا .

الحجة الثانية. قوله تعالى فی حقه . ”فلما تبين له“ وهذا يدل على انه قبل ذلك لم يحصل له التبين ، وضعف ذلك بان تبين الاحياء على سبيل المشاهدة ، ما كان حاصله له قبل ذلك ، واما التبين على سبيل الاستدلال فلا يسلم انه لم يكن حاصله له .

الحجة الثالثة. قوله . ”اعلم ان الله على كل شيء قدير“ وهذا يدل على ان هذا العلم انما حصل له فی ذلك الوقت ، وهذا ايضا ضعيف ، لان تلك المشاهدة افادت نوع توكيد ، وطمأنينة ، وذلك انما حصل فی ذلك الوقت ، وهذا لا يدل على ان اصل العلم ما كان موجودا قبل ذلك .

الحجة الرابعة. انتظامه مع النمرود فی سلك واحد ، وهذا . ايضا . ضعيف ، لانه وان كان قبله قصة النمرود ، ولكن بعده قصة سؤال ابراهيم عليه الصلاة والسلام فوجب ان يكون نبيا من جنس ابراهيم .

واحتج من قال انه كان مؤمنا بوجوه .

منها قوله تعالى . ”انى يحيى هذه الله بعد موتها“ وهذا يدل على انه كان عالما بعد موتها بالله تعالى وبانه يصح منه

ہم ان سے یہی کہتے ہیں تمہیں آیتوں میں سے انہیں معاف صرف ایک آیت نکالو جس کے تحت

الاحیاء فی الجملة ، لان تخصیص هذا الشیء باستبعاد الاحیاء ،
الما یصح اذا حصل الاعتراف بالقدرة علی الاحیاء فی
الجملة ، فاما من یعتقد ان القدرة علی الاحیاء ممتعة لم یبق
لهذا التخصیص فائدة .

ومنها مخاطبة الله تعالى له بقوله "کم لبثت" وبقوله
"بل لبثت مائة عام" وبقوله "فانظر الی طعامک وشرابک
وانظر الی حمارک" وبقوله "ولنجعلک آية للناس" ، وبقوله "
وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما" وهذه
المخاطبات لا تلیق بالکافر ، قال تعالى . " وجعلناها و ابنها آية
للعالمین " فجعله آية للناس ، دلیل علی مزید التشریف .

ومنها ما روى عن ابن عباس رضی الله عنهما قال . ان
بختنصر غزا بنی اسرائیل فسبى منهم الکثیر ، ومنهم العزیر
وکان من علمائهم ، فجاء بهم الی "بابل" فدخل عزیر یوما
تلک القرية و نزل تحت ظل شجرة ، وهو علی حمار ، فربط
حماره ، وطاف فی القرية فلم یر فیها احدا ، فعجب من ذلک ،
وقال "انی یحیی هذه الله بعد موتها" لا علی سبیل الشک فی
القدرة ، بل علی سبیل الاستبعاد بحسب العادة ، وکانت
الاشجار مثمرة ، فتناول من الفاکهة التین والعنب ، و شرب من
عصیر العنب ، ونام فاماته الله فی منامه مائة عام وهو شاب ثم

کسی مسلمہ مفسر نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آئندہ نہیں آئیں گے؟

اعمی عنه عیون الالس والسباع والطیر . ثم احیاه الله بعد المائة ، و نودی من السماء یا عزیز ” کم لبثت “ بعد الموت ، فقال . ” یوما “ و ذلك ان الله اماته ضحی فی اول النهار ، و احیاه بعد مائة عام آخر النهار قبل غیوبة الشمس ، فلما ابصر من الشمس بقیة قال ” او بعض یوم “ فقال الله تبارک و تعالی ” بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامک “ من التین ، والعنب ، ” و شرابک “ من العصیر لم یتغیر طعمه ، فنظر فاذا التین والعنب کما شاهدہما قال . ” وانظر الی حمارک “ فنظر فاذا هو عظام بیض تلوح وقد تفرقت اوصاله ، و سمع صوتا . ایها العظام البالیة ، انی جاعل فیک روحا ، فانضم اجزاء العظام بعضها الی بعض ، ثم التصق کل عضو بما یملیق به الضلع الی الضلع ، والذراع الی مکانہ ، ثم جاء الرأس الی مکانہ ، ثم العصب والعروق ، ثم انبت طراء اللحم علیہ ثم ابسط الجلد علیہ ثم خرجت الشعور من الجلد ، ثم نفخ فیہ الروح ، فاذا هو قائم ینہق ، فخر عزیز ساجدا ، وقال . ” اعلم ان الله علی کل شیء قذیر “ ثم انه دخل بیت المقدس . فقال القوم . حدثنا آباؤنا . ان عزیز بن شرخیامات ببابل ، وقد کان بختنصر قد قتل ببیت المقدس اربعین الفا من قراء التوراة ، و کان فیہم عزیز ، والقوم ما عرفوا انه یقرأ التوراة ، فلما اتاہم بعد مائة عام جدد لہم التوراة ، و املاہا علیہم عن

اسی طرح ہم ان سے کہتے ہیں کہ کسی مسلمہ مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس واقعہ اور آیت کا مطلب یہ ہے

ظهر قلبه، فلم یخرم منها حرفا، وكانت التوراة قد دفنت فی موضع فأخرجت و عورض بما املاها فما اختلفا فی حرف واحد، فعند ذلک قالوا. عزیر ابن الله، وهذه الروایة مشهورة. ویروی انه ارمیا علیه الصلاة والسلام فدل علی ان المار کان نبیا.

(الباب فی علوم الکتاب تألیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ ھجرية)

واختلفوا فی الذی مر علی قرية، فقال قتادة. هو عزیر النبی. وقال. هو ارمیاء النبی. وقال محمد بن اسحاق. هو الخضر. علیهم السلام.

(تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبد الجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی)

قال سلیمان بن بريدة، و ناجية بن کعب، و قتادة، و ابن عباس، و الربیع، و عكرمة، و الضحاک. الذی مر علی القرية هو عزیر، قال وهب بن منبه و عبد الله بن عبيد بن عمير، و بكر بن مضر. هو ارمیاء. وقال ابن اسحق. ارمیاء هو الخضر، و حکاه النقاش عن وهب بن منبه، و هذا كما تراه، الا ان یكون اسما

کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تعلق ان قبروں میں نہیں ہوتا؟ یا مردہ نہیں بنتا۔ یہ قطعاً وہاں

وافق اسما، لان الخضر معاصر لموسی، وهذا الذى مر على
القرية هو بعده بزمان من سبط هارون فيما روى وهب بن منبه،
وحكى مكى عن مجاهد أنه رجل من بنى اسرائيل غير مسمى،
قال النقاش. ويقال. هو غلام لوط عليه السلام.

(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابی محمد
عبدالحق بن عطية الاندلسى)

والذى مر على قرية هو عزيز قاله على و ابن عباس و
عكرمة و ابو العالية وسعيد بن جبیر وقتادة و ربيع و ضحاک و
السدى و مقاتل و سليمان بن بريدة و ناجية بن كعب و سالم
الخواص . وقيل ارمياء قاله وهب و مجاهد و عبدالله بن عبيد
بن عمير و بكر بن مضر وقال ابن اسحاق هو ارمياء وهو
الخضر و حاكاه النقاش عن وهب قال ابن عطية وهذا كما نراه
ان لا ان يكون اسما وافق اسما لان الخضر معاصر لموسى
وهذا الذى مر على القرية وهو بعده بزمان من سبط هارون فيما
روى وهب قال بعض شيوخنا يحتمل ان يكون الخضر بعينه. و
يكون من المعمرين فيكون ادرك زمان خراب القرية وهو الى
الآن بان على قول اكثر العلماء . انتهى كلامه. وقيل على كافر
مر على قرية وكان على حمار و معه سنة تين قاله الحسن و قال
رجل من بنى اسرائيل غير مسمى قاله مجاهد فيما حكاه مكى

ثابت ہی نہیں ہے سرے سے کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی۔ تو یوں نعمانی اس پر بڑا غصے میں آیا

وقیل غلام لوط علیہ السلام وقیل شعواء والذی احیاها بعد
خرابها. ((تفسیر البحر المحیط ۲۹۱)

وهذه الرواية مشهورة فيما بين الناس و ذلك يدل
على ان ذلك المار كان نبياً فانه روى عن قتادة و عكرمة
والضحاک والسدى انه هو عزيز وقال عطا عن ابن عباس
رضي الله عنهما انه هو ارمياہ وهو الحضر وهو رجل من سبط
هارون بن عمران وهو قول محمد بن اسحق وقال وهب بن منبه
ان ارمياہ هو النبی الذي بعثه الله تعالى عند ما خرب بخت نصر
بيت المقدس و احرق التورات وقال قوم كان المار رجلا كافرا
شاکا فی البعث وهذا قول مجاهد. ((حاشیہ محی الدین شیخ
زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین
مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی
۵۹۵۱ھ، ص ۲۳۸ ج ۲)

وفی الذی مر علیها ثلاثة احوال . احدها، انه عزيز . قاله
علی بن ابی طالب ، و أبو العالیة ، و عكرمة ، و سعید ابن جبیر ،
و ناجیة بن كعب ، و قتادة ، و الضحاک ، و السدی ، و مقاتل ،
و الثانی . انه ارمياہ ، قاله وهب ، و مجاهد و عبد الله بن عبید بن
عمیر ، و الثالث . انه رجل کافر شک فی البعث . (زاد المسیر ،
فی علم التفسیر ص ۳۰۹ ج ۲)

کہ تو نے ہمیں قادیانیوں کے ساتھ ملایا ہے تو میں نے کہا کہ تیرے منہ میں بھی زبان ہے تو بھی مجھے کہہ کہ تو قادیانی ہے اور یہی بات پوچھ جو میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں کہ تو نے جو آیت شہداء پر مبنی کسی مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے لکھا ہو کہ یہاں نبیوں کی حیات ثابت ہے؟ تو اگر میں بھی نہ حوالہ پیش کروں تو تیری بات ٹھیک ہے کہ میں بھی قادیانیوں کی طرح کر رہا ہوں لیکن اگر میں مسلمہ مفسرین کے حوالے پیش کر دوں تو پھر پتہ چلے گا کہ تیرا طریقہ تو واقعی قادیانیوں والا ہے اور میرا اہل سنت و جماعت والا ہے کیونکہ میں وہی تشریح کر رہا ہوں جو اہل سنت و جماعت علماء قرآن کی کرتے آرہے ہیں اور تو مرزا قادیانی کی طرح نئی تشریح کر رہا ہے تو تیرے منہ میں زبان ہے تو بھی کہہ ناں کہ تو بھی قادیانیوں کی طرح کرتا ہے اور جیسے میں نے پوچھا ہے کہ تو اس آیت کے تحت کسی مفسر کا حوالہ دے۔ اس نے لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی قبروں میں زندہ نہیں ہیں روح کا کوئی تعلق جسم سے نہیں یا مردے نہیں سنتے۔ جواہر القرآن میں خود لکھا ہے کہ مولانا نے کہ تین آیتیں ہیں کہ جن سے لوگ عدم سماع پر استدلال کرتے آرہے ہیں دو تو یہی ایک لا تسمع الموتی اور ایک یہ وما انت بمسمع من فی القبور۔ مولوی غلام اللہ خان نے بھی اس آیت کو سماع یا حیات کے مسئلے میں پیش نہیں کیا۔

حیات سے جسم کی حیات ماننا ضروری ہے۔ مماتی حضرات جو کہتے ہیں کہ ہم حیات مانتے ہیں یہ دھوکہ دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس جسم کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ یہ اسی طرح حیات کے قائل ہیں جیسے مرزائی حیات عیسیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ جلد پنجم جو کہ اس کی آخری کتاب ہے اس میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ کا آسمان پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد غصری ہے۔ اب اتنی بات کہنے کی وجہ سے کوئی بھی مرزا کو حیات مسیح کا قائل نہیں کہتا۔ اسی طرح مماتی بھی اسی جسم کی حیات کے قائل نہیں تو وہ بھی حیات کے قائل نہ ہوئے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا چند سال قبل مفتی احمد سعید صاحب دیوبند سے تشریف لائے

تھے تو یہاں ایک فتویٰ آیا تھا مفتی ظفر الدین صاحب نے لکھا تھا کہ جو لوگ حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز نہیں، دیوبند سے فتویٰ آیا تھا۔ منڈی بہاؤ الدین والوں نے منگوایا تھا۔ الخیر میں وہ چھاپا پہلی جلد میں۔ مفتی احمد سعید کے نیچے دستخط تھے کہ اتنا تشدد نہیں چاہئے نماز ہو جاتی ہے۔ (دیوبند میں قاری طیب صاحب کے مدرسے کے مفتی ہیں) مجھے پتہ چلا مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے بتایا کہ مفتی صاحب آئے ہوئے ہیں ہم چلے گئے۔ کہا کہ حضرت یہاں دو فتوے ہیں احمد سعید کے نام پر کہ ایک تو ہے کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے۔ فرمایا کہ وہ احمد سعید اکبر آبادی ہے وہ میں نہیں ہوں۔ میں نے کہا ایک یہ ہے کہ حیات النبی ﷺ کا جواز نکارتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ میرا ہے۔ تو میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیسے فتویٰ دیا؟ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمانے لگے کہ یہ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس پر اعتراض کیا ہے؟ کیونکہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کا خط پہنچا مجھے کہ آپ نظر ثانی کریں۔ تو میں نے وہاں پھر مفتیوں کے سامنے رکھا تو کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ پھر تین چار ماہ کے بعد شیخ الحدیث صاحب نے باقاعدہ آدمی بھیجا مستقل انڈیا میں میرے پاس کہ اس پر نظر ثانی کریں۔ میں نے کہا کہ کر لی ہوئی ہے۔ تو آپ یہ بتائیں کہ یہ اختلاف کیا ہے؟ میں نے کہا جی آپ کیا اختلاف سمجھتے ہیں جس پر آپ نے فتویٰ دیا ہے؟ آخر آپ نے فتویٰ دیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں سمجھا ہوں کہ موت کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں کہ موت خروج روح سے ہے یا انقباض روح سے ہے۔ میں نے کہا اس میں تو اختلاف جو کیا ہے اس میں ہم کہتے ہیں کہ دونوں میں سے جو بھی مانے وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے، دیوبندی ہے اس میں ہم لڑتے نہیں ہیں۔ کہنے لگے کہ تو پھر لڑائی کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ روح اقدس اعلیٰ علیہ السلام میں ہے اور تعلق روح سے حیات حاصل ہے، جیسے مولانا غلام اللہ خان صاحب نے لکھا تھا اور سلام بھی سنتے ہیں وہ اہل سنت ہے یا کوئی یہ مانے کہ تلبس روح سے حیات حاصل ہے وہ بھی اہل سنت ہے۔ ان دونوں میں چونکہ اختلاف ہے اس میں لڑتے نہیں۔ پوچھنے لگے پھر تم لڑتے کس

بات پر ہو؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے ہی نہیں۔ کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ پھر حیات کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اسی پر تو آپ فتویٰ دے رہے ہیں، کہنے لگے یہ تو پھر حیات نہیں ہے یہ تو بالکل غلط ہے۔ یہ تو اہل سنت و جماعت کے موقف کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے کہا دیکھو مرزا قادیانی، مرزائیوں سے ہمارے مناظرے ہوتے ہیں حیات مسیح کے مسئلہ پر۔ وہ کیا لکھتا ہے براہین احمدیہ حصہ پنجم جو اس کی آخری کتاب ہے اس کے بعد چھپی ہے، لکھی اس نے آخری عمر میں ہے۔ اس میں لکھتا ہے کہ

”عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا یہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے میں نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں مولویوں سے جھگڑا میرا اس بات پر ہو گیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد غصری ہے۔“

تو میں نے کہا کہ اب اس کو آپ حیات مسیح کا قائل کہیں گے؟ کہنے لگے اصل میں ہمیں آپ کے اختلاف کا ہی پتہ نہیں۔ اگر وہ تعلق روح کا انکار کرتے ہیں تو یہ حیات کی کوئی قسم ہے ہی نہیں۔ جیسے مرزا بھی مانتا ہے کہ جسم مثالی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اب دیکھو معراج کا مسئلہ سمجھو ہم کہتے ہیں کہ معراج جسمانی ہوئی، مرزا کہتا ہے کہ جسم مثالی کے ساتھ ہوئی، تو آپ مانتے ہیں کہ وہ معراج کا قائل ہے؟ تو جو تشریح معراج کی اور حیات مسیح کی مرزے نے کی ہے وہی تشریح حیات کی یہی کرتے ہیں۔

جتنے علماء حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ سب اسی جسد اطہر کی حیات کے قائل ہیں اس لئے ان حوالہ جات کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں حیات فی القبر کا ذکر ہے۔

هو صلى الله عليه وسلم بعد موته باق على رسالته و

نبوته حقيقة كما يبقى وصف الايمان للمؤمن بعد موته و

ذلك الوصف باق بالروح و الجسد معا لان الجسد لا

تاکله الارض انه صلى الله وسلم حى فى قبره رسول
الى الابد حقيقة لا مجازاً.

(الروضة البهيّة فيما بين الاشاعرة والماتريدية ص ۱۵ بحوالہ مقام حیات)
ترجمہ..... حضور اکرم ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد بھی اپنی رسالت اور
نبوت پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔ جیسا کہ مؤمن اپنی وفات کے بعد بھی صفت ایمان سے
متصف رہتا ہے۔ اور حضور ﷺ کا اپنی رسالت پر حقیقی اعتبار سے قائم رہنا روح اطہر
اور جسد انور کے مجموعہ کے ساتھ ہے..... آپ ﷺ اب بھی اپنی قبر شریف میں زندہ
ہیں اور ہمیشہ تک کے لئے رسول ہیں حقیقی معنی کے لحاظ سے نہ کہ محض حکمی طور پر۔
ن الاشعري واصحابه قائلون بان النبي ﷺ فى
القبر حى يحس و يعلم.

(الروضة البهيّة فيما بين الاشاعرة والماتريدية ص ۱۵ بحوالہ مقام حیات)
ترجمہ۔ امام اشعریؒ اور ان کے سب اصحاب تو اسی بات کے قائل ہیں کہ
حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور علم و احساس بھی رکھتے ہیں۔
ومن عقائدنا ان الانبياء عليهم السلام احياء فى
قبورهم فاين الموت الى ان قال وصنف البيهقي جزوا
سمعناه فى حياة الانبياء فى قبورهم و اشتد لكبر الاشاعرة
على من نسب هذا القول الى الشيخ.

(طبقات شافعية ص ۲۸۲ ج ۲)

ترجمہ۔ ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ
ہیں، سو وہاں موت کہاں؟ اور امام بیہقی (۴۵۸ھ) نے ایک مستقل جزو اس پر تصنیف
کیا ہے جو انبیاء کرام کے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں ہے اور جن لوگوں

نے حضرت الشیخ ابوالحسن الاشعریؒ کی طرف انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں مردہ ہونے کا قول منسوب کیا ہے اشاعرہ نے بڑی سختی سے اس پر کبیر کی ہے۔
حضرت علامہ قشیریؒ فرماتے ہیں۔

فاما ما حکى عنه راي الاشعري وعن اصحابه انهم
يقولون ان محمدا ﷺ ليس بنبي في قبره ولا رسول بعد
موته فبهتان عظيم و كذب محض لم ينطق احد منهم ولا
سمع في مجلس مناظرة ذلك عنهم ولا وجد في كتاب
لهم و كيف يصح ذلك وعندهم محمد ﷺ حي في قبره.

(طبقات شافعیہ ص ۲۷۹ ج ۲)

ترجمہ۔ ہاں، جو امام ابوالحسن اشعریؒ اور دوسرے اشاعرہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد اب اپنی قبر شریف میں نبی اور رسول نہیں رہے، یہ محض جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ اشاعرہ میں سے یہ کسی نے نہیں کہا نہ ان سے کسی مجلس مناظرہ میں ایسی بات سنی گئی اور نہ ان کی کسی کتاب میں یہ مضمون ملا ہے اور ان کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں۔

واما ما نسب الى الامام الاشعري امام اهل السنة
والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء و بهتان
والمصرح به في كتبه و كتب اصحابه خلاف ما نسب اليه
بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في

قبرورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذلک ابو القاسم
القشیری.

(شامی ص ۳۶۶ ج ۳)

ترجمہ۔ امام اہل سنت امام ابوالحسن الاشعریؒ کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ محض افتراء اور بہتان ہے۔ ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالحسن الاشعریؒ پر اس افتراء ہاندھنے کے خلاف علامہ ابوالقاسم القشیریؒ نے زبردست احتجاج کیا ہے۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب کتاب الابرار الاعمال الابرار میں لکھتے ہیں

وكان ﷺ يوحذ عن الدنيا عند تلقى الوحي ولا
تسقط عنه الصلوة وغيرها ومن يراه في المنام فقد رآه حقاً
ولكن لا يجب العمل بما يسمعه الراي منه لعدم ضبطه و
يخاطب بعد الموت بقول السلام عليك ايها النبي و
رحمة الله وبركاته لان الانبياء احياء في قبرورهم يصلون و
يحجون كما ورد.

(کتاب الانوار ج ۲ ص ۴۱ مطبوعہ مصر ۱۳۶۲ھ)

علامہ سمودی (۹۱۱ھ) شیخ ابو منصور البغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں

قال الاستاذ ابو منصور البغدادي قال المتكلمون

المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاته. (وفاء

الوفاء ج ۲ ص ۱۳۵۴)

ترجمہ..... ہمارے محققین علماء کلام نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی

وفات کے بعد زندہ ہیں اپنی امت کی اطاعات سے خوش ہوتے ہیں۔

قاضی شوکانی (۱۲۵۵ھ) اس قسم کی احادیث پر جن میں حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پیش

ہونے کا بیان ہے بحث کرتے ہوئے اپنا حاصل مطالعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں

والاحادیث فیہا مشروعیۃ الا کثار من الصلوٰۃ علی

النبی ﷺ یوم الجمعة و انها تعرض علیہ ﷺ و انه حی فی

قبرہ و ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشهداء انہم احياء

یرزقون وان الحیاۃ فیہم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء

والمرسلین۔

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۰۵)

ترجمہ..... اور احادیث میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود

پڑھنے کی مشروعیت ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جاتا

ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قرآن کریم

میں شہداء کے حق میں یہ نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں (اگلے جہان کے

حسب حال) رزق بھی ملتا ہے اور ان کی حیات صرف روح کی نہیں جسد کے ساتھ

ہے، جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء و مرسلین کی حیات (فی القبر) کتنی قوی ہوگی۔

علامہ عینیؒ

انہم لا یموتون فی قبورہم بل ہم احياء۔

(یعنی شرح بخاری ج ۷ ص ۳۰۰)

ترجمہ..... یقیناً انبیاء کرام اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں

زندہ ہیں۔

امام ملا علی قاریؒ

ان الانبیاء احياء فی قبورهم فیمكن لهم سماع

صلوة من صلى عليهم.

(مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ..... بے شک انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہاں

تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کی آواز کو جو ان پر درود پڑھے۔

المعتقد المعتمد انه صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبره کسائر

الانبياء فی قبورهم وهم احياء عند ربهم و ان الارواحهم

تعلقا بالعالم العلوی والسفلی كما كانوا فی الحال

الدنیوی.

(شرح الشفاء للعلی القاری ج ۲ ص ۱۳۲)

ترجمہ..... عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے وہ یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف

میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان

کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے اور ایسا ہی

تعلق انہیں اس دنیا میں بھی حاصل تھا۔

قاضی شوکانیؒ

روحه صلی اللہ علیہ وسلم لا تفارقه لما صح ان الانبياء احياء فی

قبورهم.

(تحفۃ الذاکرین ص ۳۸ مصر)

ترجمہ..... حضور انور ﷺ کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔

انہ حی فی قبرہ وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله ﷺ حي بعد وفاته.

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

ترجمہ..... حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور محققین کی ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد زندہ ہیں۔
حضرت علامہ شعرانی فرماتے ہیں

قد صحت الاحادیث انه ﷺ حي فی قبرہ یصلی باذان و اقامة. (منح المنہ ص ۹۲)

ترجمہ..... صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں آپ استمراریات سے زندہ ہیں

ان حیالہ ﷺ فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر

حیا و الانبیاء احياء فی قبورهم. (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

ترجمہ..... آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر موت کبھی نہ آئے گی، آپ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا لله و

استغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحیماً.

(پ ۵ النساء ع ۹ آیت ۶۳)

ترجمہ..... اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کے لئے استغفار چاہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرے والا بہت مہربان پائیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آیا وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہے یہی اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ حضور ﷺ کو روضہ انور میں حیات سمجھے۔

(جذب القلوب ص ۱۸۰ فارسی)

حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۳۲۰ھ)

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہچایا جاتا ہوں۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ)

مولانا وحید الزماں حیدر آبادی (۱۳۳۸ھ) تلمیذ حضرت میاں صاحب

اور پیغمبروں کے اجسام مردہ نہیں وہ جسم سمیت اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے..... وہ مرنے کے بعد بھی جب حکم الہی ہوتا ہے تو اپنے زائر پر توجہ فرماتے ہیں اور ان کی روح سے زائر کو بہت سے فیض پہنچتے ہیں۔ اگر مردوں میں عموماً احساس اور سمع نہ ہوتا تو اہل قبور پر سلام کیوں شروع ہوتا کیا لکڑی پتھر کو آنحضرت ﷺ نے سلام کرنے کا حکم دیا، اس کا وہی قائل نہ ہوگا جو نادان ہے۔

(تیسیر الباری کتاب الدعوات ج ۶ ص ۹۸)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی شارح سنن ابی داؤد

ان الانبیاء فی قبورهم احياء ص ۱۰۵

انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اور حدیث مامن احد یسلم علی الار د الله علی روحی کے تحت

لکھتے ہیں

والقول الصحيح ان هذا لمن زاره و من بعد عنه

تبلغه الملائكة سلامه. (عون المعبود ص ۷)

ان النبی ﷺ فی القبر حی یحس و یعلم و تعرض

علیه اعمال الامه و الله تعالى خلق ملائكة سیاحین یبلغون

الیه الصلوٰۃ من امته.

(کتاب المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل ۳ للعلامة توریشی)

ترجمہ..... حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، علم و احساس آپ

میں برابر موجود ہیں، امت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے

فرشتے پیدا کر رکھے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں اور امت کا صلوٰۃ و

سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

عندهم محمد ﷺ حی فی قبره.

(الروضة البهیة ص ۱۵)

اشاعرہ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

محدث کبیر علامہ سخاوی تمیذ خاتمة الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی

نحن نؤمن و نصدق بانه ﷺ حی یرزق فی قبره ان

جسده الشریف لا تأکله الارض و الاجماع علی هذا.

(القول البدیع ص ۱۷۲)

ترجمہ..... ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ ﷺ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی، اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔

شبہ

اللهم الرفیق الاعلیٰ جو فرمایا تو رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

جواب

یہ بھی تو ہمیں سمجھائیں ناں؟ اس مقام کی کوئی تعیین ہے کسی حدیث میں کہ رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

یہ کبھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے مکان میں داخل ہونے لگے تو فرشتوں نے کہا کہ آپ کا ابھی وقت نہیں آیا، اب جب وقت آگیا ہے تو اس میں داخل ہو گئے ہیں؟ وہ روح داخل ہونے لگی تھی یا جسم مع الروح داخل ہونے لگے تھے؟ روح داخل ہونے لگی تھی۔ جب یہ بات ہو رہی تھی خواب میں تو اس دروازے پر کھڑے ہیں اس وقت روح کا تعلق جسم سے تھا یا نہیں؟ تو ایک قدم آگے رکھنے سے ٹوٹ جاتا تھا؟ جو جھگڑا ہے وہ تو تعلق کا ہے، اب رفیق اعلیٰ کیا ہے؟ اس کے بارے میں یہ تعیین نہیں کر سکتے اب تک۔ کبھی کہتے ہیں جی علین کو رفیق اعلیٰ کہتے ہیں لیکن یہ ان کا اپنا قیاس ہے، اعلیٰ کا معنی تو زیادہ شان والی چیز ہے؟ ہم کہتے ہیں علین تو کجا رسول اکرم ﷺ جہاں آرام فرما ہیں روضہ اطہر میں اس کا مقام عرش اعلیٰ سے بھی بلند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لا مکان ہیں اگر اللہ کا کوئی مکان ہوتا تو اللہ کے مکان کو مصطفیٰ ﷺ کے مکان سے اونچا شان سمجھتے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ لا مکان ہیں، مکان ہمیشہ مکین سے بڑا ہوتا ہے، اور مکین کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے، اب یہ جگہ بڑی ہے تو میں اس میں بیٹھا ہوں، تو عرش خدا کا مکان نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ عرش خدا سے بڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ اس سے بھی کوئی بڑی چیز نکل آئی ہے۔

حضرت اداکارؑ نے بتایا کہ میں جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا رہا تھا تو راستے میں دو غیر مقلد بیٹھ گئے ایک اگلی طرف اور ایک پیچھے، اب وہ لوگوں کو کیا کہیں؟ روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہ کرنا، وہاں جا کے کر لینا زیارت، مسجد نبوی کی نیت کرنا مسجد نبوی کی۔ (اس پر بندہ آگے مفصل ذکر کرے گا) میں نے کہا کہ دیکھو یہ دھوکہ دے رہا ہے، روضہ پاک کی زیارت کی نیت کرو، کہ جی وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جو عرش اعظم سے بھی بلند مقام رکھتی ہے، عرش خدا کا کوئی مکان نہیں۔ کہنے لگا کہ خدا کا مکان ہے۔ پوچھا کہ کونسا؟ کہتے ہیں عرش۔ الرحمن علی العرش المستوی۔ تو میں نے کہا مکان مکین سے بڑا ہوتا ہے، کہ جی ہاں بڑا ہوتا ہے، تو میں نے کہا تو جو شروع کرتا ہے نماز اللہ اکبر سے۔ العرش اکبر کہا کر؟ کیونکہ اللہ سے بڑی چیز مل گئی ہے۔ تو یہ اللہ اکبر کیوں کہتے ہیں؟ اللہ سے تو عرش بڑا نکل آیا؟ پھر العرش اکبر کہنا چاہئے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ وہ خاک پاک جو جسد اطہر سے مس کر رہی ہے اس کا درجہ عرش اعظم سے بھی بلند ہے۔ تو جب اس خاک کا درجہ بلند ہے تو وہ جسد اطہر جس پر وحی نازل ہوتی تھی وہ جسد اطہر جو آپ کا ہے اس سے بلند تر کوئی بھی چیز نہیں ہے، اس لئے وہاں رہنا یہ اعلیٰ ترین مقام پر رہنا ہے۔ اور یہ ایک حدیث جو آتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے ممبر اور گھر کے درمیان جو جگہ روضۃ من ریاض الجنۃ، جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ تو یہ سعید صاحب ایک دفعہ کہہ رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ جگہ تو جنت کا ٹکڑا ہے وہ جنت تو نہیں ہے۔ یہ جگہ جنت ہے جو قبر اور اس کے درمیان ہے گھر تو ادھر آئے گا نا، ایک سائیڈ پر تو اس لئے وہ جنت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم یہ کہتے تھے کہ جب وہ جنت ہے تو جنت قبرستان کو نہیں کہتے، مردوں کو نہیں کہتے۔ جنت میں زندہ ہوتے ہیں، یا تو اس کو جنت کہنا چھوڑ دو، یا حضرت پاک ﷺ کا معاذ اللہ مردہ کہنا چھوڑ دو۔ تو یہ کہتا تھا کہ مسابین بیتسی و ممبری کہ ممبر بھی جنت نہیں اور یہ بھی جنت نہیں ہے درمیان والی جگہ جنت ہے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ جو تیسری صدی میں گزرے ہیں ان کی کتاب

مشکل الآثار انہوں نے اس حدیث کو لکھ کر اس کا مطلب بیان فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کئی جنتوں کا ذکر کیا روضات جمع ہے، اس میں ایک جنت کا ٹکڑا یہ ہے جو گھر اور ممبر کے درمیان ہے، اب یہ جنت کا ٹکڑا کیوں بنا؟ کہ اس پر حضرت ﷺ کے مبارک پاؤں لگے ہوئے ہیں، تو جب وہ جگہ بھی جنت قرار پائی، جس پر حضرت ﷺ کے مبارک پاؤں لگے ہیں تو جہاں حضرت ﷺ کا مبارک جسم ہے وہ تو اعلیٰ ترین جنت ہوئی۔ اسی لئے روضۃ من ریاض الجنۃ فرمایا۔ کہ جنت کے ٹکڑے بہت سے ہیں لیکن یہ ٹکڑا اس ٹکڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ صرف اس لئے جنت بن گیا کہ یہاں حضرت ﷺ مبارک پاؤں لگے تھے آتے جاتے، اور جہاں حضرت ﷺ کا پورا جسد اطہر ہے وہ یقیناً اس سے بڑی جنت ہے۔

شبہ

ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ روح رفیق اعلیٰ میں چلی گئی ہے۔

اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے، اب اس حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہؓ ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی، تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہؓ وہ تو اس قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور ﷺ اور میرے ابا جان (حضرت ابو بکر صدیقؓ) تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی اب عمرؓ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں، تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہؓ اتنا اہتمام کرتی ہیں، تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں۔ تو بخاری میں باب وفات النبی ﷺ میں یہ روایت موجود ہے وہاں حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والے ہیں حضرت سعید ابن مسیب اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے

قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے اذان کی آواز سنی ہے۔ داری شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے۔ حیات انبیاء للہمیت میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جب ۷۰ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے یہ کہیں اندر رہ گئے کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتا نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ اذان کی آواز آتی تھی۔ اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے، اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔

شفاء القام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھوک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی تو اماں جان نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاک ﷺ کو پریشانی ہو رہی ہے، تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہو رہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہو رہی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں۔ اور مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا والجنة ماواه اس کے راوی حضرت انسؓ جو کچے حیات فی القبر کے قائل ہیں۔ اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے قائل ہیں، کیونکہ بخاری میں اللہ یرحمہم کے راوی بھی یہی ہیں۔ اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بنا پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا چہ جائیکہ نبی پاک ﷺ کی حیات کا انکار کریں۔ اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک ﷺ کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔ پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک کے روضہ پاک سے اعلیٰ مقام دنیا میں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے، تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔ میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک ﷺ نے فرمایا تھا اللہم من الرفیق الاعلیٰ

تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اس جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے، اب یہ بات تو نہیں ہو سکتی کہ ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔ جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہ جگہ دروضہ من الریاض الجنة ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔

اعتراض۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ روح اعلیٰ علین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔

جواب۔

علامہ ابن قیمؒ اس کے باوجود اس جسم کی حیات کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں
و معلوم بالضرورة ان جسده صلی اللہ علیہ وسلم فی الارض طری
مطراً وقد سألہ الصحابة کیف تعرض صلوتنا علیک وقد
ارمت فقال ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد
الانبياء ولو لم یکن جسده فی صریحه لما اجاب بهذا
الجواب وقد صح عنه ان الله تعالى وکل بقبره الملائكة
یسلفون عن امته الاسلام و صح عنه انه خرج بین ابی بکر و
عمر وقال هكذا نبعث هذا مع القطع بان روحه الکریمہ فی
الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علین مع ارواح الانبياء
فالروح هناک ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیہ و
تعلق بحیث یصلی فی قبره و یرد سلام من سلم علیہ و هی
فی الرفیق الاعلیٰ. (کتاب الروح ص ۵۴ حیدر آباد)

ترجمہ..... یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل ترو تازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام کیسے پیش ہوتا رہے گا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ ﷺ کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے، اسی طرح آنحضرت ﷺ سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ ﷺ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں، یہ بھی آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے، ان سارے حقائق کے ساتھ یہ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔ جہاں کہ دوسرے انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

وبهذا التعلق رای موسیٰ قائماً یصلی فی قبره

(زاد المعاد ص ۴۹)

ترجمہ..... روح و بدن کے اسی تعلق کی بنا پر آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

خود ساختہ اشاعت التوحید والسنہ کے عقیدہ پر وضاحت طلبی

عقیدہ مرقومہ بقلم عبد الرحیم شاہ صدر دین ڈیرہ غازی خان

- ۱۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقعی ہوئی۔
- ۲۔ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔
- ۳۔ قیامت تک وہیں عیش و عشرت میں رہے گی۔
- ۴۔ قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ میں داخل ہوگی پھر آپ ﷺ زندہ ہو کر اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔
- ۵۔ باقی موت سے تا قیام قیامت آپ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ و معطر رہے گا (جیسا کہ اب بھی ہے) مگر اس میں روح موجود نہیں۔
- ۶۔ حاصل آنکہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔ عقیدہ ختم۔

سوالات

- ۱۔ یہ عقیدہ اس تفصیل سے اہل سنت و جماعت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے؟ مکمل عبارت باحوالہ تحریر فرمائیں۔
- ۲۔ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے کہ اس کا منکر کافر ہو، یا ضروریات اہل سنت میں سے کہ اس کا منکر اعتقادی بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہو۔
- ۳۔ ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔
- ۳۔ عقیدہ جزء نمبر ۱ یعنی وقوع موت آنحضرت ﷺ بخروج روح قرآن پاک کی کس آیت کریمہ میں ہے کہ آپ وصال فرما چکے ہیں یا کس حدیث متواتر میں ہے کہ میں وصال فرما چکا ہوں؟ وعدہ موت تو سب کا قرآن میں مذکور ہے، اس کی بات نہیں، وقوع موت کی دلیل درکار ہے۔
- ۴۔ روح کو کھل جانے کس نے دیکھا؟ اس پر کوئی آیت یا حدیث متواتر جو مشیت عقیدہ ہو تحریر فرمائیں۔
- ۴۔ اللھم بالرفیق الاعلیٰ آپ ﷺ نے اس جسم اور روح سے فرمایا جسم مثالی سے۔

۵۔ آپ ﷺ کا جسد اطہر اور روح مبارک دونوں رفیق اعلیٰ میں پہنچ گئے یا کسی ایک نے وعدہ خلافی کی؟

۶۔ الرفیق الاعلیٰ کہاں ہے کسی آیت حدیث متواتر سے بیان فرمائیں۔

۷۔ اللہم بالرفیق الاعلیٰ کی حدیث حدیث متواتر ہے یا حدیث مشہور یا خبر واحد۔ ان تینوں قسموں کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۸۔ قیامت تک روح مطہرہ الرفیق الاعلیٰ میں رہے گی اور جسد اطہر قبر مبارک میں، لیکن ان کا آپس میں کوئی تعلق یا تلبس نہ ہوگا۔ اس پر ایک آیت یا حدیث متواتر پیش فرمائیں۔

۹۔ قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحبان نے جو اس عقیدہ پر دستخط فرمائے تھے کہ قبر مبارک میں تعلق روح سے حیات ہیں اور روح مبارک پر پڑھا ہوا صلوٰۃ و سلام آپ سنتے ہیں اس کی وجہ سے وہ کافر قرار پائے یا معتزلی، بدعتی۔ اور یہ عقیدہ انہوں نے کس صریح آیت یا صریح متواتر حدیث سے لیا تھا؟

۱۱۔ سیدہ عائشہ جو حدیث اللہم بالرفیق الاعلیٰ کی تنہا روایت کرنے والی ہیں وہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتی تھیں۔

۱۲۔ حضرت امام سعید بن المسیبؒ جو سیدہ عائشہؓ سے اس حدیث کے تنہا راوی ہیں وہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۳۔ حضرت انسؓ جو خبر واحد جنت الفردوس ماواہ کے راوی ہیں آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۴۔ موت کا کیا معنی ہے اور حیات کا کیا معنی ہے؟

۱۵۔ موت اور نیند میں کیا فرق ہے؟

۱۶۔ نیند میں روح جسم سے باہر ہوتی ہے یا اندر؟ آنحضرت ﷺ کا لمبا خواب جس میں جسد اطہر مدینہ منورہ میں بستر خواب پر تھا اور روح مبارک عالم مثال جنت، دوزخ کی سیر کر رہی

تھی، اس وقت جسد اطہر سے اتنا تعلق تھا کہ سانس چل رہا تھا، کروٹیں بدلی جا رہی ہوں، کھانا ہضم ہو رہا ہو یا نہیں، اور اس کی کیا دلیل ہے؟

۱۷۔ قرآن اور احادیث متواترہ میں قبر کس مقام کا نام ہے؟

۱۸۔ قبر اور عالم قبر میں کیا فرق ہے؟ اور بستر خواب اور عالم خواب میں کیا فرق ہے؟

۱۹۔ نبی اور غیر نبی کی نیند میں کیا کیا فرق ہوتا ہے؟ بادل کی دلیل بیان کریں۔

۲۰۔ نبی اور غیر نبی کے غسل کفن، جنازہ، اور دفن میں کیا کیا فرق ہوتے ہیں بادل کی دلیل بیان

فرمائیں۔

۲۱۔ موت کے بعد نبی اور غیر نبی کے اموال اور ازواج کے احکام میں کیا کیا فرق ہیں؟

۲۲۔ مدینہ پاک اور روضہ پاک کو روضۃ من الریاض الجنۃ ماننا ضروری عقیدہ

ہے یا نہیں؟

۲۳۔ برزخ یعنی پردہ کا کیا مطلب ہے؟ پردہ کا تعلق روح سے ہوتا ہے یا جسم سے؟

روح کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتی ہے، یہ جسم بھی کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتا ہے۔

۲۴۔ حیات جسمانی اور حیات روحانی میں کیا فرق ہے؟ کیا حیات جسمانی میں جسم کے

ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں اور حیات روحانی میں روح کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے یا

نہیں؟ بادل کی دلیل بیان کریں۔

۲۵۔ برزخی حیات (چھپی حیات جو صرف اسی کو محسوس ہو) اور کھلی حیات جو سب کو محسوس

ہو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور ان کے احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۶۔ بیداری کی کھلی حیات اور نیند کی نیم برزخی حیات (کہ بعض آثار دوسروں کو بھی

محسوس ہوتے ہیں بعض حالات صرف اسی کو) میں کیا کیا فرق ہیں؟ آثار میں اور احکام میں۔

۲۷۔ نیند کی برزخی اور قبر کی مکمل برزخی حیات کے آثار اور احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۸۔ جب آپ جسد اطہر کو محفوظ اور معطر مانتے ہیں تو کس آیت یا کس حدیث متواترہ سے

یہ ثابت ہے؟

۲۸۔ جب آپ حیات کے قائل ہیں کہ ایسی آیات اور متواتر احادیث لکھیں جن میں موت کے بعد اور قیامت سے پہلے حیات کی صراحت ہو۔

۲۹۔ میت کا لفظ روح پر بولا جاتا ہے یا جسم پر۔

۳۰۔ کیا سیدہ عائشہؓ علم میت کی قائل ہیں؟

۳۱۔ سلام میت بعینہ خطاب کی قائل ہیں؟

۳۲۔ خطاب میت کی قائل ہیں؟ آپ نے کس سنہ میں اپنے بھائی کو قبر میں خطاب کیا۔

۳۳۔ کیا آپ معرفت میت کی قائل ہیں؟ حیا من عمرہ کا کیا مطلب ہے؟

۳۴۔ کیا آپ عذاب میت کی قائل ہیں؟

۳۵۔ نیند کے بعد روح کو کھلی حیات سے بھیجا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۶۔ موت کے بعد روح کو کھلی حیات سے روکا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۷۔ حضور ﷺ کی قبر مبارک کہاں ہے؟

۳۸۔ اس قبر مبارک میں جو جسد مطہر ہے وہ جسد غضری ہے یا جسد مثالی۔

۳۹۔ بیداری میں روح پر کتنی ذمہ داریاں ہیں، نیند میں کتنی اور برزخ میں کتنی؟

۴۰۔ حیات دنیوی کھلی سے حیات دنیوی برزخی کن کن آثار و احکام میں اعلیٰ ہے؟

سوال

قرآن پاک میں ہے ﴿وَمَا تِلْكَ بِمَسْمُوعٍ مِنَ الْقُبُورِ﴾ کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب

اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ یہ ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ ایک ہے اسماع اور ایک ہے سماع۔ اسماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال

استاد شاگردوں کو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں آج ناشتہ نہیں کروایا۔ کیا اس سے کوئی یہ سمجھ لے گا کہ لڑکوں نے آج ناشتہ کیا بھی نہیں؟ جس طرح پلانے کی نفی سے پینے کی نفی نہیں ہوتی، کھلانے کی نفی سے کھانے کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح اسماع کی نفی سے سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی آیت مبارکہ میں آگے ہے، ان انت الا نذیر۔ کیا نبی اقدس ﷺ بہروں کو تبلیغ کرتے تھے؟ اگر مردوں کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ ہے تو کافروں کا بہرا ہونا لازم آئے گا۔ اگر وہ بہرے تھے تو ان کو دعوت ہی نہ پہنچی، قرآن پاک میں ہے انک لا تہدی من احببت کہ آپ نہیں ہدایت دے سکتے جسے آپ چاہیں تو کیا کسی کو ہدایت ملی بھی نہیں؟ اسی طرح قرآن پاک میں ہے صم بکم عمی تو کیا یہاں بھی یہی معنی مراد لیا جائے گا کہ وہ بہرے اندھے اور گونگے ہیں۔ جس طرح ان آیات میں سماع حقیقی بصارت حقیقی اور تعلم حقیقی کی نفی نہیں اسی طرح اس آیت میں بھی سماع حقیقی کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سماع انتفاع نہیں ہے، جیسے آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں ڈی سی کے پاس گئے تھے لیکن وہ سنتا ہی نہیں۔ تو اس کا کیا یہ مطلب لیا جائے گا کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی بنایا ہوا ہے یقیناً یہاں جو نفی ہے وہ ایسے سماع کی ہے جس سے وہ نفع اٹھائے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی سماع انتفاع کی نفی ہے، کہ اب مردوں کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہے۔

چیلنج

چودہ صدیوں میں دو لاکھ قرآن پاک کی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں کسی ایک سنی مفسر کا حوالہ

پیش کریں جس نے اس آیت کی تحت لکھا ہو کہ

(۱)..... انبیاء قبروں میں مردہ ہیں۔

(۲)..... وہ قبروں میں نہیں سنتے۔

(۳)..... ان کا قبروں میں نہ سننا اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے۔

(۴)..... جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

- (۵).....کفر کی جامع مانع تعریف کریں۔
 (۶).....شرک کی جامع مانع تعریف کریں۔
 (۷).....یہ تعریفیں اہل سنت و جماعت کی کتب سے نہ ہوں۔ (اس لئے کہ وہ تو آپ کے ہاں مشرک ہیں)

- (۸).....جتنے لوگوں نے بھی انبیاء کے سماع کا قول کیا ہے کیا وہ اس آیت کے منکر تھے؟
 (۹).....کیا وہ اس کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہوئے۔

- (۱۰).....کیا وہ احادیث جن میں سماع انبیاء کا ذکر ہے وہ اس آیت کے خلاف ہیں؟
 (۱۱).....جنہوں نے بھی ان احادیث کی توثیق کی ہے، ان کو صحیح کہا ہے ان کا کیا حکم

ہے؟

- (۱۲).....جن محدثین نے ان احادیث کو اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے اور اس پر تنبیہ نہیں کی کہ یہ احادیث قرآن کی آیات کے خلاف ہیں وہ جائن تھے، گمراہ تھے یا کیا تھے؟
 اس آیت کے تحت تفسیری حوالہ جات نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کریں کہ کسی نے بھی ان تفاسیر میں اس آیت کے تحت عدم سماع انبیاء کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ (ح ۲۶)

(ح ۲۶) ﴿وَمَا آتَىٰ بِمِثْلِهِ مَن قَبْلِهِ﴾ ای الکفار

الذین آتات الکفر قلوبہم، ای کما لا تسمع من مات، کذلک لا

تسمع من مات قلبہ۔ وقرأ الحسن و عیسیٰ الثقفی و عمرو بن میمون

”بمسمع من فی القبور“ بحذف التنوین تخفیفاً، ای ہم بمنزلة

(اہل) القبور فی انہم لا ینتفعون بما یسمعونہ ولا یقبلونہ۔

(الجامع لاحکام القرآن لابن عبد اللہ محمد بن احمد

الانصارى القرطبی)

عن السدی رضی اللہ عنہ فی قولہ ﴿وَمَا یستوی الاعمی

اشکال

قرآن پاک میں ہے اموات غیر احياء کہ قبروں والے سب مردہ ہیں خواہ وہ انبیاء

والبصیر ﴿ قال . الکافر والمؤمن ﴿ ولا الظلمات ﴿ قال . الکفر ﴿ ولا
النور ﴿ قال . الايمان ﴿ ولا الظل ﴿ قال . الجنة ﴿ ولا الحرور ﴿ قال .
النار ﴿ وما يستوی الاحیاء ولا الاموات ﴿ قال . المؤمن والكافر ﴿ ان
الله یسمع من یشاء ﴿ قال یهدی من یشاء .

قوله تعالى . ﴿ وما انت بمسمع من فی القبور ﴿ آیه ۲۲ .
عن لقمان فی قوله . ﴿ وما انت بمسمع من فی القبور ﴿
فكذلك الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع .

(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن
محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۵۳۲ھ)
﴿ وما انت بمسمع من فی القبور ﴾ یعنی الکفار شبہم
بالاموات فی القبور حین لم یجیبوا .

(اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص
عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ھ
هجریہ)

﴿ وما يستوی الاحیاء ولا الاموات ﴾ تمثیل آخر للمؤمنین
والکافرین ابلغ من الاول ولذلك کرر الفعل . وقیل للعلماء
والجهلاء ﴿ ان الله یسمع من یشاء ﴾ هدیته فیوفقه لفهم آیاته
والاعتاظ بعظاته . ﴿ وما انت بمسمع من فی القبور ﴾ ترشیح لتمثیل
المصرین علی الکفر بالاموات و مبالغه فی اقناطه عنهم .

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن

ہوں یا عام لوگ۔

عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادة
فی قوله ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ فكذلك الكافر لا
يسمع ولا ينتفع بما يسمع.

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للإمام الحافظ جلال

الدين السيوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

ان الله يسمع من يشاء) أن يسمعه من اوليائه الذين خلقهم
لجنته وو فقههم لطاعته (وما أنت بمسمع من فی القبور) یعنی الكفار
الذين امات الكفر قلوبهم . ای كما لا تسمع من مات كذلك لا
تسمع من مات قلبه . قرأ الجمهور بتنوين "مسمع" وقطعه عن
الاضافة . وقرأ الحسن وعيسى الثقفي وعمر بن ميمون باضافته
(ان انت الا نذير) ای ما أنت الا رسول منذر ليس عليك الا الانذار
والتبليغ والهدى والضلالة بيد الله عز وجل.

(فتح القدير تاليف محمد بن علی بن محمد الشوكاني

المتوفى ۱۲۵۰ھج)

﴿ان الله يسمع من يشاء﴾ سماع فهم وقبول، لانه تعالى هو
الهادي الموفق، ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ ای . اموات
القلوب، او كما ان دعاءك لا يفيد سكان القبور شيئا، كذلك لا
يفيد المعرض المعاند شيئا، ولكن وظيفتك النذارة، و ابلاغ ما
ارسلت به، قبل منك ام لا.

(تيسير الكريم الرحمن فی تفسير كلام المنان للعلامة

جواب

مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں نیچے حاشیہ میں تفسیری حوالہ جات دیکھ لیجئے،

الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی ۱۳۰۷ھ (رحمہ اللہ) ﴿ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من فى القبور﴾
ای ان الله يسمع من يشاء اسماعه دعوة الحق، فيحبه بالايمن و
يشرح صدره للاسلام، وما انت يا محمد بمسمع هؤلاء الكفار،
لانهم اموات القلوب لا يدركون ولا يفقهون، قال ابن الجوزي. اراد
بمن فى القبور الكفار، شبههم بالموتى، اى فكما لا يقدر ان يسمع
من فى القبور كتاب الله وينتفع بمواعظه، فكذلك من كان ميت
القلب لا ينتفع بما يسمع.

(صفوة التفسير للعلامة محمد على الصابوني)

وقوله. (وما أنت بمسمع من فى القبور) اى. لا تسمع
الكفار، وشبههم بالاموات فى القبور.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة
والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار
التميمي المروزي الشافعي السلفي)

(ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من فى القبور)
وهذا تمثيل بما يحسه البشر ويشاهدونه، فهم يرون ان الميت الذى
فى القبر لا يسمع. واما الارواح فلا ترد، اذ تتضمن الاحاديث ان
ارواح المؤمنين فى شجر عند العرش فى قناديل وهير ذلك، وان
ارواح الكفرة فى سجين ونحوه، وفى بعض الاخبار ان الارواح عند
القبور، وربما سمعت. وكذلك اهل قليب بدر انما سمعت

البتہ بعض نے انبیاء کو بھی داخل کیا ہے، لیکن انہوں نے ساتھ ہی عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی

ارواحہم، وكذلك سماع الميت خفق النعال، اما هو برد روحه عليه عند لقاء الملكين، فهذه الآية لا تعارض حديث القلب، لان الله تبارك وتعالى رد على اولئك ارواحهم في القلب ليوبخهم. وهذا على قول عمر وابنه عبد الله رضى الله تعالى عنهما. وهو الصحيح. ان رسول الله ﷺ قال. (ما انتم باسمع منهم). واما عائشة رضى الله عنها فملئها ان رسول الله ﷺ لم يسمعهم. واما قصد توبيخ الاحياء من الكفرة. وجعلت هذه الآية اصلا. واحتجت بها، فمثل الله تعالى في هذه الآية الكفرة بالاشخاص التي في القبور. وقرا الحسن بن ابي الحسن. (بسمع من) على الاضافة. ثم سلى نبیه ﷺ بقوله. (ان انت الا لدير) ای. ليس عليك غير ذلك، والهداية والاضلال الى الله تعالى.

یہاں بھی یہ نہ انبیاء کی حیات کا انکار کر رہے ہیں بلکہ قبر میں اعادہ روح کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سنانے کی نفی کرتی تھیں اس سے مطلقاً عدم سماع کیسے ثابت ہو گیا۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابن حجر عبدالحق بن عطیہ الاندلسی)

”وما البت بسمع من فی القبور“ ای. کما لا یقدر أن یسمع من فی القبور کتاب الله، فیهدیهم به الى سبیل الرشاد، فکذا لک لا یقدر أن ینفع بمواعظ الله و بیان حججه، من کان میت القلب عن معرفة الله وفهم کتابه و واضح حججه. وهذا ترشیح لعمیل المصرین علی الکفر بالاموات، واشباع فی الناطه علیه الصلاة والسلام، من ایمانهم.

ذکر کیا ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو مردہ کہیں گے؟ مراد صرف یہ ہے کہ جس پر ایک لمحہ

(تفسیر القاسمی المسمى محاسن التاویل تالیف علامہ

الشام محمد جمال الدین القاسمی)

(قوله شبههم بالموتی) ای فی عدم التأثير بدعوته وقوله

فيجيئون الضمير راجع لمن باعتبار معناها لانه فسرهما بالكفار.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي

الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٣)

﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ یعنی . الكفار شبههم

بالموتی حين صموا فلم يجيوا.

(الوسيط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد

الواحدی النیسابوری (المتوفى ٤٢٨هـ))

قال وما انت بمسمع من فی القبور ای هؤلاء من عدم

اصغائهم الى سماع الحق بمنزلة من هم قد ماتوا فاقاموا فی قبورهم

فكما من مات لا يمكن ان يقبل منك قول الحق فكذلك هؤلاء

لانهم اموات القلوب. (تفسیر البحر المحیط ص ٣٠٩ ج ٤)

﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ ای كما لا ينتفع

الاموات بعد موتهم و صموررتهم الى قبورهم وهم كفار بالهداية

والدعوة اليها كذلك هؤلاء المشركون الذي كتب عليهم الشقاوة

لا حيلة لك فيهم ولا تستطيع هدايتهم. (تفسیر ابن كثير

ص ١٢٩ ج ٣)

﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ یعنی لا تقدر أن تفقه الاموات

وهم الكفار. (تفسیر سمرقندی ص ٨٢ ج ٣)

بھی موت طاری ہوتی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، بعض نے تو چکھ لیا، عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے بھی چکھیں گے اس لئے انبیاء، فرشتے اور انسان خدا نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی بت خدا ہو سکتے ہیں کہ ان میں کبھی روح آئی ہی نہیں وہ بھی مردہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب فی الحال مردہ ہیں۔ اتنا مطلب ہے کہ انہوں نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اور بعض نے چکھنا ہے مگر نہ تو عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو فی الحال مردہ کہنا پڑے گا حالانکہ اس کے یہ لوگ بھی قائل نہیں ہیں۔ موت ایک ذائقہ ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا، جنہوں نے چکھ لیا چکھ لیا، اور اس کے بعد کیا حالت ہے تو اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے، عذاب قبر کی آیات اور وہ احادیث جو عذاب قبر پر دال ہیں ان سے معلوم ہو گیا کہ موت کے بعد پھر قبر میں زندگی ہے جس سے بدن کو عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ اعادہ روح کی بحث پیچھے مکمل گزر چکی ہے۔

چیلنج

مکرمین حیات دولاکھ تفاسیر میں سے کسی ایک سنی مفسر کی تفسیر کا حوالہ پیش کریں جو عنایت اللہ شاہ گجراتی سے پہلے کا ہو اور اس نے اس آیت کے تحت لکھا ہو

(۱) یہ آیت انبیاء کی قبروں میں دائمی مردہ ہونے کے بارے میں قطعی ہے۔

(۲) جو لوگ انبیاء کی حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ اس آیت قرآنیہ کے منکر ہیں۔

(۳) آیت قطعی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

(۴) جو احادیث حیات انبیاء پر دال ہیں وہ اس آیت قطعی کے خلاف ہیں۔

(۵) جن محدثین نے ان احادیث کی تصحیح کی ہے انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔

(۶) جن محدثین نے ایسی احادیث کو نقل کیا ہے جو عام مردوں کی طرف قبر میں اعادہ روح پر دال ہیں کیا وہ قرآن کے مخالف تھے؟

سوالات

(۱) اس آیت سے انبیاء کا مردہ ہونا عبارة النص سے مراد ہے یا دلالة النص سے یا اقتضاء

الحص سے یا اشارۃ النص سے۔ کسی مفسر یا محدث سے اس کی تصریح دکھائیں۔

(۲) کسی محدث نے اعادہ روح کی احادیث کی شرح میں لکھا ہو کہ یہ احادیث قرآن

کی اس آیت کے خلاف ہیں تو حوالہ پیش کریں۔

(۳) ایسے تمام محدثین جو ایسی احادیث سے خاموشی سے گزر گئے ان کو قرآن آتا تھا یا

نہیں، اگر آتا تھا تو وہ حق کو چھپا گئے، تو ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے، کیا وہ

اس آیت کے منکر تھے۔

(۵) کیا آج کے مہمتیوں کو امام اعظمؒ سے زیادہ قرآن آتا ہے؟

حاشیہ میں تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ اکثر مفسرین

نے اموات سے مراد بت لئے ہیں۔ (۲۷ح)

(ح ۲۷)۔ ﴿اموات غیر احياء﴾ ای ہم اموات، یعنی

الاصنام، لا ارواح فیہا ولا تسمع ولا تبصر، ای ہی

جمادات فکیف تعبدونہا و التم افضل منها بالحیاء۔ ﴿وما

یشعرون﴾ یعنی الاصنام۔ ﴿ایان یبعثون﴾ وقرأ السلمي

”ایان“ بکسر الهمزة، وهما لغتان، موضعه نصب

بِ”یبعثون“ وہی فی معنی الاستفهام۔ والمعنی۔ لا یلدرون

متی یبعثون۔ و عبر عنها كما عبر عن الآدميين، لانهم زعموا

انها تعقل عنهم و تعلم و تشفع لهم عند الله تعالى، فجری

خطابهم علی ذلك۔ وقد قيل۔ ان الله یبعث الاصنام یوم

واقعہ (۱)

محمد بن عبید اللہ بن عمرو العنسی کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے

القیامة ولها ارواح فتتبرأ من عبادتهم، وهي في الدنيا جماد
لا تعلم متى تبعث. قال ابن عباس، تبعث الاصنام وتركب
فيها الارواح ومعها شياطينها فيتبرؤون من عبدتها، ثم يؤمر
بالشياطين والمشركين الى النار. وقيل. ان الاصنام تطرح
في النار مع عبدتها يوم القيامة.

(الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن
احمد الانصاری القرطبی)

قوله ﴿افمن يخلق كمن لا يخلق﴾ (آية ۲۲.۱۷)
عن قتادة في قوله. ﴿افمن يخلق كمن لا يخلق﴾
قال. الله هو الخالق الرزاق، وهذه الاوثان التي تعبد من
دون الله تخلق ولا تخلق شيئا، ولا تملك لاهلها ضرا ولا
نفعا. قال الله. ﴿اللات ذكرون﴾ وفي قوله. ﴿والذين
يدعون من دون الله﴾ الآية. قال. هذه الاوثان التي تعبد من
دون الله اموات لا ارواح فيها، ولا تملك لاهلها خيرا ولا
نفعا ﴿الهكم اله واحد﴾ قال. الله الهنا ومولانا وخالقنا و
رازقنا ولا نعبد ولا ندعو غيره. ﴿فالذين لا يؤمنون بالآخرة
قلوبهم منكرة﴾ يقول. منكرة لهذا الحديث. ﴿وهم

لئے حاضر ہوا اور حاضری کے بعد وہیں ایک جانب کو بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار

مستکبرون ﴿ قال مستکبرون عنه .

(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ

عبدالرحمن بن محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم

المتوفی سنة ۵۳۲ھ)

﴿اموات﴾ ای . ہی اموات لا روح فیہا . یعنی .

الاصنام ﴿غیر احياء﴾ تاکید ﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ و

ذلك ان الله سبحانه يبعث الاصنام لها ارواح ، فيتبرؤون من

عابديهم ، وهي في الدنيا جماد لا تعلم متى تبعث .

(الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابی الحسن بن

على الواحدی المتوفی ۵۳۶ھ)

الاصنام اموات لا يحصل عقيب موتها الحياة .

والثانی . ان هذا الكلام مع الكفار الذين يعبدون الاوثان ،

وهم في نهاية الجهالة والضلالة ، ومن تكلم مع الجاهل الغر

الغبی فقد يحسن أن يعبر عن المعنى الواحد بالعبارات

الكثيرة ، وغرضه منه الاعلام بكون ذلك المخاطب في

غاية العبارة و إنما يعيد تلك الكلمات لكون ذلك

السامع في نهاية الجهالة ، وأنه لا يفهم المعنى المقصود

بالعبارة الواحدة .

بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ یا خیر الرسل (اے رسولوں کی بہترین ذات)

(الصفة الثالثة) قوله (وما يشعرون ايان يبعثون)
والضمير في قوله (وما يشعرون) عائد الى الاصنام ، وفي
الضمير في قوله (يبعثون) قولان . احدهما . انه عائد الى
العابدين للاصنام يعنى أن الاصنام لا يشعرون متى تبعث
عبدتهم ، وفيه تهكم بالمشرکين وأن آلهتهم لا يعلمون
وقت بعثتهم فكيف يكون لهم وقت جزاء منهم على
عبادتهم . والثانى . أنه عائد الى الاصنام يعنى أن هذه
الاصنام لا تعرف متى يبعثها الله تعالى قال ابن عباس . ان الله
يبعث الاصنام ولها ارواح ومعها شياطينها فيؤمر بها الى
النار .

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازى)

اعلم انه تعالى وصف الاصنام بصفات .

اولها . انها لا تخلق شيئاً .

وثانيها . انها مخلوقة .

وثالثها . انهم اموات غير احياء ، اى . انها لو كانت

الهة حقيقة ، لكانت احياء غير اموات ، اى . لا يجوز عليها

الموت ، كالحى ، الذى لا يموت . سبحانه . وهذه الاصنام

بالعكس .

الله جل شانہ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا

فان قيل . لما قال " اموات " علم انها " غير احياء "

فما فائدة قوله تعالى . ﴿ غير احياء ﴾

والجواب . ان الاله هو الحي الذي لا يحصل عقيب

حياته موت ، وهذه الاصنام اموات لا يحصل عقيب موتها

حياة ، و ايضا . فهذا الكلام مع عبدة الاوثان ، وهم في نهاية

الجهالة ، ومن تكلم مع الجاهل الغر الغبي ، فقد يعبر عن

المعنى الواحد ، بعبارات كثيرة ، و غرضه الاعلام بان ذلك

المخاطب في غاية الغباوة ، وانما يعيد تلك الكلمات ، لان

ذلك السامع في نهاية الجهالة ، وانه لا يفهم المعنى

المقصود بالعبارة الواحدة .

ورابعها . قوله . ﴿ وما يشعرون ايان يبعثون ﴾

والضمير في قوله . " يشعرون " عائد على الاصنام ، وفي

الضمير في قوله . " يبعثون " قولان .

احدهما . انه عائد الى العابد للاصنام ، اي . ما يدري

الكفار عبدة الاصنام متى يبعثون .

الثاني . انه يعود الى الاصنام ، اي . الاصنام

لا يشعرون متى يبعثها الله تعالى .

قال ابن عباس رضى الله عنه . ان الله تعالى يبعث

ولو انهم اذا ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله

الاصنام لها ارواح ، ومعها شياطينها ، فتتبرأ من عابديها ،
فيؤمر بالكل الى النار .

(اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى
حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى
بعيد ٨٨٠ هجرية)

﴿والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم
يخلقون﴾ اى والذين يعبدونهم من دون الله كالاولثان
والاصنام لا يقدررون على خلق شىء اصلا والحال انهم
مخلوقون صنعهم البشر بايديهم ، فكيف يكونون آلهة تعبد
من دون الله ؟ ﴿اموات غير احياء﴾ اى وتلك الاصنام
اموات لا ارواح فيها ، لا تسمع ولا تبصر لانها جمادات لا
حيلة فيها ، فكيف تعبدونها واتم الفضل منها لما فيكم من
الحيلة ؟ ﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ اى ما تشعر هذه
الاصنام متى يبعث عابدها .

(صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونى)

وقوله . (غير احياء) تاكيد للاول . وقوله . (وما
يشعرون ايان يبعثون) اى . متى يبعثون ؟ فان قيل . هل
للاصنام بعث ؟ والجواب . انه قد ذكر فى بعض التفاسير .

واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً. (نساء ٩٠)

أن الاصنام تبعث، وتجعل فيها الحياة، وتبترأ من عابديها، وقد دل على هذا القرآن في مواضع، وقيل في معنى الآية. وما تشعر الاصنام متى يبعث الكفار؟ وفي الآية قول ثالث. وهو أن معناها. وما يشعر الكفار متى يبعثون؟

(تفسير القرآن للإمام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار التميمي المروزي الشافعي السلفي)
(وما يشعرون) أي الاصنام ايان يبعث الكفار.
(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي محمد عبد الحق بن عطيه الاندلسي)

”وما يشعرون“ أي تلك الاصنام المعبودة ”ايان يبعثون“ أي متى يكون بعثها. وقد روى، انها تبعث، ويجعل فيها حياة، فتبترأ من عابديها. ثم يؤمر بها وبهم جميعا الى النار.

وجوز عود الضمير الى عابديها. أي. وما تشعر الاصنام متى يبعث عبدتهم. تهكما بحالها. لان شعور الجماد محال. فكيف بشعور مالا يعلمه الا الله؟ وفيه اشعار بأن معرفته وقت البعث من لوازم الألوهية، وقوله تعالى.

ترجمہ..... ”اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے

(تفسیر القاسمی المسمى محاسن التاویل تالیف

علامة الشام محمد جمال الدين القاسمی)

(اموات) یعنی ان هذه الاصنام اجسادها جمادات

میتة لا حیاة بها اصلا ، فزیادة قوله (غیر احیاء) لبيان

انہالیست کبعض الاجساد التي تموت بعد ثبوت الحیاة

لها بل لا حیاة لهذه اصلا فكيف یعبدونها وهم افضل منها

لانهم احياء (وما يشعرون) ای الآلهة (ایان یبعثون) ای

الكفار الذين یعبدون الاصنام ، والمعنى ما تشعر هذه

الجمادات من الاصنام ایان یبعث عبدتهم من الكفار ، و

یکون هذا على طريقة التهكم لهم لان شعور الجماد

مستحيل بما هو من الامور الظاهرة فضلا عن الامور التي لا

یعلمها الا الله سبحانه .

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن

حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری)

جملة الاوصاف التي ذكرها للأصنام ثلاثة تنافي

الالوهية اه شیخنا فان قيل هذا مکرر مع ما تقدم فی قوله

ألمن یخلق کمن لا یخلق قلت ان المذکور فی الآیة

المتقدمة أنهم لا یخلقون شیئا فقط والمذکور فی هذه الآیة

پاس آجاتے اور آکر اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول

أنهم لا يخلقون شيئا وهم يخلقون غيرهم وهو الله فكان
هذا زيادة في المعنى فلا تكرر اه خازن (قوله خبر ثان) ای
عن قوله هم ای والاول يخلقون وقوله وما يشعرون ای
يعلمون خبر ثالث وكان على الشارح التنبيه عليه اه شيخنا
(قوله ايان يبعثون) ای الخلق و يجوز أن يكون الضمير
عائدا الى الاصنام ای أن الاصنام لا يشعرون متى يعنها الله
تعالى وبه بدأ القاضی تبعا للكشاف قال ابن عباس ان الله
تعالى يبعث الاصنام لها ارواح و معها شياطينها فتبرأ من
عابديها فيؤمر بالكل الى النار.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي

الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٢)

(والذين تدعون من دون الله لا يخلقون ----) ای

ان الاوثان والاصنام لا يخلقون شيئا ، بل هي مخلوقة ، كما
قال تعالى (أتعبدون ما ننحتون؟ والله خلقكم وما تعملون)
(الصفافات ٣٤/٩٥-٩٦)

(اموات غیر احیاء) ای ہم جمادات لا ارواح فیہا

ولا حیاة لها اصلا ، فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل ، فلا
تفید کم شيئا.

اللہ تعالیٰ بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔“

فقوله تعالى. (غير احياء) لبيان انه لا يعقب موتها
حيلة، وذلك أعرق في موتها، فهي ليست كبعض المواد
التي يمكن طروء الحياة عليها، كالنطف التي ينشئها الله
حيوانا، وأجساد الحيوان التي تبعث بعد موتها.

اما الاله فهو الحي الذي لا يطرأ عليه موت أصلاً،
فبان الفرق بينهما وهو ان الاله دائم الحياة، والاصنام
دائمة الموت.

(وما يشعرون ايان يبعثون) اي و تلك الاصنام لا
يدرون متى يبعث. (ص ۱۰۷)

(التفسير المنير في العقيدة والشریعة والمنهج)

﴿المن يخلق﴾ یعنی ما ذکر فی هذه السورة ﴿کمن لا یخلق﴾
یعنی الاولان وهی لا تخلق شیئاً ﴿افلاتدکرون﴾ یعنی
المشركین یقول. افلاتتعظون کما اتعظ المؤمنون؟ قوله ﴿وان
تعدوا نعمة الله لا تحصوها﴾ تقدم تفسیره ﴿ان الله لغفور﴾ لما
كان منكم من تقصیر شكر نعمة ﴿رحیم﴾ بكم حيث لم یقطعها
عنكم یتقصیركم، وما بعد هذا ظاهر التفسیر الى قوله.
﴿اموات غیر احياء﴾ یعنی الاصنام التي كانوا یعبدونها، وهی
موات لا روح لها، ﴿وما يشعرون ايان یبعثون﴾ الاصنام معی
تبعث قال ابن عباس. وذلك ان الله یبعث الاصنام لها ارواح

اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہ سے اپنے

ومعها شياطينها فيجبراون من عابديهم.

(الوسيط في تفسير القرآن المجيد تاليف ابی

الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی

۵۴۶۸ھ)

و اما الاصنام من الحجارة والخشب فاموات لا

يعقب موتها حیات و ذلك اعرق فی موتها . (تفسير البحر

المحيط ص ۴۸۲)

اموات غیر احياء و ما يشعرون ايان يبعثون ﴿ يخبر

تعالیٰ انه يعلم الضمائر والسرائر كما يعلم الظواهر ، و

سيجزي كل عامل بعمله يوم القيامة ان خيرا فخير وان شرا

فشر، ثم اخبر ان الاصنام الذي يدعونها من دون الله لا

يخلقون شيئا وهم يخلقون كما قال الخليل ﴿ اتعبون ما

تسبحون ؟ والله خلقكم وما تعلمون ﴿ وقوله اموات غير

احياء ﴿ ای ہی جمادات لا ارواح فيها فلا تسمع ولا تبصر

ولا تعقل ﴿ وما يشعرون ايان يبعثون ﴿ ای يدرون متى تكون

الساعة ، فكيف يرجی عند هذه نفع او ثواب او جزاء ؟ اما

يرجى ذلك من الذي يعلم كل شيء وهو خالق كل شيء.

(تفسير ابن كثير ص ۷۴۷ ج ۲)

گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور میں اس میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں اس کے بعد وہ بدو

﴿اموات غیر احیاء﴾ قال فی روایۃ الکلبی یعنی ان
الاصنام اموات لیس فیہا روح ﴿وما یشعرون﴾ یعنی
الاصنام ﴿ایان یبعثون﴾ ای متی یحیون فیحاسبون .
(تفسیر سمرقندی ص ۲۳۲ ج ۲)

و ترتیب الدلیل هكذا العالیۃ الذین یعبدہم
المشركون من دون الله لا یخلقون شیئا ولا شیء مما لا
یخلق بشریک مماثل لخالق . فلا شیء من الاصنام
بشریک للخالق فلا تکرار قوله (هم اموات لا تعتریہم
الحیة) اشارة الى ان قوله ﴿اموات﴾ خبر مبتداء محذوف
و الى دفع ما یقال من ان قوله ﴿اموات﴾ دفع اولاً بان قوله
﴿غیر احیاء﴾ صفة مخصصة لقوله ﴿اموات﴾ فان من
الاموات ما تعتریه الحیة بعد زمان كالنطفة والبیضة و
نحوہما وما لا تعتریه الحیة ابداً والاصنام من قبیل الثانی و
کیف تکنونوا شرکاء للاله الحق الحی الذی لا یجوز ان
یعتریہ الموت ابداً؟ والحال ان المیت الذی لا تعتریه
الحیة ابداً فی غایة البعد عن الحی الذی لا یعتریہ الموت
ابداً و یمتنع ذلک فی حقہ قطعاً و دفعہ ثانیاً بان المراد
بقوله ﴿اموات﴾ ما یتناول الاموات حالاً کالاصنام و

رونے لگے اور یہ شعر پڑھے

عمسی و عزیز والاموات مآلاً کالمملکة الذین تعبدہم
طائفة من المشرکین والاموات بهذا المعنی یلزم ان لا
تكون احياء بالذات الى انها وصفت بانها غير احياء بالذات
لتأخير كما فی قوله ﴿نفخة واحدة﴾ (الحاقة ۱۳) فانه لما
كان المقصود نفی الالهية عن شركاء المشرکین اقتضى
المقام الاهتمام بنفی لوازم الالهية عنها، و توصیفها بما ینا
فی الالهية و ذالك أكد كونها امواتا حالا او مآلاً بكونها
غير احياء بالذات فانه تعالى فی وصفهم بثلاث صفات كل
واحد منها تنافی الالهية وهی انهم غير خالقين بل هم
مخلوقون وانهم اموات غير احياء وانهم لا يعلمون وقت
البعث والمقصود منها نفی الالهية عنهم والبات وجوب
الكون الاله خالفاً غير مخلوق حیا لا يموت عالماً بالغیب
كعلمه بالشهادة فالذى یقول موصوفاً باضداد هذه
الاصاف ما یكون اله قطعاً قوله (ولا يعلمون وقت بعثهم او
بعث عبدتهم) اشارة الى ان ضمیر "يشعرون" للمعبودات
البتة، و ان الضمیر "یبعثون" یحتمل ان یكون للمعبودات
ایضاً ویقول المعنی ان الاصنام لا يشعرون متى یبعثها الله
تعالى قال ابن عباس "ان الله یبعث الاصنام ولها ارواح و

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه

لطاب من طیہن من القاع والا کم

ترجمہ..... اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں، ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عودگی پھیل گئی۔

نفسی الفداء لبقبر انت ساکنہ

فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم

ترجمہ..... میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے، اس میں جود ہے، اس میں کرم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے استغفار کی اور چلے گئے، جی کہتے ہیں کہ میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ میری سفارش سے اللہ جل شانہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

معها شیطا طینھا فتبرأ من عابدیہا فی عبد بالکل الی النار و

یحتمل ان یکون للعبدین و یکون المعنی ان الاصنام وسائر

المعبودات من دون الله لا يشعرون وقت بعث عبدتهم

((حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی

مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی

المعروف شیخ زادہ المتوفی ۵۹۵۱ھ) (ص ۲۶۰ ج ۵)

﴿اموات غیر احیاء﴾ یعنی الاصنام، قال الفراء ومعنی

الاموات ما هنا، انھا لا روح فیہا. (زاد المسیر فی علم التفسیر

(ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن الجوزی فی
 مشیر العزم وغیرہما باسانید کذا فی شفاء الاسقام
 والمواہب و ذکرہ الموفق مختصراً)
 اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کئے ہیں مگر امام نوویؒ نے اپنی مناسک میں اس کے بعد
 دو شعر اور نقل کئے ہیں

انت الشفیع الذی ترجی شفاعتہ
 علی الصراط اذا ما زلت القدم
 ترجمہ..... آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم امیدوار ہیں جس
 وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔
 وصاحبک لا الساہما ابدا
 منی السلام علیکم ما جرى القلم
 ترجمہ..... اور آپ کے دو ساتھیوں کو تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا میری
 طرف سے تم سب پر سلام ہوتا رہے جب تک کہ دنیا کے لئے قلم چلتا رہے، یعنی
 قیامت تک۔

واقعہ (۲)

سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ
 میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو
 شعر پڑھے

فی حالة البعد روحی كنت ارسلها
 لقبلى الارض عنی وهی لائبتی
 وهذه دولة الاشباح قد حضرت

فہامد دیمینک کے تحطی بہا شفتی

ترجمہ..... دوری کی حالت میں میں اپنے روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔ (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(البیان المشید)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة

مسلكه



مسئلہ توسل

جس قدر دور گزرتا جا رہا ہے دو قسم کے فتنے زور پکڑتے جا رہے ہیں کچھ بدعتی کچھ الحادی۔ بدعتی فتنے وہ ہیں جو دین میں غیر ثابت شدہ مسائل کو داخل کر کے ان کو دین بنا لیتے ہیں الحادی فتنے وہ ہیں جو دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کر دیتے ہیں۔ کسی نے عذاب و ثواب قبر کا انکار کر دیا، کسی نے اس قبر کا انکار کر کے نئی قبر تلاش کرنا شروع کر دی، کسی نے حیات انبیاء علیہم السلام جیسے اجماعی اور متواتر عقیدے کا انکار کر دیا، کسی نے ثبوت حدیث، حجیت حدیث کا انکار کیا اور کسی نے فقہ کا۔ تو یہ تمام کے تمام فتنے الحادی فتنے ہیں۔ انہی فتنوں میں سے ایک وسیلے کے منکرین کا فتنہ بھی ہے جو وسیلہ کو شرک کی سیڑھی قرار دیتے ہیں۔ اس وقت اس مسئلہ پر اختصار کے ساتھ عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

کسی مسئلے کو سمجھنے کے لئے اس کی حیثیت کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کے دلائل جو ہیں وہ واقعی اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ تو اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے بطور تمہید کے ایک بات سمجھ لیں۔ منکرین وسیلہ عام طور پر اس مسئلہ کو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا عقائد قطعیہ کا مسئلہ ہے۔ حالانکہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا عقائد قطعیہ کا مسئلہ نہیں بلکہ عقائد ظنیہ کا مسئلہ ہے، نیز اس کے جواز، عدم جواز کا تعلق فقہ کے ساتھ

ہے، یہ فقہی کتابوں میں مذکور ہے۔ (دیکھئے ہدایہ، شرح نقایہ، رد المحتار شرح درالمختار، فتاویٰ عزیزی وغیرہ۔ مزید کچھ فقہی حوالہ جات آگے بھی آجائیں گے) یہ لوگ پہلے تو اس کو عقائد قطعیہ میں داخل کرتے ہیں پھر اس معیار پر دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ یہ عقائد قطعیہ کا مسئلہ نہیں بلکہ عقائد ظنیہ کا مسئلہ ہے۔ تو جس قسم کے دلائل سے عقائد ظنیہ ثابت ہوں گے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو جائے گا۔

ایک اور دھوکہ یہ دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک وسیلے کے بغیر دعا ہی قبول نہیں ہوتی، حالانکہ یہ ہم پر جھوٹ ہے، ہم قطعاً یہ بات نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ وسیلے کے بغیر دعا قبول نہیں فرماتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وسیلہ کے بغیر بھی دعا قبول فرماتے ہیں لیکن چونکہ انسان ذرا دعا کی قبولیت جلد چاہتا ہے، تو وسیلے سے اس کو امید ہوتی ہے کہ دعا ذرا جلد قبول ہو جائے گی اس کو مثالوں سے سمجھیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتے ہیں یا کوئی خاص جگہ ہے جہاں جا کر درخواست دینی پڑتی ہے۔ یقیناً ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتے ہیں لیکن پھر بھی جب حاجی حج کرنے کے لئے جاتا ہے تو آپ اسے کہتے ہیں کہ وہاں جا کر میرے لئے بھی دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مقدمے کی پریشانی دور کرے، لیکن آپ کا عقیدہ اس وقت بالکل یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ دعا نہیں سنتے۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دعا تو ہر جگہ سنتے ہیں لیکن وہاں ذرا جلدی قبولیت کی امید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعا ہر وقت سنتے ہیں یا کوئی خاص دفتری ٹائم ہے کہ اس وقت تو دعا سنتے ہیں اور دوسرے اوقات میں چھٹی ہوتی ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر وقت دعا سنتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کہتے ہیں مولانا تہجد کے وقت میرے لئے دعا کرنا۔ تو کیا تہجد کے وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں اللہ تعالیٰ دعا کو نہیں سنتے؟ آپ کہیں گے سنتے ہیں اور ہر وقت سنتے ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں، لیکن اس وقت دعا کی ذرا جلد قبولیت کی امید ہوتی ہے اس لئے ہم اس وقت

دعا کرنے کا کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص کی سنتے ہیں یا بعض لوگوں کی؟ یقیناً ہر شخص کی سنتے ہیں لیکن پھر بھی آپ اللہ والوں سے جا کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت میرے لئے دعا فرمادیں۔ تو کیا اس وقت آپ کا یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی بزرگوں کی سنتے ہیں ہماری نہیں؟ ہرگز آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا لیکن آپ ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں ان کی دعا ذرا جلد قبول ہوگی۔ ایک اور دھوکہ یہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ جس کا وسیلہ لیا اسکو عالم الغیب، حاضر ناظر، اور مختار کل ماننا لازم آئے گا لہذا وسیلہ شرک ہے۔ حالانکہ جس کا وسیلہ لیا جاتا ہے اس کو نہ عالم الغیب، نہ ہی مختار کل، نہ حاضر ناظر ماننا لازم آتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

حضرت ادا کاڑوئیؒ نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ میرا بیٹا حافظ معاویہ کراچی میں پڑھاتا ہے ایک شخص مجھے آکر کہتا ہے آپ میرا یہ کام کر دیں تو میں کچھ توجہ کروں گا، لیکن جب وہ کہے گا کہ میں معاویہ کا دوست ہوں اور اس کے ساتھ پڑھاتا ہوں تو ظاہر ہے کہ میں پہلے سے بھی زیادہ توجہ کروں گا۔ حالانکہ وہ بات یہاں خیر المدارس میں کر رہا ہے اور معاویہ کراچی میں ہے تو کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جب اس نے مجھ سے بات کی تو معاویہ نے کراچی میں سن لی اور وہ وہاں سے میرے دل میں کوئی بات ڈال رہا ہے، لڑکے کا یہاں کوئی تعلق نہیں۔ تعلق کس سے ہے کہ اس کی محبت میرے دل میں ہے، معاویہ خواہ کراچی میں ہو یا اوکاڑہ میں، سویا ہوا ہو یا جاگ رہا ہو، اس کو معلوم بھی نہیں لیکن اس کی محبت سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی وجاہت اللہ کے ہاں ہے، اس کا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اس لئے اس سے دوری اور نزدیکی ان کی موت و حیات کا کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ رسول اقدس ﷺ کا حیات سے پہلے وسیلہ لیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل آپ ﷺ کا وسیلہ لیا گیا

وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما

جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين.

(بقرہ آیت ۸۹)

ترجمہ..... حالانکہ اس سے بیشتر (اس کی برکت سے) کافروں پر فتح یابی بھی چاہا کرتے تھے، جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا سو اس کے منکر ہو گئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر۔
اس آیت کے تحت علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

نزلت فی قریظۃ والنضیر کانو یستفتحون علی
الاوس والخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثہ قالہ ابن عباسؓ
و قتادۃ.

ترجمہ..... یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اوس اور خزرج کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؓ نے فرمایا ہے۔
اسی طرح محی السنۃ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں۔

و ذالک انہم کانو اذا حزنہم امرو دہمہم عدو
یقولون اللہم النصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی
نجد صفته فی التورۃ فکانو ینصرون.

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۷۰)

ترجمہ..... مراد اس سے یہ ہے کہ جب ان کو کوئی غمگین کرنے والا امر پہنچتا یا دشمن حملہ کر دیتا تو کہتے کہ اے اللہ ہماری مدد فرما اس آخر الزمان نبی کے وسیلے سے جس کی صفت کو ہم تورات میں پاتے ہیں پس ان کی مدد کی جاتی۔
اور علامہ داؤد بن سلیمان البغدادیؒ لکھتے ہیں۔

اتفق المفسرون و اهل الحديث على انها نزلت في
يهود خيبر كانوا قبل وجوده ﷺ يحاربون اسداً و غطفان
من مشركى العرب و كانوا يقولون اللهم بحق النبی الذي
تبعته آخر الزمان الا نصرتنا عليهم فينصرون فلما جاءهم
الرسول و راوه كفروا به عناداً و حسداً

(المنحة الوهية ص ۳۱)

ترجمہ۔ مفسرین اور محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت کریمہ یہود خیبر کے
بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے مشرکین عرب کے
قبیلوں اسد اور غطفان سے لڑتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ اے اللہ اس نبی کے حق
سے ہمیں ان پر نصرت اور غلبہ عطا فرما جس کو تو آخری زمانے میں بھیجے گا۔ سوان کی مدد
کی جاتی پس جب آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو
عناد اور حسد آپ کا انکار کر گئے۔

اور علامہ ابن قیمؒ بھی اس آیت مبارکہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

ان اليهود كانوا يحاربون بنیرانهم من العرب فی
الجاهلیة و یتنصرون علیهم بالنبی ﷺ قبل ظهوره
فیفتح لهم و ینصرون علیهم فلما ظهر النبی ﷺ كفروا و
جحدوا لبوته.

(بدائع الفوائد ج ۳ ص ۱۳۵)

ترجمہ..... بے شک یہود جاہلیت میں اپنے عربی پڑوسیوں سے لڑتے تھے
اور آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے وہ آپ ﷺ کے طفیل سے دشمن کے خلاف مدد

طلب کرتے تھے تو ان کو فتح و نصرت حاصل ہوتی تھی۔ پھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کفر اختیار کیا اور آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ اسی طرح علامہ ابو محمد الحسین الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

و ذالک انہم کالوا یقولون اذا احزنہم امر و
دعہم عدو اللہم انصرنا علیہم بالنبی المبعوث فی آخر
الزمان الذی نجد صفته فی التوراة فکانوا ینصرون و کانوا
یقولون لا عدائہم من المشرکین قد اظل زمان نبی ینخرج
بتصدیق ما قلنا فنقتلکم معہ قتل عاد و ثمود و ارم۔

مراد اس سے یہ ہے کہ یہود کو جب کوئی امر غمگین کرتا تو کہتے اے اللہ مدد فرما ہماری مشرکین کے خلاف اس نبی مبعوث فی آخر الزمان کے واسطے سے جسکی صفت کو ہم پاتے ہیں، پس وہ مدد کئے جاتے اور وہ مشرکین میں سے اپنے دشمنوں سے کہتے قریب ہے اس نبی کا زمانہ جو اس کی تصدیق کے ساتھ ظاہر ہوگا جو ہم کہتے ہیں۔ ہم تمہیں اس کے ساتھ مل کر قتل کریں گے جس طرح عاد و ثمود اور ارم قتل کئے گئے۔ اور صاحب تفسیر حقانی اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ مدینہ کے یہودی بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوتے تو اپنے علماء کی تعلیم سے دعا کیا کرتے تھے

اللہم ربنا انا نستلک بحق احمد ن النبی الامی
الذی وعدتنا ان ینخرجہ لنا فی آخر الزمان و یکتھک
الذی تنزل علیہ آخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا۔

(تفسیر حقانی ج ۱ ص ۲۲۶)

ترجمہ..... اے اللہ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں احمد علیہ السلام نبی امی کے توسل سے کہ جن کے بارے میں آپ نے ہم سے وعدہ کیا کہ آپ آخری زمانے میں انہیں ہماری طرف مبعوث فرمائیں گے اور آپ کی اس کتاب توسل سے کہ جو آپ ان پر اتاریں گے اور وہ سب سے آخری اترنے والی ہوگی کہ آپ ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرمائیں۔

علامہ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اسی آیت کے

تحت فرماتے ہیں کہ

وقد كانوا من قبل مجيء هذا الرسول بهذا الكتاب
يستنصرون بمجيئه على اعدائهم من المشركين اذا
قاتلوهم يقولون انه سيبعث نبى فى آخر الزمان نقتلكم معه
قتل عاد و ارم.

ترجمہ۔ یہود آنحضرت ﷺ کے اس کتاب کے ساتھ تشریف لانے سے قبل آپ کے آنے کے واسطے سے مشرکین میں سے اپنے دشمنوں پر مدد طلب کرتے تھے اور جب ان سے قتال کرتے تو کہتے کہ عنقریب نبی آخر الزمان مبعوث ہوں گے اور ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کریں گے مثل عاد و ارم کے۔ (ح ۱)

(ح ۱). قوله ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين

كفروا﴾

حدثنا ابو زرعة ثنا منجاب انبا بشر بن عمارة عن ابى روق عن
الضحاک عن ابن عباس . فى قوله ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على
الذين كفروا﴾ قال . يستظهرون يقولون نحن نعين محمدا عليهم ، و
لهموا كذلك يكذبون . و روى عن ابى العالية ، والربيع بن انس .

ابوالانبیاء سیدنا آدم علیہ السلام نے بھی آنحضرت ﷺ کا وسیلہ لیا۔

يستنصرون به على الناس.

نیز لکھتے ہیں۔

حدثنا علي بن الحسين ثنا محمد بن عبد الله بن نمير ثنا يونس بن بكير الحارمي ثنا ابن اسحاق حدثني محمد بن ابي محمد اخبرني عكرمه ، او سعيد بن جبير عن ابن عباس . ان اليهود كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثه الله من العرب كفروا به وجحدوا ما كانوا يقولون فيه فقال لهم معاذ بن جبل ، وبشر بن البراء و داؤد بن سلمة . يا معشر اتقوا الله واسلموا فقد كنتم تستفتحون علينا بمحمد ، ونحن اهل شرك و تخبرونا بانه مبعوث و تصفونه فقال سلام بن مشكم اخو بني النضير . ما جاءنا بشيء نعرفه ، وما هو بالذي كنا نذكر لكم . فانزل الله عز و جل في ذلك من قولهم . ﴿ ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم و كانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين ﴾

(تفسير القرآن العظيم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن

محمد ابن ادريس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۵۳۷ھ)

﴿ ولما جاءهم كتاب ﴾ یعنی . القرآن ﴿ مصدق ﴾ موافق ﴿ لما معهم ﴾ ﴿ و كانوا ﴾ یعنی . اليهود ﴿ من قبل ﴾ نزول الكتاب ﴿ يستفتحون ﴾ يستنصرون ﴿ على الذين كفروا ﴾ بمحمد علیہ السلام و کتابہ ، و يقولون . اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان .

(الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابی الحسن بن علی

الواحدی المتوفی ۵۳۶ھ)

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ لما

اختلفوا الى هذا الاستفتاح ، فقال ابن عباس رضي الله عنه
وقعاة والسدى . نزلت في بنى قريظة و النصير كانوا يستفتحون على
الأوس و الخزرج برسول الله ﷺ قبل المبعث .

وقال ابو مسلم . كانوا يقولون لمخالفهم . غدا القتال هذا نبى
قد اظل زمان مولده ، و يصفونه بأنه نبى ، ومن صفة كذا ، و يصفه حصون
عنه على الدين كفروا ، اى . على مشركى العرب .

وقيل . ان اليهود و قبل مبعث النبى محمد ﷺ كانوا
يستفتحون اى . يسألون الفتح و النصر ، و كانوا يقولون . اللهم افتح
علينا ، و انصرنا بالنبى الامى (المبعوث) فى آخر الزمان الذى نجد صفته
فى التوراة ، و كانوا يستنصرون ، و كانوا يقولون لاعدائهم من
المشركين . قد اظل زماننا نبى يخرج بتصديق ما قلنا ، فنقتلكم معه قتل
عاد و ارم ، فلما جاءهم ما عرفوا يعنى محمد ﷺ من غير بنى
اسرائيل ، و عرفوا نعتة و صدقه كفروا به بغيا .

(الباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر
بن على ابن عادل اللمشقى الحنبلى المتوفى بعد ٨٨٠ هجرية)

و كانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا اى يستنصرون
على المشركين و يقولون . اللهم انصرنا بنى آخر الزمان المنعوت فى
التوراة .

(تفسير البيضاوى لامام ناصر الدين ابى سعيد عبدالله بن عمر
بن محمد الشيرازى البيضاوى)

و أخرج الحاكم و البيهقى فى الدلائل بسند ضعيف عن ابن
عباس قال . كانت يهود خيبر تقاتل غطفان فكلما اتقوا هزمت يهود ،

القتل ف آدم عليه السلام الخطيئة قال يا رب اسئلك بحق

فعاذت بهذا الدعاء . اللهم انا نسالك بحق محمد النبي الامي الذي وعدتنا ان تخرجه لنا في آخر الزمان الا نصرتنا عليهم، فكانوا اذا اتقوا دعوا بهذا فهزموا غطفان، فلما بعث النبي ﷺ كفروا به، فانزل الله ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾ يعني وقد كانوا يستفتحون بك يا محمد الى قوله ﴿فلعنة الله على الكافرين﴾

و اخرج ابن اسحق وابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم و ابو نعيم في الدلائل عن ابن عباس . ان يهود كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه ، فلما بعثه الله من العرب كفروا به وجعلوا ما كانوا يقولون فيه ، فقال لهم معاذ بن جبل ، وبشر بن البراء ، و داؤد بن سلمة . يا معشر يهود اتقوا الله واسلموا ، فقد كنتم تستفتحون علينا بمحمد ونحن اهل شرك ، وتخبرونا بأنه مبعوث ، وتصفونه بصفة . فقال سلام بن مشكم أحد بني النضير . ما جاءنا بشيء نعرفه ، وما هو بالذي كنا نذكر لكم ، فانزل الله ﴿ولما جاءهم كتاب من عند الله﴾ الآية .

و اخرج احمد وابن قانع والطبراني والحاكم وصححه و ابو نعيم كلاهما في الدلائل عن سلمة بن سلامة بن وقش وكان من اهل بلر قال . كان لنا جار يهودي في بني عبد الاشهل ، فخرج علينا يوما من بيته قبل مبعث رسول الله ﷺ ببسبر حتى وقف على مجلس بني الاشهل ، قال سلمة . وأنا يومئذ احدث من فيه منا ، على برودة مضطجعا فيها بفناء اهلي ، فذكر البعث والقيامة والحساب والميزان والجنة والنار ، قال . ذلك لاهل شرك اصاب اولان يرون ان بها كائن بعد الموت . فقالوا له . ويحك يا فلان . اترى هذا كائنا ان الناس يبعثون

محمد ﷺ لما غفرت لي فقال الله يا آدم ، و كيف عرفت

بعد موتهم الى دار فيها جنة ونار يجزون فيها باعمالهم فقال . نعم ،
والذي يحلف به يود أن له بحظه من تلك النار أعظم تنور في الدنيا
يحمونه ثم يدخلونه اياه فيطبخونه عليه وان ينجو من تلك النار غدا .
قالوا له . ويحك وما آية ذلك ؟ قال . نبى يبعث من نحو هذه البلاد ،
و أشار بيده نحو مكة واليمن . فقالوا . ومتى نراه ؟ قال . فنظر الى وأنا
من احديثهم سنا ان يستفد هذا الغلام عمره يدركه ، قال سلمة . فوالله ما
ذهب الليل والنهار حتى بعث الله رسول الله ﷺ وهو بين أظهرنا ، فآمنا
به وكفر به بغيا وحسدا ، فقلنا ويلك يا فلان ألسنت بالذى قلت لنا ؟
قال . بلى ، وليس به .

و أخرج ابن جرير عن ابن عباس ؓ وكانوا من قبل يستفتحون
على الذين كفروا ؓ يقول يستصرون بخروج محمد على مشركى
العرب يعنى بذلك اهل الكتاب ، فلما بعث الله محمدا وراوه من
غيرهم كفروا به وحسدوا .

(الدر المنثور فى التفسير بالمأثور للإمام الحافظ جلال الدين
السيوطى رحمه الله (ت ٨٩١هـ))

والاستفتاح الاستنصار . أى كانوا من قبل يطلبون من الله النصر
على اعدائهم بالنبى المنعوث فى آخر الزمان الذى يجدون صفته
عندهم فى التوراة .

(فتح القدير تأليف محمد بن على بن محمد الشوكانى

المتوفى ١٢٥٠هـ)

وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا) يستصرون على
المشركين قاتلوهم ، وكانوا يقولون . " اللهم انصرنا بالنبى الذى يبعث

محمدًا ولم اخلقه قال يا رب لأنك لما خلقتني بيدك و

في آخر الزمان، و نجد نعته في العزوة.

(الجواهر في تفسير القرآن الكريم للشيخ طنطاوي جوهري)

وفي الخبر . (ان النبي ﷺ كان يستفتح بصعاليك

المهاجرين) . اي يستنصر بهم في الدعاء للغزوات.

ومعنى الآية . ان المشركين من قبل كانوا يؤذون اليهود فربما

تكون الغلبة لهم على اليهود في القتال ، فقالت اليهود . اللهم انصرنا

بالنبي الامي الذي تبعته في آخر الزمان، فكانوا ينصرون به، فلما بعث

كفروا به. فهذا معنى قوله. (وكانوا من قبل يستفتحون على الذين

كفروا فلما جائهم ما عرفوا كفروا به فلعنه الله على الكافرين)

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة

والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبد الجبار

العميمي المروزي الشافعي السلفي)

و (يستفتحون) معناه ان بنى اسرائيل كانوا قبل مبعث النبي

ﷺ قد علموا خروجه بما عندهم من صفته و ذكر وقته ، وظنوا انه

منهم، فكانوا اذا حاربوا الاوس والخزرج فغلبتهم العرب قالوا لهم. لو

خرج النبي ﷺ الذي قد اظلم وقته لقتلناكم معه، واستنصرنا عليكم به،

و (يستفتحون) معناه يستنصرون ، وفي الحديث. (كان رسول الله ﷺ

يستفتح بصعاليك المهاجرين) ، وروى ان قريظة ، والنضير ، و جميع

يهود الحجاز في ذلك الوقت ، كانوا يستفتحون على سائر العرب، و

بسبب خروج النبي المنتظر.

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي محمد

عبد الحق بن عطية الاندلسي)

نفخت في من روحك ، رفعت رأسي فرأيت على قوائم

(يستفتحون) أي يستنصرون به، والاستفتاح الاستنصار أي كانوا من قبل يطلبون من الله النصر على أعدائهم بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي يجدون صفته عندهم في التوراة ، وقيل الاستفتاح هنا بمعنى الفتح أي يخبرونهم بأنه سيبعث و يعرفونهم بذلك (على الذين كفروا) يعني مشركي العرب ، وذلك أنهم كانوا إذا أحزنهم أمر ودهمهم عدو يقولون اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد صفته في التوراة فكانوا ينصرون وكانوا يقولون لأعدائهم من المشركين قد أظلم زمان نبي يخرج بتصديق ما قلنا فنقتلكم مع قتل عاد و ارم.

(فتح البيان في مقاصد القرآن تأليف صديق بن حسن بن علي الحسين القنوجي البخاري)

قوله (يقولون اللهم انصرنا ... الخ) عبارة الخازن يستفتحون أي يستنصرون به على الذين كفروا يعني مشركي العرب و ذلك أنهم كانوا إذا حز بهم أمر ودهمهم عدو يقولون اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد صفته في التوراة فكانوا ينصرون وكانوا يقولون لأعدائهم من المشركين قد أظلم زمان نبي يخرج بتصديق ما قلنا فنقتلكم مع قتل عاد و ارم انتهت وفي المصباح فتح الله على نبيه نصره واستفتح استشرته وفي المختار والاستفتاح الاستنصار والفتح النصر.

(الفتوحات الإلهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٣)

معاذ بن جبل روزي گفت اهل كتاب را که شما نصرت

العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله ، فعرفت

خواهند بودید بمصطفیٰ علیه السلام بر اعداء خود (تفسیر زاهدی ص ۸۶)

﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾ ای من قبل مجی، محمد ﷺ. كانوا يستنصرون على المشركين لان بنی قریظه والنضیر، قد وجدوا نعته فی کتبه فخرجوا من الشام الى المدينة، و نزلوا بقربها ينتظرون خروجه، وكانوا اذا قاتلوا من يلونهم من المشركين مشركي العرب يستفتحون عليهم، ای يستنصرون و يقولون . اللهم ربنا انصرنا عليهم باسم نبيك و بكتابتك الذي تنزل عليه الذي وعدتنا . وكانوا يرجون أن يكون منهم . فینصروا على عدوهم لذلك قوله تعالى ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾ ای باسم النبی ﷺ ﴿فلما جاءهم ما عرفوا﴾ ای محمد ﷺ. و عرفوه. ﴿كفروا به﴾ و غيروا نعته مخالفة ان نزول عنهم منفعة الدنيا. (تفسیر سمرقندی ص ۱۳۶ ج ۲)

معاذ بن جبل روزی گفت اهل کتاب را که شما نصرت خواهند بودید بمصطفیٰ علیه السلام بر اعداء خود (تفسیر زاهدی ص ۸۶)

قوله تعالى . ﴿ولما جاءهم كتاب من عند الله﴾ یعنی . القرآن و "يستفتحون" يستنصرون ، وكانت اليهود اذا قاتلت المشركين استنصروا باسم نبي الله محمد ﷺ.

(زاد المسير في علم التفسير ص ۱۳۴ ج ۱)

قوله ﴿ای يستنصرون﴾ به ﴿على المشركين﴾ ای بالنبي عليه السلام بقرية قوله ﴿ويقولون اذا قاتلوهم اللهم انصرنا بنبي آخر

انک لم تضاف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال
الله . صدقت یا آدم انه لاحب الخلق الی اذا سألتنی بحقه
فقد غفرت لک، ولو لا محمد ما خلقتک.

ترجمہ..... حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے فرمایا اے
رب میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے پس اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ اے آدم تو محمد کو کیسے پہچانتا ہے حالانکہ میں نے اسے ابھی پیدا نہیں کیا؟
فرمایا اے رب اس لئے کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا اپنے ہاتھ سے اور مجھ میں اپنی
روح پھونکی تو میں نے اپنا سر بلند کیا تو دیکھا کہ عرش کے پائیوں پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں جان گیا کہ آپ نہیں کسی کا اضافہ کرتے اپنے نام
کے ساتھ مگر مخلوق میں سے جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے
فرمایا تو نے سچ کہا ہے اے آدم، بے شک وہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب
ہے۔ جب تو نے اس کے وسیلے سے مجھ سے سوال کیا ہے تو پس میں نے تیری
مغفرت کر دی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

الزمان، فالمرجع مذکور حینئذ حکماً لدلالة ذکر القرآن علیہ
ﷺ ولا یبعد ان یرجع الضمیر الی القرآن وان خالف ما ذکرہ
المصنف فعلى هذا سین الاستفعال علی حقیقته اذا لمعنی کما
عرفت یطلبون من الله تعالی ان ینصرهم اشار الیه بقوله و یقولون
اللهم انصرنا بنبی آخر الزمان . (حاشیہ قنوی ص ۱۷۱ ج ۱)

اعتراض۔

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا امام الانبیاء ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور مستدرک حاکم کی یہ جو حدیث ہے اس کی سند میں ایک راوی، عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے جو نہایت ہی ضعیف اور مجروح ہے لہذا اس حدیث کو وسیلہ کے جواز پر پیش کرنا درست نہیں۔ نیز حضرت آدم کی توبہ کے کلمات سورۃ الاعراف میں بیان کئے گئے ہیں اس میں کسی وسیلے اور واسطے کا تذکرہ نہیں ہے۔

جواب۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں یہ جو روایت ہے اس کو ضعیف کہنا درست نہیں اس لئے کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ حدیث مرفوع بھی ہے۔ علامہ قسطلانی تحریر فرماتے ہیں۔

قال القسطلانی فی المواہب اللدنیة وقد صح ان

رسول اللہ ﷺ قال لما اقترف لادم الخطیئة قال . یا رب

اسئلک بحق محمد لما غفرت لی . الخ .

(ج ۲ ص ۵۱۵)

ترجمہ۔ المواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا ہوئی تو انہوں نے حضور ﷺ کے حق اور واسطہ سے معافی مانگی اور یہ حدیث صحیح ہے۔

امام بیہقی نے بھی دلائل النبوة میں سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی نے بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کو امام حاکم نے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح الاسناد ہے۔ یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

امداد الاحکام میں لکھا ہے

وقال الشيخ تقى الدين السبكي بعد رواية هذا

الحديث اخرجه الحاكم وقال هذا حديث حسن صحيح

الاسناد ولم يخرجاه

ترجمہ..... یعنی امام تقی الدین سبکیؒ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد

فرماتے ہیں کہ حاکم نے اس حدیث کو لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح

الاسناد ہے۔ اگرچہ بخاری مسلم نے ان کو نقل نہیں کیا۔

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ سبکیؒ کی اس تصحیح کو نقل کرنے کے بعد نقل فرماتے ہیں

پس انبیاء و اولیاء کے ساتھ توسل جائز ہے، ہاں استغاثہ (فریاد کرنا) جائز نہیں۔ اور

جن لوگوں نے توسل بالانبیاء و اولیاء کو ممنوع قرار دیا ہے انہوں نے توسل (وسیلہ پکڑنے)

اور ”استغاثہ“ (حاجت مانگنے کے لئے فریاد کرنے) میں فرق نہیں سمجھا۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۲)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں

والطبرانی در معجم صغیر و حاکم و ابو نعیم و بیہقی از حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ

روایت آورده اند کہ آنحضرت ﷺ فرمودند کہ چون حضرت آدم علیہ السلام ارتکاب گناہ کردند

و معاتب شدند در قبول توبہ خود حیران بودند ایشان را یاد آمد چہ مرا ہر گاہ حق تعالی پیدا کردہ بود

بروح خاص در من دمیدہ من در آن وقت سر خود را بسوئے عرش برداشتم دیدم کہ در انجا نوشتہ اند

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ از بیجا معلوم میشود کہ قدر ہیچ کس نزد خدا برابر این شخص نیست کہ نام او

را با نام خود برابر کردہ است۔ تدبیر این است کہ بحق ہمیں شخص سوال مغفرت نمایم پس در

دعائے خود گفتند اسلک بحق محمد الاغفرت لی حق تعالی ایشان را آمرزش کرد۔

(تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۱۸۳)

ترجمہ..... طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم نے اور ابوعبید نے اور بیہقی نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی اور عتاب کئے گئے تو اپنی توبہ کی مقبولیت کے بارے میں متفکر تھے کہ انہیں یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تھا اور روح خاص مجھ میں ڈالی تھی اس وقت میں نے اپنا سر عرش کی طرف بلند کیا تو میں وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا پس اس وقت مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے ہاں ان کے زیادہ کسی کا مرتبہ نہیں ہے کہ اپنے نام کے ساتھ ان کا نام لکھا ہے۔ پس تدبیر یہ ہے کہ اس شخص کے وسیلے سے مغفرت کا سوال کروں پس انہوں نے اپنی دُعا میں کہا کہ اے اللہ! محمد کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کیا تو مجھے بخشے گا پس حق تعالیٰ نے بخش دیا۔

اعتراض

موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

جواب

موضوعات کبیر میں اس حدیث کے بارے میں نہیں لکھا کہ یہ موضوع ہے۔ موضوعات کبیر میں لو لاک لما خلقت الافلاک کے بارے میں لکھا ہے۔

قال الصغانی انہ موضوع کذا فی الخلاصة .

ترجمہ..... صغانی نے کہا کہ یہ موضوع ہے خلاصہ میں اسی طرح ہے۔

آگے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں

لکن معناه صحیح وقد روی الدیلمی عن ابن عباس

رضی اللہ عنہما مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد ﷺ لو

لاک لما خلقت الجنة ولو لاک لما خلقت النار ولی

روایۃ ابن عساکر لو لاک لما خلقت الدنیا .

ترجمہ..... لیکن اس کا معنی صحیح ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا

روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل امین تشریف لائے اور فرمایا (کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) اے محمد ﷺ اگر آپ نہ ہوتے (یعنی آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا) تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو پیدا نہ کرتا۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

(موضوعات کبیر ص ۱۰۱)

خلاصہ یہ کہ موضوعات میں اس پر اعتراض نہیں، پھر یہ کہ حاکم کا نقل کرنا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکی نے اس کو لیا ہے۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ تقی الدین سبکی الشافعی التونی ص ۱۷۷ فرماتے ہیں

کہ

حاکم نے اس حدیث کے ساتھ اس کو بھی ذکر فرمایا ہے کہ علی بن حمزار العدل سے روایت ہے کہ بیان کیا ہم سے حارون بن عباس الهاشمی نے بیان کیا ہم سے جندل بن والق نے بیان کیا ہم سے عمرو بن اوس انصاری نے بیان کیا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابن عباس سے فرمایا حضرت عباس نے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی ”اے عیسیٰ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور آپ کی امت میں سے جو محمد ﷺ کو پائے اس کو بھی حکم دو کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائے، اگر محمد نہ ہوتا میں نہ آدم پیدا کرتا اور اگر محمد نہ ہوتا نہ پیدا کرتا میں جنت اور دوزخ کو اور تحقیق پیدا کیا میں نے عرش کو پانی پر تو وہ حرکت کرنے لگا پس لکھا میں نے اس پر لا الہ الا اللہ پس وہ رک گیا۔“ فرمایا حاکم نے یہ حدیث حسن صحیح الاسناد ہے اور اس کو بخاری، مسلم نے نقل نہیں کیا۔

علامہ تقی الدین سبکی کے اس کلام سے ظاہر ہوا کہ یہ مضمون امام حاکم نے دو مختلف سندوں سے روایت کیا ہے پر اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

اعتراض

اس حدیث کے متعلق یہ شبہ ڈال دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے، کیونکہ قرآن پاک میں ہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرین۔ تو اس آیت میں توسل آدم یا نبی ﷺ کا کوئی ذکر نہیں۔

جواب

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نہ وسیلے کی نفی ہے نہ اثبات۔ وسیلہ والی بات ایک زائد چیز ہے اگرچہ قرآن اس سے خاموش ہے لیکن حدیث میں وہ بات ثابت ہے تو قرآن میں ذکر نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ اس کا ثبوت ہی نہیں کیا؟ ہر وہ چیز کا جس کا قرآن میں ذکر نہیں یہ اس کو نہیں مانیں گے؟

آپ ﷺ سے دعا کروا کر بھی وسیلہ لیا گیا

امام تقی الدین سبکی شفاء القام میں دعا کے بارے میں واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں۔

وروی البیہقی (فی دلائلہ) عن ابی وجزۃ یزید بن

عبد السملی قال لما فعل رسول اللہ ﷺ من غزوة تبوک

اتاه وفد بنی فزارۃ الی ان قال فقالوا یا رسول اللہ استنت

بلادنا واجدبت جفائنا، وعربت عیالنا، و هلکت مواشینا،

فادع ربک ان یغیننا، واشفع لنا الی ربک و یشفع ربک

الیک، فقال رسول اللہ ﷺ سبحان اللہ و یلک افا شفعت

الی ربی فمن ذا الذی یشفع ربہ الیہ، لا الہ الا هو العظیم،

وسع کرسیہ السموات والارض وهو یط من عظمتہ و

جلالہ، و ذکر بقیۃ الحدیث، الی ان قال فقام رسول اللہ ﷺ فصعد المنبر وفیہ کان مما حفظ من دعائه . اللهم اسق بلدک و بهیمتک و انشر رحمتک ، و احی بلدک المیت ،) و ذکر دعاء ہ حدیثا طویلا .

(شفاء القام ص ۱۶۹)

ترجمہ..... اور روایت کیا بیہقی نے اپنے دلائل میں ابو جزۃ بن یزید بن عبد السلسی سے کہ انہوں نے فرمایا جب لوٹے رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے بنو فزارہ کا وفد نبی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے شہر قحط زدہ ہو گئے اور خشک ہو گئے ہمارے باغات، اور نادار ہو گئے ہمارے عیال اور ہلاک ہو گئے ہمارے مویشی پس آپ اپنے رب سے دعا فرمائیں کہ ہمیں بارش عطا فرمائے اور ہماری سفارش کریں اپنے رب کی طرف اور سفارش کرتے ہیں آپ کے رب کی آپ کی طرف۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ افسوس ہے تجھ پر بے شک میں شفاعت کرتا ہوں اپنے رب کی طرف لیکن کون ہے وہ کہ جس کی طرف ہمارا رب اللہ شفاعت کرے ایسا رب کہ نہیں معبود مگر وہ عظیم ہے اور وسیع ہے اس کی کرسی آسمان اور زمینوں کو اور وہ چڑھتی ہے اس کی عظمت کی وجہ سے اور ذکر کیا باقی حدیث کو یہاں تک کہ فرمایا پس کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ پس آپ چڑھے منبر پر اور اس میں ہے اس سے جو یاد کیا (راوی نے) آپ ﷺ کی دعا سے۔ (اے اللہ میرا بکرا اپنے شہر کو) اور اپنے چوپاؤں کو اور پھیلا اپنے رحمت کو اور زندہ کرا اپنے مردہ شہر کو۔ اور ذکر کیا آپ کی دعا کو اور لمبی حدیث کو۔

آگے سنن ابی داؤد کی روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وفی سنن ابی داؤد فی کتاب السنۃ عن جبیر بن

مطعم ، قال ، اتی رسول اللہ ﷺ اعرابی ، فقال یا رسول اللہ جہدت النفس ، وضاعت العیال ، ونهکت الاموال ، و هلکت الانعام ، فاستسق اللہ لنا ، فاننا نستشفع بک علی اللہ ، و نستشفع باللہ علیک ، قال رسول اللہ ﷺ ویحک اندری ما تقول انه لا یتشفع باللہ علی احد من خلقه ، شان اللہ اعظم من ذلک .

(شفاء القامص ۱۶۹-۱۷۰)

ترجمہ..... حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا پس عرض کیا اس نے اے رسول اللہ ﷺ مشقت میں پڑ گئے ہیں نفوس اور ضائع ہو گئے ہیں عیال اور ہلاک ہو گئے ہیں اموال اور ہلاک ہو گئے چوپائے پس طلب کریں اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش پس ہم شفاعت طلب کرتے ہیں آپ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ پر اور شفاعت طلب کرتے ہیں اللہ کے واسطے آپ پر۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے افسوس ہے تجھ کیا تو جانتا ہے کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ نہیں شفاعت طلب کی جاتی ہے اللہ کے واسطے سے اس کی مخلوق میں سے کسی ایک پر اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس سے۔

آنحضرت ﷺ کا آپ کی ولادت سے قبل وسیلہ لیا گیا اس کو ہم آیت مبارکہ وکنا لہ من قبل یمسفتحون..... الخ نقل کر کے اور اس کے تحت حدیث توسل آدم ذکر کر کے واضح کر دیا پھر آپ ﷺ کی حیات میں بھی آپ ﷺ کا وسیلہ لیا گیا ، جو وسیلہ طلب دعا کی صورت میں ہوتا ہے یہ تو آپ سے اس قدر زیادہ ثابت ہے کہ تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں چنانچہ علامہ تقی الدین سبکی شفاء القامص ۱۶۹ پر فرماتے ہیں و هذا متواتر یہ متواتر ہیں۔ علامہ عبدالعزیز بن محمد بن صدیق النماری نے نظم المتناثر علی الازهار المتناثر من ۱۳۸ پر علامہ سبکی کا یہی قول نقل فرماتے

ہیں۔

قول نمبر ۱

احادیث التوسل بہ ﷺ فی حال حیاته الدنیویہ

قال السبکی فی شفاء السقام هذا متواتر والاخبار طافحة به

ولا يمكن حصرها. الخ.

ترجمہ..... نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی حیات دنیوی میں توسل کی احادیث کے بارے میں امام سبکیؒ شفاء السقام میں فرماتے ہیں یہ متواتر ہے اور اخبار اس کی پھیلی ہوئی ہیں اور نہیں ممکن ان کا حصر۔

قول نمبر ۲

چنانچہ علامہ سبکی وسیلہ بمعنی دعا کے بارے میں فرماتے ہیں۔

جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے پس وہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا کھڑے ہوتے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اموال ہلاک ہو گئے ہیں اور پانی خشک ہو گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہمیں بارش عطا فرمائے پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر فرمایا اے اللہ ہمیں بارش دے، اے اللہ ہمیں بارش دے، پس طلوع ہوا بادل آپ علیہ السلام کے پیچھے سے مثل ڈھال کے، پس جب آسمان کے وسط میں آگیا تو پھیل گیا پھر بارش ہوئی فرمایا پس اللہ کی قسم نہیں دیکھا ہم نے سورج ایک ہفتہ تک۔

(شفاء السقام ص ۱۶۹)

نبی ﷺ کے غیر کی ذات سے توسل

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب کان اذا
قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب فقال. اللهم انا
کنا نتوسل الیک بنینا ﷺ فتسقینا وانا کنا نتوسل
الیک بعم بنینا ﷺ فاسقینا فیسقون.

(بخاری ج ۱ ص ۱۳۷)

ترجمہ..... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ جب
قحط ہوتا تو حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش کے لئے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ ہم
اپنے پیغمبر کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے۔ اور اب اپنے
نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں، سو ہم کو بارش
عنایت کیجئے تو بارش ہو جاتی۔

شبہ

سیدنا فاروق اعظمؓ کا حضرت عباسؓ کو دعاء کے لئے کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ بعد
از وفات کسی کا توسل جائز نہیں ہے، اگر بعد از وفات کسی کا توسل دعاء میں جائز ہوتا تو وہ قبر
نبی ﷺ پر آکر درخواست کرتے، لہذا کسی کا توسل دعا میں جائز نہیں۔

جواب

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں
دوسرے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید توسل کرنا آن حضرت ﷺ کے ساتھ
مخصوص ہے، آپ ﷺ کے سوا کسی اور شخص کے ساتھ توسل جائز نہیں۔ اس شبہ کا
ازالہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا، تاکہ معلوم ہو جائے

کہ دوسرے صلحاء کے ساتھ بھی توسل جائز ہے، چنانچہ

حکیم الامہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

”مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے، اور نبی ﷺ کے

ساتھ جو جواز توسل ظاہر تھا حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتلانا (مقصود) تھا کہ غیر انبیاء

سے بھی توسل جائز ہے، تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے،

بلا دلیل ہے۔“

۱..... اول تو آپ ﷺ ہنس حدیث قبر شریف میں زندہ ہیں۔

۲..... دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں نہ مشترک ہوگا؟

علامہ شوکانیؒ کا بھی یہی مطلب ہے۔

(خیر القوادئ ج ۱ ص ۱۹۸)

نیز حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ ”بوادر النوار“ میں قاضی شوکانیؒ کا فرمان نقل

فرماتے ہیں

قولہ دوسرا مطلب حدیث توسل بالنبی ﷺ کا یہ ہے (جو قاضی شوکانیؒ کا

مذہب ہے) کہ نبی کریم ﷺ کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف زندگی کی حالت سے

مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح انتقال کے

بعد بھی آپ کو وسیلہ بنانا جائز ہے، اور جس طرح آپ کی موجودگی میں آپ سے توسل

جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو

آپ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ کے انتقال کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا

صحابہ کرامؓ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے، کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ

کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابی نے بھی اس کے خلاف نہیں کیا۔ میرے خیال میں جواز

توسل کو نبی کریم ﷺ سے مخصوص کر دینا جیسا کہ عز والد بن کوہم ہوا ہے، اس کی کوئی

وجہ نہیں۔ اس عدم تخصیص کی دودلیلیں ہیں۔

۱..... پہلی تو وہی صحابہ کرام کا اجماع جس سے ہم مطلع کر چکے ہیں اور

۲..... دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کے اعمال صالحہ اور کمالات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، کیونکہ کوئی شخص وسیلہ بننے کے قابل ہی تب ہوتا ہے جب کہ وہ اعمال صالحہ کرے، تو گویا جب کوئی شخص یوں کہے کہ اے اللہ میں فلاں صاحب کمال کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کرتا ہوں، تو اس کا وسیلہ بننا بلحاظ کمال کے ہوگا، اور نیک عمل کو وسیلہ بنانا حدیث سے ثابت ہے۔

محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں

فقہ العصر محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں

حضرات صحابہ کرام کا بعد وصال نبی ﷺ الی یوم القیام کے حضرت عباسؓ سے استفتاء میں توسل کرنا ہرگز اس امر پر دال نہیں کہ ”بعد وصال کے حضور ﷺ سے توسل فی الدعاء ممنوع ہو گیا تھا“ اگر ایسا کسی کا دعویٰ ہے تو دلالتہ النص، و عبارتہ النص، یا اشارۃ النص، و اقتضاء النص کے کسی طریق سے ثابت کرے کہ یہ حدیث اس امر پر کیونکر دال ہے۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۱)

حضرت حکیم الامتؒ کا دوسرا حوالہ

اسی حدیث کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا۔ جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حبیب (رشتہ داری کا) یا قرابت معنویہ (یعنی دینی و روحانی تعلق) کا تو توسل کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا۔ نہ اس لئے کہ پیغمبر ﷺ سے وفات

کے بعد تو سئل جائز نہ تھا، جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۲)

آنحضرت ﷺ کا ایک ولادت سے قبل وسیلہ لیا گیا اس کو تو ہم نے آیت و کاسوا
یستفتحون الخ۔ کے تحت حدیث تو سئل آدم ذکر کر دی پھر آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ
میں بھی آپ ﷺ سے دعا کروائی گئی کہ ایک مرتبہ خشک سالی ہو گئی اور کافی عرصہ تک بارش نہ ہوئی
تو اس دوران

اتی اعرابی من اهل البدو الی رسول الله ﷺ یوم
الجمعة فقال یا رسول الله هلکت الماشیة هلک العیال
هلک الناس فرفع رسول الله ﷺ یدیه یندعو و رفع الناس
ایدیهم مع رسول الله ﷺ یدعون۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۰)

ترجمہ..... ایک دیہاتی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جمعہ کے دن حاضر
ہوا تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے، اہل و عیال تباہ ہو گئے،
لوگ خستہ حال ہو گئے، پس آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا کی
اور لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔
اسی طرح آنحضرت ﷺ کے پاس ناپینا صحابی شریف لائے اور دعا کی درخواست کی
چنانچہ حدیث میں ہے

حدثنا عبد الله حدثنی ابی لنا مؤمل قال ثنا حماد
یعنی ابن سلمة قال ابو جعفر الخطمی عن عمارة بن
خزیمہ بن ثابت عن عثمان بن حنیف ان رجلا اتی
النبی ﷺ قد ذهب بصره فقال یا نبی الله ادع الله ان یعافینی

فقال ان شئت اخرت ذالك فهو افضل لاخرتك وان
 شئت وعوت لك قال لا بل ادع الله فامرہ ان يتوضا وان
 يصلي ركعتين وان يدعو بهذا الدعاء اللهم اني استلك و
 اتوجه اليك بنبيك محمد ﷺ نبي الرحمت يا محمد
 اني اتوجه بك الى ربي في حاجتي هذه فتقضى و تشفعني
 فيه و تشفعه في قال فكان يقول هذا مرارا ثم قال احسب
 ان فيها ان تشفعني فيه قال ففعل الرجل فبرء.

(مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۴)

ترجمہ..... بیان کیا ہمیں عبداللہ نے بیان کیا مجھ سے میرے والد نے کہ
 مؤمل نے فرمایا بیان کیا ہم سے حماد یعنی ابن سلمہ نے فرمایا بیان کیا ہم سے ابو جعفر
 نے عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے انہوں نے عثمان بن حنیف سے کہ ایک آدمی نبی
 ﷺ کے پاس آیا جس کی پینائی چلی گئی تھی پس عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اللہ سے
 دعا فرمائیں کہ مجھے عافیت دے دیں پس فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو موخر کر دے تو یہ
 تیری آخرت کے اعتبار سے افضل ہوگا اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں
 صحابی نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لئے دعا فرمائیں، پس
 آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا یہ کہ وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور اس دعا کے
 ساتھ دعا کرے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں آپ کی
 طرف آپ کے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ کے ساتھ جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمد ﷺ میں
 متوجہ ہوتا ہوں آپ کے ساتھ اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے بارے میں کہ
 وہ حاجت پوری کر دی جائے اور مجھے شفا دے دی جائے اس میں اور آپ شفاعت
 کریں اللہ سے میرے بارے میں۔ فرمایا پس وہ بار بار اس کو کہتا تھا۔ پھر اس نے کہا

کہ مجھے گمان ہے کہ مجھے اس میں شفاء دے دی جائے گی۔ عثمان فرماتے ہیں کہ پس اس نے ایسے کیا اور شفا یاب ہو گیا۔

امام حاکم مستدرک حاکم میں اس حدیث کو تین مرتبہ لائے ہیں، صفحہ نمبر ۵۱۹ پر لکھتے ہیں
 هذا حدیث صحیح الاسناد۔ صفحہ ۳۱۳ پر هذا حدیث صحیح علی شرط
 الشیخین یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری مسلم کی شرط پر، علامہ خفاجی فرماتے ہیں هذا حدیث
 سند صحیح نسیم الریاض ص ۱۰۶ ج ۳، صحیح البیہقی وقاء الوفاء ص ۳۲۰ ج ۳ صحیحہ الترمذی
 امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۳۷۱ ج ۲ قال البانی صحیح صحیح
 جامع الصغیر رقم ۱۲۹۰ اسی طرح امام ابن ماجہ نے ابن ماجہ میں صفحہ ۹۹ پر اس حدیث کو نقل کیا ہے اور
 فرمایا ہے قال ابو اسحق هذا حدیث صحیح ابوالفتح نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔
 انجاء الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں ہے

هذا الحدیث اخرج النسائی والترمذی فی
 الدعوات مع اختلاف یسیر وقال الترمذی حسن صحیح
 وصححه البیہقی وزاد، "وقام وقد ابصر". وفی روایة
 ففعل الرجل فبرا. و ذکر شیخنا عابد السندی فی رسالته
 والحدیث یدل علی جواز التوسل والاستشفاع بذاته
 المکرم فی حیاته.

ترجمہ..... یہ حدیث امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی الفاظ میں تھوڑے سے
 اختلاف کے ساتھ کتاب الدعوات میں نقل فرمائی ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ
 حدیث صحیح ہے بیہقی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ اتنا اضافہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہوا
 اور اس کی بصارت درست لوٹ آئی تھی۔ اور ایک روایت میں اس آدمی نے یونہی کیا
 اور دیکھنے لگا۔ ہمارے شیخ عابد سندھی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے اور حدیث نبی

کریم ﷺ کی زندگی میں آپ کی ذات کے ساتھ توسل اور استشفاع کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

ابن تیمیہؒ نے آپ ﷺ کی زندگی اور انتقال کا فرق کیا ہے، محقق کوثریؒ فرماتے ہیں ”هذا رأي باطل يدل على بطلانه حديث عثمان بن

حنيف عند الترمذی وغيره

ترجمہ..... یہ باطل ہے اس کے بطلان پر حضرت عثمان بن حنیفؓ کی حدیث جو کہ ترمذی وغیرہ میں ہے وہ دلالت کرتی ہے۔

یہ فرق کرنا یہود و منافقین کا کام ہے
محقق کوثریؒ لکھتے ہیں

قال التقى الحصنى فى دفع الشبهة ص ٦٣ ان هذا
الفرق بين الحيلة والممات احده غلاة المنافقين من
اليهود.

(مقدمہ براہین الکتاب والسنۃ الناطقۃ ص ۳)

ترجمہ..... حیات اور وفات کے درمیان فرق کرنا یہود میں سے غالی منافقین کی ایجاد ہے۔

حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں

اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا۔ اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۰)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وسیلے کی تین قسمیں ہیں
نمبر ۱..... اعمال کا وسیلہ لینا۔

نمبر ۲..... بزرگوں سے دعا کروانا

نمبر ۳..... کسی نیک آدمی کی ذات کا وسیلہ لینا۔

غلام اللہ خان (ح ۱) نے وسیلہ کی پہلی قسم کو جائز لکھا۔ ہے چنانچہ لکھتے ہیں قرآن مجید کی نصوص سے بھی یہ حقیقت واضح ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول اور اتباع رسول قرب خداوندی کا وسیلہ ہے، ارشاد ہے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان تا فاغفر لنا

ذنوبنا و کفر عنا سیئاتنا (الآیۃ) آل عمران ع ۳)

دوسری جگہ ارشاد ہے

انہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمننا فاغفر لنا

وارحمنا و انت خیر الراحمین (مومنون ع ۶)

ان دونوں آیتوں میں ایمان والوں کی دعا کا ذکر ہے جس میں وہ ایمان باللہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے،

ربنا آمننا بما انزلت و اتبعنا الرسول فاکتبنا مع

الشہدین. (آل عمران ع ۵)

بندہ نے خان غلام اللہ خان کے ساتھ مولانا کا لفظ نہیں لکھا ممکن ہے بعض حضرات کو ناگوار گزرے وجہ اس کی عرض کر دیتا ہوں بندہ قطب العصر مرشد العلماء حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب دامت برکاتہم الیہ (مسترشد حضرت مدنی خلیفہ اعظم حضرت اقدس پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب خلیفہ اعظم حضرت مدنی) کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا ایک دفعہ کسی آدمی نے حضرت پیر خورشید احمد شاہ کے سامنے ”مولانا غلام اللہ خان“ کہا تو پیر صاحب نے فرمایا اس کو مولانا نہ کہو۔ کہتا ہے تو مولای کہو کیونکہ یہ ہمارا مولانا نہیں ہے۔ پیر صاحب سخت نالاں تھے یاد رہے کہ حضرت پیر صاحب کا کشف غیر اختیاری تھا اور حضرت مدنی نے آپ کو وقت کا قطب مکیوں کہا تھا۔

اس آیت میں حواریان عیسیٰ علیہ السلام نے ایمان بالکتاب اور اتباع رسول کے وسیلہ سے دعا مانگی۔

حدیث میں آتا ہے گذشتہ زمانے میں تین آدمی سفر کر رہے تھے بارش شروع ہو گئی تو بچاؤ کے لئے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ ایک بھاری چٹان نے لڑھک کر غار کا منہ بند کر دیا تو تینوں نے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے چٹان کو نیچے لڑھکا کر غار کا منہ کھول دیا۔ وہ

من هذا الباب حدیث ثلاثة الذی اصابتهم المطر

فاووا الى الغار وان طبقت عليهم الصخرة ثم ادعوا الله

باعمالهم لصالحة ففرج عنهم .

(جواہر القرآن ص ۶۳۳)

یہ حدیث کتب صحاح میں موجود ہے۔

اسی طرح وسیلہ کی دوسری قسم کو بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر زندہ

بزرگ سے دعا کرائی جائے تو یہ بھی ایک قسم کا وسیلہ ہے اور جائز ہے۔

اگر کسی کی ذات کا وسیلہ لیا جائے تو اس کو جائز نہیں کہتے، حالانکہ ہم جو ذات کا وسیلہ لیتے

ہیں وہ بھی دراصل عمل کا وسیلہ ہوتا ہے۔ وہ ذات نیک عمل کرنے کی وجہ سے اللہ کے مقرب بندوں

میں شامل ہو جاتی ہے تو اس کا وسیلہ لیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ہم جو وسیلہ

لیتے ہیں وہ بھی عمل ہی کا ہوتا ہے۔

تو اللہ والوں سے اللہ کے لئے محبت رکھنا یہ ایک ہمارا نیک عمل ہے تو وسیلے میں یہی مقصد

ہوتا ہے کہ اے اللہ وہ تیرا نیک محبوب بندہ ہے اور ہمیں اس سے محبت ہے اس لئے اس کے وسیلے

سے ہماری دعا قبول فرمائے۔ اب اس وسیلے کا تعلق شرک کے ساتھ ہے نہ اس سے بزرگ کا عالم

الغیب ہونا لازم آتا ہے، نہ حاضر و ناظر ہونا، نہ مختار کل ہونا۔ چونکہ اللہ والوں کی عظمت اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں ہوتی ہے اس لئے اس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اس لئے اس سے اس بزرگ کی

نزدیکی دوری، حیات موت کا کوئی تعلق نہیں۔

جیسا کہ گذر چکا۔ ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ کے پیدا ہونے سے قبل آپ کا وسیلہ لیا

گیا۔ حضرت ﷺ کی نیات میں آپ کا وسیلہ لیا گیا، حضرت ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے

بعد بھی آپ کا وسیلہ لیا گیا اور آج تک علمائے اہل سنت والجماعت کا اس مسئلے پر اتفاق ہے۔ اب

خان صاحب نے جواہر القرآن میں ویلے کے دلائل پر جرح کی ہے۔ البتہ یہ مان لیا ہے کہ یوں کہنا جائز ہے۔

اللهم انی اسئلك بمحبتی له و باتباعی اياه
ویلے کی کچھ قسمیں یہ بھی جائز مان رہے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں توسل بالاموات پر بعض حدیثوں سے استدلال کیا جاتا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

حدیث نمبر ۱.....

جاء اعرابی الی قبر النبی ﷺ فرمی بنفسه علی
قبر النبی ﷺ فقال جئت لتستغفر لی فنودی من القبر انه قد
غفر لک۔

اس پر خان صاحب لکھتے ہیں اس کا ایک راوی عیسیٰ بن عدی طائی ہے جسے
محدثین نے کذاب اور وضاع کہا ہے کان کذابا یضع الحدیث علی الثقات
آگے الصارم المنکی کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے جواب سے پہلے الصارم المنکی کا تعارف
ہو جائے۔

الصارم المنکی کا تعارف

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جب شد رحال کے مسئلہ میں تفرد اختیار کیا تو اس کی تردید
میں علامہ سبکی نے شفاء السقام تصنیف فرمائی۔ شفاء السقام کا رد ابن تیمیہ کے شاگرد ابن عبدالحادی
حنبل نے الصارم المنکی کے نام سے کیا۔ پھر اس کے رد میں علامہ ابن علان نے البرد المنکی
تصنیف فرمائی۔ اور الصارم المنکی کا رد مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی اپنی کتاب السعی المشکور میں
کیا۔

محمد بشیر السہوانی جب حج پر گیا تو نبی اقدس ﷺ کے روضہ پر حاضر نہ ہوا بلکہ ایک فتنہ کھڑا
کر دیا اس کے رد میں حضرت لکھنوی نے تین رسائل "الکلام المہرم فی نقص القول

المحقق المحکم "الكلام المبرور فی رد کلام المنصور" "السعی المشکور
فی رد مذهب الماثور" تصنیف فرمائے۔

الصارم المنکی میں صرف اتنا لکھا ہے فیہ ہیثم کہ وہاں سند میں ہیثم ہے۔ ابن عدی بھی
نہیں ہے، طائی بھی نہیں ہے۔ آگے انہوں نے کہا ہے اظنہ انہ ابن عدی الطائی ان کان
هو کذاب وان کان غیرہ فهو مجهول۔

اب تیسری بات یہی نکل رہی ہے حدیث ضعیف ہو اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول
ہوتی ہے، موضوع مقبول نہیں ہوتی۔ (۲۷)

(۲۷)۔ ابن تیمیہؒ باوجود اپنی تشددانہ طبیعت کے اس قاعدہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اس
کو نقل کیا ہے، لکھتے ہیں

قول احمد بن حنبل "اذا جاء الحلال والحرام شددنا فی
الاسانید واذا جاء الترغیب والترہیب تساهلنا فی الاسانید و
کذا لک ما علیہ العلماء من العمل بالحديث فی فضائل
الاعمال . (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۶۵ ج ۱۸)

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

مجهول العداۃ راوی کے روایت صحیح مختلف فیہ کی اقسام سے ہے۔ بعض نے اس کو صحیح
قرار دیا ہے اور بعض نے ضعیف، پس یہ مضعف ہے نہ کہ ضعیف۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

حدیث ضعیف اور مضعف کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول کے ساتھ دلیل احکام میں
نہیں پکڑی جائے گی، البتہ فضائل میں پکڑی جائے گی اور ثانی سے احکام میں بھی
پکڑی جائے گی۔

(قواعد فی علوم الحدیث)

مجهول کا معنی

مجهول کہتے ہیں اس محدث کو جس کا شاگرد ایک ہی ہو اور ہمارے نزدیک مجهول ہونا سرے سے جرح ہی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حاتم لکھتے ہیں

وحدة الراوی لیس بالجرح عندنا.

اور منار کے اندر لکھا ہے

وان کان مجهولاً بان لم يعرف بحديث او حديثين

فان روى عنه السلف او اختلفوا فيه او سكتوا عن الطعن

صار کان معروفاً.

لہذا حنفی اصول کے اعتبار سے تو مجهول ہونا جرح ہی نہیں، اسی لئے بڑے بڑے محدثین نے اس کو نقل کر کے استدلال کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک اس کے راوی کذاب اور وضاع نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ وہ مجهول ہوگا اور مجهول کی روایت بعض کے نزدیک ضعیف تو ہو سکتی ہے، لیکن موضوع اور کذاب نہیں ہو سکتی۔

اب علامہ ابن عبدالحادیؒ نے تو ظن بیان کیا تھا، لیکن خان صاحب ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ کی مخالفت کرتے ہوئے ابن عبدالحادیؒ کے اس ظن کو لے کر بیٹھ گئے اور اپنے من گھڑت عقیدہ کی خام بنیادیں استوار کرنے لگے۔

آگے لکھتے ہیں ابن عبدالحادیؒ نے اپنی کتاب الصارم المنکی میں لکھا ہے کہ کذاب راویوں نے ایک موضوع حدیث بیان کی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی قبر پر آکر گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کو مخاطب کر کے آپ علیہ السلام کا وسیلہ پکڑا، اس روایت میں ابوالجوزاء کا

در مختار میں بھی یہی بات لکھی ہے مزید تفصیل کے لئے دیکھیں بندہ کی شرح شرح نخبة

الفکر جس کا نام قطرات العطر شرح شرح نخبة الفکر ہے

سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں۔

قال ابن عبد البر ابو الجوزاء لم يسمع من عائشة شيئا
خان صاحب اس اعتراض کو نقل کرتے وقت یہ بھول گئے کہ المرسل حجة في
الاحكام کہ مرسل حدیث احکام میں حجت ہوتی ہے۔
منار میں لکھا ہے

وهو ان كان من الصحابي فمقبول بالاجماع و من
القرون الثاني والثالث كذلك

(المنار ص ۱۸۹)

مرسل روایت اگر صحابی کی ہو تو بالاجماع مقبول ہے، اسی طرح قرن ثانی اور ثالث کی
یعنی تابعین تبع تابعین کی۔ (۳ ح)

(۳ ح)۔ امام مالکؒ کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں

وقال شيخ الاسلام كتاب مالك صحيح عنده وعن من
يقلده على ما اقتضاء نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع
وغيرهما. (كتاب الراوى ص ۴۲)

سلطان الحدیثین ملا علی قاریؒ شرح النقایہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

اعلم ان علمائنا رحمهم الله اكثر اتباعا للسنة من غيرهم و
ذلك انهم اتبعوا في قبول المرسل معتقدين انه كالمسند في
المعتمد .

(مقدمہ شرح النقایہ، بحوالہ البهجة المزجاة ص ۶۵)

مولانا حسین علیؒ نے بھی اعرابی کے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے

الحافظ المحدث الفاقہ الشیخ عبد الحلیم چشتی لکھتے ہیں

والحاصل ان المرسل حجة عند الجمهور ومنهم الامام مالک . (ایضاً ص ۶۵)

محقق خلیل ابراہیم لکھتے ہیں

قبول المرسل والاحتجاج به وهو مذهب الامامین ابی حنیفة و مالک رحمہما اللہ و جمهور اصحابہما .

(حجة المحدث المرسل ص ۳۳)

ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشمر دزی (متوفی ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں

والاحتجاج به مذهب مالک و ابی حنیفة ، و اصحابہما رحمہم اللہ .

(مقدمہ ابن سلام ص ۵۰)

امام الحافظ ابو بکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی لکھتے ہیں

وقد اختلف العلماء فی وجوب العمل بما هذه حالة فقال بعضهم انه مقبول و يجب العمل به اذا كان المرسل ثقة عدلاً . وهذا قول مالک و اهل المدينة و ابی حنیفة . و اهل العراق و غیرہم .

علامہ عثمانی قواعد فی علوم الحدیث میں لکھتے ہیں

قال ابن الحنبلی فی (لقوالات) والمختار فی التفصیل قبول مرسل الصحابی اجماعاً و مرسل اهل القرن الثانی والثالث عندنا (ای الحنفیہ) وعند مالک مطلقاً .

جاء اعرابی فقال يا رسول الله ﷺ جئتک

قلت و بهذا علم ان كون الراوى يرسل عن الثقات وغيرهم
جرح فى مرسل من هو دون القرون الثلاثة ، و اما اهل القرون
الثلاثة فمرسلهم مقبول عندنا مطلقاً كما مر .

شیخ عبدالفتاح ابو غدة قرن ثانی اور قرن ثالث کی تعیین کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں
و هم التابعون والقرن الثالث هم اتباع التابعین و تلك هي
القرون الثلاثة المشهود لها بالخيرية ، وهي المغنية بقوله عليه
السلام . خير امتى قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم . قال
محمود بن اشرف انظر هذه الرواية فى البخارى ص ۳۶۲ ،
۵۱۵ ج ۱ ، ۹۵۱ ، ۹۸۸ ، ۹۹۰ ج ۲

قال العلامة سيف الدين الامدى الاصولى الشافعى فى كتابه
"الاحكام" مانصه اختلفوا فى قبول الخير المرسل و صورته ما
اذا قال من لم يلق النبی ﷺ و كان عدلاً . قال رسول الله ﷺ
كذا فقبله ابو حنيفة و مالك و احمد بن حنبل فى اشهر
الروایتين عنه و جماهير المعتزلة ، و فصل عيسى بن ابان من
الحنفية فقبل مراسيل الصحابة و التابعین و تابعى التابعین و من
هو من آئمة النقل مطلقاً دون من عدا هؤلاء .

شیخ عبدالفتاح ابو غدة حاشیہ میں لکھتے ہیں ۔

وقال العلامة طاهر الجزائرى والعمل بالمرسل هو مذهب ابى
حنيفة ، و مالك و احمد فى روايته المشهورة . حکاها النووى

تستغفر لی الی ربی فتودی من القبر الشریف قد غفر لک .

(تحریرات حدیث ص ۲۵۶)

تیسری حدیث مستدرک حاکم کتاب الدعاء میں حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کی

ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع الله
ان یعافینی اللهم انی اسئلك و اتوجه الیک بنبیك
نبی الرحمة.

(مستدرک حاکم ص ۵۲۶)

حاکم نے اس کے متابعات ذکر کئے ہیں، یہ حدیث مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۳ میں بھی ہے
حاکم نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے، ان حدیثوں میں حضور ﷺ کی
زندگی کا واقعہ مذکور ہے لیکن بیہقی اور طبرانی نے بحکم کبیر میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے کہ
ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا کرتا تھا، لیکن وہ توجہ نہیں فرماتے تھے آخر وہ شخص
عثمان بن حنیف کو ملا اور اپنا حال بیان کیا تو انہوں نے اس کو وہی دعا سکھائی جو حضور ﷺ نے نابینا
کو سکھائی تھی اور دعا میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے وسیلہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ
حضور ﷺ کی وفات کے بعد کا ہے۔ آگے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و ابن القيم و ابن کثیر و جماعة من المحدثین ، و حکاہ النووی

فی "شرح المہذب" عن کثیر من الفقہاء او اکثرہم ، قال ، و

نقلہ الغزالی فی "المستصفی" ۱ : ۱۶۹ عن الجماہیر

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۸، ص ۱۳۹)

اعتراض

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے ہر طریق میں ابو جعفر مدائنی واقع ہے اس لئے امام

ترمذی نے لکھا ہے

هذا الحديث لا نعرفه الا من هذا الوجه من حديث

ابی جعفر وهو غیر الخطمی.

(ترمذی ص ۲۰۱ ج ۲)

امام مسلم بن حجاج ابو جعفر مدائنی کو حدیثیں گھڑنے والوں میں شمار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں

كعبدة الله بن مسور ابی جعفر المدائنی و غیره ممن

اتهم بوضع الاحادیث و تولید الاخبار.

(خطبہ صحیح مسلم ص ۵)

اسی طرح ص ۱۶ پر فرماتے ہیں

ان ابا جعفر الهاشمی المدنی کان يضع احادیث

كلام حق ولیست من احادیث النبی و كان یرویها عن

النبی ﷺ.

ترجمہ..... امام نوویؒ فرماتے ہیں ابو جعفر مدائنی ان ضعیف راویوں میں سے

ہے جو جھوٹی حدیثیں بتاتے ہیں۔

اما ابو جعفر هذا هو عبدالله بن مسور المدائنی ابو

جعفر المدنی تقدم فی اول الكتاب فی الضعفاء الواضعین

(شرح صحیح مسلم ص ۱۷ ج ۲)

(جواہر القرآن)

جواب

علامہ قسطلانی اور علامہ ذرقانی جیسے عظیم محدثین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور محدثین موضوع سے استدلال نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو راوی یہ بتا رہے ہیں محدثین کے نزدیک اس حدیث کے راوی وہ نہیں ہیں۔

تفسیر کے نام پر غلام اللہ خان کا دھوکہ

ترمذی میں اصل عبارت یوں ہے

هذا الحديث حسن صحيح غريب لا نعرفه الا من

هذا الوجه.

اب مولانا حسن، صحیح غریب یہ الفاظ چھوڑ کر خیانت کے مرتکب ہوئے۔

دوسری خیانت

اس مقام پر دوسری خیانت یہ کی کہ جو جروحات ابو جعفر المصور المدائنی کے بارے میں تھیں وہ ساری اٹھا کر ابو جعفر الخطمی پر فٹ کر دیں اب اس دھوکے کی مثال یوں سمجھیں، جیسے کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دے کہ یہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی روایت ہے۔ مسند احمد میں باقاعدہ یہ صراحت ہے کہ وہ خطمی ہے۔ (ح ۴)

یہ جھوٹ کیپٹن عثمانی نے بھی بولا کیپٹن عثمانی پر تو افسوس نہیں ہوتا لیکن ایک ایسا شخص جو مفسر قرآن بھی کہلاتا ہو وہ ایسا دھوکہ تفسیر قرآن کے نام پر دے، تو یہ افسوس ناک بات ہے۔ عام لوگ تو جو ان کتابوں سے واقف نہیں ہوتے وہ خان صاحب اور کیپٹن عثمانی کی کتابیں پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑے علامہ ہیں، اتنی کتابیں ان کو یاد ہیں، ایک ایک راوی کے نسب نامے

(ح ۴). عمیر بن یزید بن عمیر بن حبیب بن خماشہ و یقال ابن

جماشة الانصاری ابو جعفر الخطمی (۱) المدنی نزیل البصرة

روى عن ابيه و خاله عبدالرحمن بن عقبة و ابى امامة بن سهل
بن حنيف و سعيد بن المسيب و محمد ابن كعب القرظى و
عمارة بن خزيمة بن ثابت و الحارث بن فضيل الخطمى و
عمارة بن عثمان بن حبيب و عنه هشام الدستوائى و عدى بن
الفضل و شعبة و روح بن القاسم و حماد بن سلمة و يوسف
السمتى و يحيى القطان قال ابن معين و النسائى ثقة و ذكره ابن
حبان فى الثقات و قال عبدالرحمن بن مهدي كان ابو جعفر و
ابوه و جده قوما يتوارثون الصدق بعضهم عن بعض. قلت و قال
ابو الحسن ابن المدينى هو مدنى. قدم البصرة و ليس لاهل
المدينة عنه اثر و لا يعرفونه و وثقه ابن نمير و العجلي فى النقلة
ابن خلفون و قال الطبرانى فى الاوسط ثقة.

عمیر بن یزید بن عمیر بن حبیب بن خماشہ اور کہا گیا ہے ابن حباشہ انصاری ابو جعفر خطمی
المدنی نزیل البصرة اور روایت کی انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنے ماموں
عبدالرحمن بن عقبہ سے اور ابو امامہ بن کل بن حنیف سے اور سعید بن مسیب سے اور
محمد بن کعب قرظی سے اور عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے اور حارث بن فضیل الخطمی
سے اور عمارہ بن عثمان بن حبیب سے، اور پھر اس سے روایت کیا هشام دستوائی نے
اور عدى بن فضل نے اور شعبہ نے اور روح بن قاسم نے اور حماد بن سلمہ نے اور
یوسف سستی اور یحییٰ قطان نے، ابن معین اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور ابن حبان
نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور رکھا ہے عبدالرحمن بن مہدی نے کہ ابو جعفر اور
اس کا باپ اور اس کا دادا سچائی میں ان کا بعض بعض سے وارث تھا۔ میں کہتا ہوں اور
ابو الحسن ابن مدینی نے کہا کہ وہ مدنی ہے۔ آئے تھے وہ بصرہ میں اور اہل مدینہ نے ان
سے نہ کوئی روایت نقل کی ہے اور نہ وہ اس کو پہچانتے تھے اور اس کو ثقہ کہا ہے ابن نمیر

اور عجل نے اس میں جو نقل کیا ہے ابن خلفون نے اور طبرانی نے کہا ہے کہ وہ متوسط
جہت یافتہ تھے۔

(تہذیب العہد ص ۱۵۱ ج ۱)

سند احمد میں یہ حدیث اس سند سے موجود ہے

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا مؤمل قال حدثنا حماد يعني ابن
سلمة قال ثنا ابو جعفر الخطمي عن عمارة بن خزيمة بن ثابت
بن عثمان عن عثمان بن حنيف ان رجلاً الخ.

(سند احمد ص ۱۳۸ ج ۲)

اور مستدرک حاکم میں اس سند سے مروی ہے

حدثنا حمزة بن العباس العتيبي ببغداد ثنا العباس بن محمد
الدوري ثنا عون بن عمارة البصري ثنا روح بن القاسم عن ابي
جعفر الخطمي عن ابي عمارة بن سهل بن حنيف عن عمه
عثمان بن حنيف ان رجلاً الخ.

(مستدرک ص ۵۲۶ ج ۱)

ان دونوں سندوں میں الخطمی کی تصریح موجود ہے۔ برادر مکرم محقق و مدقق جناب علامہ
عبد الغفار ذہبی حفظہ اللہ نے حضرت عثمان بن حنیف کی دونوں روایات پر عمدہ تحقیق
فرمائی ہے جس سے ان روایات کی توثیق اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ آگے ان کی یہ
تحقیق نقل کی جاتی ہے۔ تحقیق اگلے صفحہ میں حاشیہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

وليل نمبر (٥): قد روى الامام الحافظ المحدث الكبير ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب

النسائي التوفي ٣٠٣هـ قال اخبرنا محمود بن غيلان قال حدثنا عثمان بن عمر قال حدثنا شعبة عن ابي جعفر عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف ان رجلا ضرير البصرا الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله تعالى ان يعافيني قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت هو خير لك قال فادعه فامر به اذيتو ضاف بحسن وضوءه ويدعوه بهذا الدعاء اللهم اني استلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة اني توجهت بك الى ربي في حاجتي هذه فتقضى لي اللهم شفعه في رواية فرجع وقد كشف له عن بصره وفي رواية حت دخل الرجل كانه لم يكن ضريرا قط قال ابو شعيب اسناده صحيح وراته ثقات.

(السنن الكبرى للنسائي ج ٦ ص ١٦٩ رقم الحديث ١٠٣٩٥، ١٠٣٩٦ و عمل اليوم والليل للنسائي مترجم ص ٢٠٢ ص ٢٠٣ رقم الحديث ٦٥٩، ٢٦٠ ومسنند احمد بن حنبل ج ٣ ص ١٤٠ ص ١٤١ رقم الحديث ١٤٢٣٥، ١٤٢٣٦ ومسنند عبد بن حميد ومعجم الكبير للطبراني ج ٩ ص ٣١ ص ٣٢ رقم الحديث ٨٣١٢ والصحيح والسنن للترمذي ج ٢ ص ١٩٨ ابواب الدعوات والصحيح والسنن لابن ماجه ص ٩٩ باب ما جاء في صلوة الحاجة وصحيح ابن خزيمة ج ٢ ص ٢٢٥ ص ٢٢٦ رقم الحديث ١٢١٩ وعمل اليوم والليل لابن السني ص ٢٠٩ رقم الحديث ٦٣٣ والمستدرک للحاكم ج ١ ص ٣١٣ ص ٥١٩ ص ٥٢٦ مع التلخيص وفي نسخة ص ٣٥٨ ص ٤٠٠ ص ٤٠٤ رقم الحديث ١١٨٠، ١٩٠٩، ١٩٢٩ الترغيب والترهيب

المندری ج ۱ ص ۲۳۱ و کتاب الاذکار للنووی ص ۱۶۷ و مشکوٰۃ المصابیح للترمذی ج ۱ ص ۲۱۹ والبدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۶ ص ۶۱ و تسکین الصدور لامام اہل السنۃ ص ۳۲۹ الی ص ۳۳۲ ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ بیشک ایک نابینا شخص نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے عرض کیا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے تندرستی عطا فرمائے تو آپؐ نے فرمایا اگر چاہو تو دعا کروں اگر چاہو تو تم صبر کرو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس نے عرض کیا کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں تو آپؐ نے فرمایا اچھے طریقے سے وضو کرو اور یہ دعا پڑھو ”اللھم انی اسلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمن الخ ایک روایت میں ہے کہ وہ دعا کر کے واپس آیا تو اس کی بیانی کھل چکی تھی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ دعا کر کے ہم پر داخل ہوا تو اسی طرح تھا جیسا کہ وہ کبھی اندھا نہ تھا۔

اس حدیث کی تشریح:

(۱)۔ حضرت حکیم الامتہ فقیہ و محدث مجتہد و مجدد مولانا اشرف علی تھانویؒ حنفی المتوفی ۱۳۶۲ھ نے اس حدیث کے فائدہ میں لکھتے ہیں مثلاً ف اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں (اس لیے) اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح تو کسی توسل کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب صلی اللہ علیہ وسلم از حکیم الامت تھانوی ص ۲۴۰)

فائدہ: اگر اللہ تعالیٰ کے درمیان مخلوق کا واسطہ وسیلہ شرک ہوتا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

تعلیم تعلیم ہرگز نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی سے بچائے۔ آمین

سند کی تحقیق:

(۱)۔ امام نسائی: مشہور امام ہیں۔ آئمہ محدثین نے ان کو الحافظ الامام شیخ الاسلام القاضی صاحب السنن والامام فی الحدیث بلامدافعة واعلمهم بالحدیث والرجال وکان اماما حافظا ثبتا قرار دیا ہے اور یہ ثقہ بالاجماع ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۵ والعمیر للذہبی ج ۱ ص ۲۷۶ و تہذیب لابی بن حجر ج ۱ ص ۲۷۸/۲۷۹ وغیرہا)

(۲)۔ امام محمود بن غیلان المروزی: یہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہا کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو نزہل بغداد ثقہ قرار دیا ہے۔ فانظر (تقریب التہذیب لابی بن حجر ج ۲ ص ۵۷۳) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۳)۔ امام عثمان بن عمر: یہ صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو ثقہ صدوق صالح اور ثبت فی الحدیث قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب لابی بن حجر ج ۲ ص ۹۲) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۴)۔ امام شعبہ: یہ صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو ثقہ حافظ متقن اور امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب لابی بن حجر ج ۱ ص ۲۳۴) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۵)۔ امام ابی جعفر الخلیفی المدنی: یہ صحیح نسائی وابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ وغیرہا کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو ثقہ صدوق قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب لابی بن حجر ج ۲ ص ۳۱۲ ص ۳۱۳) یہ بھی ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۶)۔ امام عمارۃ بن خزیمرہ: یہ صحیح نسائی وابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ وغیرہا کے راوی ہیں۔ آئمہ ان

کوالمذنی ثقہ اردیتے ہیں۔ (تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۴۳۳) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔
(۷)۔ حضرت عثمان بن حنیف: الانصاری مشہور صحابی ہیں (تاریخ الصحابة لابن حبان ص ۱۷۲
واصابة لابن حجر ج ۲ ص ۴۵۹)

تنبیہ: صحابی کی ثقاہت وعدالت ثابت بالکتاب والسنة ہے اور ان کی ثقاہت وعدالت کا سوال
کرتا بے کار ہے۔ مثلاً قال الامام ابوہریر الخطیب۔ وانه لا یحتاج الی سوال عنهم
(الکفایہ فی علم الراویہ ص ۴۶) وقال الامام ابن حجر الصحابة کلهم عدول
(الاصابة لابن حجر ص) فلہذا یہ حدیث بالتحقیق والیقین صحیح وثابت ہے۔ فالحمد للہ

حدیث حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما ثبوت صحیح ہے

(۱)۔ قال الامام الحافظ المحدث ابو اسحق .. هذا حدیث صحیح (الصحيح
والسنن لابن ماجہ ص ۹۹)

(۲)۔ قال الامام الحافظ المحدث ابو عیسی الترمذی ۵۲۷۹ هذا حدیث
حسن صحیح غریب (الصحيح والسنن للترمذی ج ۲ ص ۱۹۸)

(۳)۔ قال الامام الحافظ المحدث نسائی ۵۳۰۳ (وقال صحيح) (زهر الربی
للسیوطی علی النسائی ص ۳)

(۴)۔ قال الامام الحافظ المحدث ابوہریر بن خزیمہ ۵۳۱۱ وقال صحيح
(الصحيح لابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۲۵)

(۵)۔ قال الامام الحافظ المحدث ابو علی نسیابوری ۵۳۴۹ (وقال صحيح)
(زهر الربی للسیوطی ص ۳)

(۶)۔ قال الامام الحافظ المحدث ابو علی بن السکنی ۵۳۵۳ (وقال صحيح)

(زهر الربي للسيوطي ص ٣)

(٤). قال الامام الحافظ المحدث ابو القاسم الطبراني ٥٣٦٠ هـ والحديث

صحيح (معجم الصغير للطبراني ج ١ ص ١٨٣)

(٨). قال الامام الحافظ المحدث ابوبكر بن السني ٥٣٦٥ هـ (وقال صحيح)

(زهر الربي للسيوطي ص ٣)

(٩). قال الامام الحافظ المحدث ابواحمد بن عدي ٥٣٦٥ هـ (وقال صحيح)

(زهر الربي للسيوطي ص ٣)

(١٠). قال الامام الحافظ المحدث دارقطني ٥٣٨٥ هـ (وقال صحيح)

(زهر الربي ص ٣)

(١١). قال الامام الحافظ المحدث ابن مندة ٥٣٩٥ هـ (وقال صحيح)

(زهر الربي ص ٣)

(١٢). وقال الامام الحافظ المحدث ابو عبد الله الحاكم ٥٣٠٥ هـ هذا الحديث

صحيح على شرط الشيخين (المستدرک للحاكم ج ١ ص ٣١٣ ص ٥٩١

ص ٥٢٦)

(١٣). وقال الامام الحافظ المحدث عبد الغني بن سعيد ٥٣٠٩ هـ (وقال

صحيح) (زهر الربي ص ٣)

(١٤). وقال الامام الحافظ المحدث ابو علي الحنبلي ٥٣٣٦ هـ (وقال صحيح)

(زهر الربي ص ٣)

(١٥). وقال الامام الحافظ المحدث ابوبكر البيهقي ٥٣٥٨ هـ (وقال صحيح)

(زہر الربی ص ۳)

(۱۶). وقال الامام الحافظ المحدث ابو بکر البیهقی ۵۳۵۸ (هذا حديث

صحيح) (دلائل النبوة للبيهقي.. بحواله الجاح الحاجة ص ۹۸)

(۱۷). وقال الامام الحافظ المحدث ابو طاهر احمد بن محمد السلفی ۵۵۷۲

والحديث صحيح (الترغيب والترهيب للمنذرى ج ۱ ص ۵۳۲)

(۱۸). وقال الامام الحافظ المحدث نور الدين علي ابن احمد السهودي

۵۹۱۱ بسند صحيح (وفاء الوفاء المسمووديج ۲ ص ۴۲۰)

(۱۹). وقال الامام الحافظ المحدث ابن تيمية ۵۷۷۸ وصحة الترمذی

(فتاوى لابن تيميه ج ۳ ص ۳۷۱)

(۲۰). وقال الامام الحافظ المحدث ابو عبد الله الذهبي ۵۷۳۸ على شرطهما

وصحيح على شرط البخارى (تلخيص المستدرک للذهبي ج ۱ ص ۳۵۸ ص

۷۰۰ ص ۷۰۷)

(۲۱). وقال الامام الحافظ المحدث احمد بن محمد الخفاجی الحنفی

۵۱۰۶۹ هذا الحديث مسند صحيح (نسيم الرياض ج ۳ ص ۱۰۶ طبع مصر)

(۲۲). وقال العلامة الدكتور محمد مصطفى الاعظمی غير مقلد استاد

صحيح (تعلق على صحيح ابن خزيمة ج ۲ ص ۲۲۵)

(۲۳). وقال الامام الحافظ المحدث ابو الزاهد محمد سرفراز صفدر هو امام

اهل السنة في زمانه هذا حديث صحيح بالتحقيق جدا (تسکین الصدور لامام

اهل السنة ص ۳۳۱)

فائدہ: مذکورہ ائمہ محدثین کی تصریحات سے حدیث عثمان بن عفیف بالیقین صحیح وثابت اور

محبت ہے۔ فالحمد للہ!

ایک شبہ: جناب سید محمد حسین نیلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے اس کی سند

میں ابو جعفر راوی کو غیر الخطمی قرار دیا ہے۔ اگر یہ خطمی نہیں تو پھر یہ ابو جعفر الرازی یا ابو جعفر المدائنی ہوگا اور وہ مجروح ہیں۔ (ندائے حق للیلوی ص ۱۹۷ الخ ص ۲۰۲ و جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۹۸ و تسکین القلوب للقاضی ص ۴۲ ص ۴۳)

جواب اول: اس حدیث کی سند میں ابو جعفر الخطمی المدائنی ہی ہے۔ اس کا نام عمیر بن یزید الانصاری ابو جعفر الخطمی المدائنی ہے۔ (تنبیہ) المدائنی یا المدائنی نسبت میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ آئمہ کی تصریح ملاحظہ ہو۔ مثلاً

(۱). عن روح بن القاسم ۵۱۴۱ عن ابی جعفر الخطمی المدائنی الحدیث (معجم الصغير لطبرانی ج ۱ ص ۸۳ و معجم الكبير لكبرانی ج ۹ ص ۳۰ ص ۳۱ رقم الحديث ۸۳۱۱ وعمل اليوم واليله لابن السني ص ۲۰۹ والمستدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰۷ ص ۷۰۸ رقم ۱۹۲۹، ۱۹۳۰ وعمل اليوم واليله للنسائی مترجم ص ۴۰۲ والسنن الكبرى للنسائی ج ۶ ص ۱۶۹ وغیرها)

(۲). حدثنا معاذ بن هشام قال حدثني ابی ۵۱۵۴ عن ابی جعفر عمیر بن یزید الحدیث (السنن الكبرى للنسائی ج ۶ ص ۱۶۹ رقم الحديث ۱۰۴۹۶ وعمل اليوم واليله للنسائی مترجم ص ۴۰۲ رقم الحديث ۶۶۰ وغیرهما)

(۳). حدثنا حماد یعنی ابن سلمة ۱۶۷ قال حدثنا ابو جعفر الخطمی الحدیث (مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۷۱) رقم الحديث ۷۲۳۷ والسنن الكبرى للنسائی ج ۶ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ رقم الحديث ۱۰۴۹۴ وغیرها)

(۴). امام احمد بن حنبل ۵۲۴۱ من طریق شعبه وحماد عن ابی جعفر المدائنی. وحدثنا ابو جعفر الخطمی الحدیث (مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۰، ۱۷۱ رقم الحديث ۷۲۳۶، ۷۲۳۷ والمستدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰۰ رقم

(الحديث ١٩٠٩)

(٥). امام عبد بن حميد ٥٢٢٩ من طريق شعبه (المنتخب عبد بن حميد.
(٦). امام نسائي ٣٠٣ من طريق هشام وروح بن القاسم عن ابي جعفر عمير
بن يزيد الحديث السنن الكبرى للنسائي ج ٦ ص ١٦٩ وعمل اليوم اليه
للسائي مترجم ص ٢٠٢ وغيرهما)

(٤). امام ابو القاسم الطبراني ٥٣٦٠ من طريق شعبة وروح بن القاسم عن ابي
جعفر الخطمي المدني واسمه عمير بن يزيد وهو ثقة الحديث (معجم الصغير
للطبراني ج ١ ص ١٨٣ و ١٨٢ ومعجم الكبير للطبراني ج ٩ ص ٣٠، ٣١، ٣٢)
(٨). امام ابوبكر ابن السني ٥٣٦٣ من طريق روح بن القاسم عن ابي جعفر
المدني هو الخطمي الحديث (عمل اليوم واليه لابن السني ص ٢٠٩ رقم
الحديث ٦٣٣)

(٩). امام ابوبكر بن خزيمة ٥٣١١ من طريق شعبة عن ابي جعفر المدني
الحديث (صحيح ابن خزيمة ج ٢ ص ٢٢٥ رقم ١٢١٩)

(١٠). امام ابو عبد الله الحاكم ٤٠٥ من طريق شعبة وروح بن القاسم عن ابي
جعفر المدني. عن ابي جعفر المدني وعن ابي جعفر الخطمي. وعن ابي جعفر
المدني وهو الخطمي الحديث (المستدرک للحاكم ج ١ ص ٤٠٠، ٤٠٨)
(١١). امام ابوبكر البيهقي ٥٣٥٨

(١٢). امام ابو عبد الله الذهبي ٤٣٨ من طريق شعبة وروح بن القاسم عن ابي
جعفر المدني والمدني وهو الخطمي الحديث وقال علي شرطهما. وقال

صحیح وقال علی شرط البخاری (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۲۵۸ ص ۷۰۰ ص ۷۰۸)

(۱۳). امام ابن تیمیہ ۷۲۸ھ قال وسائر العلماء قالوا هو ابو جعفر الخطمی
هو الصواب (قاعده جلیله لابن تیمیہ ص ۸۸ ندائے حق للنیلوی ص ۱۹۹)

(۱۴). امام اہل السنۃ ابو زائد محمد سر فراز صفیر مدظلہ نے بھی بالتحقیق ابو جعفر
المدنی الخطمی ہی قرار دیا ہے۔ (تسکین الصدور لامام اہل السنۃ ص ۳۳۱ ۳۳۲)

فائدہ: مذکورہ ائمہ محدثین کی تصریحات سے بالتحقیق والیقین غلام اللہ خان دنیلوی کی تردید ہوتی ہے ابو جعفر
المدنی کو غیر الخطمی قرار دینا مردود و باطل ہے اور یہ راوی یقیناً ابو جعفر المدنی الخطمی ہی ہے۔ فالحمد للہ

جواب ثانی: امام اہل السنۃ ابو زائد محمد سر فراز مدظلہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جامع الترمذی ج ۲ ص ۷۷ طبع
مصر میں ہوا الخطمی کے الفاظ موجود ہیں اس بات سے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ اختلاف نسخہ یعنی ایک نسخہ میں غیر الخطمی
کے لفظ ہیں اور دوسرے نسخہ میں ہوا الخطمی کے الفاظ ہیں اور ہوا الخطمی والا نسخہ صحیح و صواب ہے۔ کیونکہ آئمہ محدثین
کی تصریحات سے یہی درست ہے اس لئے تو امام ابن تیمیہ نے یہی فیصلہ فرمایا ہے مثلاً قال ابن تیمیہ

سائر العلماء قالوا هو ابو جعفر الخطمی هو الصواب (فائدہ جلیله ص ۸۸ ندائے حق ص ۱۹۹
و تسکین الصدور ص ۳۳۲) اور ابو جعفر الخطمی المدنی ثقہ بالا جماع ہے کما مر اور یہ تحقیقی بات ہے کہ امام ترمذی کے
نزدیک بھی ابو جعفر الخطمی المدنی ہے کیونکہ ان کی مروی حدیث کو ہذا حدیث حسن صحیح غریب قرار دیا
ہے (جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۹۸) اگر اس میں ابو جعفر الرازی ہوتا جو کہ مختلف فیہ راوی ہے آئمہ نے انکو

بخطی و یغلط و فیہ ضعف منی الحفظ اور لیس بالقوی قرار دیا ہے (تہذیب العہد ص ۱۰۱ ابن حجر
ص ۳۲۳ ص ۳۲۵ رقم الترجمہ ۹۳۵۹) اور یا ابو جعفر المدائنی ہوتا تو وہ سخت مجروح ہے۔ آئمہ نے ان کو لیس
بشفۃ احادیثہ موضوعۃ و وضع احادیث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و متروک

الحديث قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۵۰۴ ص ۵۰۵ رقم الترجمة ۳۶۰۸) اگر یہ دونوں راوی ہوتے تو امام ترمذی ان کی مروی حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دیتے۔ آخر امام ترمذی نے حذا حدیث حسن صحیح غریب کی تصریح کیوں فرمائی۔ فلینا مل (تعبیہ) غرابت وجہ ضعف نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بہت سی حدیثیں غریب ہیں بلکہ صحیح بخاری کی پہلی و آخری حدیث بھی غریب ہے فانظر (معرفت علوم الحدیث للحاکم ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ و تذریب الراوی للسیوطی ج ۲ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵) قلہذا اختلاف نسخہ کا سہارا لے کر صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینا جہالت و عدم تحقیق پر مبنی اندمى تقلید ہے جو تحقیق و تحقیق لحاظ سے باطل و مردود ہے پس حدیث عثمان بن حنیف بالیقین صحیح و حجت ہے۔ فالحمد للہ

دلیل نمبر 6: وروی الامام الحافظ المحدث ابو القاسم الطبرانی ۳۶۰ ہ قال

حدثنا طاهر بن عيسى بن تيرس المقرئ المصري التميمي حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا عبد الله بن وهب عن شبيب بن سعيد المكي عن روح بن القاسم عن ابي جعفر الخطمي المدني عن ابي امامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضي الله عنه في حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر في حاجة فلقي عثمان حنيف فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف انت الميضاه فتوضا ثم انت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم اني اسالك اتوجه اليك نبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربك وربى عز وجل فيقضى لى حاجتى وتذكر حاجتك وروح الى حتى اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال له عثمان ثم اتى باب عثمان فجاء البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان ابن عفان فاجلسه معه على الطنفسة وقال حاجتك فذكر حاجته فقضاها له ثم قال له ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة وقال ما كانت لك من حاجة فاتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف

فقال له جزاك الله خيراً ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الى حتى كلمته
 فی الحديث (قال الطبرانی) لم يرو عن روح بن القاسم الاشيب بن سعيد ابو
 سعيد المكي وهو ثقة وهو الذي يحدث عنه احمد بن احمد بن شبيب عن ابيه
 عن يونس بن يزيد الايلي وقد روى هذا الحديث شعبة عن ابي جعفر الخطمي
 واسمه عمير بن يزيد وهو ثقة تفرد به عثمان بن عمر بن فارس عن شعبة
 والحديث صحيح ۱ (المعجم الصغير للطبرانی ج ۱ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴)
 ومعجم الكبير للطبرانی ج ۹ ص ۳۰ ص ۳۱ رقم الحديث ۸۳۱۱ وهكذا
 فی الترغيب والترهيب للمندري ج ۱ ص ۲۲۲ ورواه البيهقي وهكذا فی شفاء
 السقام لسبكي ص ۱۲۵ ووفاء الوفاء السهودي ج ۲ ص ۴۲۰ والنجاح
 الحاجة للشيخ عبدالغني ص ۹۸ ص ۹۹ ونشر الطيب للتهانوي ص
 ۲۲۱ وتسکين الصدور للامام اهل السنة ص ۴۳۵. قال ابو شعيب اسناده
 صحيح وهو حديث صحيح فالحمد لله.

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس ایک
 ضرورت کے سلسلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمانؓ (غالباً بوجہ معروفیت) نہ تو اس کی طرف توجہ
 فرماتے اور نہ اس کی حاجت براری کرتے وہ شخص حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس کی
 شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر کے پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ۔
 پھر کہ اللهم انی اسالک واتوجه الیک نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ونبی
 الرحمة الی آخرہ۔ خلاصہ یہ کہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس کی دعا کی برکت سے حضرت
 عثمان بن عفانؓ نے ان کی تعظیم و تکریم کی اور کام بھی پورا کر دیا۔ امام طبرانیؒ اور امام منذریؒ نے
 اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ فالحمد لله

فائدہ: اس کے بعد امام یحییٰ اور امام سمودنی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل درست ہے (شفاء السقام ص ۱۲۴ ووفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۳۰) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ف اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالراویۃ کے درایۃ بھی ثابت ہے۔ کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے۔ وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ (نثر الطیب ص ۲۵۳ و فی نسخہ ص ۲۴۱) اور امام اہل السنۃ ابو زہرہ محمد سرفراز صغیر مدظلہ فرماتے ہیں الغرض جمہور جس توسل کے قائل ہیں وہ دلائل کی رو سے بزرگوں کی زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی جائز اور صحیح ہے لاشک فیہ۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل درست ہے اسی طرح صالحین کا توسل بھی درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تسکین الصدور لامام اہل السنۃ ابی الزہرہ ص ۴۳۵ ص ۴۳۶)

سند کی تحقیق:

(۱)۔ امام ابوالقاسم الطبرانیؒ: ۳۶۰ھ مشہور امام ہیں۔ آئمہ محدثین نے ان کو ان الحافظ الامام العلامة الحجة بقية الحفاظ مسند الدنيا واحد الحفاظ المذکورین والحافظ العلم مسند العصر واسع الحفاظ بصیر بالعلل والرجال والا بواب کثیر التصانیف وکان ثقة صدوقا ومع الصدق والامانة قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۸۵ الی ۱۸۷ العصر للذہبی ج ۱ ص ۲۵۵)

(۲)۔ امام طاہر بن عیسیٰ المصریؒ: ۲۹۲ھ امام طبرانی کے استاذ حدیث ہیں اور اصح بن الفرغ جیسے محدث کے تلمیذ ہیں۔ قال الذہبی۔ طاہر بن عیسیٰ بن قیرۃ (قرۃ) ابو الحسن المودب عن سعید بن ابی مریم و یحییٰ بن کثیر و اصح بن الفرغ و عن الطبرانی توفی سنہ ۲۹۲ھ (تاریخ

الاسلام للذمعی ج ۲۲ ص ۱۶۹ حرف الطاء) وقال الامام الحافظ المحمّد بن الزیلعی۔ فی تصحیح الترمذی ایاه توئیقہا وتوئیق سعد بن اسحاق ولا یضر الثقة ان لا یرون عنه الا واحد (نصب الرایہ للزیلعی ج ۳ ص ۲۶۴) اس اصول وضابطہ کے لحاظ سے امام طبرانی و امام بیہقی امام منذری و امام سمودی و امام سبکی و امام ابن حجر مکی و شیخ عابد سندھی و امام عبد الغنی دہلوی وغیرہم کے نزدیک امام طاہر ثقہ صدوق ہے۔ فالحمد للہ

(۳)۔ امام اصبح بن الفرع المصری: ۲۲۵ھ یہ صحیح بخاری و ابوداؤد و نسائی و ترمذی کے راوی ہیں ائمہ نے ان کو کان اجل اصحاب ابن وہب و کان ثقة صاحب سنۃ و کان ثقة اور صدوق لا باس قرار دیا ہے۔ ثقہ بالا جماع ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۹)

(۴)۔ امام عبد اللہ بن وہب المصری: ۱۹۷ھ یہ صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو صحیح الحدیث صالح الحدیث و کان ثقة صدوق صاحب سنۃ و کان رجل صالح صاحب آثار و ثقة متفق علیہ قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالا جماع ہیں (تہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۹۵ الی ص ۲۹۷)

(۵)۔ امام شیبہ بن سعید المکی ثم البصری: ۱۸۶ھ یہ صحیح بخاری و صحیح نسائی کے راوی ہیں آئمہ نے ان کو ثقہ و لا باس و هو صالح الحدیث و کان عنده کتب یونس بن یزید و کتابہ کتاب صحیح قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالا جماع ہیں (تہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۴۷۸) فانظر صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹ ص ۱۷۷ ص ۱۸۸ ص ۳۲۱ وغیرہ

(۶)۔ امام روح بن القاسم: ۱۴۱ھ یہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہما کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو البصری ثقة حافظ و کان حافظا متقنا لیس بہ باس قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ

بالاجماع ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۷۶ و تقریب لابن حجر ج ۱ ص ۱۷۷)

(۷)۔ امام ابو جعفر الخطمی المدنی: یہ صحیح نسائی و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و غیرہا کے راوی ہیں۔ آئمہ نے ان کو ثقہ و صدوق کہا ہے بلکہ وثقہ ابن معین و ابن نمیر و ابن مہدی و العجلی و النسائی و ابن حبان و الطبرانی و ابن خلفون و غیرہم (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۱۲ و ۴۱۳ و تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۵۳)

(۸)۔ حضرت ابو امامہؓ: مشہور صحابی ہیں۔ مثلاً قال ابن حجر، اسعد ابو امامہ بن سہل بن حنیف معروف بکنیۃ معدود فی الصحابہ لورثوۃ. و سماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسعداً اور صحابی قرار دیا ہے۔ (تقریب لابن حجر ج ۱ ص ۷۷ و تاریخ الثقات لابن حبان ج ۳ ص ۲۰ و تہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۶۹ و الاصابۃ لابن حجر ج ۱ ص ۸۲ و غیرہا)

فائدہ: بالتحقیق والیقین حدیث عثمان بن حنیف ثقہ عن عادل عن عادل کے طریق سے مروی ہے جو بصری و شرائط آئمہ فقہاء و محدثین صحیح و ثابت ہے اور منکرین پر حجت ہے۔ فالحمد للہ حدیث عثمان بن حنیف من طریق اخری عند المحدثین صحیح ہے

(۱)۔ امام ابوالقاسم الطبرانیؒ ۳۶۰ھ و الحدیث صحیح۔ (معجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۸۲)
(۲)۔ امام ابوبکر البیہقیؒ ۴۵۸ھ (حدیث صحیح) (حاشیہ علی الايضاح لللووی لابن حجر المکی ص ۵۰۰ و انباج الحاجہ ص ۹۸)

(۳)۔ امام ابو محمد المنذریؒ ۶۵۶ھ و الحدیث صحیح (الترغیب والترہیب للمنذری ج ۱ ص ۲۴۲)

(۴)۔ امام نور الدین علی ابن احمد السہودیؒ ۹۱۱ھ صحیح البیہقی۔ والا حجاج من ہذا (وفاء

الوفاء للسمودی ج ۲ ص ۲۲۰ ص ۳۲۱

- (۵)۔ امام تقی الدین السبکیؒ ۷۵۲ھ (وقال صحیح) (شفاء القام للسبکی ص ۱۲۵)
- (۶)۔ امام ابن حجر المکیؒ ۷۵۶ھ (صحیح البیہقی) حاشیہ ابن حجر علی الايضاح فی مناسک الحج
لنووی ص ۵۰۰
- (۷)۔ امام شیخ محمد عابد السندیؒ ۱۲۵۷ھ رجالہ رجال الصحیح (انجام الحاجۃ علی
ابن ماجہ ص ۹۹)
- (۸)۔ امام عبد الغنی الدہلویؒ ۱۳۹۵ھ حسن صحیح و صحیح البیہقی (انجام الحاجۃ علی ابن ماجہ ص
۹۸)
- (۹)۔ امام اہل السنۃ ابو زہد محمد سرفراز صفدر مدظلہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے
تسکین الصدور لا امام اہل السنۃ ص ۳۳۵

فائدہ: اس صحیح حدیث سے تو صاف بعد الوفا ت بھی توسل ثابت ہے اور یہی ہم السنۃ
والجماعت المحفیہ المعروف دیوبند اور مالکیہ وغیرہم کا مذہب و مسلک ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین

یاد ہیں اور جو اصل کتابوں پر مطلع ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ شاید ان جیسے جھوٹے ماں نے آج تک نہیں جنے، کیونکہ راوی کوئی اور ہوتا ہے اور حالات کسی اور کے ان پر فٹ کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر رئیس المناظرین کا ایک واقعہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ جب میں بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھاتا تھا تو میں روڈ و سلطان جھنگ تقریر کے لئے آیا وہاں کیپٹن عثمانی کی جماعت کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے درس دیا درس میں تو وہ خاموش بیٹھے رہے، بعد میں انہوں نے مجھے اتنا پوچھا کہ آپ بڑے عالم ہیں یا یہ جو علماء بیٹھے ہیں یہ بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا کہ عالم تو میں سب سے چھوٹا ہوں لیکن میں ایک بہت بڑے مدرسہ میں بیٹھا ہوں جہاں اصل کتابیں موجود ہیں، جن کے عثمانی حوالے دیتا ہے۔ چنانچہ میں اصل کتابوں سے چیک کر لیتا ہوں اور ان علماء کے پاس اصل کتابیں نہیں ہیں۔ ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جیسے میں جھوٹ نہیں بولتا وہ جب بھی نہیں بولتا ہوگا۔ تو اس لئے اس کی باتوں کو سچا سمجھ کر تاویل میں کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اس لئے عوام یہ سمجھتی ہے کہ ہمارا مسلک کمزور ہے۔ عثمانی کا مسلک مضبوط ہے۔ ہاں اگر آپ ان علماء کو اصل کتابیں خرید دیں پھر اگر یہ آپ کو نہ بتائیں تو پھر ان کو گناہ ہوگا۔

ایک اور اعتراض خان صاحب کرتے ہیں لکھتے ہیں اور طبرانی کی جس روایت سے عموم استغفار پر دلالت کرتے ہیں وہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی روح ہے جو ضعیف ہے۔ جواب..... جو اس سند میں روح بن القاسم ہے اس کے بارے میں تقریب میں ہے

ثقة حافظ من السادسة. (تقریب ص ۱۰۵) (ح ۵)

(ح ۵)۔ یہ روح ابن القاسم بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کا راوی ہے، نیز

شفاء القام ص ۱۶۸ میں اس کا متابع شعبہ موجود ہے جو ابو جعفر الخلیفی سے روایت کر رہا

پانچویں حدیث پر اعتراض

پانچویں حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اصابہم قطنی زمن عمر فناء رجل الى قبر النبي ﷺ فقال يا رسول الله استسق لامة فاتاه
رسول الله ﷺ فقال له ايت عمر فقل له ان الناس يسقون (بيهقي، ابن ابی شيبه)

اعتراض

اول تو یہ ہی معلوم نہیں کہ قبر پر جانے والا کون ہے؟ وہ مجہول الحال والا اسم ہے معلوم نہیں
ثقہ ہے، غیر ثقہ ہے۔ دوم اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا اور حضور ﷺ کی قبر مبارک پر اس طرح استشفاع جائز
ہوتا تو حضرت عمر حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ کو باہر لے جا کر بارش کے لئے
ان سے دعا نہ کراتے اور نہ یہ کہتے کہ اب حضور علیہ السلام ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم
آپ ﷺ کے چچا عباسؓ کی دعا سے توسل کرتے ہیں۔ سوم اس کی سند میں سیف بن عمر ضعیف ہے
جو باتفاق محدثین ضعیف اور متہم بالزندقة ہے وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں
هو كالفالدي امام ابوداؤد نے کہا یسب بشيء ابوحاتم رازی نے کہا متروک ابن حبان
اتهم بالزندقة ابن عدی عامة حديثه منكر امام ابن نمير كان سيف يضع الحديث و
قد اتهم بالزندقة

(جواہر القرآن ص ۶۳۶، ۶۳۷)

ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں روح بن قاسم کی احادیث کثرت سے لی ہیں۔ دیکھئے ص

۲۰۷، ۱۹۷، ۱۹۰، ۱۵۸، ۱۱۹، ۷۷، ۳۶، ۳۳، ۲۳، ۱۵، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۳۲، ۵۴، ۳۷

(۲ ج، ۳۵۱، ۳۲۹، ۲۲۳، ۲۱۲)

اعتراض کا جواب

مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں سرے سے یہ راوی موجود نہیں۔ (۶۲) میزان الاعتدال میں سیف بن عمر ضعی کے بارے میں لکھا ہے

سیف بن عمر الضبی (ت) مصنف الفتح والردة

وغير ذلك هو كالواقدي كان اخبارياً عارفاً

(میزان الاعتدال ص ۲۵۵ ج ۲)

خان صاحب نے سارا زور لگا دیا سیف بن عمر الضعی کو ضعیف ثابت کرنے پر۔

سیف بن عمر ضعی کی حالت

سیف بن عمر ضعی محدث نہیں، مؤرخ ہے اور محدثین عموماً مورخین کو کذاب کہتے رہتے ہیں۔ حالانکہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ ترمذی شریف کا راوی ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جاتا تو حدیث میں نہیں کیا جاتا، لیکن تاریخ کا تو وہ امام ہے۔ بسا اوقات انسان حدیث میں ضعیف ہوتا ہے لیکن تاریخ میں اس کا قول معتبر ہوتا ہے۔ جیسے واقدی حدیث میں حجت نہیں لیکن مغازی کا

(۶۲) بیہقی کی سند یہ ہے

حدثنا ابو نصر بن قتادة و ابو بكر الفارسي قالا حدثنا

ابو عمر بن مطر حدثنا ابراهيم بن علي الدهلي حدثنا يحيى بن

يحيى حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن ابي صالح (ذکوان) عن

مالک الدار .

(دلائل النبوة بیہقی ص ۲۸ ج ۷)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے حدثنا ابو معاوية عن

لاعمش عن ابي صالح عن مالک الدار

امام ہے۔ علامہ ابن حجر مکیؒ میں لکھتے ہیں **الہم اتفقوا ان قول الواقدی حجة فی السیر والمغازی**۔

مثال

(۱)..... قاری عاصمؒ قرأت کے مشہور امام ہیں، لاکھوں لوگ ان کی قرأت پر روزانہ تلاوت کرتے ہیں لیکن محدثین ان کو ضعیف لکھ رہے ہیں۔

(۲)..... محمد بن اسحاقؒ تاریخ کا امام ہے لیکن حدیث میں اسے ضعیف لکھا گیا ہے۔

(۳)..... واقفیؒ تاریخ کا امام ہے، لیکن دوسرے فن میں اس کو ضعیف لکھ دیا ہے۔

اب ان کے کسی دوسرے فن میں ضعیف ہونے سے تاریخ تو ضعیف نہیں ہوتی۔ اب یہی حال غیر مقلدین کا ہے کہ وہ فقہاء جو فقہ میں امام تھے، لیکن حدیث روایت نہیں کرتے تھے محدثین نے لکھ دیا کہ وہ ضعیف ہیں۔ ہم ان سے فقہی فتویٰ لیتے ہیں، نہ کہ حدیث۔ اگر ہم حدیث لیں پھر تو اعتراض ہو؟ لیکن ان سے فقہی مسئلہ لینے پر بھی غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں۔ اس لئے اگر ایک آدمی ایک فن میں امام ہو اور دوسرے میں ضعیف ہو تو جو فن ہم ان سے لیتے ہیں ہم تو اس فن کے اعتبار سے اس کو دیکھیں گے۔ اب اس فن میں تو وہ امام کے درجے میں ہے لہذا اس کی بات اس فن میں قبول کریں گے۔

خان صاحب آگے لکھتے ہیں،

اول تو یہ معلوم نہیں کہ قبر پر جانے والا کون ہے؟ وہ مجہول الحال والا اسم ہے معلوم نہیں ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے..... الخ۔

افسوس ہے کہ خان صاحب کو اتنا بھی پتا نہیں کہ قبر پر حاضر ہونے والا کون ہے؟ قبر پر حاضر ہونے والے مشہور صحابی رسول حضرت بلال بن الحارث المزنیؓ ہیں۔ خان صاحب اتنے

مشہور صحابی کو اپنے غلط عقیدے کی بنیاد استوار کرنے کے لئے مجہول الحال والاسم بنا رہے ہیں۔
(۷ج)

سیف بن عمر ضعی کہاں سے لیا

طبری میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں سیف بن عمر ضعی ہے، لیکن خان صاحب نے دھوکہ
یہ دیا کہ اسے نبھتی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں داخل کر دیا۔ حالانکہ ان سندوں میں یہ راوی نہیں
ہے۔

واقعہ

رئیس المناظرین حضرت اوکاڑویؒ نے بتایا کہ جب میں بخاری میں پڑھتا تھا وہاں
ایک دوماقی استاد بھی تھے ان میں مولوی انور بدخشیؒ زیادہ تشدد اور متعصب تھا، وہ میرے خلاف
پروپیگنڈہ کرتا رہتا۔ ایک لڑکا قدرت اللہ افغانی بھی میرے پاس پڑھتا تھا۔ اب انور بدخشیؒ اس

(۷ج)۔ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں

ان السدی رأی المنام المذکور هو بلال بن الحارث المزنی احد
الصحابۃ

جس نے یہ خواب دیکھا وہ بلال بن حارث المزنیؓ ہیں جو صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کی تصحیح میں فرماتے ہیں

روی ابن ابی شیبہ باسناد صحیح

ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ هذا سند صحیح. (البدایہ والنہایہ ص ۹۲ ج ۷)

(ہدایہ الحبر ان ص ۴۲۰ بحوالہ وفاء الوفاء ص ۳۷۴)

کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا کہ تو فارغ التحصیل عالم ہو کر ایک ان پڑھ کے پاس پڑھتا ہے وہ آ کر مجھے بتا دیتا کہ انور یہ کہتا ہے۔ انور بدخشانی کے ساتھ ایک اور بھی تھا غلام رسول بدخشانی جو بڑے میاں تو بڑے چھوٹے میاں سبحان اللہ کا مصداق تھا۔ ایک دن میں نے قدرت اللہ کو جواہر القرآن کا یہ صفحہ فوٹوٹھٹ کر وادیا اور مصنف ابن ابی شیبہ کا صفحہ بھی فوٹوٹھٹ کر وادیا اور کہا کہ ان سے پوچھو کہ سیف بن عمر رضی اس سند میں کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت عثمان بن حنیف والی روایت مسند احمد اور مستدرک حاکم سے فوٹوٹھٹ کر وادی اور جواہر القرآن سے بھی۔ اور کہا ان سے جا کر کہو کہ یہ دکھاؤ کہ ابو جعفر سے مراد عبد اللہ بن مسور ہے۔ اب وہ لے کر چلا گیا۔ اس نے جا کر انور بدخشانی کو کہا کہ آپ ثالث بنیں اور بات میں نے غلام رسول سے کرنی ہے۔ جو زیادہ شور کرتا ہے، چنانچہ قدرت اللہ نے بات شروع کی کہ خان صاحب جواہر القرآن میں سیف بن عمر رضی پر اتنا لکھ گئے ہیں۔ یہ ہے مصنف ابن ابی شیبہ کا فوٹوٹھٹ اور یہ بیہتی کا آپ ان کی سندوں میں سے یہ راوی دکھادیں، کیونکہ ان سندوں میں اس راوی کا نام و نشان تک نہیں۔ اب وہ لگے شور مچانے کہ دیکھو جواہر القرآن پر اعتراض ہو رہا ہے چنانچہ انور بدخشانی جو انہی کا آدمی تھا اس نے کہا کہ اعتراض تو بہت زبردست ہے، جب سند چیک کی تو یہ راوی نہ ملے۔ اب تو وہ ایسے مبہوت ہوئے جیسے آیت فبہت الذی کفر کا سب سے بڑا مصداق بنی ہوں۔ اب قدرت اللہ افغانی بولا آپ کو ان باتوں کا علم نہیں جو اپنے آپ کو پڑھے لکھے ہم چوں ما دیگرے نیست سمجھتے ہیں اور جن کو ہر روز تم ان پڑھ کہتے ہو اسے ان باتوں کا علم ہے۔ چنانچہ آج تک یہ لوگ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہتی کی سندوں میں سیف بن عمر رضی ثابت کر کے خان صاحب کو خائن ہونے سے نہ بچا سکے۔

ناکامی ہی ناکامی

خان صاحب نے ہمارے مسلک کو کمزور کرنے اور اپنے من گھڑت عقیدے کی بنیاد استوار کرنے کے لئے تفسیر کے نام پر دھوکہ دیا حدیث پاک لا دیں لمن لا امانة له کا مصداق

بنے، لیکن کیا خان صاحب اس میں کامیاب رہے یا نہیں؟ تو حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب اس میں سو فیصد ناکام رہے۔ طبری کی سند میں سیف بن عمر ضی کا ہونا ہمیں کوئی نقصان نہیں دیتا۔ اس کو مثال سے سمجھیں۔

مثال

ایک مسلمان رمضان کا چاند دیکھنے کی گواہی دیتا ہے۔ قاضی نے اس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا کہ چاند ثابت ہے۔ بعد میں کوئی عیسائی کہنے لگا میں نے بھی چاند دیکھا ہے، اب وہ عیسائی چاہے سو بار کہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اس سے ہمارے روزے پر اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ ہم نے جو روزہ رکھا ہے وہ مسلمان کی شہادت پر رکھا ہے نہ کہ عیسائی کی شہادت پر۔ اسی طرح اگر طبری کی سند میں کذاب راوی اگر آ بھی جائے بالفرض ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ ہمارا مدارج صحیح سند ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی ہے۔ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہوا، لیکن خان صاحب کا ہو گیا کہ تفسیر قرآن کے نام پر دھوکہ دے کر حدیث لا دین لمن لا امانة له کا مصداق بن گئے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اعتراض

نیز لکھتے ہیں اگر حضور اکرم ﷺ کی قبر پر جا کر استشفاع جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عباس کو باہر لے جا کر ان سے دعا نہ کرواتے۔ اور نہ یہ کہتے کہ حضور ﷺ اب ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم آپ ﷺ کے چچا عباس کی دعا سے توسل کرتے ہیں۔

جواب

یہ واقعہ ایک ہی ہے کہ حضرت بلال بن حارث المزنی نے آنحضرت ﷺ کی قبر پر جا کر

عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ استسق اللہ تعالیٰ لامتک فانہم

قد ہلکوا

ترجمہ..... کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں
کیونکہ وہ ہلاک ہو چکے ہیں۔

چنانچہ حضرت پاک ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا عمر کو کہو دانائی پر قائم رہے۔ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے تاریخ میں جس کو عام الرماد (راکھ کا سال) کہا جاتا ہے۔ خواب دیکھنے کے بعد حضرت بلال بن حارث المزنی حضرت عمرؓ کے دروازہ پر حاضر ہوئے اور اونچی آواز سے کہا یا عمر! جب رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کو کھانا کھا رہے تھے لقمہ وہیں رکھ دیا اور بھاگتے ہوئے روتے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرما رہے تھے ابن رسول اللہ ابن رسول اللہ پھر پوچھا تجھے کس نے ایسی بات کہنے کا حکم دیا ہے؟ یہ تو جب حضرت ﷺ مجھے بلاتے اس وقت آدمی کہتا تھا اس پر حضرت بلال بن حارث مزنیؓ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز استسقاء ادا کرو (یعنی دانائی پر قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ سنت کو لازم پکڑو اور وہ ہے نماز استسقاء ادا کرنا) اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے جمع فرمایا اور حضرت بلال بن حارث المزنیؓ کا خواب لوگوں کو سنایا کہ یہ روضہ پاک پر گئے اور وہاں جا کر انہوں نے وسیلہ سے دعا مانگی اور رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا ہے کہ عمرؓ کو کہو کہ نماز استسقاء ادا کرے۔

تو اس سال پہلے قبر سے وسیلہ ہوا پھر حضرت عباسؓ کی دعا کا۔ اور چونکہ قبر سے دور نبی کریم ﷺ سے دعا کروائی نہیں جاسکتی اس لئے آپ ﷺ کے چچا سے دعا کروائی گئی۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ خواب لوگوں کو سنایا تو کسی نے حضرت بلال بن حارث مزنیؓ پر اعتراض نہیں کیا کہ وہاں تو کچھ نہیں ہے یہ تو نے کیا شرک کا کام شروع کیا؟ نہ کسی نے آیت ھانک لا تسمع

الموتیٰ پڑھ کر سنائی۔ اب خود ہی انصاف کریں کہ صحابہ کرام کو قرآن زیادہ آتا تھا یا آج کے منکرین حیات اور منکرین توسل کو زیادہ آتا ہے؟ چنانچہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے دعا مانگتے ہوئے عرض کیا

اللهم لم ينزل بلاء الا بدنب ولم يكشف الا بتوبة و
قد توجه بي القوم اليك لمكان من نبيك و هذه ايدينا
اليك بالذنوب و نواصينا بالتوبة فاسقنا الغيث.

ترجمہ..... اے اللہ نہیں اترتی کوئی مصیبت مگر گناہوں کی وجہ سے اور نہیں ملتی وہ مگر توبہ کے ساتھ اور تحقیق متوجہ ہوئی یہ قوم میرے وسیلہ سے آپ کی طرف بوجہ میرے مرتبے کے آپ کے نبی ﷺ کے ہاں۔ یہ ہمارے گناہگار ہاتھ آپ کے آگے ہیں، ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ حاضر ہیں پس ہمیں بارش عطا فرمادے۔
وفاء الوفاء میں علامہ سہمودیؒ نے بھی اس حدیث کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے،

چنانچہ ملاحظہ ہو

وقد يكون التوسل به ﷺ بعد الوفاة بمعنى طلب
ان يدعوا كما قال في حياته و ذلك فيما رواه البيهقي من
طريق الاعمش عن ابي صالح عن مالك الدار و رواه ابن
ابي شيبة بسند صحيح عن مالك الدار قال اصاب الناس
قحط في زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الى قبر
النبي ﷺ فقال يا رسول الله ﷺ استسق الله لامتك
فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله ﷺ في المنام فقال انت
عمر فافقره السلام و اخبره انهم مسقون. الخ.

(ہدایۃ الخیر ان ص ۴۲۰ و انجاء الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۰۰)

ترجمہ..... کبھی حضور ﷺ سے اس معنی کے اعتبار سے توسل وفات کے بعد بھی ہوتا ہے کہ آپ سے دعا کی طلب کی جائے، جیسا کہ آپ ﷺ کی حیات میں ہوتا تھا اس روایت کو بیہقی نے اعمش کے طریق سے انہوں نے ابوصالح سے روایت کیا ہے اور انہوں نے مالک دار سے نیز ابن ابی شیبہ نے مالک دار سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں قحط ہوا تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کیجئے۔ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اس کے بعد اس شخص کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ کے پاس جا کر اس کو سلام پہنچاؤ اور یہ خبر دو کہ بارش ہوگی۔ اس واقعہ سے توسل سے بڑھ کر وفات کے بعد آپ ﷺ سے دعا کروانا بھی ثابت ہے جو آپ کی حیات فی القبر اور سماع فی القبر کی بھی دلیل ہے۔

حضرت علی خواصؒ مرشد شیخ عبدالوہاب شرعائی

قد سمعت سیدی علیاً الخواص رحمہ اللہ یقول اذا
سألتم اللہ حاجۃ فاسئلوه بمحمد ﷺ وقولوا اللہم انا
نسئلك بحق محمد ﷺ ان تفعل لنا کذا فان اللہ ملکاً
یبلغ ذلک لرسول اللہ ﷺ ویقول له ان فلاناً سأل اللہ
تعالیٰ بحقوق فی حاجۃ کذا و کذا فیسئل النبی ﷺ ربہ
فی قضا تلک الحاجۃ فیجابوا لان دعاه ﷺ لا یرد قال و
کذلک القول فی سوالکم اللہ تعالیٰ باولیائہ فان الملک

یبلغهم فیشفعون فی قضا تلك الحاجة والله علیم حکیم.

(مشارق الانوار القدسیہ ص ۸۱ قلمی نسخہ قاسمیہ لاہوری کنڈیار و سندھ)

ترجمہ..... میں نے سنا اپنے سردار حضرت علی خواصؑ سے وہ فرماتے تھے جب تم اللہ تعالیٰ سے حاجات کو طلب کرو تو محمد ﷺ کے وسیلہ سے طلب کرو اور کہو اے اللہ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں محمد ﷺ کے وسیلہ سے کہ آپ ہمارا کام ایسے کر دیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو نبی اقدس ﷺ کو یہ پہنچا دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں نے آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے ان ان حاجات کے بارے میں پس نبی اقدس ﷺ ان حاجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، پس آپ ﷺ کی دعا قبول ہوتی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کی دعا رد نہیں کی جاتی اور فرمایا اسی طرح معاملہ ہے تمہارا اللہ تعالیٰ سے اولیاء کے واسطہ سے سوال کرنے کے بارے میں اس لئے کہ فرشتے اولیاء کو یہ بات پہنچا دیتے ہیں اور وہ اولیاء اللہ سے دعا کرتے ہیں، اور اللہ علیم اور حکمت والا ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ کا توسل

علی بن احمد البہوریؒ لکھتے ہیں

”انما سمي هذا الامام شافعيًا لكونه خرج من بطن

امه بشفاعه ابي حنيفة حين دعت امه بعد ما رأت جنازته

لاجل مكثه في بطنها ثمانى عشر شهراً فقالت يا امامنا

الكامل والمجتهد العامل اشفع لي كي اخلص هذا الحمل

فاستجاب الله تعالى دعائها لشفاعة امامنا الى منزلها ولدت

شمس الهدى لهذا المعنى قيل شافعي.

(کتاب نعم الالوان ص ۸۷ ج اقلی نسخہ قاسمیہ لاجپوری کنڈیارو سندھ)

ترجمہ..... اس امام کا نام امام شافعیؒ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی والدہ کے پیٹ سے ابوحنیفہؒ کی شفاعت کے سبب پیدا ہوئے۔ اس لئے کہ یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں اٹھارہ مہینے میں رہے جب ان کی والدہ نے امام صاحب کے جنازے کو دیکھا تو کہا ”اے ہمارے کامل اور مجتہد اور عامل امام میری شفاعت کیجئے تاکہ میں اس حل سے خلاصی حاصل کر لوں“۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو سنا امام صاحب کی شفاعت کی وجہ سے اس عورت کے لئے، پس شمس الہدیٰ کی ولادت ہوئی، اسی وجہ سے آپ کو شافعی کہا گیا۔

امام ابوالاخلاص حسن بن عماد المصریؒ الشرنبلالی سے توسل کا ثبوت

وہ اپنے رسالہ ثانیہ کے خطبہ میں لکھتے ہیں

”نسئلك اللهم بك متوسلين اليك بحبيبك“

(تحقیقات القدسیة ونفحات الرحمانية الحسنية)

فی مذهب السادات الحنفیة، الرسالة الثانية ص ۲)

ترجمہ..... اے اللہ ہم آپ سے دعا مانگتے ہیں، آپ کے حبیب ﷺ کا توسل پکڑتے ہوئے۔

حضرت تھانویؒ کا موقف

حضرت تھانویؒ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا۔

مسئلہ توسل کی توضیح

اس پر تو جملہ اکابر علماء محدثین و فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ دعاء میں توسل بالاعمال الصالحة

درست ہے، جس کے استدلال صحیحین کی وہ روایت شاہد ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو کسی پہاڑی غار کے اندر پھنس گئے تھے اور اعمال صالحہ کا توسل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اور اس مصیبت سے رہائی حاصل کی یہ تو متفق امر ہے، اب اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ توسل کسی کی ذات کے ساتھ کرنا درست ہے یا نہیں؟ جمہور علماء اور محدثین فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ کوئی شخص اگر اپنی دعا میں یوں کہے کہ الہی بحرمت فلاں یا بوسیلہ یا بطفیل یا بوجاہت یا بصدقہ یا ببرکت یا بجاہ فلاں میری اس حاجت کو پورا فرمادے تو اس طرح دعا کرنے میں کوئی خرابی نہیں یہ جائز اور مباح ہے اصل اصول تو دعا کی قبولیت کا یہ ہے کہ سب سے پہلے دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے جیسا کہ احادیث میں آنحضرت ﷺ سے صراحت کے ساتھ مروی ہے یہ درود شریف کا پڑھنا بھی ایک قسم کا توسل ہے اسی طرح گو دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا توسل کرتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے مناجاتی قصیدہ میں فرمایا ہے

بذات پاک خود کاں اصل ہستی ست

از و قائم بلند یہاں ہستی ست

یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء پاک کا واسطہ پیش کرے تو یہ بھی بلا شک و شبہ درست ہے، یہ سب رحم کے لئے ہوتا ہے اللھم انی اسئلك بذاکک و بصفاتک و باسمائک و بعظمتک و بجلالک و بوجھک الکریم و بعزتک العظیم یا جیسا کہ حضور ﷺ نے دعا میں یہ بات سکھائی اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم کہ اے خداوند کریم مجھ پر رحم فرما قرآن عظیم کی برکت سے۔

سعدی کا یہ شعر زبان زد خلاق ہے جو دعا میں ہمیشہ پڑھا جاتا ہے

الہی بحق بنی فاطمہؑ

کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

اے اللہ حضرت فاطمہؑ کی اولاد کے حق اور طفیل سے میرا خاتمہ ایمان پر ہو ایک اور شعر میں سعدیؒ فرماتے ہیں

مہکت کہ چشم نہ باطل بدوز
بہورت کہ فردا بنارم مسوز

اے خداوند کریم میں تجھ کو تیرے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری آنکھ کو باطل کی طرف سے بند کر دے اور میں تجھ سے تیرے نور کے واسطہ سے التجا کرتا ہوں کل قیامت کو مجھے آگ میں نہ جلاتا۔

اسی طرح ابن ماجہ شریف کی وہ روایت جس میں بحق ممشانی (کہ اے اللہ میرے اس چلنے کے حق اور وسیلہ سے میرے اس کام کو پورا کر دے) کا ذکر بھی ہے اس کے جواز میں تو کوئی کلام ہی نہیں اسی طرح بعض دعوات میں یہ آیا ہے

استنک بحق السائلین

فان للسائل علیک حقا

میں تجھ سے سائلین کے حق کے واسطہ سے دعا کرتا ہوں کیونکہ سائلین کا بھی تجھ پر حق ہے اس طرف اشارہ موجود ہے، اب ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند دلائل اس بارہ میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے ذکر کر دیں تاکہ مسئلہ کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

ثم لنجی رسولنا والذین آمنوا کذا لک حقا علینا

لنجی المؤمنین (سورۃ یونس) حقا او جبہ اللہ تعالیٰ علی

نفسہ الکریم۔

(ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۴)

ترجمہ..... پھر ہم بچاتے ہیں رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور

اسی طرح حق ہے ہم پر ایمان والوں کو بچانا، امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ ایسا حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریمہ یعنی ذات پر لازم کیا ہے۔ یعنی محض اپنے فضل و کرم سے (یہ ایسا حق نہیں جس طرح معتزلہ وجوب علی اللہ کے طریق پر کہتے ہیں)

(۲) وکان حقاً علینا نصر المؤمنین .

(الروم آیت ۴۷)

ترجمہ..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق ہے ہم پر ایمان والوں کی مدد و

نصرت کرنا۔

وفی تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۶ تحت قوله تعالیٰ

وکان حقاً علینا نصر المؤمنین روی بن ابی حاتم حدثنا ابن

نفیل حدثنا موسیٰ بن المعین عن لیث عن شہر بن حوشب

عن ام الدرداء عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ ﷺ

یقول ما من امرء مسلم یرد عن عرض اخیه الا کان حقاً

علی اللہ ان یرد عنه نار جہنم یوم القیامة ثم تلا هذه الآیة

وکان حقاً الآیة وفی المظہری جلد ص ۲۵۲ تحت هذه

الآیة بعد نقل الروایة اخرجہ الترمذی وحسنہ و اخرجہ

اسحاق بن راہویہ والطبرانی وغیرہما من حدیث اسماء

بنت یزید.

(۳) عن معاذ قال كنت ردفت النبي ﷺ على حمار

ليس بيني وبينه الا موخرة الرحل فقال يا معاذ هل تدري ما

حق الله على عباده وما حق العباد على الله قلت الله ورسوله

اعلم قال فان حق الله على العباد ان يعبدوه ولا يشركوا به
 شيئا وحق العباد على الله ان لا يعذب من لا يشرك به
 شيئا قلت يا رسول الله افلا ابشر به الناس قال لا تبشرهم
 فليتكلموا (متفق عليه ، مشکوٰۃ ص ۱۴)

ترجمہ..... امام ابن کثیر نے اس آیت کے تحت محدث ابن ابی حاتم کے حوالہ سے حضرت ابوالدرداء کی روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو مسلم اپنے مسلم بھائی کی عزت و ناموس کی طرف سے دفاع کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو ہٹا دے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور اس کی سند کی تحسین کی ہے نیز اس کو امام اسحاق بن راہویہؒ نے اور طبرانی اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی حضرت اسماء بنت یزید کی روایت سے بیان کیا ہے۔ حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا ردیف تھا ایک گدھے پر آپ کے درمیان اور میرے درمیان صرف پالان کے پچھلے حصہ کا فاصلہ تھا یعنی میں آپ ﷺ کے بالکل قریب تھا، آپ نے فرمایا معاذ جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے بندوں پر اور بندوں کا کیا حق ہے اللہ تعالیٰ پر؟ معاذ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا یہ حق ہے کہ جب وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں بخشدے، معاذ نے کہا کہ حضرت کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ سنادوں؟ آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو اس

کی بشارت سنادو گے تو وہ کام کرنے سے رک جائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے۔

(۴) عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ ما من عبد مسلم يقول اذا امسى واذا اصبغ ذللا رضيت بالله ربا وبالاسلام ديناً وبمحمد نبيا الا كان حقا على الله ان يرضيه يوم القيامة (رواه الترمذی ص ۲ ص ۲۸۸، مشکوٰۃ ص ۲۱۰)

ترجمہ..... حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان بندہ جو صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعاء مانگتا ہے کہ میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین اور نبی کریم محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو قیامت والے دن راضی کر دے۔

(۵) عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ قال من صام رمضان و صلى الصلوة و حج البيت لا ادرى اذكر الزكوة ام لا الا كان حقا على الله ان يغفر له ان هاجر في سبيل الله او مكث بارضه العى ولد بها..... الحديث

(ترمذی ج ۲ ص ۳۶۲)

ترجمہ..... حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا (معاذ فرماتے ہیں کہ) مجھے خیال نہیں کہ حضور ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا نہیں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس بندے کو بخش دے چاہے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی اسی سرزمین میں

ظہر ارہے جہاں پچھا ہوا ہے۔

(۶) الس بن مالک قال کان اخوان علی عہد رسول اللہ ﷺ فکان احدهما یاتنی النبی ﷺ والآخر یحترف فشکا المحترف اخاه الی النبی ﷺ فقال لعلک ترزق بہ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۳۳۹)

ترجمہ..... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں دو بھائی تھے ایک حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور دوسرا بھائی پیشہ کرتا تھا، چنانچہ اس پیشہ کرنے والے نے اپنے بھائی کی شکایت حضور ﷺ کے سامنے کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تجھے کیا خبر شاید تجھے اس کی برکت سے روزی ملتی ہو۔

(۷) عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ قال ابغولی

ضعفائکم فالما ترزقون او تنصرون بضعفائکم۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

ترجمہ..... حضرت ابو درداءؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے ضعیفوں اور کمزوروں میں تلاش کرو (یعنی اگر میری رضا مطلوب ہو تو کمزوروں کو راضی کرو میری رضا حاصل ہوگی) بے شک تمہیں روزی ملتی ہے یا تمہاری امداد کی جاتی ہے ضعیفوں کے طفیل۔

(۸) عن امیۃ ابن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن

النبی ﷺ انه کان یستفتح بصعالبک المهاجرین۔

(شرح السنۃ، مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

ترجمہ..... حضرت امیۃ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ فتح طلب کرتے تھے، غرباء مہاجرین کی برکت سے اور صاحب نہایت نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ حضور ﷺ ان کی برکت سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے جیسا کہ ان تستفتح کی آیت میں یہی مراد لیا گیا ہے محدث ابن ملکؒ فرماتے ہیں کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ اے اللہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ فرما اپنے بندے فقراء مہاجرین کے حق سے اور اس میں اشارہ ہے فقراء کی تعظیم کی طرف اور ان سے دعا کرانے کی طرف، رغبت ہے اور ان کی ذات سے تبرک حاصل کرنے کی طرف۔

جیسا کہ بلغۃ اخیر ان ص ۳۸۰ میں ہے کہ

”یعنی اے اہل کتاب پہلے تو تم کہتے تھے کہ رسول خاتم النبیین جو کہ آنے والے ہیں اس کے ہمراہ ہو کر جنگ کریں گے اس رسول کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ قال تعالیٰ وکانوا من قبل یستفتحون علی الدین کفروا اب وہ رسول آخر الزمان آگیا ہے۔“

اسی طرح بلغۃ اخیر ان ص ۳۳۷ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قول ”مجھے مصیبت کے وقت پکارو“ کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے اذکر فی اس کا معنی یہ ہے میرے بتو سل دعا مانگو۔
حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد

ومن ادب الدعاء تقدیم الشاء علی اللہ والتوسل بنہی

اللہ لیستجاب۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

ترجمہ..... اور دعاء کے آداب میں یہ ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ توسل کرے تاکہ دعاء مستجاب ہو (اور درود بھی توسل کی ایک صورت ہے۔)

حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ

قاعدہ جلیلہ ص ۴۹ میں ہے وسیلہ پڑھنا ساتھ نبی ﷺ کے بیچ دعا کے بعد

وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمد وغیرہ سے منقول ہے اس کا معنی ہے اسئلک بنییک محمد ای اسئلک بایمانی بہ بمحبته (یعنی میں تیرے نبی ﷺ پر ایمان اور محبت کے طفیل سے سوال کرتا ہوں) ص ۳۸ میں ہے العوسل بالایمان و بطاعة اصل الایمان یعنی ایمان اور طاعت کے ساتھ توسل کرنا تو اصل ایمان ہے۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ص ۶۸)

اور ذات کے ساتھ توسل کا آل بھی ایمان اور محبت ہی ہوتا ہے، لہذا ذات کے ساتھ توسل کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں لازم آتی۔

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ فرماتے ہیں

و باید مرید را کہ توسل کند بحق تعالیٰ بمشائخ کرام خود در یک وقت از روز و شب و اوئی بعد از تہجد است و اگر دو وقت کند اوئی تراست و طریقی اینکہ بخواند فاتحہ را و اخلاص را سہ بار باز گوید الہی برسان ثواب آنچہ خواندم بروح مقدس سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ و بارواح جمیع انبیاء و المرسلین و ملائکہ مقربین و صحابہ و تابعین و اولیاء و صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ قدس اللہ اسرارہم۔

ترجمہ..... اور مرید کو چاہئے کہ اللہ کے سامنے اپنے مشائخ کرام کے ساتھ شب و روز میں ایک وقت توسل کرے اور بہتر وقت تہجد کے بعد ہے اگر دو وقت کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ ایک بار پڑھے اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر کہے کہ الہی جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور ﷺ کی روح مقدس کو پہنچا دے اور تمام انبیاء اور مرسلین کی ارواح اور ملائکہ مقربین اور صحابہ اور تابعین اولیاء اور صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ کے ارواح کو۔

وبعد ازاں بگوید

الہی بحرمت شفیع المذنبین..... الخ

الہی بحرمت غوث دوران قطب زمان حضرت شاہ ابوسعید احمدی

الہی بحرمت غوث دوران محبوب رحمان حافظ قرآن و مبلغنا الی اللہ

المجید حضرت شاہ احمد سعید

الہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین

و میلنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد قد حارثی

الہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس

العلماء رئیس الفضلاء شیخ الحمد ثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفة شمس

الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمن پیر دیکھیر حضرت

مولانا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(فوائد عثمانی ص ۱۷)

یاد رہے کہ مجموعہ فوائد عثمانی جس کو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد

علی اکبر شاہ صاحب دہلوی حنفی نقشبندی مجددیؒ نے مرتب کیا ہے اس میں ملفوظات، مکتوبات،

معمولات، عبادات، کرامات، خلفاء کے حالات، اور دیگر مسائل تصوف کا بیان ہے اس کا تعارف

جامع نے ان الفاظ سے کرایا ہے کہ

”ایں رسالہ است ذراحوال جناب خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء

زبدۃ الفقہاء رأس العلماء رئیس الفضلاء، شیخ الحمد ثین، قبلۃ السالکین، امام العارفین،

برہان المعرفة، شمس الحقیقۃ، فرید العصر، وحید الزمان، حاجی الحرمین الشریفین، مظہر فیض

الرحمن پیر دیکھیر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب نقشبندی و روحی و مالی فداہ اور فوائد عثمانی کی

صحیح حضرت مولانا حسین علیؒ نے کی ہے اور جا بجا اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور

آخر میں صداقت نامہ بھی لکھا ہے ان الفاظ کے ساتھ

”(حمد و صلوٰۃ کے بعد) اما بعد فیقول الفقیر الحقیر

المدعو بحسین علی انی طالعت هذا الكتاب من اوله الى

اخيره بامر سيدی و مولائی و مرشدی حضرت سیدی

محمد سراج الدین لا زال فیوضاته علینا فائضة نفعنا الله

بهذا الكتاب والناظرین الآخریں آمین یا رب العلمین۔“

ترجمہ..... حمد و صلوٰۃ کے بعد کہتا ہے بندہ فقیر حقیر جس کو حسین علیؑ کے نام سے

پکارا جاتا ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ اول سے آخر تک اپنے آقا اور مرشد

حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے حکم سے کیا ہے ان کے فیوضات ہم پر ہمیشہ فائز

رہیں اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہمیں فائدہ پہنچائے اور دوسرے ناظرین کو بھی آمین یا

رب العلمین۔

اسی فوائد عثمانی میں ہے کہ

فرمودہ (لطیفہ) اکثر تنازعات دین و دنیا از حب جاہ و ریاست اند کہ صادق

و صدوق فرمودہ حب الدنیا راس کل خطیہ چنانچہ تنازعات ”لانہ ہیان“ و ”اہل سنت و

جماعت“ در باب امداد اولیاء کرام والا نکس از اہل اسلام قائل نیست کہ انبیاء علیہم

السلام و اولیاء اللہ استقلالاً لا ضرر و نافع اند اگر مستند سبب مستند و انکار ایشان محض خالی

از حجت و نیست چرا کہ در ہمہ کار عادت اللہ جاری ست کہ مسبب بسبب باشد۔

(ص ۵۳، ۵۴)

ترجمہ..... حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے فرمایا کہ اکثر دین و دنیا کے تنازعات

اور جھگڑے حب جاہ اور ریاست کی طلب کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں کیونکہ صادق و

مصدق ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل اور جڑ ہے جیسا کہ

”لانہ ہیوں“ اور اہل سنت کے تنازعات اولیاء کرام کی امداد کے متعلق در نہ اہل اسلام

میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا کہ اولیاء کرام کو استقلالاً نافع اور ضار کہتا ہو اگر ہیں تو محض سبب ہیں اور ان (لامذہبوں) کا کارمحض عناد کی وجہ سے ہے کیونکہ عادیۃ اللہ جاری ہے تمام کاموں میں کہ مسبب سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے مسئلہ استمداد پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ فتاویٰ عزیزی سے ہم

نقل کرتے ہیں

سوال

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام، شہداء عظام، اور صلحاء عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تعالیٰ سے میرے لئے آپ حاجت طلب کریں اور میرے لئے سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں، کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب

اموات سے استمداد خواہ قبور کے نزدیک ہوں یا غائب بلاشبہ بدعت ہے اور صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ کس قسم کی بدعات میں سے ہے آیا بدعت سیئہ یا بدعت حسنہ اور نیز حکم بھی مختلف ہوتا ہے، استمداد کے طرق کے مختلف ہونے سے اگر استمداد اس طریق پر ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ظاہر ہے کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں شرک نہیں ہوتا یہ اس طرح ہی ہے جس طرح صلحاء سے دعاء اور التجاء کے لئے ان کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اگر کسی دوسری طرح ہوگی تو اس کا حکم بھی اس کے موافق جدا ہوگا اور حدیث شریف میں حاجت براری کے لئے اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت

دے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اس نے کہا کہ حضرت آپ دعا فرمائیں، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وضو کرو اور پھر یہ دعا مانگو اللھم انی اسئلك و اتوجه الخ.

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۸۹)

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

اور استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج انسان اپنی حاجت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی بندہ مکرم کی روحانیت کے توسل سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب و برگزیدہ ہوتا ہے اور محتاج یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی میرے لئے سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مطلوب کو طلب کرتا کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا کر دے بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہی ہے اور معطیٰ اور مؤل تو پروردگار ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ شرک بھی نہیں جیسا کہ (توسل کے) منکر نے وہم کیا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ توسل اور طلب دعا صلحاء اور دوستان خدا سے حالت حیات میں کرتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو یہ توسل بعد از وفات کیسے ناجائز ہوگا کیونکہ ارواح کا طین میں حین حیات اور بعد از ممات کچھ فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس کے کمال کی طرف ترقی ہوتی ہے چنانچہ شروع مشکوٰۃ میں ہے اور شرح صدور میں سیوطیؒ نے مفصل ذکر کیا ہے اور احادیث اور روایات متعدد طرق سے بیان کی ہیں۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۸ ج ۲)

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ صراط مستقیم میں فرماتے ہیں

افادہ نمبر ۳ من جملہ صوفی شعار مشرکین بدعات میں سے جو کہ خواص و عوام اہل زمانہ میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً شہرت یافتہ ہیں اور بعض مقبولان حق

بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ ہے مرشد کی تعظیم میں اس درجہ کا افراط کہ اس کے خدا ہونے یا نبی ہونے کا اعتقاد ظاہر ہو پس ضروری بات ہے کہ اس معاملہ کی حد اعتدال کو سمجھ لینا چاہئے جس کا بیان یہ ہے کہ

مرشد بلا ریب وسیلہ راہ خدا تعالیٰ است قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الدین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ (المائدہ)

ترجمہ..... مرشد بلاشبہ راہ خدا کا وسیلہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس آیت میں فلاح کے لئے چار چیزیں مقرر فرمائی ہیں ایک ایمان دوسری تقویٰ، تیسری طلب وسیلہ، اور چوتھی جز اللہ کی راہ میں جہاد۔ اہل سلوک اس آیت سے سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ جانتے ہیں اس لئے مرشد کی تلاش حقیقی فلاح اور یقینی کامیابی کے لئے مجاہدہ سے پہلے ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے لہذا مرشد کے بغیر کامیابی بہت نادر ہے پس مرشد ایسا پکڑیں کہ وہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہ ہو اور صراط مستقیم یعنی قرآن و حدیث پر راسخ القدم ہو ایسے شخص کو اپنا مرشد اور ہادی ٹھہرائیں لیکن ایسا نہ ہو کہ مرید ہر حال میں مرشد کے اتباع کو منظور خاطر رکھے بلکہ مطلق پیشوا تو شرع شریف کو جانے اور بالا صالحہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کا تبع ہو اور جس چیز کا بھی شرع شریف کے مطابق مرشد حکم دے اس کا اتباع کرے اور دل و جان کے ساتھ اس کو قبول کرے اور شریعت کے مباح امر کو مرشد کے حکم سے لازم جانے اور جو کچھ شریعت کے خلاف کہے تو ہرگز اس کا اتباع نہ کرے بلکہ اس کو رد کر دے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے لا طاعة لخلق

فی معصیۃ الخالق یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنی چاہئے اور مرشد کی محبت بھی بایں طور ہونی چاہئے کہ اپنے مال و جان کو مرشد کی رضا اور اس کے آرام کی خاطر صرف کرے اور دنیا کی کسی چیز کو اس کی رضا سے زیادہ عزیز نہ بنائے کیونکہ جو فائدہ مرشد سے حاصل ہوگا وہ دنیا کے تمام منافع سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ لیکن مرشد کی محبت اس طرح ممنوع ہوگی کہ اللہ و رسول کی نافرمانی کو مرشد کی محبت کے سامنے گوارا کر لے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے دربار سے دور کرنے کا موجب ہے تمام قسم کی محبتیں اور حقوق کی اصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور حق ہے، اللہ کی محبت اور اس کے حق کے سامنے کسی اور کی محبت اور حق کو خیال میں لانا اللہ تعالیٰ سے محبوب اور اس کی عنایتوں سے محروم ہونا ہے اگر پیر کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد طالب حق کو اس پیر میں کوئی منکر کام معلوم ہو جائے تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے اہل اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کرنی چاہئے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس پر بے کام کوہ چھوڑے تو اگر وہ کام فساد عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے بیعت توڑ دے اور اس کو اپنا پیر و مرشد نہ جانے اور اگر وہ کام فساد عقیدہ کی قسم نہ ہو تو بیعت نہ توڑے لیکن ایسے مرشد کو آزمائش میں مبتلا خیال کرے اور اس کام میں اس کی بیروی کرنا حرام جان کر اس ابتلاء سے اس کی نجات کے لئے ظاہری اور باطنی کوشش کرتا رہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے منکوم شجرہ طریقت جو سلاسل طیبہ میں درج ہیں اور اس کے علاوہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی مناجات مقبول میں ان کو درج کیا ہے حضرت نانوتوی کا شجرہ منکومہ تو کافی طویل ہے بطور نمونہ کے ہم چند اشعار اس لئے نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ توسل پر روشنی پڑ سکے۔

بحق مقتدائے عشق بازاں	رہیں پیشوا مقتدایاں
امام راست بازاں شیخ عالم	ولی خاص صدیق معظم

شہ والا گہر امداد اللہ
خیر میں فرماتے ہیں

ہاں کو رحمۃ للعالمین ست
بجن سرور عالم محمد ﷺ
بچشم لطف اے حکم تو برسر
اس شجرہ کا ابتدائی شعر اس طرح ہے

الہی غرق دریائے گناہم تو میدانی و خود ہستی گواہم

حضرت مولانا گنگوہی کا شجرہ منقولہ (پہلے شعر کا حضرت تھانویؒ نے اضافہ فرمایا ہے)

سیدی شیخی رشید احمد امام وقت شیخ
بہر امداد و بنور و حضرت عبدالرحیم
ہم محمدی و محبت اللہ و شاہ بو سعید
ہم محمد عارف، وہم عبد حق، شیخ جلال
قطب دیں وہم معین الدین و عثمان و شریف
بو اسحاق وہم بمشاد، و ہمیرہ نامور
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں
سید الکونین فخر العالمین بشرای نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش

بہر ذات خود شفا یم وہ ز امراض دلی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کی تحقیق

سیدی و مرشدی حضرت مولانا مدنیؒ نے ”بجن“ اور ”توسل“ کی نہایت ہی قیمتی تحقیق

فرمائی ہے جو اہل انصاف کے لئے اطمینان کا باعث ہوگی اور اہل بصیرت کے لئے کھل الجواہر سے

زیادہ بصارت افروز ہوگی، حضرت فرماتے ہیں کہ

”حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ حق متعدد معنوں میں آتا ہے،

۱..... **واجب عقلی**۔ جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔

۲..... **واجب شرعی**۔ جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اور وعدہ خداوندی کی بنا پر ہو، اگرچہ عقلاً اس کا وجود ضروری نہ ہو۔

۳..... **مستحق و ثابت**۔ یعنی وہ چیز جو کہ وجود اور ثبوت رکھتی ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

۴..... **جدیر اور لائق**۔ یعنی وہ چیز جس کا موجود ہونا بہتر اور اعلیٰ ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

۵..... **مشابہ بالواجب**۔ یعنی وہ چیز جو کہ ضروری چیز کے مماثل اور مشابہ ہے اگرچہ واقع میں لازم اور ضروری نہیں جیسے زید اسد۔

۶..... **موجود صوری**۔ یعنی مشاکلۃً او صورۃً عبارت میں جو کسی چیز کو دوسرے کے برابر قرار دی گئی ہو جیسے جزاء سینۃ، سینۃ مثلہا اگرچہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو۔

۷..... **احترام اور بڑائی**۔ یعنی وہ چیز جو کہ مرتبہ اور شرف رکھنے والی ہو اور قبولیت سے نوازی گئی ہو۔

۸..... **مہتمم بالشان**۔ یعنی وہ چیز جس کو نہایت اہم اور قابل اعتناء کوئی قرار دے اگرچہ واقع میں وہ لازم نہیں ہے جیسے حدیث شریف میں حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعة ايام، یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن نہانے کا اہتمام کرے (الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شرح حدیث عینی، قاری، عسقلانی

وغیرہ اور قاموس، لسان العرب، مجمع البحار، وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا معتزلہ چونکہ عدل اور صلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اس لئے غفران الہی تو حید اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب کہتے ہیں اور یہ حق بندوں کا اس پر لازم باللہودم العظمیٰ قرار دیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کہتے اس لئے یہ دعا کرتا اللھم انی استلک بحق فلان یا بحق الانبیاء والمرسلین الی اعتزال کے عقائد کے موافق ہوگا اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوگا قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور و شور تھا اس لئے فقہاء کرام نے سداً للذریعة منع فرمایا تھا، اب جبکہ وہ اور ان کے عقائد معدوم ہو گئے تو اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنی کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ دوسرے معانی ہی لئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

شرح نقایہ جلد ثانی کتاب الکرہیۃ ص ۳۳۶ میں فرماتے ہیں

قيل و يحرم ان يقول في دعائه بحق فلان نبيا كان او
وليا او بحق الهيت او المشعر الجرام لانه لا حق للخلق
على الله لكن قد يقال لا حق لهم وجوبا من اصله ولكن الله
سبحانه جعل لهم حقا فضلاً او يراى بالحق الحرمة والعظمة
فيكون من باب الوسيلة وقد قال الله سبحانه وابعثوا اليه
الوسيلة وقد عد من آداب الدعاء التوسل بالانبياء
والاولياء على ما في الحصن الحصين وقد جاء في رواية
الھم انی استلک بحق السائلین علیک و بحق ممشائی

الیک فانی لم اخرج اشراً ولا بطراً. (الحديث)

ترجمہ..... حضرت ملا علی القاری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا بحق البیت یا مشعر الحرام کہے تو ایسا کہنا حرام ہوگا کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں ہے لیکن کبھی اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی حق نہیں وجوباً لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنا فضل و کرم سے حق بتایا ہے یا حق سے مراد حرمت ہے تو پھر یہ وسیلہ کے باب سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور نیز انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ساتھ توسل آداب دعاء میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ حصین میں ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے حق اور وسیلہ سے مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اپنے چلنے کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں، کیونکہ میں اتراتے ہوئے اور اکر کر نہیں چلتا (جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے)

نوٹ۔ توسل کی اس بحث میں ”مسئلہ توسل کی توجیح“ کے عنوان سے لے کر یہاں تک فیوضات حسینی کے مقدمہ سے حوالہ جات لئے گئے ہیں۔

رد المحتار حاشیہ در مختار میں ہے

قوله (و کره بحق استلک) هذا لم يخالف منه ابو

يوسف بخلاف مسئلة المتن السابقة كما افاد الاتفاقى

وفى التاتارخانية وجاء فى الآثار ما دل على الجواز (قوله

لانه لا حق للمخلوق على الخالق) قد يقال انه لا حق لهم

وجوباً على الله لكن الله سبحانه وتعالى جعل لهم حقاً فى

فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة فيكون من باب

الوسيلة وقد قال (وابتغوا اليه الوسيلة) وقال السبكي

یحسن التوسل بالنبی ﷺ الی ربہ ولم ینکرہ احد من
السلف ولا الخلف الا ابن تیمیہ فابتدع ما لم یقل عالم
قبلہ..... الخ. (رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۱)

ترجمہ..... علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ نے جواز کا
قول کیا ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ اس مسئلہ میں ایسے آثار وارد
ہوئے ہیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ استدلال کہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں
اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وجوب حق اللہ تعالیٰ پر کسی کا نہیں لیکن اس نے اپنے فضل
سے ان کا حق اپنے ذمہ لیا ہے اور یا مراد حق سے حرمت عظمت ہے اور یہ باب وسیلہ
سے ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور امام
سبکیؒ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ توسل کرنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے مستحسن قرار دیا ہے
اور یہ فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں سلف اور خلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا سوائے
امام ابن تیمیہؒ کے، اس نے ایک ایسی نئی بات کی ہے جو ان سے قبل کسی عالم نے نہیں
کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعاء میں بحق فلاں یا بحرمت فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور
مستحسن ہے مودودی صاحب منع کرتے ہیں غلطی پر ہیں اور ہدایہ کی عبارت سے ان کا استدلال صحیح
نہیں ہے ہدایہ میں حق بمعنی واجب العقل کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب دعاء میں یہ کلمہ کہتے
ہیں تو واجب عقلی مراد نہیں لیتے بلکہ ایسے معانی مراو لیتے ہیں جن سے توسل سمجھا جاتا ہو جو کہ ارجی
الاجلیۃ ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں
حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ العظام اور صلحاء کرام کے وسیلہ سے

اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا شرعاً جائز ہے بلکہ قبولیت دعاء کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل ہے، قرآن و احادیث کے اشارات و تصریحات سے اس قسم کا توسل بلاشبہ ثابت ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت موصوف کا رسالہ جو خیر الفتاویٰ جلد اس ۱۹۱ تا ۱۹۸ پر چھپا ہوا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ صدر مفتی مظاہر العلوم و دارالعلوم دیوبند ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے ہمارا فلاں کام کر دے، ہمیں گناہوں سے بچالے، ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرعاً درست ہے۔ جبکہ حضور ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعاء کرنا ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی درست ہے، تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک براہ راست حضور ﷺ کے وسیلہ سے بھی دعاء درست ہے۔ اس مسئلہ پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں، امام ابن تیمیہؒ پر ان کے معاصرین

امام تقی الدین سبکیؒ وغیرہ نے کافی رد کیا ہے۔

طبقات میں ایک مستقل رسالہ رد میں ہے۔

علامہ یافعیؒ نے مرآۃ البیان میں متعدد علماء سے سخت تنقید نقل کی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں ردِ بلیغ کیا ہے۔

ذیل تذکرۃ الحفاظ میں بھی شدید رد مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کے توسل سے دعا اس بات کی دلیل نہیں کہ حضور ﷺ کے

توسل سے دعاء درست نہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے توسل کا ثبوت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں

غرض یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ظہور سے پہلے ہی یہود آپ ﷺ کو خوب پہچانتے تھے، اور آپ ﷺ کے نام مبارک اور قرآن پاک کے واسطہ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح و نصرت کی دعاء مانگتے تھے اور فتح پاتے تھے اور آپ ﷺ کے توسل کو موجب خیر و برکت سمجھتے تھے۔

(معارف القرآن ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے توسل کا ثبوت

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے

ہیں

اسی طرح غیر مادی اسباب کے ذریعے کسی نبی یا ولی سے دعاء کرنے کی مدد مانگنا یا ان کا وسیلہ دے کر براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا، روایات حدیث اور ارشادات قرآن سے بھی اس کا جواز ثابت ہے، اور وہ بھی اس استعانت میں داخل نہیں، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص، اور غیر اللہ کے لئے حرام اور شرک ہے۔

(معارف القرآن ص ۱۰۰ تا ۹۹)

دوسری جگہ فرماتے ہیں

اور حقیقی طور پر اللہ کے سوا کسی کو حاجت روانہ سمجھے اور کسی کے سامنے دست بیوال دراز نہ کرے، کسی نبی یا ولی وغیرہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا اس کے منافی نہیں۔

(معارف القرآن ج ۱ ص ۲۹ تحت ایاک نستعین)

مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ سے توسل کا ثبوت

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ مدرس مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور نے المہند کی تصدیق فرماتے ہوئے خطبہ تحریر فرمایا

والصلوة والسلام علی الفضل من يتوسل به فی
الدعاء من المرسلین والصدیقین والشهداء
والصلحاء واکمل من بدعی من الاحیاء بعد الوصال
اللقاء.

ترجمہ..... درود و سلام ان میں سے بہترین ذات پر جن کو دعاء میں وسیلہ پکڑا جاتا ہے، یعنی پیغمبران و صدیقین اور شہداء و صلحاء اور کامل تر ان میں سے جن کے لئے وصال و انتقال کے بعد حیات ثابت ہے۔

(المہند ص ۸۳، ۸۵ ناشر دارالاشاعت کراچی)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے توسل کا ثبوت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ فضائل اعمال میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق نصیب فرمائے۔

(فضائل اعمال ص ۶۲۳)

نیز فرماتے ہیں

حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے میری بد اعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی نصیب فرما دیں، اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرما دیں۔

(فضائل اعمال ص ۷۰۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوریؒ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوریؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں

الجواب..... اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنے اور اپنی حاجت طلب کرنے

میں کسی نبی یا ولی کو بطور وسیلہ کے ذکر کرنا اور یوں کہنا کہ اے اللہ بوسیہ فلاں

نبی یا فلاں ولی میرے حال پر رحم فرما، اور میری حاجت پوری کر، یہ جائز اور مستنون

ہے اور اجابت (قبولیت) میں نہایت مؤثر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو اس

طرح دعاء کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔

(فتاویٰ رحمیہ ج ۳ ص ۵)

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے توسل کا ثبوت

قدوة السالکین زبدة العارفين حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ

”وسیلہ رفیعہ“ میں تحریر فرماتے ہیں

توسل دو قسم پر ہے

جائز و ناجائز، جائز وہ ہے جو قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت ہے..... الخ۔

ششم توسل وہ ہے جس کو اہل سنن نے روایت کیا ہے، ترمذی نے اس کو صحیح الاسناد کہا

ہے، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی بارگاہ

میں میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھے آنکھیں بخش دے..... الخ۔ (جیسا کہ قصہ ضریر میں گزرا)

پھر آگے چل کر سلسلہ مبارکہ میں تحریر فرماتے ہیں

اللہی بحرمة شفیع المذہبین رحمۃ للعالمین سید الخلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

اللہی بحرمة خیر الامت خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

اللہی بحرمة صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الہی بحرمۃ علامہ رأس المفسرین مجدد مائۃ الرابع والعشر مولانا
 حسین علیؒ وان بہجران رضی اللہ عنہ
 الہی بفضلک ورحمتک ثم بحرمۃ الصالحین توفنا مسلمین والحقنا
 بالصالحین غیر خزا یا ولا مفتونین آمین یا رب العالمین
 الہی بحرمۃ ننگ اسلاف ہر خطا راجی رحمۃ اللہ عبد اللہ عفی عنہ
 تعالیٰ بھلوی ثم اسلام آبادی۔

مولانا نواب صدیق حسن خان غیر مقلد سے توسل کا ثبوت

مولانا نواب صدیق حسن خانؒ تحریر فرماتے ہیں
 وجع دیگر گفتہ کہ بحرمۃ وحق وطفیل کے گفتہ مضائقہ ندارد زیرا کہ در ادعیہ
 ماثورہ آمدہ است کہ ”بحق السائلین علیک“ ولفظ ”طفیل“ و”حرمۃ“ مترادف است
 مفید معنی آن در غیر۔

(ریاض الراتب ص ۲۹ از فتاویٰ رحیمیہ ص ۷)

ترجمہ..... کسی کے حق اور حرمت اور طفیل سے دعاء کرنے میں کچھ مضائقہ
 نہیں کیونکہ احادیث شریفہ میں ”بحق السائلین علیک“ آیا ہے، اور لفظ
 ”طفیل“ اور ”حرمۃ“ ہم معنی ہیں۔

اکابرین علماء دیوبند کے متفقہ فتویٰ ”المہند علی المہند“ سے توسل کا ثبوت
 یہ ایک ایسا فتویٰ ہے جو عرب و عجم کا صدقہ ہے، ہم اسے ذیل میں ”المہند علی المہند“
 سے نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

السؤال الثالث والرابع..... هل للرجل ان يتوسل فی

دعواتہ بالنبی ﷺ بعد الوفاۃ ام لا؟ ایجوز التوسل

بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشہداء و
اولیاء رب العلمین ام لا؟

الجواب. عندنا وعند مشایخنا يجوز التوسل فی
الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشہداء
والصدیقین فی حیاتهم وبعد وفاتهم، بان یقول فی
دعائه

اللهم انی اتوسل الیک بفلان ان یرجیب دعوتی و
تقضى حاجتى الی غیر ذلک . كما صرح به شیخنا و
مولانا محمد اسحاق الدهلوی ثم المهاجر المکی ثم بینہ
فی فتاواه شیخنا و مولانا رشید احمد الکنگوهی رحمۃ اللہ
علیہما، وفی هذا الزمان شائعة مستفیضة بایدی الناس و
هذه المسئلة مذکورة علی صفحة ۹۳ من الجلد الاول
منہا فلیراجع الیہا من شاء

(المہند علی المفند ص ۱۲، ۱۳)

ترجمہ..... تیسرا اور چوتھا سوال

کیا وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا
نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین شہداء و اولیاء اللہ کا توسل
بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب..... علماء دیوبند کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء علیہم السلام، صلحاء،
اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات۔ بایں طور
کہ کہے، یا اللہ میں بوسیہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری

چاہتا ہوں" یا اس جیسے اور کلمات کہے۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا محمد اسحاق دہلوی ثم الہکی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے، جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے ص ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

(المہند جواب سوال نمبر ۳، ۴)

نوٹ..... حضرت گنگوہی کا یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ کا مل مبوب ص ۱۱، ۱۹۸ پر موجود ہے۔

نوٹ..... یہ فتویٰ حضرت مولانا غلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم المہاجر المجدنی کا لکھا ہوا ہے، اس کی تصدیق میں اکابر علماء دیوبند کے چوبیس (۲۴) دستخط ہیں، بعد ازاں علماء مکہ معظمہ، علماء مدینہ طیبہ، علماء جامعہ ازہر مصر، علماء دمشق و شام کے سینتالیس (۲۷) تصدیقی دستخط ہیں۔ پھر بعد میں ۳۷ علماء نے مزید اس پر دستخط کئے ہیں۔

الفرض..... جواز توسل کا مسئلہ تمام علماء دیوبند کے نزدیک متفق علیہ ہے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔

قرآن مجید، تفاسیر، احادیث شریفہ، فقہ حنفی اور جمہور اہل سنت والجماعت، خصوصاً اکابرین علماء دیوبند کے اقوال سے مسئلہ توسل بالانبیاء والاولیاء کی الحمد للہ پوری وضاحت کر دی گئی ہے، لہذا سلیم الطبع انسان کے لئے اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ باقی ضد کا کوئی علاج نہیں، کیونکہ ضد اور عناد تو ایک ایسا مرض ہے جو العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ پر ایمان لانے میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

توسل بالانبیاء والاولیاء کو شرک کہنا العیاذ باللہ بہت بڑی جرأت ہے۔ کیونکہ خود حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور جمہور اہل سنت والجماعت کی طرف شرک کی نسبت کر کے شرک کہنے کے مترادف (برابر) ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسی جہالت اور گمراہی سے امت مسلمہ کی پوری پوری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ باقی توسل کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے اپنی حاجتیں مانگی جائیں، اور ان سے استغاثہ اور فریاد کی جائے، جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا طریقہ ہے کیونکہ یہ واقعی شرک ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔

خلاصہ..... یہ ہے کہ اس مسئلہ کو اس کی حیثیت پر رکھتے ہوئے افراط و تفریط (کی زیادتی) سے اجتناب کیا جائے۔ کہ نہ اتنی نرمی کہ مردوں سے استغاثہ اور فریاد کی جائے کہ اے فلاں تم میری مدد کرو، اور میری حاجت پوری کرو، اور نہ اس قدر سختی اور تشدد کہ اس جائز صورت کو شرک کہہ کر جائز سمجھنے والوں کو مشرک کہا جائے، خواہ شرک کی نسبت حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور جمہور اہل سنت تک پہنچ جائے۔ (العیاذ باللہ)

پس توسل کی جائز صورت یہ ہے کہ اپنی دعاء میں یوں کہے کہ
یا اللہ میں فلاں نبی یا فلاں بزرگ اور ولی کے ”وسیلہ“ اور ”طفیل“ سے آپ
سے دعاء کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں یا اس جیسے اور کلمات کہے یہ صورت
بالاتفاق جائز ہے اس میں شرک کی کوئی وجہ نہیں۔

نوٹ

جواہر القرآن کی عبارت میں علامہ آلوسیؒ کی عبارت نقل کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ
اگر وفات کے بعد توسل جائز ہوتا تو حضرت عباسؓ سے دعائے کرواتے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ منکرین توسل کو تو صاحب روح المعانی کا قول پیش کرنے کا حق ہی
حاصل نہیں اس لئے کہ انہوں نے مسئلہ حیات انبیاء تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور منکرین توسل
اس مسئلے کو تسلیم نہیں کرتے، اور علامہ آلوسیؒ کی اس عبارت کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث
صحیحہ اور جمہور اہل سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ کی حد تک معتبر نہ ہوگی۔

قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ سے توسل کا ثبوت
آپ بھی کثرت سے توسل کیا کرتے تھے آپ کے اکثر مضامین اور خطوط کے آخر میں
آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ کے الفاظ سے اس کا ثبوت واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کے
حالات پر مشتمل ماہنامہ حق چار یار کی اشاعت خاص میں جو آپ کے خطوط شائع ہوئے ہیں ان
کے آخر میں یہ لفظ کثرت سے ملتا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہوں صفحات ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۷، ۳۷۸،
۳۸۰، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۵۶۵، ۷۸۷، ۷۸۸، ۸۰۵۔

نمت بحمد اللہ

ادارہ کی دیگر کتب

